

سَلَامٌ عَلَيْكَ تَعَالَى مَعَالِيهِ

تاریخ فرستہ

جلد دوم

از ابتداء خاندان تغلق تا آخر عہد جلال الدین اکبر بادشاہ غازی

مُتَّحِفَةً

مولوی محمد فدا علی صاحب طالع

رکن دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

۱۳۴۵ھ ۲۲۵۰ھ ۱۹۲۶ء

طبع و نشر دارالترجمہ عثمانیہ سرکار عالی

فہرست سنین

تاریخ فرشتہ

جلد دوم

سنہ عیسوی	واقعات	بہا	صحت
۱۳۲۱ھ	غیاث الدین بچا اپنے بڑے فرزند کو الغ خاں کا خطاب دیکر اُسے اپنا ولی عہد مقرر کیا اور دیگر فرزندوں کو بھی خطابات عطا کر کے بہرام اہیہ کو کشو خاں کے خطاب سے ملتان کا حاکم مقرر کیا۔	۲	
۱۳۲۲ھ	بادشاہ نے شاہزادہ الغ خاں کو ملنگانہ روانہ کیا	۳	
۱۳۲۳ھ	لکھنؤئی اور ستارگاؤں کے باشندوں نے بادشاہ سے اپنے حکام کی شکایت کی اور غیاث الدین نے الغ خاں کو دہلی میں چھوڑا اور خود شرقی ہندوستان روانہ ہوا۔	۶	
۱۳۲۵ھ	غیاث الدین تغلق نے وفات پائی	۸	
۱۳۲۶ھ	ترشمرین خاں چغتائی نے ہندوستان پر حملہ کیا۔	۱۲	

صفحہ نمبر	واقعات	تاریخ	صفحہ
۱۵	محمد تغلق نے ایک لاکھ سوار دربار کے نامی امیروں کے ساتھ اپنے بہانے خسرو ملک کی ماتحتی میں چین کی مہم پر روانہ کیا۔	۱۳۳۷ھ	۷۳۸
۲۱	محمد تغلق نے سید ابراہیم خلیطدار اور سیدین کے تمام اعزہ کو قید کیا اور ایک ہزار لشکر ہمراہ لے کر ملابار روانہ ہوا۔	۱۳۴۱ھ	۷۴۲
۲۴	اکبروں کے سردار ملک جندر نے بغاوت کر کے تاتار خاں کو قتل کیا اور خود صوبہ پنجاب پر قبضہ کر لیا۔	۱۳۴۲ھ	۷۴۳
۲۴	حاجی سید حمزہ بادشاہ کے قاصد کے ہمراہ منشور حکومت اور خلعت خلافت لے کر دہلی واپس آیا۔	۱۳۴۴ھ	۷۴۴
۲۶	نظام مائیں نے بغاوت کی اور اپنے کو سلطان علاؤ الدین کے نام سے بادشاہ شہور کیا۔	۱۳۴۵ھ	۷۴۵
۲۶	علی شاہ نے امیران صہ کو جمع کر کے مہرین ضلع گلگرہ کو قتل کیا اور اس کے مال کو غارت کر کے بیدر پہنچا۔	۱۳۴۶ھ	۷۴۶
۳۳	محمد تغلق نے فیروز خاں کو دہلی میں اپنا جانشین	۱۳۴۷ھ	۷۴۷

نمبر	سنہ عیسوی	واقعات	تاریخ	صحت
		مقرر کیا اور خود تختگاہ سے روانہ ہو کر تھبہ سلطان پور میں مقیم ہوا۔	۳۳	
۴۵۲	۱۳۵۱	محمد تغلق نے وفات پائی	۳۱	
۴۵۲	۱۳۵۱	فیروز شاہ تغلق نے تخت سلطنت پر جلوس کیا	۳۳	
۴۵۳	۱۳۵۲	فیروز شاہ نے کوہ سرسور کا سفر کیا	۲۶	۴۵۲ (برگز) ۱۲۵۲
۴۵۴	۱۳۵۳	بادشاہ کے محل میں فرزند دوم پیدا ہوا	۲۶	
۴۵۴	۱۳۵۳	بادشاہ شکار کرکھلتا ہوا کوہ کلانور کے دامن میں پہونچا اور دریائے سرسیتی کے کنارہ کی مائیں تیسر کرانیں۔	۲۶	
۴۵۴	۱۳۵۳	بادشاہ نے خان جہاں کو تمام اختیارات دے کر اپنی نیابت میں دہلی میں چھوڑا اور خود حاجی الیاس کی سرکوبی کے لئے لکھنوتی روانہ ہوا	۲۶	
۴۵۵	۱۳۵۴	فیروز شاہ نے دہلی کے قریب دریائے جمنا کے کنارے فیروز آباد نام شہر آباد کیا۔	۲۷	
۴۵۶	۱۳۵۵	بادشاہ نے دیالپور کا سفر کیا۔ اور دریائے ستلج کے ایک نذر	۲۸	

سنہ عیسوی	واقعات	ہجری	صحت
۷۵۷	فیروز شاہ نے دریائے جمناسے ایک شاخ کوہ سرو اور سندھ کی طرف نکالی۔	۴۸	
۷۵۷	الحاکم یا مرشد خلیفہ عباسی نے خلعت نیابت و فرمان خلافت فیروز شاہ کے لئے روانہ کیا۔	۴۸	۵۵۷ ہجری
۷۵۸	ظفر خاں فارسی ستارگاؤں سے آیا اور نائب وزیر مقرر ہوا۔	۴۸	
۷۵۹	شمس الدین شاہ نے لکھنؤ کی سبیش قیمت تحائف قاصدوں کے ہمراہ فیروز شاہ کے حضور میں روانہ کئے۔	۴۸	
۷۶۰	فیروز شاہ نے خان جہاں کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود لکھنؤ کی روانہ ہوا	۴۹	
۷۶۲	فیروز شاہ نے پداوٹی کے جنگل سے تیس ہاتھی گرفتار کئے اور صحیح و سالم دہلی واپس آیا۔	۵۱	
۷۶۴	ملک مقبول خان جہاں نے وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر باپ کا جانشین ہوا	۵۳	
۷۷۵	ظفر خاں نے گجرات میں وفات پائی اور اس کا	۵۳	

سن عیسوی	واقعات	ہجری	صحت
	فرزند اکبر دریا خاں ظفر خاں کے خطاب سے باپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔	۵۳	
۴۶۶	فیروز شاہ کے فرزند اکبر شاہزادہ فتح خاں نے وفات پائی۔	۵۳	
۴۶۸	شمس الدین دمغانی نے فیروز شاہ سے گجرات کا ٹھیکہ لیا۔	۵۴	
۴۶۹	پرگنہ اٹاواہ کے ٹھیسوں اور چودھریوں نے بغاوت کی۔	۵۴	
۴۸۱	فیروز شاہ نے سمانہ کا سفر کیا۔	۵۵	
۴۸۲	فیروزی لشکر نواح کٹیہر میں پہنچا۔	۵۵	
۴۸۴	فیروز شاہ نے گجرات کو تباہ و برباد کیا۔	۵۵	
۴۸۴	فیروز شاہ نے موضع بسولی میں جو بدایوں کے قریب ہے ایک حصار فیروز آباد کے نام سے تعمیر کرایا	۵۶	
۴۸۴	فیروز شاہ پر امراض اور پیرانہ سالی کا غلبہ ہوا اور خان جہاں بادشاہ پر حادی ہو گیا	۵۶	

جیم	سنہ عیسوی	واقعات	تہذیب	صحت
۷۸۹	۱۳۸۷	خان جہاں نے فیروز شاہ کو شاہزادہ محمد خاں کی طرف سے بدگمان کیا۔	۵۶	
۷۸۹	۱۳۸۶	ناصر الدین محمد نے تخت حکومت پر جلوس کیا	۵۷	
۷۹۰	۱۳۸۸	ناصر الدین محمد کو یہ سرسور کی طرف تھکا رکھینے روانہ ہوا	۵۸	
۷۹۹	۱۳۸۸	فیروز شاہ نے نوڈ برس برکی عمر میں وفات پائی	۵۹	۷۹۰ ہجری
۷۹۱	۱۳۸۹	غیاث الدین المشہور بہ نقلق شاہ قتل کیا گیا۔	۶۲	
۷۹۲	۱۳۸۹	ناصر الدین اور ابوبکر شاہ میں نواح فیروز آباد میں جنگ ہوئی۔	۶۶	
۷۹۳	۱۳۹۰	ناصر الدین نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔	۶۸	
۷۹۳	۱۳۹۰	(۱) ابوبکر شاہ نے بہادر ناسر اور غلامان فیروز شاہ کے ہمراہ ہمایوں کے شکر پرنسوں مارا (۲) فرحت الملک حاکم گجرات نے بغاوت کی۔	۶۹	
۷۹۴	۱۳۹۱	رائے زنگہ سرواد ہوں وغیرہ غیر مسلم شور مچا پشستوں نے بادشاہ سے بغاوت کی	۶۹	

تاریخ	سنہ عیسوی	واقعات	تعداد	صفحہ
۷۹۵	۱۳۹۲	سروا دیون رائے اور ادیر بھان نے دوبارہ بغاوت کی۔	۷۰	
۷۹۶	۱۳۹۳	(۱) بادشاہ نے اپنے فرزند ہمایوں خاں کو شیخا ہنگری کی سرکوبی کے لئے لاہور روانہ کیا۔ (۲) ناصر الدین شاہ فوت ہوا۔	۷۰-۷۱	
۷۹۶	۱۳۹۳	سکندر شاہ بن ناصر الدین نے تخت حکومت پر جلوس کیا۔	۷۱	
۷۹۷	۱۳۹۴	ناصر الدین محمود دہلی میں داخل ہوا اور اس نے مقرب خاں کا ساتھ دیا۔	۷۳	
۷۹۸	۱۳۹۵	سارنگ خاں حاکم دیبا پور نے خضر خاں حاکم ملتان سے چھوڑ چھاؤ شروع کی۔	۷۴	
۷۹۹	۱۳۹۶	سارنگ خاں نے شہر سمانہ پر دھاوا کیا اور عالی خاں صوبہ دار کو پس پا کر کے شہر پر قابض ہو گیا۔	۷۴	
۸۰۰	۱۳۹۷	امیر تیمور نے ہندوستان کو فتح کرنے کے ارادہ سے دریائے سندھ کو عبور کیا۔	۷۶	
۸۰۱	۱۳۹۸	امیر تیمور نے چول جلائی کے فوج میں قیام کیا	۷۶	

جیم	سنہ عیسوی	واقعات	ایچ	سمت
۸۰۳	۱۲۰۰	لواقبال نے دہلی سے بیانا پر لشکر کشی کی	۸۷	
۸۰۴	۱۲۰۱	ناصر الدین محمود لواقبال کی بدسلوکیوں سے آزرده خاطر ہو کر مالوہ آیا تھا اب دہلی وارد ہوا	۸۸	
۸۰۵	۱۲۰۲	لواقبال نے قلعہ گوالیار پر لشکر کشی کی	۸۹	
۸۰۶	۱۲۰۲	لواقبال نے اٹاڈہ پر دوبارہ لشکر کشی کی	۸۸	
۸۰۸	۱۲۰۵	ناصر الدین محمود قلیل جماعت کے ساتھ دہلی پہونچ کر تخت حکومت پر بیٹھا۔	۸۹	
۸۱۰	۱۲۰۷	ناصر الدین محمود نے ملک میرضیا حاکم بن پر لشکر کشی کی	۹۰	
۸۱۱	۱۲۰۸	ناصر الدین محمود نے قوام خاں حاکم حصار فیروزہ پر حملہ کیا	۹۰	
۸۱۲	۱۲۰۹	بیرم خاں ترک بچہ خضر خاں سے برگشتہ ہو کر دولت خاں سے جا ملا	۹۱	
۸۱۳	۱۲۱۰	خضر خاں نے ملک ادیس حاکم رہنک پر لشکر کشی کی	۹۱	

صفحہ نمبر	واقعات	سمت عیسوی	ہجری
۹۱	رہنک کے اطراف و نواح پر ناصر الدین کا قبضہ ہو گیا۔	۱۲۱۱	۸۱۳
۹۲	امراے دہلی نے دولت خاں لودھی کو اپنا فرمانروا تسلیم کر لیا۔	۱۲۱۳	۸۱۶
۹۲	دولت خاں قلعہ سے نکلنا اور خضر خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور حصار فیروز آباد میں قید کر دیا گیا۔	۱۲۱۴	۸۱۷
۹۵	خضر خاں نے سنا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی ناگور آگیا ہے۔	۱۲۱۶	۸۱۹
۹۵	ملک طغان نے بغاوت کی۔	۱۲۱۷	۸۲۰
۹۶	خضر خاں نے تلج الملک کو کہتر کے راجہ رائے کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔	۱۲۱۸	۸۲۱
۹۶	خضر خاں نے بد اوں کا رخ کیا	۱۲۱۸	۸۲۱
۹۶	خضر خاں نے خدار میروں کو ہلاک کیا	۱۲۱۹	۸۲۲
۹۷	سازنگ خاں کو بہستان سے نکلنا اور مہد و پیمان کے بعد ملک طغان سے جاملنا	۱۲۲۰	۸۲۳

صفحہ نمبر	واقعات	سنہ عیسوی	سنہ ہجری
۹۷	خضر خاں نے میوات کا سفر کیا	۱۴۲۱	۸۲۴
۹۷	خضر خاں نے وفات پائی	۱۴۲۱	۸۲۴
۹۹	نیرک خاں جسرت کہکر سے مقابلہ کر کے لے لیا دربار کے کنارہ پر مقیم ہوا۔	۱۴۲۱	۸۲۴
۹۹	ملک سکندر رحمہ وغیرہ نے بادشاہ کے حکم سے کہکر کوں پر دھاوا کیا	۱۴۲۱	۸۲۴
۱۰۰	مبارک شاہ لاہور آیا اور ویران شہر کو از سر نو آباد کیا۔	۱۴۲۲	۸۲۵
۱۰۱	مبارک شاہ نے ملک سکندر کو وزارت سے معزول کر کے سردار الملک کو وزیر مقرر کیا	۱۴۲۲	۸۲۶
۱۰۲	مبارک شاہ دہلی واپس آیا	۱۴۲۳	۸۲۷
۱۰۲	مبارک شاہ نے کہتر پر حملہ کیا	۱۴۲۵	۸۲۹
۱۰۳	مبارک شاہ نے میوات پر دھاوا کیا	۱۴۲۵	۸۲۹
۱۰۳	مبارک شاہ نے تیسری مرتبہ میوات پر حملہ کیا	۱۴۲۶	۸۳۰

تاریخ	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ نمبر	محت
۸۳۰	۱۴۲۶	ابراہیم شہر قی لڑائی سے کنارہ کش ہو کر راری روانہ ہوا۔	۱۰۴	
۸۳۰	۱۴۲۶	مبارک شاہ نے سردار الملک وزیر اور دیگر اہل شہر قیوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔	۱۰۵	
۸۳۱	۱۴۲۷	مبارک شاہ شہر بیابان کا انتظام کر کے کامیاب دہلی واپس آیا اور ملک قدوسی مہوئی کو گرفتار کر کے سزا دی	۱۰۵	
۸۳۲	۱۴۲۸	ملک محمود حسن بیابان کا فتنہ فرو کر کے دہلی واپس آیا	۱۰۶	
۸۳۳	۱۴۲۹	بادشاہ نے گوالیار کا سفر کیا	۱۰۶	
۸۳۵	۱۴۳۱	جسرت کبکھڑو ریا نے جہلم کو عبور کر کے جالندھر پہنچ گیا	۱۱۰	
۸۳۵	۱۴۳۱	شاہی سراپردہ جس کا رنگ سرخ تھا ملتان روانہ کیا گیا	۱۱۰	
۸۳۵	۱۴۳۱	جسرت کبکھڑو لاہور میں وارد ہوا	۱۱۱	
۸۳۶	۱۴۳۲	مبارک شاہ تپہ بندہ کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے دہلی سے سامانہ وارد ہوا	۱۱۱	

پہچان	سنہ عیسوی	واقعات	تاریخ	صحت
۸۳۶	۱۲۳۲	مبارک شاہ دہلی سے پنجاب روانہ ہوا	۱۱۱	
۸۳۷	۱۲۳۳	مبارک شاہ نے دریائے جہنا کے کنارہ ایک نیا شہر آباد کر کے شہر کو مبارک آباد کے نام سے موسوم کیا	۱۱۳	
۸۳۷	۱۲۳۳	مبارک شاہ شہید کیا گیا۔	۱۱۴	
۸۳۸	۱۲۳۴	سرور الملک محمد شاہ کے خیمہ کے اندر قتل کیا گیا۔	۱۱۶	
۸۴۰	۱۲۳۶	محمد شاہ سمانہ گیا اور جسرت کہنہ کی تنبیہ کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔	۱۱۸	
۸۴۲	۱۲۴۰	سلطان محمود مالوہی نے دہلی پر لشکر کشی کی	۱۱۸	
۸۴۵	۱۲۴۱	محمد شاہ نے سمانہ کا سفر کیا اور پہلول کو حاکم لاہور و دیبالپور مقرر کیا۔	۱۲۰	
۸۴۹	۱۲۴۵	محمد شاہ نے وفات پائی اور اس کا فرزند علاؤ الدین تخت نشین ہوا۔	۱۲۰	
۸۵۰	۱۲۴۶	علاء الدین نے میانہ کا سفر کیا۔	۱۲۰	

سنہ ہجری	سنہ شمسی	واقعات	صفحہ
۸۵۱	۱۵۴۷	علاء الدین نے بداول کا سفر کیا	۱۲۰
۸۵۴	۱۴۵۰	سلطان بہلول لودی اپنے بڑے فرزند بایزید خاں کو دہلی میں چھوڑ کر خود دیبا لپور واپس آیا	۱۲۳
۸۵۵	۱۴۵۱	سلطان بہلول دہلی کا مستقل فرمانروا ہوا	۱۲۳
۸۵۶	۱۴۵۲	سلطان محمود شرقی نے دہلی کا محاصرہ کیا	۱۳۰
۸۸۳	۱۴۷۸	حمین شاہ شرقی نے کچھ کے گھاٹ پر دربار بنایا جس کا کتنا راجہ اپنے جیسے نصب کرائے۔	۱۳۵
۸۹۴	۱۴۸۸	بہلول لودی نے وفات پائی اور اس کا فرزند سلطان سکندر جانشین ہوا۔	۱۳۹
۸۹۷	۱۴۹۱	ملک شرف نے اپنے قصور کی معافی مانگی اور قلعہ گوالیار کی طرف خارج البلد کر دیا گیا اور خان خانان قرطبی بیابان کا حاکم مقرر ہوا۔	۱۴۳
۹۰۰	۱۴۹۴	سلطان سکندر رائے بہادر کی تنبیہ کے لئے پٹنہ روانہ ہوا۔	۱۴۵
۹۰۴	۱۴۹۸	سلطان سکندر نے پٹنہ پر دھاوا کیا۔	۱۴۷

صفحہ نمبر	واقعات	تاریخ	صفحہ نمبر
۱۴۸	سلطان سکندر نے سنہیل کا سفر کیا	۱۴۹۹	۹۰۵
۱۴۹	خواص خاں سنہیل پہنچا اور نظر بند کر دیا گیا۔	۱۵۰۱	۹۰۷
۱۵۰	راجہ گویا را نے بیش قیمت تحائف کے ہمراہ ایک قاصد سلطان سکندر کی خدمت میں روانہ کیا	۱۵۰۱	۹۰۷
۱۵۰ ۹۰۵ ۱۵۰۲	سلطان سکندر سنہیل سے دہلیپور روانہ ہوا	۱۴۹۹	۹۰۵
۱۵۱	سلطان سکندر رودی مند رائل کا قلعہ سر کرنے کے لئے آگرہ سے روانہ ہوا۔	۱۵۰۴	۹۱۰
۱۵۱	آگرہ میں عظیم الشان زلزلہ آیا	۱۵۰۵	۹۱۱
۱۵۲	بادشاہ سکندر رودی نے قلعہ اودیت کا رخ کیا۔	۱۵۰۶	۹۱۲
۱۵۳	مجاہد خاں کو گرفتار کر کے حکام حکم دیکر سلطان سکندر آگرہ روانہ ہوا۔	۱۵۰۷	۹۱۳
۱۵۴	سلطان سکندر نے قلعہ زور پر دھاوا کیا	۱۵۰۸	۹۱۴
۱۵۵	سکندر رودی نے گویا را سے تخت گاہ کا رخ کیا۔	۱۵۰۹	۹۱۵

صفحہ نمبر	واقعات	سنہ عیسوی	تاریخ
۱۵۸	سلطان سکندر نے وفات پائی اور اسکا نرسوزند ابراہیم لودی بادشاہ ہوا۔	۱۵۱۷	۹۲۳
۱۶۵	ابراہیم لودی نے ایک لشکر مشرقی ممالک کی طرف روانہ کیا۔	۱۵۱۷	۹۲۳
۱۷۱	فردوس مکانی ظہر الدین بابر بادشاہ نے پانی پت کی جنگ میں ابراہیم لودی پر فتح حاصل کر کے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کیا۔	۱۵۲۶	۹۳۲
۱۷۱	فردوس مکانی بابر بادشاہ پیدا ہوئے	۱۴۸۳	۸۸۸
۱۷۲	عمر شیخ مرزا نے وفات پائی	۱۴۹۳	۸۹۹
۱۷۵	فردوس مکانی و سلطان علی مرزا سمرقند پر حملہ آور ہوئے	۱۴۹۶	۹۰۲
۱۷۶	فردوس مکانی نے سمرقند کے تحت حکومت پر جلوس کر کے قدیم جاں نثاروں کو سرفراز کیا	۱۴۹۷	۹۰۳
۱۷۸	فرغانہ پر فردوس مکانی دوبارہ قابض ہوئے	۱۴۹۸	۹۰۴
۱۷۹	فردوس مکانی نے اوش پر حملہ کیا	۱۴۹۹	۹۰۵
۱۸۶	فردوس مکانی سمرقند سے تاشقند روانہ ہوئے	۱۵۰۱	۹۰۷

جنگ	سنہ عیسوی	واقعات	تاریخ	صفت
۹۱۰	۱۵۰۴	فردوس مکانی کابل روانہ ہوئے	۱۸۹	
۹۱۱	۱۵۰۵	کابل میں ایک مہینہ کا عظیم الشان زلزلہ کا سلسلہ جاری رہا۔	۱۹۰	
۹۱۲	۱۵۰۶	فردوس مکانی نے خراسان کا سفر کیا	۱۹۱	
۹۱۳	۱۵۰۷	فردوس مکانی افغانان غلجی کے قبائل کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے۔	۱۹۲	
۹۱۳	۱۵۰۷	قلعہ ارک میں جاووں بادشاہ پیدا ہوئے۔	۱۹۴	
۹۱۴	۱۵۱۰	شینبانی خاں اور شاہ اسماعیل صفوی میں خط و کتابت ہوئی۔	۱۹۵	
۹۱۷	۱۵۱۱	فردوس مکانی جان میرزا کے ہمراہ دریاکو عبور کر کے حضار روانہ ہوئے۔	۱۹۶	۹۱۷
۹۲۴	۱۵۱۸	فردوس مکانی نے یوسف زئی افغانوں کی تنبیہ کے لئے سوادو پکو رکاج کیا۔	۱۹۸	سوادو پکور
۹۲۵	۱۵۱۹	فردوس مکانی نے دریائے سندھ کے کنارہ ٹنگ جو آجکل نیلاب کے نام سے مشہور ہے فاختانہ سیر کی۔	۱۹۹	نیلاب

جہان	سنہ عیسوی	واقعات	پیشہ	صحت
۹۲۶	۱۵۲۰	فردوس مکانی نے ہندوستان پر تیسرا دہاوا کیا	۲۰۰	
۹۲۸	۱۵۲۲	قندہار پر فردوس مکانی قابض ہوئے	۲۰۱	
۹۳۰	۱۵۲۴	فردوس مکانی نے چوتھی مرتبہ ہندوستان پر دہاوا کیا۔	۲۰۱	
۹۳۰	۱۵۲۴	فردوس مکانی نے کابل سے کوچ کر کے قریہ یعقوب میں قیام کیا۔	۲۰۴	۹۳۲ ۱۵۲۵
۹۳۰	۱۵۲۴	فردوس مکانی نے دریائے سندھ کو عبور کیا۔	۲۰۵	۹۳۲ ۱۵۲۵
۹۳۳	۱۵۲۷	خواجگی اسد جو کابل سے شاہ لہا سپ صفوی کے پاس ایچی نیک عراق گیا ہوا تھا واپس آیا	۲۱۶	
۹۴۳	۱۵۲۸	بادشاہ نے شکار کے بہانہ سے کول و سنبل کا سفر کیا	۲۲۲	۹۳۴
۹۳۵	۱۵۲۹	فردوس مکانی گوالیار روانہ ہوئے	۲۲۳	
۹۳۵	۱۵۲۹	فردوس مکانی کا سلسلہ محلات شروع ہوا	۲۲۴	
۹۳۵	۱۵۲۹	برہان نظام شاہ بحری والی احمد نگر نے فردوس مکانی کے حضور میں عریفہ تہنیت روانہ کیا	۲۳۵	

تاریخ	سنہ عیسوی	واقعات	تاریخ	صحت
۹۳۶	۱۵۳۰	بادشاہ علیل ہوا اور اس کا مرض روز بروز ترقی کرنے لگا	۲۲۶	
۹۳۷	۱۵۳۱	فدوس مکانی نے ولایت فرمائی	۲۲۶	
۹۳۸	۱۵۳۲	جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ نے قلعہ کالنجریہ لشکر کشی کی	۲۳۱	
۹۴۰	۱۵۳۳	بہادر شاہ نے دوبارہ چٹوڑ فتح کرنے کا ارادہ کیا	۲۳۳	
۹۴۱	۱۵۳۴	بہادر شاہ نے کوچ در کوچ جنت آشیانی کے لشکر کی طرف توجہ کی	۲۳۴	
۹۴۳	۱۵۳۶	جنید برلاس نے وفات پائی	۲۴۰	
۹۴۴	۱۵۳۷	جنت آشیانی نے جوہنور کا سفر کیا	۲۴۰	
۹۴۵	۱۵۳۸	جنت آشیانی نے بنگالہ فتح کر لیا اور ارادہ کیا	۲۴۰	
۹۴۶	۱۵۳۹	شیر خاں نے شاہی لشکر پر حملہ کیا	۲۴۳	
۹۴۷	۱۵۴۱	تمام چغتائی میرزا اور خانان قبیلہ لاہور میں جمع ہوئے۔	۲۴۶	

تاریخ	سنہ عیسوی	واقعات	تاریخ	صحت
۹۴۹	۱۵۴۲	شاہزادہ جلال الدین محمد پیدا ہوا	۲۴۹	
۹۴۹	۱۵۴۲	محمود شاہ نے اٹلیسہ کا رخ کیا	۲۹۲	
۹۵۰	۱۵۴۳	پورن مل و لدراجہ سلہدی پورہ نے بغاوت کی	۲۶۸	
۹۵۲	۱۵۴۵	شیر شاہ نے وفات پائی	۲۷۲	
۹۵۳	۱۵۴۷	سلیم شاہ نے عثمان کا سندھ تک تعاقب کیا	۲۷۹	
۹۵۹	۱۵۵۲	خواص خاں تاجخان کرانی کے دامن میں پناہ گزین ہوا	۲۸۰	
۹۶۰	۱۵۵۳	سلیم شاہ نے وفات پائی	$\frac{۲۸۱}{۲۸۱}$	
۹۵۵	۱۵۴۸	شیخ غلامی ہمدی کو سزائے موت دی گئی	۲۸۴	
۹۵۱	۱۵۴۴	جنت آشیانی نے بادشاہ ایران سے ملاقات کی	۲۹۳	
۹۵۲	۱۵۴۵	جنت آشیانی نے قلعہ قندہار کا محاصرہ کیا	۲۹۵	
۹۵۶	۱۵۴۹	جنت آشیانی ہندال میرزا اور عسکری میرزا کے ساتھ بلخ روانہ ہوئے۔	۳۰۱	

تاریخ	واقعات	سنہ عیسوی	تاریخ
۳۰۴	عسکری میرزا فوت ہوا	۱۵۵۴	۹۶۱
۳۰۴	اکبر مرزا نے خیبر کے نواح میں شاہی لشکر پر شیخوں مارا	۱۵۵۱	۹۵۸
۳۱۰	جنت آشیانی نے سکندر شاہ مسور کو شکست دی	۱۵۵۴	۹۶۲
۳۱۱	ہمایوں بادشاہ نے وفات پائی	۱۵۵۶	۹۶۳
۳۱۲	اکبر بادشاہ نے کلاؤ میں تخت حکومت پر جلوس کیا	۱۵۵۶	۹۶۳
۳۱۹	اکبر بادشاہ نے وہلی کا سفر کیا	۱۵۵۸	۹۶۵
۳۲۱	اکبر بادشاہ نے دریا کے راستے سے آگرہ کا سفر کیا	۱۵۵۸	۹۶۶
۳۲۷	بیرم خاں مخدوم الملک کے ہمراہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔	۱۵۶۰	۹۶۸
۳۳۲	اکبر بادشاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے آگرہ سے اجمیر شریف روانہ ہوا	۱۵۶۱	۹۶۹
۳۳۴	بازرہا در درو بارہ مالوہ پر قابض ہوا	۱۵۶۱	۹۶۹

جنگ	سنہ عیسوی	واقعات	پیشہ	صفت
۹۷۳	۱۵۶۶	اکبر بادشاہ نے منم خاں کو سکندر خاں اوزبک کے مقابل میں روانہ کیا	۳۴۰	
۹۷۴	۱۵۶۶	اکبر بادشاہ نے خان زماں کی مہم کو ملتوی کیا اور لاہور روانہ ہوا۔	۳۴۳	
۹۷۵	۱۵۶۷	عرش آشتیانی نے خان زماں پر فتح پائی اور آگرہ واپس ہوئے۔	۳۴۷	
۹۷۶	۱۵۶۸	اکبر بادشاہ نے قلعہ رشتہ پر پردہاؤ کیا	۳۵۰	
۹۷۵	۱۵۶۹	شاہزادہ سلیم پیدا ہوا	۳۵۰	۱۵۶۹
۹۷۸	۱۵۷۰	شاہزادہ مراد کی ولادت ہوئی	۳۵۱	
۹۷۹	۱۵۷۱	اکبر بادشاہ نے حصار فیروزہ کا سفر کیا	۳۵۱	
۹۸۰	۱۵۷۲	عرش آشتیانی نے گجرات فتح کر کے کارا دہ کیا	۳۵۲	
۹۸۱	۱۵۷۳	اکبر بادشاہ گجرات فتح کرنے کے آگرہ واپس آئے	۳۵۵	
۹۸۳	۱۵۷۵	مظفر خاں نے وفات پائی اور حسین علی خاں کی جگہ سقر ہوا	۳۶۱	منم خاں

تاریخ	سنہ عیسوی	واقعات	تاریخ	صحت
۹۸۴	۱۵۷۶	منظرفراں نے قلعہ بہتاس پر دبا دیا	۳۶۳	
۹۸۷	۱۵۷۷	فتح پور سیکری کے فرش خانہ میں لگی	۳۶۴	
۹۸۹	۱۵۷۹	حکیم میرزا نے لاہور کا محاصرہ کیا	۳۶۴	
۹۹۱	۱۵۸۳	بادشاہ نے گنگا و جمنہ کے سنگم پر ایک قلعہ تعمیر کرا کے شہر آلہ باد بسایا	۳۶۶	
۹۹۲	۱۵۸۴	میرزا عبدالرحیم نے گجراتیوں پر فتح پائی	۳۶۷	
۹۹۳	۱۵۸۵	سید مر تقی بہن واری اور خداوند خاں جیشی صلابت ترک سے شکست کھا کر بارگاہ اکبری میں حاضر ہوئے	۳۶۸	
۹۹۴	۱۵۸۶	حکیم میرزا نے وفات پائی اور راجہ بہگواندس کا فرزند کنوران سنگہ کابل روانہ ہوا۔	۳۶۹	
۹۹۵	۱۵۸۶-۸۷	زمین خاں کو کہہ وغیرہ افغانوں سے شکست کھا کر واپس آئے	۳۷۰	
۹۹۶	۱۵۸۸	جلالہ روشنائی نے غلجامل کیا اور سید چاند بخاری کو قتل کر کے کنوران سنگہ کو بنگلش کی طرف بھگا دیا	۳۷۱	سید محمد خاں بخاری

صحت	تاریخ	واقعات	سنہ عیسوی	تاریخ
	۳۷۱	سلطان خسرو راجہ بھگوان داس کی دختر کے بطن سے پیدا ہوا۔	۱۵۸۸	۹۹۶
	۳۷۲	عرش آشیانی نے کشمیر کا سفر کیا	۱۵۸۹	۹۹۷
	۳۷۲	عرش آشیانی لاہور واپس آئے	۱۵۸۹	۹۹۸
	۳۷۳	شہاب الدین احمد عالم لوہ نے وفات پائی اور عرش آشیانی نے دکن کے فرمانرواؤں کے پاس قاصد روانہ کئے	۱۵۹۰	۹۹۹
	۳۷۴	میرزا جانی دریائے سندھ کے کنارے پہنچا	۱۵۹۱	۱۰۰۰
	۳۷۵	میرزا جانی والی سندھ نے بادشاہی کی تعجبی کا شرف حاصل کیا۔	۱۵۹۲	۱۰۰۱
	۳۷۶	اکبر بادشاہ نے شہزادہ دانیال کو دکن کی جہم پر روانہ کیا۔	۱۵۹۳	۱۰۰۲
	۳۷۷	برہان نظام شاہ والی احمد نگر نے وفات پائی	۱۵۹۴	۱۰۰۳
	۳۷۸	شاہزادہ مراد و میرزا جان نے احمد نگر کا محاصرہ کیا	۱۵۹۵	۱۰۰۴
	۳۷۹	سہیل خاں شکر عادل شاہی کا افسر نظام شاہیوں کی مدد کے لئے آیا۔	۱۵۹۶	۱۰۰۵

صفحہ نمبر	واقعات	جلد نمبر	صحت
۱۰۰۶	۱۵۹۷	۳۸۱	بادشاہ نے غمازوں کی بدگوئی سے عبد الرحیم کو اپنے حضور میں طلب کیا اور کچھ دنوں نظر بند رکھا
۱۰۰۷	۱۵۹۹	۳۸۱	شاہزادہ مراد نے وفات پائی
۱۰۰۸	۱۵۹۹	۳۸۲	اکبر نے شاہزادہ دانیال کو دکن روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی دکن روانہ ہوا۔
۱۰۰۹	۱۶۰۰	۳۸۲	احمد نگر اور آسیر کے قلعے فتح ہوئے
۱۰۱۱	۱۶۰۲	۳۸۳	شیخ ابوالفضل حسب الطلب بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا لیکن راہ میں قتل کر دیا گیا۔
۱۰۱۳	۱۶۰۴	۳۸۳	میر جمال الدین انجو عروس پیشکش حاصل کر کے بیجا پور سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا
۱۰۱۳	۱۶۰۴	۳۸۳	شاہزادہ دانیال نے وفات پائی
۱۰۱۴	۱۶۰۵	۳۸۳	اکبر بادشاہ نے دنیا سے رحلت فرمائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکر سلاطین تغلق شاہی



سلطان غیاث الدین ہندوستان کے تمام قدیم و جدید موخ تغلق خاندان کی اصل اور تغلق شاہ

اور ان میں سے کسی نے بھی اس عظیم الشان خاندان کے آباد اجداد کی تحقیق کی طرف توجہ نہیں کی۔ موخ فرشتہ جب سلطان عصر ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کے ابتدائی زمانے میں لاہور گیا تو کہتا ہے کہ میں نے لاہور کے اہل علم سے جنہیں شاہان ہندوستان کے حالات پڑھنے اور معلوم کرنے کا بچہ شوق تھا خاندان تغلق کی اصل اور اس کے نسب کے باب میں سوال کیا۔ ان بزرگوں نے بھی یہی کہا کہ ہم نے کسی تاریخ میں تو صراحتہ اس خاندان کے نسب نامے کا حال نہیں پڑھا لیکن اس ملک میں یہ بات بچہ شہور ہے کہ بادشاہ غیاث الدین تغلق کا باپ ملک تغلق سلطان غیاث الدین ملین کا ترکی غلام تھا۔ ملک تغلق نے اہل جہت کے ساتھ رشتہ بندی قائم کی اور اسی خاندان کی ایک لڑکی بیاہ لایا۔ اس لڑکی کے لہن سے غیاث الدین تغلق شاہ پیدا ہوا۔ بلحاظ ناصری میں لکھا ہے کہ لفظ تغلق اصل میں قلع تھا اہل ہند نے اس ترکی لفظ کو کثرت استعمال سے بالکل مغلوب کر کے تغلق بنا دیا لیکن بعض لوگ اس کا لفظ قلعو کرتے ہیں۔ الغرض خسر و خاں اور اپنے دلی نعمت قطب الدین مبارک شاہ کے دوسرے قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار کر غیاث الدین نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور تباہ اور ویران ملک کو پھر از سر نو سرسبز و شاداب کر کے خاص و عام سب کے دلوں میں اپنی جگہ کر لی نظام سلطنت کو درست کر کے غیاث الدین نے رعایا کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ یہ بادشاہ بڑا حلیم اور بردبار تھا۔ سخاوت اور قہر بھی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی علاوہ ان صفات کے

خدا نے پاکیزہ اور نیک طبیعت بھی پیدا کیا تھا۔ غیاث الدین غلق پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا اور صبح سے شام تک دیوان عام میں بیٹھ کر رعایا کی پریش اور مالی اور ملکی مشکلات کے سلجھانے میں اپنا سارا وقت صرف کرتا تھا۔ علانی خاندان کے بانی ماندہ افراد کی بیحد عزت کرتا تھا۔ غیاث الدین نے اُن جفاکاروں کو بھی قرار واقعی سزا دی جنہوں نے زمانہ عدت گزرنے کے قبل ہی قطب الدین کی زوجہ کا عقد خسر و خاں کے ساتھ کر دیا تھا۔ غیاث الدین نے اپنے بڑے بیٹے ملک نضر الدین جو ناگوانا دلی عہد مقرر کر کے اُسے چترودور ہاش اور رابع خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اپنے دوسرے بیٹوں کو بہرام خاں ظفر خاں، محمود خاں اور نصرت خاں کا خطاب دیا اور بہرام ابیہ کو جو اُس کا منہ بولا بھائی تھا کشلو خاں کا خطاب دیکر لٹان اور تمام بلاد ہندوستان کی حکومت اس کے سپرد کی۔ اپنے بیٹے ملک اسد الدین کو باربک اور اپنے بھانجے ملک بہاؤ الدین کو عارض ملکیت مقرر کر کے سامنہ اس کی جاگیر میں دیا۔ ملک شادی کو جو اس کے داماد کا بھائی تھا عہدہ وزارت سپرد کیا۔ اپنے بیٹے بیٹے کو تاتار خاں کا خطاب دیا اور مظفر آباد اُس کی جاگیر میں مرحمت کیا۔ قتلغ خاں کے باپ ملک برہان الدین کو دیوگرہ کا دربار اور قاضی صدر الدین کو صدر جہاں مقرر کیا اور قاضی سماء الدین کو دہلی کا قاضی بنایا ملک تاج الدین جعفر کو گجرات کا نائب عارض ملکیت کیا غرض کہ اسی طرح ملک کے دوسرے عہدے بھی ہر شخص کو اُن کی حیثیت کے مطابق تقسیم کیے۔ غیاث الدین میں یہ خاص بات تھی کہ جب تک کسی شخص کو کسی کام کا اہل نہ سمجھ لیتا۔ وہ کام اس کے ہاتھ میں نہ دیتا تھا اسی کے ساتھ یہ بادشاہ اہل اور کار فرما لوگوں کو معطل اور بے کار بھی نہیں رکھتا تھا۔

غیاث الدین کی عادت تھی کہ جب کبھی کوئی فقہار اُس کے پاس آتا یا اُس کے گھر میں شادی بیاہ کی یا کسی بچہ کی ولادت کی خوشی ہوئی تو تمام ارکان دولت۔ علما اور مشائخوں اور اپنے امرا کو خلعت اور العام سے سرفراز کرتا تھا۔ بادشاہ گوشہ نشینوں کی پوری فخر رکھتا اور اُن کے حالات کی ہر وقت نگرانی اور پریش کیا کرتا تھا۔ اپنی رعایا میں جس شخص کو پریشان حال دیکھتا اُس کا حال پوچھتا تھا اور

اس کے در و دل کی دوا کرتا تھا۔ مغلوں کے سیلاب غارتگری کا دروازہ ایسا اُس نے بند کیا کہ غیاث الدین کی زندگی میں اس قوم کو کبھی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ ہندوستان کی سرزمین کا خیال بھی دل میں لاسکے۔ بادشاہ کو عمارت کا بید شوق تھا۔ تعلق آباد کا مشہور قلعہ اور دوسرے سر پہ فلک ایوانات اب تک اس کی یادگار موجود ہیں۔ غیاث الدین مسکرات کے گرد بھی نہ پہنکتا تھا اور لوگوں کو بادہ خواری کی سخت ممانعت کرتا تھا۔ جو سلوک کہ بادشاہ اپنے خاندان اور غلاموں اور قدیم نوکروں کے ساتھ اپنی امارت اور خانی کے زمانے میں کرتا تھا وہی بدستور حکمرانی کے عہد میں بھی بحال رہا بادشاہ نے علائی امیروں کی بجد عزت کی اور اُن کی جاگیریں مقرر کیں ملک اختیار الدین کو جن کی مشہور تصنیف بسائیں الانس کا میں نے خلاصہ کیا ہے منصب انشا مرحمت کیا اور خواجہ خطیر۔ ملک انور ضیعی اور خواجہ مہدی بنیہ شاہان سابق کے معزز حاشیہ نشین ارکان دولت کو خسروانہ نوازش سے سرفراز کر کے ان بزرگوں کو اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی، غیاث الدین تعلق ان امیروں سے پرانے بادشاہوں کے وہ قانون اور ضابطے جو ان فرماں رواؤں نے استحکام سلطنت اور سرسبزی ملک کے لیے بنائے تھے پوچھتا اور اُن پر عمل کرتا تھا۔ جو امیر کہ رعایا کی آزار رسانی کا باعث ہوتا غیاث الدین اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا تھا اور جس شخص کو قصور بھی اپنا ہی خواہ دیکھتا اُس کو اعلیٰ مرتبے پر سرفراز کرتا تھا۔ جو شخص کوئی عمدہ خدمت انجام دیتا تھا بادشاہ اس پر مہربانی فرماتا اور جلد سے جلد اس کو چمچوں میں ممتاز اور سرفراز کرتا تھا۔ جہانداری کے قوانین میں میانہ روی سے کام لیتا اور افراط و تفریط کو اپنے احکام اور قواعد میں راہ نہ دیتا تھا۔ علائی خزانے کو خسرو خاں نے پریشانی اور ادبار کی حالت میں بے دریغ لوگوں کو روپیہ تقسیم کر کے خالی کر دیا تھا غیاث الدین نے بعضوں سے تدبیر اور مصالحت اور بعضوں سے سختی اور سیاست سے روپیہ واپس لے کر خزانے کو بھر اسی طرح معمور کیا۔ رعایا سے جو رقم بقایا وصول طلب ہوئی اُس میں بھی بادشاہ بے حد نرمی کرتا تھا اور لاکھ کے بدلے ہزار اور سو کے عوض دس لے کر رحمت سے باز پرس نہ کرتا تھا۔ عاملوں کو حکم تھا کہ رعایا اور مرد و دیوانے سے سختی نہ کریں۔

سنہ جلوس کے دوسرے سال لدر دیو حاکم ورنگل نے خراج ادا کرنے سے انکار کیا اور دیو گڑھ میں بھی نظام سلطنت درہم برہم ہو گیا بادشاہ نے شاہزادہ انغ خاں کو اپنے قدیم ہی خواہوں کے ہمراہ تلنگانہ روانہ کیا۔ شاہزادہ چندیری بدائوں اور لوہے کا لشکر ساتھ لے کر بڑے ویدبہ اور غطت کے ساتھ روانہ ہوا اور تلنگانہ پہنچ کر انغ خاں نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا لدر دیو نے بھی بغاوت کو خوب بنایا اور انغ خاں سے کئی خونریز لڑائیاں لڑا۔ راجہ نے اس معرکہ میں اپنی عادت کے خلاف لشکر دہلی سے کلہ بہ کلہ جنگ آزمائی کر کے اپنی گزشتہ نامرادی کی تلافی کرنی چاہی لیکن لدر دیو کی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور اُسے آخر کار قلعہ ورنگل میں پناہ ڈھونڈنی پڑی چونکہ راجہ نے لڑائی سے کچھ دنوں پہلے قلعہ کو خوب مستحکم و مضبوط کر لیا تھا۔ محاصرے کے بعد بھی اُس کا سر نہ جھکا اور ہر روز دادرمانگی دیتا رہا طرفین سے فتنہ خدا کی جانیں ضایع ہوتی رہیں۔ جب راجہ نے دیکھا کہ انغ خاں نے سرکوب اور نقب زنی کی کارروائی شرح کی اور فتح ورنگل کی ساعت سر پر آ پہنچی تو لدر دیو نے عاجز آ کر انغ خاں کے پاس چند قاصد بھیجے اور ہاتھی و مال و جواہرات وغیرہ بیش قیمت تحفے پیشکش کرنے قبول کئے اور وعدہ کیا کہ جو رتومات اور ہدیے علاء الدین غلامی کی خدمت میں پیش کرتا ہوتا وہی بدستور غیاث الدین کو بھی آئندہ سے ہر سال دیتا رہے گا۔ انغ خاں ان شرطوں پر راضی نہ ہوا اور قلعہ کے سر کرنے میں اور زیادہ سرگرم ہوا۔ محاصرہ کی سختی پر اضافہ کرتے ہی قرب و نواح کی گندگی اور آب و ہوا کی خرابی سے اسلامی لشکر میں بیماری پھیلی اور بے شمار سپاہی اور گھوڑے اور ہاتھی اس موزی مرض کے نذر ہونے لگے۔ فوجی سپاہی اس داروغہ سے تنگ آ گئے اور انھوں نے عاجز آ کر دشتناک خبریں لشکر میں پھیلانی شروع کیں اس کے ساتھ ہی ساتھ راستے کے مسدود ہو جانے سے ایک جہینہ کامل دہلی سے بھی کوئی خبر نہ ملی حالانکہ اس سے پیشتر ہفتے میں دو مرتبہ ڈاک دہلی سے ورنگل میں آتی تھی۔ شیخ زادہ دمشقی اور عبید شاعر نے جوئے نئے ہندوستان سے آ کر انغ خاں کے مقرب و دباویوں میں داخل ہوئے تھے یہ خبر مشہور کر دی کہ غیاث الدین تغلق نے دنیا سے کوچ کیا اور دہلی میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہے اور تخت سلطنت پر ایک دوسرا حکمران بیٹھ گیا ہے۔ ان شوق طبع امیروں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ دونوں

بلند پرواز امیر ساتھ ہو کر ملک تیمور ملک گل افغان۔ ملک کافور مہر دار اور ملک تگین وغیرہ نامی امراء لشکر کے مکانوں پر جاتے اور اُن سے اسی طرح کی وحشت ناک گفتگو کر کے دہلی کی طواغیت الملوکی کا خود ساختہ تذکرہ کیا کرتے تھے بلکہ ان لوگوں نے ان معزز افسروں کو یقین بھی دلایا کہ انخ خاں تم لوگوں کو علانی مشیر سمجھ کر اپنا شریک بن جاتا ہے اور اُس نے یہ طے کر لیا ہے کہ تم چاروں کو گرفتار کر کے جلد سے جلد موت کے گھاٹ اُتارے۔ یہ امیر اس خبر کو سن کر بید پریشان ہوئے اور سارے لشکر پر خون طاری ہو گیا۔ ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی اور جس کا جدھر سینگ سایا اسی طرف بھاگا انخ خاں اس واقعے سے گھبرا گیا اور اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ دیوگرٹھ واپس ہوا قلعہ بندوں نے محاصرے سے نجات پائی اور محاصرے سے نکل کر انھوں نے مسلمانوں کا تعاقب کیا اور بے شمار لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ اسی دوران میں دلی سے ڈاک بچ کر جسے اہل زبان کی اصطلاح میں آلاغ کہتے تھے شاہی فرمان لے کر دیوگرٹھ پہنچی اور بادشاہ کی صحت و عافیت اور شہر کی خوش انتظامی کی خبر موصول ہوئی۔ انخ خاں صحت اور سلامتی کے ساتھ دیوگرٹھ پہنچا اور اُس نے اپنا پراگندہ لشکر جمع کیا۔ انخ خاں کے چاروں سردار جو لشکر سے جدا ہو گئے تھے ایک دوسرے سے بھی الگ ہو گئے اور اُن کا سارا سامان شمت برباد ہو گیا اور اُن کے بے شمار ہتھیار اور اسباب غیر مسلموں کے ہاتھ لگا۔ ملک تیمور اپنے چند مصاحبین کے ہمراہ تلنگانے بھاگا اور وہیں فوت ہو گیا۔ ملک تگین کو مڑواڑی کے ہندوؤں نے قتل کر کے اُس کی کھال انخ خاں کے پاس بھجادی اور ملک گل افغان۔ عبید شاعر۔ ملک کافور اور دوسرے فتنہ پرواز امیر گرفتار ہوئے اور انخ خاں کے سامنے لائے گئے۔ انخ خاں نے ان امیروں کو اسی طرح پاب زنجیر دہلی روانہ کیا۔ غیاث الدین تغلق نے دار الخلافہ میں ان قیدیوں کو زندہ زمین میں دفن کرا کے اُن کی خوش طبعی کی پوری داد دی اور ان کے دارنوں کو ہاتھی کے پیر کے نیچے روندھا ڈالا۔ انخ خاں صرف دو یا تین ہزار سواروں کی جمیعت سے دہلی واپس آیا اور چار مہینے کے بعد خونخوار فوج ہمراہ لے کر دیوگرٹھ کے راستے سے پھر درنگل پر حملہ آور ہوا۔ انخ خاں نے بیدر کا قلعہ جو تلنگانہ کی سرحد اور راجہ درنگل کے زیر نگین تھا سر کیا اور راستے کے دوسرے قلعے بھی فتح کر لیا ہوا گئے بڑھا

انخ خاں نے ان مقبوضہ قلعوں کی حکومت اپنے مقتد امیروں کے سپرد کی اور راستے کا معقول انتظام کر کے خود درنگل پہونچا اور تھوڑے ہی زمانے میں اس نے حصار درنگل بھی سر کر لیا اور جوش انتقام میں بہت سے ہندوؤں کو تہ تیغ کیا۔ انخ خاں نے لدر دیو کو مع اس کے زن و فرزند کے قید کیا اور راجہ کو اس کے کوہ پیکر ہاتھیوں اور خزانے کے ساتھ ملک بیدار الناطب بہ قدر خاں اور خواجہ حاجی نائب عارض ملک کے بہراہ مع اپنے فتح نامے کے دہلی روانہ کیا۔ دہلی میں اس فتح کی بڑی خوشی منائی گئی اور سارے شہر میں آئین بندی ہوئی۔ اس کے بعد انخ خاں نے تلنگانہ کی حکومت اپنے مقتد امیروں کے سپرد کی اور درنگل کو سلطان پور کے نام سے موسوم کر کے خود سیر کرتا ہوا جاج نگر روانہ ہوا۔ جاج نگر میں بھی انخ خاں نے راجہ سے چالیس باقی وصول کئے اور اُن کو باب کی خدمت میں روانہ کر کے خود شہر درنگل واپس آیا اور اپنی خواہش کے مطابق درنگل کا انتظام کر کے دہلی روانہ ہوا۔

۱۲۲۳ء میں لکھنوتی اور ستارگاؤں سے عرضیاں دہلی میں پہونچیں کہ وہاں کے حاکم ظلم کو اپنا پیشہ اختیار کر کے رعایا پر تم ڈھا رہے ہیں۔ غیاث الدین تغلق نے لشکر جمع کیا اور انخ خاں کو اپنی نیابت میں دہلی میں چھوڑا اور خود شرعی ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ ترہٹ پہونچا اور سلطان ناصر الدین پسر سلطان غیاث الدین نے جو اپنی سلامت روی کی وجہ سے علانی عہد میں بھی بدستور اپنی جاگیر کا حاکم اور لکھنوتی کے ایک گوشے میں عزت نشین رہا غیاث الدین تغلق کے مقابلے کی اپنے میں قدرت نہ دیکھ کر بادشاہ کے سامنے آیا اور بہت سے بیش قیمت تحفے اُس کی خدمت میں پیش کئے۔ غیاث الدین تغلق کا منہ بولا بیٹا محمد تاتا ر خاں ستارگاؤں کا حاکم مقرر کیا گیا اور تاتا ر خاں اُس صوبے کے پُرانے جاگیر دار بہادر شاہ کو جو علانی عہد نامی امیر اور غیاث الدین تغلق سے برسرِ اخراج تھا گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں لایا۔ تغلق شاہ نے ناصر الدین بغرا خاں کو چتر و درباش عنایت کر کے اُسے بدستور سابق لکھنوتی کا حاکم بحال و برقرار کیا بلکہ ستارگاؤں کی محافظت اور کورنگا لہ کی حکومت بھی ناصر الدین کو سپرد کر کے خود دہلی واپس آیا۔ فتوح السلاطین میں مرقوم ہے کہ واپسی کے وقت غیاث الدین کا پھر ترہٹ سے گزر ہوا۔ ترہٹ کا راجہ بادشاہ سے مغلوب ہو کر

جنگل میں جا چھپا۔ تعلق شاہ بھی راجہ کے پیچھے مجھے گنجان جنگل کی جھنڈ میں گھسا۔ بادشاہ نے خود تبر اٹھایا اور اپنے ہاتھ سے جنگل کے درخت کاٹنے میں مصروف ہوا۔ تعلق شاہ نے چند درخت کاٹے تھے کہ اُس کے سپاہی بھی بادشاہ کو اُس کام میں مشغول دیکھ کر درختوں کے گرانے میں مصروف ہو گئے اور تھوڑی سی دیر میں جنگل کا جنگل پٹیل میں ابان ہو گیا۔ تعلق شاہ دو تین دن کے بعد حصار ترہٹ کے قریب پہنچا اور اُس نے دیکھا کہ قلعے کے گرد سات خندقیں پانی سے لبالب بھری ہوئی ہیں اور قلعے تک جانے کا راستہ صرف ایک باریک خطا کی طرح نمودار ہو رہا ہے۔ تعلق شاہ نے باوجود ان مشکلات کے بھی ہمت نہ ہاری اور دو ہی تین ہفتوں میں قلعے کو سر کر کے راجہ کو قید کیا اور ترہٹ کی حکومت ملک تللیہ کے بیٹے احمد خاں کے سپرد کر کے خود دہلی روانہ ہوا۔ بادشاہ نے چند منزل طے کر کے لشکر کو راستے میں چھوڑا اور خود جلد سے جلد دار الخلافت پہنچنے کے لئے آگے بڑھا۔ بوڑھے بادشاہ کو یہ خبر نہ تھی کہ موت اُسے کشاں کشاں آگے لئے جا رہی ہے۔ ان خاں نے جب سنا کہ باپ لشکر و فوج لئے ہوئے آ رہا ہے تو اُس نے افغان پور کے پاس ایک نئے محل کی بنیاد رکھی اور تین دن میں عمارت تیار کرانی۔ شاہزادے کا مقصود یہ تھا کہ اس کا فرماں روا باپ اسی مکان میں شب بسر کرے اور جبکہ تمام شہر میں آئین بندی ہو جائے اور سلطنت کے تمام اسباب اور لوازم فراہم ہو جائیں تو پوری عظمت اور دیدہ کے ساتھ شہر میں داخل ہو۔ غیاث الدین تعلق افغان پور کے پاس پہنچا اور اس نئی عمارت کی تعمیر کا سبب دریافت کر کے بیٹے کی خاطر داری سے اسی مکان میں مقیم ہوا۔ تعلق آباد میں بادشاہ کے آنے کی خوشیاں منائی گئیں اور تمام شہر میں آئین بندی کی گئی۔ دوسرے دن ان خاں اور دوسرے ارکان دولت بادشاہ کی دست بوسی سے سرفراز ہوئے۔ بادشاہ مع اپنے استقبالیوں کے اسی مکان میں دسترخوان پر بیٹھا۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد لوگوں نے سمجھا کہ بادشاہ اسی وقت دار الخلافت روانہ ہو جائے گا۔ تمام حاضرین بے ہتھ دھوئے نئے مکان سے باہر چلے آئے۔ ان خاں بھی جس کا آخری وقت نہیں نہ آیا تھا۔ اپنے ہمراہی گھوڑے اور ہاتھی اور دوسرے لوازم شاہی جن کو بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرنے کے لئے اپنے ساتھ لایا تھا ترتیب دینے کے لئے باہر اٹھکر چلا آیا۔ ان خاں

کے قصر چھوڑتے ہی کرے کی چھت نیچے گری اور بادشاہ مع بلخ حاضرین کے اسی
صدے سے فوت ہوا۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ چھت بالکل نئی تعمیر ہوئی تھی
ہاتھیوں کے دوڑنے کے صدر سے دفعہ نیچے گر پڑی۔ بعض مؤرخین کی یہ رائے ہے
کہ انخ خاں کا اس قدر جلد ایک ایسی نئی عمارت کو تعمیر کرانا جس کی کچھ بھی ضرورت
نہ تھی اس بات کا پورا پورا پتہ دیتا ہے کہ اُس نے قصداً باپ کی جان لینے کا ارادہ
کیا اور اس میں کامیاب ہوا۔ مورخ برنی نے جو عصر فیروز شاہی کا ایک مغزز رکن
اور سلطان محمد تغلق (انخ خاں) کا بے حد معتقد ہے قصداً اس ذکر کو چھوڑ دیا ہے۔
مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ جو مورخ غیاث الدین کی موت کا انخ خاں کو مجرم بتاتے
ہیں اُن کی رائے صحیح نہیں ہے اس لیے کہ شاہزادہ خود باپ کے ساتھ دسترخوان پر
موجود تھا اُس میں یہ کرامت کہاں سے آئی کہ انخ خاں کے قصر سے نکلے ہی اس کے
حکم سے چھت گری اور بادشاہ نے اس کے صدر سے رھلت کی۔ سب سے زیادہ
حیرت انگیز بات یہ ہے کہ صدر جہاں گہرائی اپنی تاریخ میں کہتا ہے کہ انخ خاں نے یہ
مکان طلسم کے ذریعے سے کھڑا کیا تھا اور طلسم کے ٹوٹتے ہی چھت بھی نیچے آ رہی جابجائے
قذحاری کا خیال ہے کہ بادشاہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو رہا تھا کہ دفعہ
آسمان سے بجلی گری اور چھت کو توڑتی ہوئی غیاث الدین کے سر پر آ رہی۔ مورخ
قذحاری کا بیان اگرچہ ہے تو قرین قیاس سمجھا جاسکتا ہے واللہ اعلم بالصواب
سلطان غیاث الدین نے کچھ مہینے چار برس فرما کر روائی کر کے بیج الاول شمس جری
میں دنیا سے کوچ کیا۔ حضرت امیر خسرو علائی عہد میں ایک ہزار تنگہ ماہوار پاتے تھے
غیاث الدین کے زمانے میں بادشاہ کی ہنر پردی سے اور زیادہ فارغ البال اور خوش حال
رہے۔ امیر خسرو نے تغلق نامہ جواب کم یاب ہے اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے۔
سلطان محمد شاہ تغلق | غیاث الدین تغلق کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا تین دن رحم تغریب
بجلا لایا۔ چوتھے دن پنج و غم کے بجائے شادی اور مسرت کا دور دورہ
ہوا اور بیٹے نے باپ کی جگہ تخت سلطنت پر جلوس کر کے اپنے کو محمد شاہ کے نام سے
موسوم کیا۔ تخت نشینی کے چالیس دن کے بعد محمد تغلق نیک ساعت میں تغلق آباد سے
دہلی روانہ ہوا۔ دہلی میں ہر شخص خوشیاں منا رہا تھا اور راستے اور گلی میں آرائش کا

پورا انتظام کیا گیا تھا۔ روانگی کے دن روپیہ اور اشرفیاں ہاتھیوں پر لا کر بادشاہ کے ساتھ آئے اور روپیہ اور اشرفی بادشاہ پر سے تصدق کر کے ہر طرف لگی کوچے اور کوٹھوں پر پھینکے جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُس روز اس قدر سونا اور چاندی بادشاہ پر سے پنچا در کیا گیا کہ دہلی کے فقیر گداگری سے بے نیاز ہو گئے۔ محمد تعلق بڑا عالی ہمت فرماں روا تھا۔ ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی اُس کے لیے بسا شطرنج سے زیادہ نہ تھی یہ بادشاہ چاہتا تھا کہ خدا کی ہر مخلوق اُس کے حکم کی تعمیل کرے اور تمام روئے زمین کے ہاتھ دے اُس کے زر خرید غلام کہلائیں۔ اگر مورتی اسلام مانع نہ ہوتا تو شاہ فرعون کی طرح یہ بادشاہ بھی خدائی کا ڈکھا بجاتا۔ اس کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک اونٹے فقیر کو شاہی خزانہ دیدیتا تھا اور پھر بھی اُسے اپنا عطیہ کم معلوم ہوتا تھا۔ حاتم اور معن کی تمام زندگی کی سخاوت تعلق کی ایک دن کی ادنیٰ خیرات کے برابر بھی نہ تھی۔ سخاوت کے وقت فقیر و امیر اپنے اور پرپائے سب اُس کی نظر میں یکساں تھے۔ محمد تعلق نے ستار خاں کو جسے غیاث الدین تعلق نے حاکم ستارگانوں مقرر کیا تھا اور جو مرحوم بادشاہ کا منہ بولا بھائی بھی تھا۔ ہیرام خاں کا خطاب دیا اور ایک دن میں سوزنخیر ہاتھی اور ایک ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفیاں اور چتر و درباش غایت کر کے اُسے ستارگانوں اور بنگالہ کا حاکم مقرر کیا اور بڑی عزت اور تعظیم کے ساتھ اُسے رخصت کیا۔ محمد تعلق نے ملک سنجر بدخشان کو اتسی لاکھ اور ملک الملوک عماد الدین ریجانی کو ستر لاکھ اور مولانا عضد الدین اپنے اُستاد کو چالیس لاکھ تنگے ایک دفعہ یکمشت عطا کر دیے۔ ملک النما مولانا ناصر الدین کا بھی ہر سال لاکھوں تنگے عنایت کرتا تھا۔ اور ملک غازی کو جو بزرگ زادے اور اپنے وقت کے بڑے فاضل اور خوش طبع اور شاعر تھے ہر سال ایک لاکھ تنگے دیا کرتا تھا۔ اسی طرح قاضی غزنین کو بھی ہر سال جو صلے سے زیادہ انعام دیتا تھا نظام الدین محمد غنشی نے تحقیق سے لکھا ہے کہ تنگے سے مراد چاندی کا ایک سکہ ہے جس میں کچھ تانبا بھی شامل تھا اور جس کی قیمت سولہ پول سی کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ محمد تعلق کے سارے زمانہ حکومت میں یہ سلسلہ جاری رہا کہ عراق و خراسان۔ ماوراء النہر و ترکستان اور روم و عربستان سے بڑے بڑے فاضل اہل کمال اور غربت زدہ مسافر انعام و اکرام کی

اسید پر اس کی بارگاہ میں آتے تھے اور ہر شخص اپنے خیال سے زیادہ انعام پاتا تھا۔
 بیوہ عورتیں اور کمزور اور ناچار فقیر ہر چار طرف سے محمد تعلق کی بارگاہ میں آتے اور
 شاہی انعام و اکرام سے مالا مال ہو کر واپس جاتے تھے مسافروں میں جو شخص اپنے
 وطن نہیں جانا چاہتا تھا بادشاہ اُس کے لئے وظیفہ مقرر کر دیتا تھا۔ محمد تعلق تقریباً
 بیس ہجرت فصیح اور شیریں کلام تھا اور عربی اور فارسی کے خطوط اور مراسلے ایسے قابلان
 فی البدیہہ لکھتا تھا کہ بڑے بڑے ادیب اور انشا پرداز نہیں دیکھ کر حیران رہ جاتے
 تھے۔ بادشاہ کا خط ایسا پاکیزہ تھا کہ خوشنویسی کے کامل بھی اس کی کتابت کا لوہا
 مانتے تھے۔ جہاں داری اور حکومت کے قوانین بنانے میں اس بادشاہ کا کوئی
 مثل نہ تھا اور ہم و فرست کی تیزی اور ذہن و ذکاوت میں محمد تعلق اپنے تمام
 ہم عصر فرمانرواؤں میں ممتاز نظر آتا تھا۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ بعض لوگوں کی صورت
 دیکھتے ہی بادشاہ نے اُن کی برائی یا اچھائی کا حکم لگا دیا ہے یا یہ کہ مسائل کے چہرے پر
 نظر پڑتے ہی اس کے دل کی بات بتا دی ہے اور دریافت کے بعد بادشاہ کی رائے
 بالکل صحیح نکلی ہے۔ محمد تعلق علم تاریخ کا بہت بڑا ماہر تھا اور اُس کا حافظہ ایسا قوی
 تھا کہ جو بات ایک مرتبہ سُن لیتا تھا اُسے تمام عمر نہ بھولتا تھا۔ شاہ نامہ کے تمام
 قصے اور ابو مسلم اور امیر حمزہ کی داستانیں اُسے یاد تھیں محمد تعلق کو فلسفہ اور
 معقولات کے تمام علوم سے عموماً اور طب۔ حکمت۔ نجوم۔ ریاضی اور منطق سے
 خصوصاً بڑی دلچسپی تھی اور ان علوم کا وہ اچھا ماہر تھا۔ بادشاہ خود بھی بیماروں کا علاج
 کرتا تھا اور مرض کی تشخیص میں نامی طبیبوں سے طالب علمانہ بحثیں کرتا اور اُن کو
 قائل کر دیتا تھا۔ حکومت کے زمانے میں بھی بادشاہ کے اوقات کا زیادہ حصہ معقولات
 کی کتابوں کے مطالعہ ہی میں صرف ہوتا تھا اور محمد تقی علیہ شاعر نجم الدین استشار اور
 علیم الدین شیرازی وغیرہ نامی علمائے حکیم طبیعت بادشاہ کے ہم صحبت اور اُس کے
 طبیب رہتے تھے مذکورہ بالا علیہ سے علیہ شاعر مراد نہیں ہے جو شہور آفاق تھا بلکہ
 یہ شخص اپنے وقت کا ایک ہزل گو تھا محمد تعلق کو منقولات سے زیادہ شوق نہ تھا
 نقیہوں اور منقولی علمائے اُس کے دربار میں رسائی نہ تھی منقول کا جو مسئلہ معلوم
 کے مطابق ہوتا تھا تعلق اُسی مسئلہ کو تسلیم کرتا تھا۔ محمد تعلق فارسی کا بہت اچھا شاعر تھا

اور پرانے استادوں کے کلام کو خوب سمجھتا اور ہر شرعی قرار واقعی دے دیتا تھا۔ اس بادشاہ کی شجاعت اور ملک گیری کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت اسی خیال میں مصروف رہتا کہ کوئی تازہ ملک فتح کرے اور یہی وجہ ہے کہ محمد تعلق کی زندگی کا بہت بڑا حصہ لشکر کشی میں صرف ہوا ہے۔ موغین اس بادشاہ کو عجائب المخلوقات سے کہتے ہیں اور حقیقتاً یہ رائے بالکل صحیح ہے۔ محمد تعلق کے حالات پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیکی اور بدی دونوں کا یہ کامل نمونہ تھا۔ ایک طرف تو یہ چاہتا تھا کہ بادشاہت کے ساتھ نبوت کا منصب بھی اسے مل جائے اور حضرت سلیمان کی طرح ملکی اور شرعی دونوں قسموں کے احکام کا خود ہی سرچشمہ کہلائے۔ دوسری طرف یہ حالت تھی کہ اسلام کی پوری پیروی کرتا تھا۔ فرض سنت اور نفل و مستحب سب کا پابند تھا۔ نشے کے گرد نہ پھینکتا تھا فسق و فجور سے بالکل کنارہ کش تھا اور حرام چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا لیکن تہر و سیاست نا حق خونریزی اور بند گان خدا پر سختی کرنے میں اسے مطلق باک نہ تھا ان ظالمانہ حرکات کے وقت نہ اُسے معقولات کے مسائل یاد آتے تھے اور نہ شرع کا کچھ پاس دلنا پڑتا تھا۔ جہاں اس کی سخاوت اور بخشش کا یہ حال تھا کہ غریب اور محتاجوں کی پرورش اس کا شعار تھا وہاں ظلم و ستم کا یہ عالم تھا کہ کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں مشائخ و سادات صوفی و قلندر اہل قلم و سپاہی اس کی خوشنویسیاں کا شکار نہ ہوتے ہوں۔ اپنے جلوس کے ابتدائی زمانے میں محمد تعلق نے امیروں اور اپنے مددگاروں کو جو اس کی رائے سے متفق ہوتے تھے اُن کے مرتبے کے موافق جاگیریں عطا کیں۔ تعلق نے اپنے چچیرے بھائی بلک فیروز کو نائب بار یک بنایا اور شاہ ناصر الدین کے مرنے کے بعد ملک بیدار علی کو قدر خاں کا خطاب دیکر کھنوتی کا حاکم مقرر کیا۔ تعلق نے قلعہ خاں اپنے اُستاد کو جس سے قرآن شریف اور کچھ فارسی کتابیں بڑھی تھیں اور لکھنا سیکھا تھا وکیلداری کا عہدہ عنایت کیا اور ملک مقبول کو عماد الملک کا خطاب دیکر وزیر الممالک مقرر کیا۔ ان کے علاوہ احمد یاز کو خواجہ جہاں کا خطاب دیکر گجرات کا سپہ سالار مقرر کیا اور ملک مقبل کو خان جہاں کے خطاب سے سرفراز کر کے گجرات کا وزیر بنایا۔ تعلق خاں کا بیٹا محمد خاں لپ خاں کے خطاب سے گجرات کے ایک سے جاگیر دار مقرر ہوا اور ملک شہاب الدین

ملک افتخار کے نام سے نوساری کا صوبہ دار بنایا گیا۔ محمد تعلق کے ابتدائی زمانے میں جبکہ حکومت پورے طور پر مضبوط نہ ہوئی تھی ایک اسلامی بادشاہ سہی ترمش بن داؤد خاں حاکم خاندان چغتائی جو اپنے وقت کا مشہور بہاؤ بنی اور منصف تھا شیر فوج اور جرار لشکر ہمراہ لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ سلطانہ بھیری میں اس چغتائی حاکم نے لغمان اور ملتان سے لیکر دہلی کے دروازے تک بعض مقامات کو توافقت و صلح کیا اور بعض شہروں پر ہمیشہ کے لیے قبضہ کر کے حوالی شہر کو اپنا لشکر گاہ بنایا محمد تعلق نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور عاجزی اور نیاز مندی سے پیش آیا۔ بادشاہ نے چند معمر امیروں کے وسیلے سے اپنے چغتائی حریف کی خواہش کے موافق نقد و جو اہر اس کی خدمت میں پیش کیے اور اس طرح اپنی اور رعایا کی جان بچائی۔

ترمش بن خاں نے نواح دہلی سے تو کچھ کیا لیکن گجرات پہونچ کر چونکہ یہ شہر سرسراہ واقع تھا اس نے جی کھول کر گجرات کو لوٹا اور بہت سا مال غنیمت اور بے شمار قیدی گرفتار کر کے سندھ اور ملتان کے راستے سے اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ مورخ برنی نے زمانے کی مصلحتوں کا خیال کر کے اس واقعہ کا اپنی تاریخ میں ذکر نہیں کیا ہے ترمش بن کے حادثے کے بعد محمد تعلق کو ترتیب لشکر اور انتظام سلطنت کی طرف پوری توجہ ہوئی۔ بادشاہ نے دورو نزدیک ہر ملک کو فوج اور اسباب جنگ سے آراستہ کیا اور دیہوت مند ملابار لٹلہ۔ دنگل لکھنؤئی۔ جیب گاؤں۔ سنارگانوں اور نیز دہلی کے دیگر مشہور مقامات کو خوب مضبوط اور مستحکم بنایا اسی زمانے میں محمد تعلق نے کرناٹک کے تمام ملک کو دریائے عمان کے کنارے تک فتح کر لیا۔ کرناٹک کے بعض حصے تو بلا واسطہ سلطنت دہلی میں شامل کر لیے گئے اور بعض حصوں کے راجہ مطیع ہو کر تعلق خراج گزار بنے اور ہر سال رقم خراج شاہی خزانے میں داخل کرتے رہے۔ محمد تعلق نے اب ایسا انتظام کیا کہ کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ ایک پسیہ بھی دیوانی علانے کا خیانت یا بغاوت سے دبا رکھے

مالک محمد وسہ کے تمام چودھری اور راجہ اور زمیندار بادشاہ کے مطیع اور فرماں بردار ہو کر اپنی اپنی مقررہ رقم برابر خزانہ شاہی میں داخل کرنے لگے۔ اس انتظام سے اس قدر روپیہ شاہی خزانے میں داخل ہونے لگا کہ باوجود محمد تعلق کی شبانہ روز کی بخششوں اور غیرات کے بھی خزانے میں کمی نہیں ہوتی تھی تھوڑے دنوں تو سلطنت کا یہ عالم ہوا

کہ گویا روپیے اور اشرفیوں کا دار الخلافہ میں مینہ برستا ہے لیکن اس کے بعد خزانہ خالی ہونے لگا اور فوج کی کمی سے انتظام سلطنت میں خلل پڑنے لگا۔ چنانچہ تغلق کی حکومت کا درمیانی اور آخری حصہ تو ایسا طوائف الملوکی میں گزرا کہ سوا گجرات کے اور کوئی حصہ ملک کا دہلی کے ماتحت نہ رہا۔ محمد تغلق کے اس زوال ملک و دولت کے اسباب یہ ہیں۔ اول یہ کہ میان دوا آب میں خراج کی زیادتی (۲) بجائے سونے اور چاندی کے تانبے اور پتیل کے سکوں کا رواج۔ تیسرے بادشاہ کا تین لاکھ ستر ہزار سواروں کا ایک لشکر خراسان اور ماوراء النہر کی فتح کے لیے مرتب کرنا اور ان کے اخراجات سے خزانہ علانی کا خالی ہو جانا۔ (۴) بادشاہ کا ایک لاکھ سوار آراستہ کر کے اپنے بھانجے خسرو ملک کی ماتحتی میں ان کو کوہ ہمالیہ کے لیے روانہ کرنا۔ (۵) علای کا بلال کا ظم مذہب قتل کرنا۔ ان اسباب کے تفصیلی واقعات حسب ذیل ہیں۔

(۱) زیادتی خراج کے باعثہ مورخین لکھتے ہیں کہ محمد تغلق نے چند محال باتوں کا خیالی پلاؤ دماغ میں پکا کر میان دوا آب کے خراج میں دس سے تیس اور چالیس تک اضافہ کر دیا۔ اس زیادتی سے رعایا میں سرکشی پیدا ہوئی اور کھیتی باڑی کے کام میں خلل پڑنے لگا۔ زراعت کے کاروبار کے معطل ہوتے ہی آسانی بلایں بھی نازل ہونی شروع ہوئیں اور بارش کی کمی سے دو تین سال متواتر قحط کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس قحط میں بہت سے گھرباہ اور برباد ہو گئے اور فوجی جمعیت کا شیر انہماک بکرباں (۲) تانبے کے سکے کے رائج کرنے کا قصہ یہ ہے کہ محمد تغلق چاہتا تھا کہ سکندر اعظم کی طرح ہفت اعلیٰ فتح کر کے خود بھی جہاں کشائی کا ڈنکا بجائے دہلی کا موجودہ خزانہ اس اولوالعزمی کے لیے بالکل ناکافی تھا۔ محمد تغلق نے عزم جہاں گیری کو مد نظر رکھ کر آہائی سلطنت کی تباہی کا خیال دل سے دور کر دیا اور شاہی خزانے کو سونے اور چاندی سے بھرنے کے لیے اُس نے ملک میں تانبے اور پتیل کے سکے رائج کیے۔ بادشاہ نے اپنی دانست میں چین کی پیروی کی اور کہا کہ جس طرح چین میں کاغذی سکے رائج ہے اُسی طرح ہندوستان میں بھی تانبے اور پتیل کے سکے رائج ہوں چین کے اس کاغذی سکے کا نام جاد ہے۔ یہ سکے کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا جس پر چین کے بادشاہوں کا لقب نقش کر دیا جاتا تھا۔ اور اہل چین اپنے کاروبار میں بھی اس کاغذی سکے سے

کام لیتے تھے لیکن ہندوستان میں یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی اور ہندو بے حساب تانبا سرکاری دارالخربہ میں لانے لگے اور اُس سے لکھو کھا کر ڈھاکے ڈھلو اکراُن سے سامان اور ہتھیار خریدنے اور اُن کو دوسرے ملکوں میں سونے اور چاندی کے سکوں کے عوض فروخت کرنے لگے۔ اسی طرح سونا بھی بادشاہی سکے کی نقل اتار کر اپنے گھروں میں سکے ڈھالنے لگے۔ اس بد نظمی کی وجہ سے تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہ کا فرمان دور و دراز ملکوں میں منسوخ ہو گیا اور لوگوں نے سرکشی اختیار کی۔ اس بغاوت نے یہاں تک طول کھینچا کہ خود دار الخلافت اور اس کے نواح میں بھی تانے کا سکہ کوڑیوں کے مول بھی نہیں بکتا تھا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر مجبوراً حکم دیا کہ رعایا تانے کے سکے خزانہ شاہی میں داخل کر دے اور اس کے معاوضے میں سونے اور چاندی کے سکے سرکار سے وصول کرے۔ اس حکم سے بادشاہ کا مقصود یہ تھا کہ شاید اسی بہانے تانے کے سکے کی قدر و قیمت ہو لیکن محمد تعلق کا یہ خیال بھی غلط نکلا۔ رعایا نے تانے کے سکے جن کو وہ سنگر جس کی برابر سمجھتی تھی انبار کے انبار اپنے گھروں سے اٹھا کر خزانے میں داخل کر دئے اور اُن کے عوض چاندی اور سونے کی جگتی ہوئی پھیلیاں لے کر اپنے صندوقوں میں بند کیں۔ اس تبادلے میں رعایا کا گھر معمور اور شاہی خزانہ بالکل خالی ہو گیا اور تانے کا سکہ اُسی طرح کوڑیوں کے مول بھی سستا سمجھا گیا۔ خزانہ خالی ہوتے ہی سلطنت میں فتنہ پیدا ہوا اور نظام سلطنت درہم برہم ہو گیا۔ محمد تعلق کے سر میں غم جہاں کشانی کا سودا سمانے کا قصہ یہ ہے کہ امیر نوروز ترہ مشرین خاں کا داماد جو چغتائی نسل کا شاہزادہ تھا بہت سے صد ہی اور ہزاری امیروں کے ہمراہ ہندوستان آیا اور محمد تعلق کی سرکار میں ملازم ہوا۔ امیر نوروز کے علاوہ عراق اور خراسان کے کچھ شاہزادے اور امیر دارکان دولت بھی اپنے اپنے وطن سے بیزار ہو کر سرزمین ہند میں وارد اور اسی عالی جاہ فرماں روا کے حاشیہ نشین بنے اسی معزز اور قابل وثوق گروہ نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ ایران و توران کی فتح بہت آسان ہے۔ محمد تعلق نے جہاں کشانی کا ارادہ مصمم کر لیا۔ بادشاہ نے ان نو وارد شاہزادوں اور امیروں کی تالیفِ قلوب کی اور ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کرنا شروع کیا سرحدی فوج کے علاوہ تین لاکھ ستر ہزار سواروں کا لشکر میں اضافہ کیا گیا اور اُن کے لئے گھوڑے

اور ساز و سامان مہیا کیے گئے پہلے سال تو ان جدید سپاہیوں کی خواہ خزانہ شہا
 سے ادا کر دی گئی لیکن چونکہ اس بات کا موقع نہ ملا کہ ان ملازمین سے کام لیا جائے۔
 اور نئے ملک فتح ہوں جس سے اخراجات چلیں یا ان مالک سے اس قدر مال غنیمت
 ملے کہ ان کے اخراجات کو کافی ہو اسی کے ساتھ سپاہیوں کو سطرن رکھنا بھی بیوقوفی
 تھا اس لئے اس بار عظیم سے خزانہ بالکل خالی ہو گیا اور دوسرے سال لشکر میں
 پرانہ گی پیدا ہو گئی اور سیاست کا ڈھانچہ بالکل بگڑ گیا۔ کوہ ہماچل پر لشکر روانہ کرنے کا
 تفصیلی واقعہ یہ ہے کہ بادشاہ کو یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح چین اور ہماچل کو جو ہندوستان
 اور مملکت چین کے درمیان میں واقع ہے فتح کرے۔ محمد تغلق نے سنہ ۳۸۰ ہجری میں
 ایک لاکھ کارگزار سوار دربار کے نامی امیروں اور ارکان دولت کے ساتھ اپنے
 بھانجے خسرو ملک کی ماتحتی میں اس مہم پر روانہ کیے۔ بادشاہ نے خسرو ملک کو ہدایت
 کر دی کہ پہلے ہماچل کو تسخیر کرے اور جس مقام پر ضروری ہو قلعہ تعمیر کرائے اور نیز اس
 حصار کی حفاظت کے لئے لشکر متعین کر کے قدم بڑھائے حدود چین میں داخل ہو کر
 سرحد پر ایک نہایت مضبوط اور محکم قلعہ بنا کر اسی قلعے میں قیام اختیار کرے اور
 ایک عریضہ تفصیلی واقعات کے ساتھ بادشاہ کے ملائے میں روانہ کرے اس
 نامے کے جواب کا انتظار کرے اور جب دارالخلافہ سے نیا لشکر مدد کو پہنچ جائے تو
 سرحد سے گزر کر شہر میں داخل ہو اور بتدریج مملکت چین اپنے قبضہ و تصرف میں
 لے آئے۔ ہر چند ارکان دولت نے اشارے اور کنائے میں بادشاہ کو سمجھا یا کہ یہ
 مہم ہرگز سر ہونے والی نہیں ہے۔ اور آج تک ہندوستان کے کسی بادشاہ نے
 ملک چین کی ایک گز زمین بھی قبضہ نہیں کیا لیکن محمد تغلق اپنے ارادے سے نہیں ہٹا۔
 خسرو ملک اور اس کے ہمراہیوں نے ناچار کمر ہمت باندھی اور دہلی سے روانہ ہو کر
 کوہستان ہماچل میں پہنچے۔ خسرو ملک نے بادشاہ کی ہدایت پر عمل کیا اور کوہ ہماچل
 میں بعض مقامات پر مناسب قلعے تعمیر کرائے اور وہاں کچھ فوجیں چھوڑ کر خود آگے بڑھا۔
 جب اسلامی لشکر سرحد چین پر پہنچا تو اس کی آبادی اور امراء چین کی شوکت و خشم
 اور شہر کے قلعوں کی بلندی اور مضبوطی راستوں کی تنگی اور سرد رسانی کی کمی کا خیال
 کر کے خسرو ملک کے چھٹے چھوٹ گئے اور اس بات پر تیار ہو گیا کہ بے جنگ کیے ہوئے

وہاں سے پلٹ پڑے۔ چونکہ برسات کا زمانہ آچکا تھا اور مسلمان اس سفر میں جن راستوں سے سرحد تک پہنچے تھے ان میں بے شمار لڑیں غرق ہو کر بے نام و نشان ہو گئی تھیں اس لیے اسلامی لشکر کو واپسی میں بید وقت اٹھانی پڑی۔ مسلمان حیان و ہریان و امن کوہ کا سہارا لے کر راستہ طے کرتے تھے پہاڑیوں نے موقع پا کر اسلامی لشکر میں قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا اور اسی کے ساتھ قحط کی بلا میں بھی گرفتار کر کے انداسانی کا کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا۔ ایک ہفتے کے بعد خدا کر کے سیلاب کی مصیبت سے نجات ہوئی اور مسلمان ایک وسیع جنگل میں پہنچے جس کو طے کر کے ہم پر روانہ ہوئے تھے۔ سپاہی بید خستہ و خراب تھے اسی جنگل میں آرام لینے کے لیے ٹھہر گئے چونکہ یہی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوا تھا اسی رات شدید بارش ہوئی اور سیلاب نے لشکر کو چاروں طرف سے ایسا گھیر لیا کہ تیرنا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنا بھی مشکل ہو گیا۔ خسرو ملک کا تقریباً سارا لشکر دس ہند رہ روز بمبوک کی شدت سے بیتاب ہو کر راہی عدم ہوا۔ معدودے چند اپنی سخت جانی سے زندہ بچے اور چونکہ بعض لوگ لشکر سے تھوڑی دور نکل آئے تھے سیلاب کی مصیبت سے نجات پا کر ہندوستان روانہ ہوئے۔ اہل ہمالیہ کو ان واقعات کی پوری اطلاع ہو گئی اور گروہ کے گروہ پہاڑیوں کی کشتی پر سوار ہو کر اسلامی لشکر تک آئے اور مسلمانوں کے مال و متاع اور اُن کے زیور و ہتھیار پر قابض ہو گئے جن لوگوں کو خسرو ملک نے راستے کے نو تعمیر قلعوں کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑا تھا وہ بھی ان پہاڑی غیر مسلموں کی تاخت و تالیج کا ایسا شکار ہوئے کہ اُس جماعت کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اس مصیبت اور تباہی سے جو لوگ زندہ بچ کر ہندوستان پہنچے اُن کو مذمتِ خلق کی سیاست نے موت کے گھاٹ اتارا۔

بادشاہ کی سفاکی اور خون ریزی کا حال چوں کہ انھیں گذشتہ اور آئندہ واقعات کے ضمن میں نجوبی واضح اور روشن ہو جاتا ہے اس لیے اس کو خاص طور پر علیحدہ عنوان کے نیچے تفصیلاً بیان کرنا غیر ضروری سمجھتا ہوں اور دلی کو تباہ کرنے کی داستانِ مریض تحریر میں لاتا ہوں۔

محمد تعلق کے چچرے بمائی ملک بہاء الدین المصطفیٰ بہ گرشاسب نے جوہر تعلق کا نامی امیر اور دکن کے صوبہ داروں میں ولایت ساغر کا جاگیر دار تھا بادشاہ سے رعایا کی

عالم گیر نفرت کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور نظام سلطنت کا شیرازہ بکھرتے دیکھ کر اُس نے اپنے دماغ میں حکمرانی کا سودا بیکانا شروع کیا۔ ملک گرشاسپ نے قلعہ سانگر کو بیچہ محکم کیا اور خیل و خشم اور سپاہ و رعیت کی فرمانروائی اور ترتیب میں جان و دل سے مشغول ہوا۔ گرشاسپ نے اپنے خیال میں بادشاہ کی سیاسی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھ کر شاہی اطاعت سے انکار کیا اور دکن کے بہت سے امیروں کو اپنا ہم خیال بنا کر ملک کے بہترین حصوں پر قابض ہو گیا۔ گرشاسپ کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا کہ دو چار امیر جو اُس کے ہم نوا ہوئے تھے اُس کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے اور شکست کھا کر مہور اُن امیروں نے سندھ و راسواوی آباد میں پناہ لی۔ محمد تعلق کو گرشاسپ کی بغاوت کا حال معلوم ہوا اور بادشاہ نے پائے تخت کے نامی امیروں کا ایک گروہ اور گزرت کا تمام لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے دکن روانہ کیا۔ خواجہ جہاں شاہی لشکر کو لے کر دیوگرھ پہنچا۔ گرشاسپ نے اپنی فوج کو آراستہ کیا اور شاہی لشکر کے مقابلے میں صف آرا ہو کر خواجہ جہاں سے لڑائی کا بازار گرم کیا۔ اُٹانے جنگ میں گرشاسپ کا ایک نامی امیر خضر بہرام اُس سے منحرف ہو کر خواجہ جہاں سے آ ملا۔ خضر بہرام کے انحراف سے گرشاسپ کے لشکر میں ہل چل مچ گئی اور خواجہ جہاں کو اس سردار کی موافقت سے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ گرشاسپ نے میدان جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور دیوگرھ سے فرار ہو کر ساغر میں جا کر دم لیا۔ چند روز کے بعد گرشاسپ کو معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں اُس کی سرکوبی کے لیے ساغر آ رہا ہے گرشاسپ نے شاہی لشکر کی ہمیت سے ساغر کو بھی چھوٹا اور اپنے جو دیو بچوں کو ساتھ لے کر ولایت کرنا نک کے شہر پٹنہ کنپلہ میں جس کا راجہ گرشاسپ کا ہی خواد تھا جا کر پناہ گزیں ہوا۔ اس درمیان میں بادشاہ بھی دولت آباد پہنچا محمد تعلق نے خواجہ جہاں کو ایک جرار فوج کے ہمراہ کنپلہ روانہ کیا۔ خواجہ جہاں نے دومرتبہ گرشاسپ سے شکست کھائی لیکن جب دیوگرھ سے جدید لشکر اُس کی مدد کو پہنچ گیا تو تیسری مرتبہ خواجہ جہاں کو فتح حاصل ہوئی اور اُس نے کنپلہ کے راجہ کو گرفتار کر لیا۔ گرشاسپ نے ہلال دیو کے دامن میں پناہ لی۔ ہلال دیو شاہی لشکر کے تعاقب سے کچھ ایسا خوف زدہ ہوا کہ اس نے گرشاسپ کو گرفتار کر کے خواجہ جہاں کے پاس بھیج دیا اور خود شاہی ہی خواہوں میں داخل ہو کر اپنی طرف سے

مسلطین ہو گیا۔ خواجہ جہاں نے گرشاسب کو اسی طرح پایہ زنجیر بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ محمد تغلق نے حکم دیا کہ گرشاسب کی کھال بھینچ کر اُس میں بھس بھرا جائے اور سارے شہر میں اُس کی تشہیر کرائی جائے عام منادی کے ذریعے سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے کہ حکومت کے سیاسی مجرموں کا یہ جتھر ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا واقعات کے ردنا ہونے سے دفعۃً باؤٹا کے دل میں یہ خیال آیا کہ تقریباً ساہیوڈ وستان دہلی کی شاہنشاہی کا غائبہ بردار ہو چکا ہے مناسب ہے کہ پائے خلافت کوئی ایسا مقام مقرر کیا جائے جسے مالک محروسہ کے تمام شہروں سے وہی نسبت ہو جو مرکز کو دارائے غلط سے حاصل ہے۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ تمام شاہی قلعوں کے اچھے اور بُرے حالات کا علم بھی برابر ہوتا ہے گا اور تمام رعایا کی نگہداشت بھی مساوی مرتبے پر ہو سکے گی اور سب سے اہم یہ کہ ہر جدید حادثے کے ظہور پر زیر ہونے پر اُس کا کافی تدارک کرنا آسان اور سہل ہو گا۔ ذی علم درباریوں کے ایک بڑے گروہ نے پائے تخت بنانے کے لیے شہر اجین کو منتخب کیا۔ اس گروہ کا استدلال یہ تھا کہ یہ شہر طویل اور عرض کے اعتبار سے وسط ہند میں واقع ہے اور ہندوستان کے مشہور گھٹری فرمانروا راجہ بھوجا جیت نے اسی مرکزیت کے لحاظ سے اجین کو اپنا دارالخلافہ مقرر کیا تھا۔ چند ارکان دولت نے بادشاہ کے میلان خاطر کو طوطا نظر رکھ کر دیکر گڑھ کا انتخاب کیا۔ بادشاہ خود بھی دیوگرھ پر دل سے فریفتہ ہو رہا تھا اُس نے انھیں امیروں کی رائے سے اتفاق کر لیا اور فرمانروایان ایران و توران جیسے قوی دشمنوں سے بالکل بیخوف ہو کر حکم دیدیا کہ دہلی جو رشک مصر تھی دیران کر دیک جائے اور شہر کے تمام باشندے چھوٹے اور بڑے خادم اور مخدوم مرد و عورت بچوں کو دہلی سے منتقل کر کے دیوگرھ لایا جائے اور جو زواراہ کی قدرت نہ رکھتے ہوں اُن کو سفر خرچ سرکاری خزانے سے عطا ہو۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ دہلی سے دیوگرھ تک ہر منزل پر سرسائیں تعمیر کرائی جائیں اور رشک کے دورویہ سایہ دار درخت لگائے جائیں تاکہ ماہ گیر سائے کے نیچے آرام سے سفر کی فرمائیں ملے کریں۔ محمد تغلق نے دیوگرھ کو دولت آباد کے نام سے موسوم کر کے شہر میں عالی شان عمارتوں کی بنیادیں ڈالیں اور قلعہ دیوگرھ کے گرد خندق کھود کر دولت آباد بالالگھاٹ اور یلورہ کے نزدیک بڑے خوش بنوائے اور متعدد برفضا باغ لگائے پائے خلافت کے اس تغیر و تبدل سے رعایا کے حالات میں بھی ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو گیا اور مہمات سلطنت میں اتہری

پیدا ہوئی۔ اسی زمانہ انقلاب میں خواجہ حسن دہلوی دولت آباد میں جس کے مثل دنیا میں کوئی شہر نہ بنا ہوگا فوت ہوئے اور وہیں دفن کیئے گئے۔ دولت آباد اگرچہ آج بھلا کے اعتبار سے اچھا ہے لیکن خرابی اسی قدر ہے کہ ایران و توران سے سید و ساجد محمد تعلق کو گرشاپ کے فتنے سے نجات ہوئی اور دہلی کا ہر چھوٹا بڑا شاہی حکم کے مطابق دولت آباد میں آکر متوطن ہو گیا تو بادشاہ نے کنگڑہانہ کے قلعے پر جو خیر کے نواح میں واقع ہے مصلحا کیا۔ ناک نایک گولیوں کے سردار نے شاہی لشکر کی مافعت کی اور محمد تعلق جیسے عظیم الجہاد بادشاہ کے مقابلے میں ایسا مردانہ وارث کہ دوست و دشمن سب اُس کی تعریف میں رطب اللسان ہوئے۔ مذکورہ بالا قلعہ بیڑا کی چوٹی پر واقع تھا قلعہ اس قدر مضبوط اور مستحکم تھا کہ اگر اُسے فلک البرج سے تنبیہ دیں تو غیر مناسب نہوگا کسی مقتدر فرمانروا کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ کنگڑہ قلعہ کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ محمد تعلق نے آٹھ مہینے کامل قلعے کا محاصرہ جاری رکھا اور حصار کے گرد سا باط بنا لیا اور مغربی نصب کرنے میں ایسا مشغول ہوا کہ بادشاہ کی ہمت ملو کا نہ کو دیکھ کر ناک نایک بدحواس اور پریشان ہو گیا۔ ناک نایک نے بادشاہ سے امان طلب کی اور قلعہ محمد تعلق کو سپرد کر کے خود شاہی امر کے گردہ میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ کامیاب و بامراد دولت آباد واپس آیا اور اطمینان اور فراغت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں کے بعد لاہور سے خبر آئی کہ بہرام امیہ حاکم ملتان بغاوت کا جھنڈا بلند کر کے ملتان و پنجاب کو تاخت و تاراج کر رہا ہے اس باغی حاکم نے خاصی جمعیت بہم پہنچائی ہے اور اس کے سر میں حکومت کا سودا بھی طرح سا چکا ہے اس بغاوت کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ بادشاہ نے دولت آباد کو دار الخلافت بنا کر تمام امیروں اور منصب داروں کو فرمان روانہ کیئے کہ ہر امیر اپنے اہل و عیال کو دولت آباد بھیجنے پائے تخت میں مکانات تعمیر کرائے۔ اس فرمان کی بنا پر علی نامی ایک مثل بہرام امیہ کے بال بچوں کو لانے کیلئے ملتان روانہ ہوا یہی ملتان پہنچا اور جیسا کہ اس فتنے کی عادت ہے بہرام امیہ اور اُس کے تعلقین سے دشمنی کے ساتھ مشن آیا اور دشت ناک خبریں سن کر انہیں پڑاوی قہر و غضب سے بہت ڈرایا اور دھمکا یا ایک دن بہرام امیہ کا داماد مکان سے نکل کر دیوانخانہ کو جا رہا تھا۔ علی اُس کے پاس گیا اور کہا کہ تم لوگ اپنے اہل و عیال کو دولت

کیوں نہیں روانہ کرتے شاید کہ تم نے شرارت اور نہک حرامی پر کمر باندھی ہے۔ مخاطب نے علی سے کہا تو گالی کسے دیتا ہے علی نے جواب دیا کہ گالی کا وہی شخص متحق ہے جو گھوڑیں اطمینان سے بیٹھا ہے اور بادشاہ کی اطاعت کا اُسے مطلق خیال نہیں ہے۔ علی اور اُس کے مخاطب میں یہ آواز بلند گفتگو ہونے لگی۔ اس مصل نے حریف کے سر کے بال مضبوط پکڑ لیے اور اُسے ایک گھونسہ مارا۔ دشمن نے علی کے پنجے سے اپنے بال چھڑائے اور اُسے زمین پر دے مارا اور ایک لمٹانی سیلابدار نے فوراً علی کا سر قلم کر دیا۔ بہرام ابیہ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور اُس نے محمد تعلق کے قہر و غضب کا اندازہ کر کے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ شاہی باغیوں میں داخل ہو کر جب تک بن پڑے اپنی جان بچائے۔ غرض کہ جب محمد تعلق کو اس بغاوت کا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ اپنے اُس کے گئے ہوئے پنجاب کی آگ فرو نہوگی خود ملتان روانہ ہوا۔ بہرام ابیہ بھی ایک جرار فوج ساتھ لے کر بادشاہ کے مقابلے میں نیمہ زن ہوا۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد جس میں طرفین سے لاکھوں ہندوگان خدا کا خون بہ گیا بہرام ابیہ کو کفرانِ نعمت کی سزا ملی اور شکست کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ملتان میں قتل عام کا حکم جاری کرے لیکن حضرت شیخ رکن الدین بادشاہ سے ملنے آئے اور ان بزرگ نے اہل ملتان کی خواہش کر کے بادشاہ کے اس غضب کو ٹھنڈا کیا۔ محمد تعلق نے قوام الملک کو حاکم ملتان تھہر کیا اس درمیان میں جو لوگ بہرام ابیہ کے تعاقب میں روانہ کیے گئے تھے وہ بھی باغی کا سر قلم کر کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ محمد تعلق ابراہیم کے قتل کو فرو کر کے دہلی واپس آیا۔ چونکہ اطرافِ دنواح کے وہ لوگ جو دولت آباد میں آکر تکلیف کے ساتھ متوطن ہونے سے اوجھڑا دھڑا رہا گئے تھے اس لیے بادشاہ نے دو سال کا دل دہلی میں قیام کیا اور نئے دار الخلافہ کے محور کرنے میں کوشش کرتا رہا۔ اسی درمیان میں بادشاہ نے اپنی والدہ محترمہ جہاں کو تمام امیروں اور فوج کے حرم اور محلات کے ساتھ دولت آباد روانہ کیا بادشاہ کو دولت آباد کے محور کرنے کا وہ سودا سہا یا کہ ہر ایک شخص کو بڑھاپا ملے اُس کے کہ اب وہاں موافق ہوگی یا نہیں دولت آباد بھیج دیا۔ دہلی کی آبادی ایسی دیر لڑن ہوئی کہ ہر گلی کوچے میں گھمبڑوں لومڑیوں اور گلی جانوروں کی آوازوں کے سوا کئی شخص کی صدا بھی کانوں میں نہ آتی تھی۔ چونکہ اسی دوران انقلاب میں محمد تعلق نے میانِ دہلی و قلاب

کی رعایا سے مال اور جہات منتی کے ساتھ طلب کیا تھا۔ رعایا نے تنگ آکر اپنے گھروں اور کھلیانوں میں آگ لگا دی اور مویشیوں کو ساتھ لے کر جنگل میں نکل گئے اور بیابان اور پہاڑوں میں جا کر آباد ہوئے۔ بادشاہ نے رعایا کی اس حرکت پر ضلع داروں کو حکم دیا کہ قتل و غارت سے کام لیں اور آگ لگانے والی رعایا میں سے جس کسی کو جہاں پائیں وہیں اُسے موت کے گھاٹ اتاریں بادشاہ کے اس حکم سے بیان و کار زرخیز حصہ تباہ اور دیران ہو گیا۔ مسافروں نے راستے کو پر امن و امان نہوئیے کمریں کھولیں اور خانہ نشین ہو گئے جن فوجیوں کے بال بچے دولت آباد میں مقیم تھے وہ حیران اور پشیمان ہونے لگے۔ غرض کہ ابتدائے آفرینش سے خود محمد تعلق کے عہد تک کسی بادشاہ کے واقعات زندگی میں اس طرح کے سیاہ نامے مندرج نہوئے ہوں گے جو غیاث الدین کے عجیب الخلقیت جانشین نے اپنے تذکرے میں یادگار زمانہ چھوڑے ہیں سب سے زیادہ طرفہ ماجرا یہ ہے کہ کمال کی قتل و غارت کے علاوہ بادشاہ خود انھیں دنوں شکار کے لیے گیا اور بجائے جانوران صحرائی کے لاکھوں بنی آدم اس کے تیر ستم کا نشانہ اور غنیمت سے محروم ہوئے۔ بادشاہ نے ان بیگناہوں کے سر حصار کے لنگروں پر کوزیاں کرائے اور اپنی دراز دستیاں دکھاتا ہوا قنوج پہنچا حد و قنوج سے ہوبہ تنگ اس کے سفاک ہاتھ خونریزی سے نہ ٹکے اور ساری دنیا کا خون پالی ہو کر بہ گیا۔ ادھر لکھنؤ میں ایک جدید واقعہ پیش آیا۔ قدر خاں کے ایک ملازم سی ملک فخر الدین نے بہرام خاں کے بعد بناوت کر دی اور قدر خاں کو تہ تیغ کر کے لکھنؤ کی خزانے پر قابض ہو گیا۔ ابھی بادشاہ کے ہاتھوں سے قنوج کے بیگناہوں کے خون کے دھبے چھوٹے ہی نہ تھے کہ ملا بار سے خبر آئی کہ سید ابراہیم خریطہ دار کا باپ سید حسین ملا بار میں بغاوت کر رہا ہے اور میر فتح قتل کر کے خود مختار بن بیٹھا ہے بادشاہ نے لکھنؤ کی کے معاملے کو بندے متوی کیا اور شہر میں آکر سید ابراہیم خریطہ دار اور سید حسین کے تمام عزیزوں کو تید کر لیا اور ایک ہزار لشکر ہمراہ لیکر سید حسین ملا بار روانہ ہوا۔ بادشاہ دیو گڑھ پہنچا اور وہاں کے عالموں اور مقطوعہ داروں پر شاہی مطالبات کے سخت ترین احکام نافذ ہونے لگے۔ چنانچہ اکثر غریبوں نے منتی سے تنگ آکر اپنی جائیں دیدیں۔ بادشاہ نے دیو گڑھ میں بھی بھاری رقم خراج کی مقرر کی اور سنگدل محاشتے رقم کی وصول یابی کے لیے متعین کیے۔ دیو گڑھ کے انتظام سے

فانیج ہو کر محمد تعلق نے خواجہ جہاں کو تو دہلی روانہ کیا اور خود سید حسین کی سرکوبی کے لیے بلابار کی طرف چلا۔ بادشاہ نے تلنگانہ کے راستے سے ملابار کا سفر کیا اور درنگل پہنچا۔ درنگل میں دردشاہی کے دس روز قبل ہی سے وبا پھیلی ہوئی تھی۔ بیماری نے لشکر میں بھی اپنا اثر دکھا یا اور چند نامی امیر اس موذی مرض کا شکار بھی ہوئے۔ بادشاہ کی طبیعت خود بھی ناساز ہوئی اور مجبوراً اسے سفر ملتوی کرنا پڑا۔ محمد تعلق نے ملک نائب اور عماد الملک کو درنگل میں چھوڑا اور خود دولت آباد روانہ ہوا جب بادشاہ بٹیر میں پہنچا تو اس کے دانتوں میں درد پیدا ہو گیا اور ایک دانت گر گیا۔ محمد تعلق نے دانت وہیں دفن کر دیا اور اس پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کرا کے جو اب تک گنبد دندان سلطان تعلق کے نام سے مشہور ہے آگے بڑھا۔ تھوڑی دیر چل کر پٹن میں پھر مقیم ہوا اور وہاں اپنے معالجے میں مشغول ہوا۔ محمد تعلق نے پٹن کے مقام میں شہاب سلطان کو نصرت خاں کا خطاب دے کر بید رکا صوبہ دار مقرر کیا اور اس نواح کی تمام جاگیریں ایک کر ڈینگے پر ٹھیکہ دے کر اس کے سپرد کیں بادشاہ نے دولت آباد اور مرہٹواری کا کل علاقہ اپنے استاد قلع خاں کے سپرد کیا اور چونکہ شاہو افغان کی ٹھک حرامی کی خبریں متواتر آرہی تھیں بادشاہ نے اپنی صحت کا انتظار نہ کیا اور اسی طرح مریض پانگی میں سوار ہو کر دہلی روانہ ہوا۔ محمد تعلق نے روانگی کے وقت عام حکم دیدیا کہ دہلی کے باشندوں میں جس کاجی چاہے دولت آباد میں رہے اور جو چاہے بادشاہ کے ہمرکاب دہلی واپس چلے۔

یہ حکم سنتے ہی اکثر لوگ تو بادشاہ کے ہمراہ دہلی پہنچے اور ایک گروہ نے مرہٹواری کو پسند کر کے وہیں قیام اختیار کیا۔ محمد تعلق نے اپنے اس سفر میں تمام صوبہ مالوا اور نیزان مقامات کو جو راستے میں واقع ہیں تحط اور بارش کی کمی کی وجہ سے تباہ اور ویران پایا بادشاہ نے یہ بھی محسوس کیا کہ ڈاک چوکی کے عمارتوں کے تمام پیادے برخاستہ کوئے گئے ہیں اور سارا ملک برباد ہو رہا ہے محمد تعلق اس ویرانی کا منظر عام دیکھتا ہوا دہلی پہنچا اور پائے تخت کو اور زیادہ بے آب دیکھا پایا تحط کی مصیبت ایسی عالم گیر تھی کہ سترہ روپے کو بھی ایک سیر غلہ میسر نہیں آتا تھا اور ملک کے چوپائے اور لوگ کھجور سے فنا ہو گئے تھے سلطنت کی یہ تباہی دیکھ کر بادشاہ نے ملک کی آبادی اور زراعت کی زیادتی کی طرف توجہ کی اور چند روز اپنی خونخوار تلوار میمان میں رکھ کر خلق خدا کے حال پر

مہربان ہوا۔ محمد تعلق نے رعایا کو خزانے سے روپیہ دیا اور کسانوں کو کنویں کھودنے اور
 ہل چلانے کا تاکید حکم نافذ ہوا۔ لوگ چونکہ تباہ حال ہو رہے تھے جو تعدادی نہیں چول
 ہوئی تقریباً سب کی سب اُن کے خور و نوش میں صرف ہو گئی جو قموڑی بہت نرم و پختہ
 سے بچی و کھیتی باڑی کے کام آئی۔ چونکہ پانی کا ایک قطرہ بھی آسمان سے نہ گرا تھا اور
 خشک سالی سارے ملک کو تباہ کر رہی تھی کنویں کا پانی سیرابی کے لئے کافی نہ ہوا اور
 اس ضمن میں بھی ہزاروں بندگان خدا کی جانیں بادشاہ کی سیاست کا شکار ہوئیں
 پائے خلافت اور اس کے گرد و نواح میں حقیقی اور مجازی دونوں خداؤں کے تہر و غضب
 کی تلواریں بنیام سے نکلی ہوئی تھیں کہ ملتان کی سرزمین بھی نبی آدم کے خون کی پیاسی
 ہوئی اور بادشاہ نے سنا کہ شاہو افغان نے پنجاب میں بغاوت کر کے ہزاران ملتان
 قتل کیا اور قوام الملک کو شہر سے باہر نکال کر خود مختاری کا ڈنگہ بجا رہا ہے۔ محمد تعلق
 نے دہلی کا لشکر ترتیب دیا اور ملتان روانہ ہوا۔ بادشاہ نے صرف ایک منزل راہ طے
 کی تھی کہ اُس کی والدہ الحیاط بہ مخدومہ جہاں نے جس کی ذات سے خاندان تعلق شاہی کا
 تمام انتظام وابستہ تھا دہلی میں اس جہان سے کوچ کیا۔ بادشاہ ماں کے مرنے سے سید
 رنجیدہ ہوا اور حکم دیا کہ قواعد کے موافق ایصالِ ثواب کی رسمیں ادا کجائیں اور
 خود آگے بڑھا۔ محمد تعلق ملتان کے قریب پہونچا شاہو نے بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر ایک بغیر
 محمد تعلق کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنے گزشتہ جہاد پر نام برد کر ملتان کو اسی حالت
 میں چھوڑ کر خود افغانستان چلا گیا۔ بادشاہ نے اب آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور دہلی
 کی طرف لوٹا دہلی پہونچکر اُس نے شہر کو اور زیادہ ویران پایا تھو کا اب یہ عالم تھا کہ
 آدمی آدمی کو کھاتے تھے اور پھر بھی بھوک کی آگ میں جلے جاتے تھے۔ بادشاہ نے دوبارہ
 شاہی خزانے کا دروازہ کھولا اور رعایا کو روپیہ تقسیم کر کے انھیں پھر کنویں کھودنے اور کھیتی
 میں مصروف ہونے کی ہدایت کی لیکن شامت اعمال نے پھر بھی فلاح کی صورت پیدا نہونے
 دی اور بارش کی کمی اور خلق خدا کی سستی اور پریشانی نے شاہی تلوار کو پھر خون سے یلپ
 کیا اور اکثر آدمی اس مرتبہ بھی تہ تیغ کیے گئے۔ اسی دوران میں سام اور سامانہ کے باشندوں
 میں مندر ہون۔ جو ہانوں۔ میانوں اور بستوں نے سرکشی کی اور شہر کو چھوڑ کر جنگل میں
 آجے اور میانان میں جھوپڑیاں ڈال کر شاہی مالگزاری کے ادا کرنے سے انکار کیا۔

بادشاہ نے اُن کو راہ راست پر لانے کے لئے لشکر کشی کی اور اُن کی عبور پڑیوں کو جسے اُس وقت کی اصطلاح میں منڈل کہتے تھے منہدم کر کے اُن کے غیر ازہ جمعیت کو پریشان کیا اور ان قوموں کے سرداروں کو دہلی لاکر انھیں پھر شہر میں آباد کیا۔ سلطنت میں لکھنؤ کے سردار ملک جندرنے بغاوت کی اور وہاں کے حاکم ملک تانار خاں کو قتل کر کے خود سارے صوبے پر قابض ہو گیا۔ محمد تغلق نے خواجہ جہاں کو اُس کے دفع کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خواجہ جہاں نے لکھنؤ کو ہانمال کر کے ملک کو اُن کے ہتھ سے پاک و صاف کیا۔ محمد تغلق کے دل میں عرصے سے یہ خیال جاگزیں تھا کہ سلطنت بلا اجازت خلیفہ عباسی کے جائز نہیں ہے اور ہمیشہ اسی خیال میں رہتا تھا کہ اپنی حکمرانی کا پروا نہایت کسی طرح بارگاہ خلافت سے حاصل کرے۔ بادشاہ کے دل میں یہ خیال پختہ ہوا ہی تھا کہ اُس نے سا کہ مصر کے حکام نے مصلحت ملکی کا لحاظ کر کے عباسی خاندان سے ایک شاہزادے کو تخت خلافت پر بٹھا دیا ہے۔ محمد تغلق نے یہ سستے ہی کمال الملک کے اتفاق رائے سے غائبانہ اس خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بجائے اپنے نام کے اُس عباسی فرماں روا کا نام لکے پر کندہ کرایا اور ملک میں عام حکم جاری کیا کہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں موقوف کیا جائیں۔ بادشاہ نے اپنی حکمرانی کا اجازت نامہ حاصل کرنے کے لئے دو تین مہینے کاٹل صرف عریضہ لکھنے میں صرف کیئے اور نامہ بارگاہ خلافت میں روانہ کیا۔ سلطنت میں حاجی سعید حمزی بادشاہ کے ایلچی کے ہمراہ مشور حکومت اور خلعت خلافت لے کر دہلی آیا۔ بادشاہ نے تمام امرا، علما اور مشائخ کو ہمراہ لے کر تقویاً پانچ یا چھ کوس نامہ کا استقبال کیا۔ فرمان خلافت کو سر پر رکھا اور حاجی سعید حمزی کے قدموں کو بوسہ دیکر چند قدم پیادہ اُس کے جلوس میں چلا۔ شہر میں آئینہ بندی کی گئی اور نامہ خلافت سر سے اتر آیا اور اشرافیوں کا ہنسا دیا گیا اور عیدین اور جمعہ کی نمازیں ادا کرنے کی بھر عام اجازت دی گئی۔ محمد تغلق نے خلیفہ کا نام خطبے میں دہلی کر کے اُن تمام شاہان دہلی کے نام جن میں خود اس کے باپ کا نام بھی شامل تھا اور جنہوں نے خلیفہ بغداد سے اجازت حکمرانی نہیں حاصل کی تھی۔ دعائنامہ مغضرت سے نکال ڈالے۔ بادشاہ نے تمام زربفت کے کپڑوں اور مساجد میں منبر وغیرہ کے قبول پر غلیفہ کا نام نقش اور کندہ کرایا اور ایک مخلصانہ عریضہ اپنے ظلم سے لکھ کر ایک نفیس موتی جس کا مثل خزانہ شاہی میں موجود نہ تھا نامہ شکر یہ کے ساتھ حاجی

رجب کے ہمراہ خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس کے علاوہ جامداران شاہی کے سردار ملک کبیر کو جو حسن اخلاق، شجاعت تقویٰ اور پاکیزگی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا خلیفہ عباسی کی ملک قرار دے کر ملک قبول کا خطاب دیا اور خلیفہ کی اقرار بندی کا ایک نوشتہ ملک کبیر سے لکھا کر کاتب و مکتوب دونوں کو حاجی رنجب کے ہمراہ مصر روانہ کیا۔ بادشاہ نے اس خوشی سے فراغت پائی ہی تھی کہ اس نے سنا کہ کشنا نایک پسر لدر دیو نے جوان دنوں درنگل میں قیم تھا کر نایک کے عظیم اشان راجہ بلال دیو کے دامن میں پناہ لی ہے اور اُس کو یہ بھجایا کہ مسلمانوں نے تلنگانہ اور کرناٹک کے حدود اور مقبوضات پر تصرف کر کے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ہم غیر مسلموں کو بالکل نیست و نابود کر دیں اس لیے میں بھی چاہیے کہ اب غافل نہ بنیں اور اپنی بقا کی کوشش اور فکر کریں بلال دیو نے اپنے تمام ارکان دولت کو طلب کیا اور اس دفاعی مہم کے بابت اُن سے رائے پوچھی۔ بڑے باخوشہ اور تامل کے بعد یہ طے پایا کہ بلال دیو اپنے تمام ممالک کو عقب میں چھوڑے اور ایسے مقام پر جو مسلمانوں کی آمد و رفت کا ماسہ ہو اپنی تخت گاہ بنا کر ملا بار۔ دھور سمند اور کپلہ کو مسلمانوں سے چھین لے اور کشنا نایک بھی مہم سے کام لے اور درنگل کو شاہ دہلی کی ماتحتی سے نکال کر خود اس پر قابض ہو جائے۔ بلال دیو نے اپنی کوہستانی سرحد کے ایک دشوار گزار مقام پر ایک نیا شہر اپنے بیٹے بھجن رائے کے نام سے آباد کیا اور بھجن نگر اُس کا نام رکھا لیکن کثرت استعمال سے اب وہی شہر بھجانگر کے نام سے موسوم ہے۔ بلال دیو نے کشنا نایک کے ہمراہ بے شمار سوار اور پیادے روانہ کیے کشنا نایک نے پہلے درنگل پر قبضہ کیا ملک عماد الملک وزیر بھاگ کر دولت آباد میں پناہ گزیں ہوا۔ بلال دیو نے کشنا نایک کو حد یہ فوج سے چھرا مدد دی اور اُس نے راجگان ملا بار اور دھور سمند کو جو ہمیشہ سے فرماں روا کے کرناٹک کے باغزار تھے شہنشاہ دہلی کے حلقہ بگوشوں کے گردہ سے نکال کر انھیں آزاد کرایا۔ غرض کہ ہر طرف خوابیدہ قلعے بھر جاگ اٹھے اور سوا گجرات اور دیو گڑھ کے کوئی دوسرا دور دراز ملک بادشاہ کے قبضے میں نہ رہا۔ محمد تغلق ان سوا سناخ کو سستا اور غضبناک ہو کر رہا یا پر سیاست کے احکام جاری کرتا تھا۔ بادشاہ کی تختیاں سن سن کر رعیت اور سپہاں ہوتی جاتی تھی اور نیت نئے نئے اور حادثے ملک میں رونما ہوتے تھے۔

بارش کے قطعاً رک جانے سے بادشاہ کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئی تھیں اور
 زراعت کو کسی طرح کا فائدہ نہیں پہنچا تھا بادشاہ نے مجبوراً یہ حکم دیا کہ شہر کے دروازے
 کھول دیئے جائیں۔ جو لوگ کہ جبر اور سختی سے شہر بند کیے گئے ہیں انھیں فوراً رہائی
 دی جائے جو لوگ کہ قحط کی مصیبتوں سے نیم جا رہے تھے وہ زندہ درگور
 اپنے بال بچوں کو لے کر بنگالے کی طرف بھاگے۔ بادشاہ قحط سے تنگ آگیا اور اس
 آسمانی مرض کو لاعلاج سمجھ کر خود بھی دہلی کے باہر نکلا اور پیالی اور کنپلہ کو طے کرتا ہوا
 دریائے گنگا کے کنارے ایک جگہ پر مقیم ہوا اور حکم دیا کہ لوگ یہاں چھاؤنی ڈالیں اور
 یہیں آباد ہوں۔ بادشاہ نے اس جگہ کا نام سرکرداری رکھا اور یہ بندوبست کیا کہ
 کڑھ اور ادھ سے غلہ وہاں برابر پہنچتا رہے۔ اس انتظام سے بہ نسبت شہر کے
 سرکرداری میں کچھ ارزانی ہوئی عین الملک صوبہ دار ظفر آباد و ادھ اپنے بھائیوں کے
 ساتھ اپنی جاگیر میں مقیم تھا یہ امیر غلہ اور دوسرے ضروریات زندگی کے سامان اپنے
 صوبے سے برابر سرکرداری روانہ کرتا رہا چنانچہ جب تک کہ بادشاہ سرکرداری میں
 قیام پذیر رہا عین الملک نے نقد جنس سب ملا کر تقریباً آٹھ لاکھ تنگے بادشاہ کی
 خدمت میں روانہ کیے۔ بادشاہ عین الملک کے حسن انتظام کا مقصد ہوا اور اُس کی
 کارگزاری کی بے حد تحسین و آفرین کی۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ سرکرداری مقیم تھا چار نئے
 فتنے اس مدت میں رونما ہوئے لیکن جلد سے جلد دبا دئے گئے۔ پہلا فتنہ نظام مائیں کا
 تھا جو کریم میں رونما ہوا نظام مائیں ایک ہرزہ گو اور کم رتبہ بازاری شخص تھا جو مقاطعہ
 کے شرائط اُس نے بادشاہ سے کیے تھے انھیں پورا نہ کر سکا اور شکستہ میں بغاوت
 کر کے اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام سے بادشاہ مشہور کیا لیکن قبل اس کے کہ بادشاہ
 خود اس فتنے کا کوئی تدارک کرے عین الملک نے اپنے سپاہیوں کے ہمراہ اس پر لشکر کشی
 کی اور اُسے قید کر کے اُس کا سر محمد تغلق کی خدمت میں روانہ کیا محمد تغلق کی بھانجی
 کے شوہر شیخ زاوہ نظامی اس ہم پر مامور کیے گئے اور شیخ زادے نے نظام مائیں کے
 ہزار حاشیہ نشینوں کو سخت سزائیں دیکر اس فتنے کو جلد سے جلد فرو کیا۔

دوسرا ہنگامہ ملک دکن میں حادث ہوا۔ اس واقعے کا اجالی بیان یہ ہے
 کہ ملک نصرت خاں نے کسی زمانے میں ایک لاکھ تنگے پر بیدار کاٹھک لیا تھا چونکہ

نصرت خاں بھی رقم مقررہ اپنے وقت پر شاہی خزانے میں نہ پہنچا سکا اُس نے خیریت اسی میں دیکھی کہ باقی ہو کر بیدر کے حصار میں قلعہ بند ہو جائے۔ قتلغ خاں صوبہ دار دیوگرٹھ نصرت خاں کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا گیا اور چند دیگر امرا بھی دہلی سے قتلغ خاں کی مدد کے لئے روانہ کیے گئے۔ قتلغ خاں نے حصار بیدر کا محاصرہ کر لیا اور آخر کار نصرت خاں کو گرفتار کر کے اُسے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ نصرت خاں کے واقعے کو ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ ظفر خاں علانی کا بھانجہ علی شاہ جو امیران صمدہ میں تھا سرکاری مالگزاری تحصیل کرنے کے لئے دیوگرٹھ سے گلبرگہ آیا۔ علی شاہ نے ان اطراف کو سلطانی عاملوں سے خالی پایا اور اُس نے اپنے تمام امیران صمدہ کو جمع کر کے جن میں حسن گانگو بھی تھا مہارٹن ضابطہ گلبرگہ کو مسلحہ میں کسی حیلے سے قتل کیا اور اس کے مال کو غارت کر کے بیدر پہنچا۔ علی شاہ نے نائب صوبہ بیدر کو بھی موت کے گھاٹ اتارا اور ملک پر اپنا قبضہ کر لیا۔ محمد تغلق نے ان واقعات کو سنا اور بھر قتلغ خاں کو علی شاہ کے مقابلے میں روانہ کیا۔ علی شاہ نے قتلغ خاں سے معرکہ آرائی کی لیکن شکست کھا کر بیدر کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ قتلغ خاں نے قول و قرار کر کے علی شاہ اور اُس کے سپاہیوں سے مصالحت کی اور ان کو قلعے سے باہر نکال کر بلوچکو بادشاہ کی خدمت میں لے کر بمقام سرکرداری خود حاضر ہوا۔ محمد تغلق نے علی شاہ اور اُس کے سپاہیوں کو خارج البلد کر کے اُنہیں غزنی روانہ کیا لیکن چونکہ یہ خون گزشتہ امیر بلا اجازت بادشاہ کے غزنی سے باہر میں واپس چلے آئے تھے اس لئے بادشاہ نے چاہا کہ عین الملک کو جو بوجہ ان حالات کے جو اوپر گذر چکے ہیں بادشاہ کی نظروں میں پسندیدہ زمانہ ہو رہا تھا۔ اس کے تمام یہی خواہیوں کے ہمراہ دولت آباد روانہ کر کے در محل کی مہم اُسی کے نامزد کرے۔ محمد تغلق نے قتلغ خاں کو دیوگرٹھ سے اپنے پاس بلایا۔ بادشاہ کے اس رد و بدل نے عین الملک کو طرح طرح کے دوسموں میں گرفتار کیا اور اُس نے اپنے دل میں سوچا کہ بادشاہ کا اپنے استاد قتلغ خاں کو جس نے اپنے حسن انتظام سے دکن کو سرکشوں سے پاک کرنے و ماں کی رعایا کو بادشاہ کا مطیع اور فرماں بردار بنایا ہے بغیر کسی قصور کے معزول کرنا اور مجھے اس دور دراز مہم پر بھیجنا مجھ پر اس کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ بادشاہ مجھے جاگیر سے علیحدہ کر کے اس طرح

دشمنوں کے ہاتھ میں سونپنا ہے۔ اس رو بدیل کے چند روز قبل سمکاشتوں کا ایک گروہ خیانت کا لازم ٹھہرا کر بادشاہ کی سیاست کا شکار ہو چکا تھا۔ یہ گروہ گرانی کا بہانہ کر کے دہلی سے فرار ہو گیا تھا اور اودھ اور ظفر آباد پہنچ کر عین الملک کی حمایت میں زندگی بسر کر رہا تھا اور عین الملک کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ شاہی مجرموں کی دستگیری کرنے سے بادشاہ کے دل میں کدورت کا غبار چھا گیا ہے اب عین الملک نے سوا سرکشی کے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔ دل میں بغاوت کا مہم ارادہ کر کے عین الملک نے ظاہر آباد شاہ کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے لشکر اور بھائیوں کو اودھ اور ظفر آباد سے بلایا۔ لشکر راستے ہی میں تھا کہ عین الملک ایک رات سرکدواری سے بھاگا اور بھائیوں اور لشکر سے جا ملا۔ عین الملک کے بھائی جلد سے جلد سرکدواری پہنچے اور تمام شاہی گھوڑوں اور ہاتھیوں کو جو چراگاہ میں چر رہے تھے اپنے لشکر میں بھگائے گئے۔ بادشاہ اس واقعے سے بہت گھبرایا اور اُس نے امر وہہ۔ سامنہ۔ کول اور برن کی فوجوں کو بلایا۔ خواجہ جہاں بھی لشکر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے لشکر کو ترتیب دیا عین الملک اور اُس کے بھائیوں نے بھی دریائے گنگا کو عبور کر کے شاہی لشکر کے سامنے اپنے پرے جمائے۔ ان باغی امیروں کا خیال تھا کہ چونکہ رعایا بادشاہ سے بیزار ہے اس لیے شاید وہ اُن سے آملگی۔ یہ امیر دوسرے ہی دن قنوج کے میدان میں صف آرا ہوئے۔ محمد غلق کو ان امیروں کی کور باطنی پر بڑا غصہ آیا اور دل میں اس بات کا ارادہ کر کے کہ ان سمجھوں کو یکبارگی موت کے گھاٹ اتار دے بادشاہ خود میدان جنگ میں آیا۔ عین الملک اور اُس کے بھائی سیاست اور قہر و غضب کی سب سے بڑی مورت کو میدان میں دیکھ کر پریشان اور حواس باقتہ ہو گئے۔ ان امیروں نے تھوڑی جدوجہد کے بعد راہ فرار اختیار کی۔ عین الملک زندہ گرفتار ہوا اور اس کا ایک بھائی شہر اللہ نامی زخم خوردہ دریا میں ڈوب مرا اور دوسرا بھائی معرکہ کارزار میں کام آیا۔ باغیوں کے اکثر سپاہی معہ ساز و سامان غرق آب ہوئے اور جو تھوڑے بہت جاں کئی کے عالم میں دریا کو عبور کر کے زندہ دیکھے اس کا پہنچنے تھے وہ بادشاہ کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ بادشاہ نے کہا کہ عین الملک کی فطرت میں شرارت اور بغاوت کا مادہ موجود نہیں ہے اور جو خطا اُس سے سرزد ہوئی ہے

اس میں سارا تصور اس کے حاشیہ نشینوں کا ہے۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے عین الملک کو اپنے سامنے بلایا اور اس کو خلعت دے کر سلطنت کے اہم معاملات پھر اُس کے سپرد کئے۔ بادشاہ نے سرکداری سے بھرائے کا سفر کیا اور حضرت سید سالار مسعود غازی کی قبر کی زیارت کی۔ حضرت مسعود سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے اور آل محمود کے عہد میں غیر مسلموں سے لڑ کر خدا کی راہ میں شہید ہوئے تھے۔ بادشاہ نے سید سالار کے فرار پر زندہ جڑواں اور خانقاہ مسعودی کے مجاہدوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ محمد تغلق نے خواجہ جہاں کو بھرائے سے اور آگے روانہ کیا تاکہ عین الملک کے بقیہ سپاہی لکھنؤ میں نہ جانے پائیں اور جو لوگ کہ قحط یا سلطانی تہر و غضب سے جان بچا کر دہلی سے آوارہ وطن ہو گئے ہیں اور اودھ یا طغر آباد میں مقیم ہیں ان کو پھر ان کے وطن اصلی کی طرف واپس بھیجے۔ خواجہ جہاں کو اس ہم پر روانہ کر کے بادشاہ خود دہلی آیا اور خواجہ جہاں بھی اپنی پرکھ وہ خدمات کو انجام دے کر جلد سے جلد بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس درمیان میں حاجی رجب اور شیخ الشیوخ مصری فرمان نیابت اور خلعت خلافت مع علم امارت کے خلیفہ کی طرف سے لے کر دہلی کے قریب پہنچے۔ بادشاہ نے تمام میووں اور ارکان شہر کو ساتھ لے کر استقبال کیا اور جب ان لوگوں کے قریب پہنچا گھوڑے سے اُترا اور خلیفہ کے فرمان کو سر پر رکھا اور اسی طرح کوشک کے دروازے تک پیادہ پا آیا اور خلیفہ بغداد کے مرسلہ قرآن مجید اور حدیث کی مستند کتاب مشارق اور فرمان نامہ کو اپنے سامنے رکھ کر لوگوں سے خلیفہ کی بیعت اپنے ہاتھ پر لینے لگا جو حکم کہ بادشاہ کی طرف سے نافذ ہوتا تھا وہ خلیفہ کی طرف سے منسوب کیا جاتا تھا اور بادشاہ اپنے فرمان میں بھی لکھتا تھا کہ امیر المومنین ایسا ایسا حکم صادر فرماتے ہیں۔ محمد تغلق نے شیخ الشیوخ مصری کو انعام و اکرام کے ساتھ خصصت کیا اور بیٹھار دولت اور بیٹھار بہا جو امیرات خلیفہ کے لئے بطور تحفہ اُس کے ہمراہ مصر روانہ کئے۔ اسی دوران میں ایک مخدوم زادہ عباسی جو خلفائے نبی عباس کی نسل سے تھا دہلی آیا۔ بادشاہ نے قصبہ پالم تک اس عباسی شاہزادے کا استقبال کیا اور دو لاکھ تنگہ سفید اور ایک برگنہ اور کوٹنگہ سیری اور باغات متعلقہ کا تمام محصول شاہزادے کی مدد معاش میں غنیمت کیا جس وقت یہ شاہزادہ بادشاہ سے ملنے آتا تھا تو بادشاہ تخت سے اُتر کر چند قدم اُس کا

استقبال کر کے تخت تک اُسے لاتا اور اُسے اپنے پہلو میں جگہ دے کر خود اُس کے پاس مودب بیٹھتا تھا۔ بادشاہ مشور نیابت کی خوشیاں منا ہی رہا تھا کہ اُسے اطلاع ملی کہ مرہٹواری کا علاقہ اور دولت آباد قلعہ خاں کے گماشتوں کے ظلم و ستم سے ویران اور برباد ہو رہا ہے اور تحصیل مالگزار کی کا یہ حال ہے کہ دس کی جگہ ایک بھی شکل سے وصول ہوتا ہے بادشاہ نے ان غرض آمیز باتوں کا فوراً اعتبار کر لیا اور قلعہ خاں کو جو انصاف پروری اور حق سیاست میں اپنے زمانے کا بہترین صوبہ دار تھا دکن سے دہلی بلایا اور حکم دیا کہ جب تک کوئی امیر دکن کا صوبہ دار مقرر ہو قلعہ خاں کا بھائی مولانا نظام الدین المخاطب بہ عالم الملک منصرفانہ اس خدمت کو انجام دے اور ملک کے انتظام اور فہمات کے انجام دینے میں کوشش کا کوئی وقفہ اُٹھانہ رکھے۔ قلعہ خاں اس زمانے میں اُس حوض کے تعمیر کرنے میں جو آج کل حوض قتلو کے نام سے مشہور ہے جان و دل سے مصروف تھا بادشاہ کا فرمان پاتے ہی قلعہ خاں نے حوض کا انجام بھائی کے سپرد کیا اور اپنا اند وختہ خزانہ راتے کے پر خطر ہونے کی وجہ سے ساتھ نہ لیا سکا۔ اور تمام روپیہ قلعہ دھارا گڑھ میں رکھ کر خود جلد سے جلد دہلی روانہ ہوا۔ دھارا گڑھ سے حصار بالائے کوہ مراد ہے۔ یہ حصار دامن کوہ میں اسطرح بنایا گیا تھا کہ اُس کا ایک ضلع پہاڑ سے قلمبہوتا تھا اور باقی حصار چوٹے اور پتھر سے کھینچا گیا ہے اور دولت آباد اُس قلعہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ کے اوپر تعمیر کیا گیا ہے۔ مشور نیابت پہنچتے ہی بادشاہ نے شریعاً اور عقلاً ہر طرح پرانی حکمرانی کو حق سمجھ کر امور جہاں بانی بد نئے سرے سے غور و فکر کرنی شروع کی۔ قلعہ خاں کے آتے ہی نیا دور حکومت شروع ہوا اور دکن چار ضلعوں پر تقسیم کیا گیا اور ہر ضلع ایک جدا امیر کی نگرانی میں جس کو شہد ار کہتے تھے سپرد کیا گیا۔ محمد تعلق نے عدا الملک اپنے عامل اور شجاع روزگار مشیر کو دکن کا سپہ سالار مقرر کیا اور سردار الملک اور یوسف بھرا جیسے امیران متحدہ کو اُس کے ہمراہ دولت آباد روانہ کیا۔ بادشاہ نے دکن کے خاصے کاسٹلر ڈر زرسید پر مقاطعہ (ٹیکہ) کیا اور پرگنات کا انتظام انھیں امیروں کے سپرد کیا اور جدید تقریافتہ افسروں کو ہدایت کر دی کہ ہر کام میں عالم الملک سے مشورہ کرتے رہیں۔ بادشاہ کے اس انتظام نے دکن اور اہل دکن کو سرسبز اور مطمئن نہ کیا اور ملک کے باشندے قلعہ خاں کی مغزولی اور جدید ضلع داروں کی بے رحمی اور بد اعمالی سے پریشان ہو گئے

دکنی رعایا کا ایک بہت بڑا حصہ تو آوارہ وطن ہو گیا اور جو کچھ بچ رہے انہوں نے بغاوت اور سرکشی پر کمر باندھی ملک کا انتظام بالکل درہم برہم ہو گیا اسی طرح محمد تغلق نے عزیز عاز نامی ایک رذیل اور سفلہ طبیعت شخص کو مالوے کا صوبہ دار مقرر کیا۔ بادشاہ نے چلتے وقت عزیز حار سے کہہ دیا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ مالوے کے ہر جدید فتنہ کے بانی امیر ان صمد ہیں۔ ان سرکشوں کے دغ کرنے میں پوری کوشش کرنا اور ان کو ہمیشہ اپنے سے مغلوب اور مرعوب رکھنا۔ بادشاہ دکن اور مالوے کی بھڑوں سے فراغت کر کے پھر سرکداری واپس آیا اور ملک کی آبادی اور زراعت کی ترقی میں جان و دل سے کوشش کرنے لگا محمد تغلق نے ملک کی سرنبری اور آبادی بڑھانے کے لیے چند قوانین وضع کیے یہ قانون اسلوب کے نام سے موسوم اور امیر کوٹلی کے لقب سے مشہور ہوئے بادشاہ کے ان جدید قوانین میں ایک اسلوب یہ تھا کہ تیس درمیں کروہ زمین کو ایک دائرہ فرض کیا جاوے اور ہر ایسا دائرہ ایک شخص کے اس خرد پربہر دیکھا جائے کہ اس مفروضہ دائرے کی زمین اگر ناخرد و عہ ہے تو اسے کھیتی باڑی کے قابل بنا کر اس میں زراعت کرے اور اگر زمین خرد و عہ ہے تو معمولی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کی جائے اس کام کو انجام دینے کے لیے تقریباً سو شق دار بھی مقرر کیے گئے ملک کے بہت سے خان و ماں برباد و جوہوک کے مارے مر رہے تھے زراعت کی طرف مشغول ہوئے۔ ان غریبوں کے علاوہ بعض اہل ملک حرم و طبع کا بھی شکار ہو کر اس جدید اسلوب پر کار بند ہو گئے۔ یہ جدید زراعت پیشہ گروہ انعام و تعداد کے صلے میں وقتاً فوقتاً تہنایا سے روپیہ وصول کرتا تھا اور شاہی عطیے کا بیشتر حصہ اپنے ضروریات زندگی میں خرچ کر کے سلاطین قہر و غضب کا منظر بیٹھا ہوا تھا۔

دو سال کے عرصے میں تقریباً ستر لاکھ تنگے اس مد میں مرے ہوئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر بادشاہ تھانے کی ہم سے زندہ واپس آتا تو اس گروہ کا ایک شخص بھی زندہ نہ بچتا۔ محمد تغلق کے زمانے میں دومر تہہ قحط پڑا اور ہر قحط نے تقریباً تین سال لوگوں کو ہتلائے مصیبت رکھا۔

غرض کہ عزیز حار بادشاہ سے رخصت ہو کر واپس اپنا اور مہات ملک کے انجام دینے میں مشغول ہوا۔ عزیز نے ایک دن امیر ان صمد کی دعوت کی تقریباً ستر

امیر اس دسترخوان پر موجود تھے۔ اس نا عاقبت اندیش نے دکن اور مالوے کے ایران صہ کے قفسہ و فساد سے بالکل غافل ہو کر ان امیروں کو کسی جیل سے متنبہ کیا۔ عزیز خاں نے بادشاہ کو اپنی کارگزاری کی اطلاع دی اور بادشاہ نے اس قفسہ انگیز خوزیری کو دولت خواہی کی ایک بہت بڑی مثال بھکر عزیز ناہنجر کے لئے خلعت اور اسب خاص روانہ کیا اور اپنی خوشنودی کا اظہار کر کے اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ بادشاہ نے عزیز کو خود بھی خلعت و انعام سے سرفراز کیا اور دارالخلافت کے امیروں کو بھی ہدایت کی کہ ہر امیر انعام و تحائف سے عزیز کے کارنایاں کی قدر دانی کرے۔ عزیز کی اس کارگزاری نے بادشاہ کو سفلوں اور اراذل کی تربیت کا شیدائی بنا دیا۔ اور سفلہ طبیعت کے لوگ جو شاہی فرمان سے سرمو تجاوز نہ کریں سلطنت کے اہم کاموں پر تعین کئے گئے اور بادشاہ کے مقرب خاص بن کر خاندانی امرا سے بھی بلند اور بالاتر نظر آنے لگے۔

نجیان مطرب بچہ گجرات ملتان اور بدلوں کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اور پسر باغبان جس سے بدتر کوئی دوسرا آدمی سلطنت میں موجود نہ تھا وزارت کے عہدے پر فائز ہوا۔ ان کے علاوہ فیروز حجام۔ میکائی نان بانی اور شیخ بابو بابک جو لاہ بادشاہ کے مقرب خاص بن کر بڑے بڑے جاگیر دار ہوئے اور سلطنت کے اہم کام انجام دینے لگے۔ احمد آباد کا ایک غلام شعل نام جو صورت اور سیرت میں اپنے گروہ کا بدترین آدمی تھا وزیر گجرات بنایا گیا۔ بادشاہ کی اس سفلہ نوازی کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ اکثر اپنی سناکی سے رعایا کی خوزیری کے احکام جاری کیا کرتا تھا اور غافل اور فرزانہ امیر بھکر کہ رعایا کی بیخ کنی میں ملک کی تباہی اور سلطنت کا زوال پنہاں ہے بادشاہ کے ان احکام کی پابندی نہیں کرتے تھے اور ایسے فرامین کو لیت و عمل میں ڈالکر ایام گزاری سے غریب رعایا کی جان بچاتے تھے۔ بادشاہ ان عاقبت اندیش امیروں کی اس کارروائی کو اس نظر سے دیکھتا تھا کہ چونکہ یہ لوگ شریف اور شریف زادے ہیں ان کے دل میں میری ذات اور میری بات کی کوئی قدر نہیں ہے اس لئے اُس نے ایسے سفلہ طبیعت اور کمزور مزاج حکام مقرر کرنے چاہے جن کو احکام شاہی سے سرمو تجاوز کرنے کی بھی ہمت نہ ہو۔ مختصر یہ کہ جب عزیز خاں کی اس ناروا خوزیری اور بادشاہ کی تحسین و تائید کی صدا ملک کے ہر گوشے میں پہنچی تو سلطنت کے تمام امیران صہ ایک جامع ہو کر

وقت اور موقعہ کے متظر کمر بستہ تیار ہو گئے۔ اسی دوران میں ملک مقبل المناطیب رخاں جہاں جو حال میں گجرات کا وزیر مقرر کیا گیا تھا اپنے صوبے کے خزانے اور ہاتھ لگاؤ کے گھوڑے جو اُس نے گجرات میں جمع کئے تھے اپنے ہمراہ لے کر دیوٹی اور برودہ کے راستے سے دہلی آ رہا تھا۔ اس نواح کے تمام امیران صده نے ملک مقبل پر حملہ کر کے تمام مال اور خزانہ لوٹ لیا۔ خان جہاں اسی طرح لٹا ہوا برے حالوں نہروالہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اس واقعے کو سنا اور انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں گجرات کے سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔ قتلخاں نے ضیائے برنی مولف فیروز شاہی کی معرفت بادشاہ سے عرض کیا کہ دیوی اور برودہ کے امیروں کا فتنہ ایسا تہلکہ انگیز نہیں ہے جس کے فرو کرنے کے لیے بادشاہ سفر کی زحمت گوارا کرے۔ بادشاہ کی مرحمت شاہانہ سے مجھے اتنی قدرت حاصل ہے کہ اس آگ کو آسانی سے بجھا کر دشمنوں کو خاک مہا کر سکتا ہوں اور نیز یہ احتمال ہوتا ہے کہ کہیں بادشاہ کے سفر کرنے سے اور دوسرے خواہیدہ فتنے ایسے بیدار نہ ہو جائیں کہ ان کا تدارک شکل اور دشوار ہو جائے۔ بادشاہ نے قتلخاں کے محروصے پر بالکل توجہ نہ کی اور اپنے چہرے بھائی ملک فیروز کو اپنا نائب مقرر کر کے خان جہاں اور ملک کبیر کو فیروز کی مدد کے لیے دہلی میں چھوڑا اور خود شکستہ میں دارالخلافت سے روانہ ہو کر قصبہ سلطان پور میں جو شہر سے پندرہ کوس کے فاصلے پر آباد ہے قیام ہوا تاکہ سارا لشکر بادشاہ کے علم کے نیچے جمع ہو جائے۔ بادشاہ پارہ رکاب ہی تھا کہ عزیز حار کی عرضی اس مضمون کی پہونچی کہ چونکہ امیران صده یوفا اور فتنہ انگیزی کے خوگر ہیں اور میں ان سے بید قریب کے مقام پر خیمہ زن ہوں اس لیے دھڑار کے لشکر کو ترتیب دیکر ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوتا ہوں بادشاہ اس خط کو پڑھ کر پریشان ہوا اور اُس نے کہا کہ عزیز خوار نا تجربہ کار اور اُٹیں جنگ سے نا بلند ہے عنقریب اس کے قتل کی خبر آیا جاہتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بہت جلد اطلاع ملی کہ باغیوں کے سامنے عزیز خوار کے اصران خطا ہو گئے اور خوف زدہ ہو کر گھوڑے سے گر پڑ کر کشوں نے اُس کو گرفتار کر کے بری طرح تہ تیغ کیا۔ محمد تعلق سلطان پور سے روانہ ہوا ایک من اٹائے راہ میں بادشاہ نے ضیائے برنی سے کہا کہ اگرچہ لوگ کہتے ہیں کہ ملک کے فتنے بادشاہ کی سیاست سے پیدا ہوتے ہیں لیکن میں اپنا ہاتھ معطل اور بے کار رکھنا

نہیں چاہتا۔ بادشاہ نے سوچ برنی سے پوچھا کہ تم نے تاریخ کی اکثر کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تم بتاؤ کہ کن موقوفوں پر بادشاہ کی سیاست حق بجانب کہی جاسکتی ہے علامہ برنی نے کہا کہ تاریخ کسروی میں لکھا ہے کہ بادشاہ کو سات موقوفوں پر سیاست کرنا لازم ہے یہ ہفت گانہ جرائم حسب ذیل ہیں۔

(۱) دین حق سے ارتداد کرنا

(۲) عداؤت نا حق کرنا

(۳) بیابہتہ مرد کا شوہر دار عورت سے زنا کرنا

(۴) بادشاہ وقت کے ساتھ بغاوت کرنے کا خیال کرنا

(۵) کسی قتلہ بغاوت کا سر لشکر بن کر فساد برپا کرنا

(۶) رعایا کا سرکشوں سے موافقت کر کے باغیوں کو ہتھیار اور روپیہ سے مدد دینا

(۷) بادشاہ کے حکم کی امانت کرنا اور پوری طرح اُس پر عمل پیرا نہ ہونا۔

محمد تعلق نے پھر پوچھا کہ ان قسموں میں حدیث صحیح سے کن اقسام کی مطابقت ہوتی ہے۔ علامہ برنی نے جواب دیا کہ پہلی تین قسموں کی بابہ صحیح حدیث وارد ہیں یعنی ارتداد زنا اور قتل کے احکام فقہ اور احادیث میں تفصیل کے ساتھ مندرج ہیں باقی چار قسمیں صلح ملک کا لحاظ کر کے خاص بادشاہوں کے لئے تجویز کی گئی ہیں۔

محمد تعلق نے کہا کہ قدیم زمانے میں رعایا کے افعال میں سلامت رومی اور اقوال میں سچائی پائی جاتی تھی لیکن اس زمانے میں نیکیاں برائیوں سے بدل گئی ہیں اور گردش روزگار نے میرے ہاتھ خلق خدا کے خون سے رنگین کیئے ہیں۔ میری سفاکی کا یوں ہی خاتمہ ہو سکتا ہے کہ یا تو مخلوق اپنی بدکرداریوں سے باز آئے اور یا میں خالق کے پاس چلا جاؤں۔ تم غور سے دیکھو کہ مجھے اس سیاست کے بغیر چارہ نہیں ہے رعایا اپنی بد اعمالی سے باز نہیں آتی اور میرے پاس کوئی ایسا دشمنند اور فرزانہ وزیر نہیں ہے جو اپنی حکمت علی سے رعایا کو برگشتہ ہونے دے اور اُن کی روک تھام رکھے۔ غرض کہ بادشاہ اپنے رنگین فسانے سناتا ہوا آگے بڑھا اور گجرات کے قریب کوہ البرکھ ملک پہونچا۔ محمد تعلق نے اپنے ایک معتبر امیر شیخ معز الدین کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے آگے روانہ کیا۔ معز الدین دیوبی کے نواح میں پہونچا اور خواجہ جہاں بھی اُس سے ملا۔ شاہی امیروں اور باغیوں

میں خنزیر جنگ ہوئی بادشاہی امیروں کو قح ہوئی اور باغی شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگے۔ بادشاہ بھوکھڑے واپس ہو کر بھرج آیا اور وہیں اُس نے قیام کیا اور ملک قبول اور عماد الملک وزیر المملک کو امتیازِ صددہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عماد الملک نے دریائے زہدا کے کنارے پہنچ کر اکثر باغیوں کو تہ تیغ کیا اور اُن کی اولاد اور اُن کے حاشیہ نشینوں کو گرفتار کر لیا۔ باغی امیروں میں جو زندہ بچے انھوں نے ماندیو منابط بکلا نہ کے واس میں پناہ لی ماندیو نے پادشاہی قہر و غضب کا اندازہ کر کے ان امیروں کو تاخت و تالیع کر کے انھیں خستہ و پریشان حال کر دیا اور اس طرح گجرات ان امیروں کے قتل سے بالکل صاف ہو گیا۔ عماد الملک نے چند روز زہدا کے کنارے مقام کیا اور شاہی حکم کے موافق اکثر امیروں کو قتل کیا۔ جو لوگ عماد الملک کی تلوار سے بچ رہے تھے وہ اطراف و نواح میں آوارگی و پریشانی کی حالت میں تشر ہو گئے بادشاہ نے تھوڑے دنوں بھر وچ میں قیام کیا اور بھرج کی پات اور تیر دوسرے گجرات کے مشہور شہروں کا مال و خزانہ جو لوگوں کے پاس بچ رہا تھا زبردستی ان سے چھین کر شاہی خزانے میں داخل کیا۔ اہل گجرات میں جو ذرا سا بھی مشتبہ سمجھا گیا بادشاہ نے اُسے موت کے گھاٹ اتارا اور اس فساد کو اس طرح مٹایا کہ دوسرا عظیم الشان فتنہ جو پہلے قتل سے بھی زیادہ خطرناک تھا جاگ اٹھا۔ محمد تغلق نے زین الدین زند جو مجد الدین کے خطاب سے مشہور تھا اور رکن الدین تھانیسری کے فرزند کو جو اس عصر کے نامی ہمد اور فتنہ پرداز تھے دولت آباد روانہ کیا۔ ان امیروں کو حکم ہوا کہ دولت آباد کے اہل فساد خواہ امیران صددہ ہوں یا کوئی اور سب کے سب گرفتار کر کے تہ تیغ کر دئے جائیں لیکن ان امیروں کی روانگی کے بعد اپنے اس حکم پر نادم ہوا اب بادشاہ نے یہ مناسب جانا کہ ان باغیوں کو اپنے حضور میں بلا کر تہ تیغ کرے محمد تغلق نے مجد الدین وغیرہ کے بعد ملک علی افسر جامدار اور ملک احمد لاجپن کو جو امیر خسرو کے عزیز قریب تھے متلعخاں کے بھائی عالم الملک کے پاس فرمان لے کر روانہ کیا اور عالم الملک کو لکھا کہ اس نواح کے تمام مشہور امیران صددہ کو ایک نہر اپانچ سو سواروں کی جمیت سے ملک علی اور ملک احمد کے ہمراہ شاہی حضور میں روانہ کرے۔ عالم الملک نے راجپور۔ مدل۔ گلمرگ۔ بیجا پور۔ منجوتی۔ ابلخ۔ کلیر۔ بکری۔ بڑار۔ اور رام گیر وغیرہ نامی

شہروں کے امیران صده کو دولت آباد بلایا۔ مالک محروسہ کے امرا بادشاہ کی سیاست اور خوزری کے اخبار سن چکے تھے اور ہر شخص بجائے خود درہا تھا عالم الملک نے ملک علی اور احمد لاپین کو بطور عامل ان امیروں کے لانے کے لیے روانہ کیا۔ ان امیروں نے نصیر الدین غلیٰ۔ قزلباش حاجب۔ حسام الدین اسماعیل بخ اور حسن گانگو وغیرہ نامی امیروں کو بڑی کوشش سے گلبرگے میں جمع کیا اور انہیں ہمراہ لے کر دولت آباد روانہ ہوئے۔ یہ امیر دولت آباد پہنچے اور عالم الملک نے ان کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب یہ قافلہ درہ مانک یونج کے پاس جوچ اور دون کے درمیان واقع ہے پہنچا تو فرستادہ امیر بادشاہ کئی سفار کی سے اور خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے ایک انجمن مشاورت ترتیب دیکر باہم یہ طے کیا کہ بادشاہ کا ہیں اپنے روبرو طلب کرنا ہمارے قتل و خوزری کا فرمان ہے ظاہر ہے کہ ہیں اپنے کو بکری کی طرح اپنے ہاتھ پانوں باندھ کر اپنی جان ایسے بیرحم قصاب کے سپرد کرنا بالکل عقل اور دور اندیشی سے بعید ہے بہتر ہے کہ ہم ایسے سفاک مالک کے مقابلے میں بغاوت پر مکر باندھ کر اپنی جانیں بچائیں۔ ان امیروں نے یہ مشورہ کر کے افسران شاہی پر عین کوہ کے وقت حملہ کیا اور احمد لاپین کو قتل کر کے اس کے تمام مال و متاع کو لوٹ لیا۔ کس علی جادار نے اپنی جان بچائی اور بھاگتا ہوا رام گڑ پہنچا۔ امیران صده فوراً پلٹے اور انہوں نے دولت آباد کا محاصرہ کر لیا اور تمام شہر و خدم پر اپنا قبضہ کر کے اسباب و خزانہ پر مالکانہ تصرف کرنے لگے۔ ان امیروں نے عالم الملک کو اس کے حسن سلوک کی وجہ سے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا یا لیکن دوسرے تمام شاہی عاملوں کو میدان تیغ کر کے رکن الدین تھامیر سی کے فرزند کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور دولت آباد کا خزانہ اس میں تقسیم کر کے بادشاہ کی سیاست سے بخون و خطر ہو گئے۔ گجرات کے نقیب امیران صده جو سلطانی قہر و غضب سے ڈرے ہوئے جنگلوں اور جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے اپنے دینی رہائیوں کی کامیابی کی خبریں سن کر انہیں سے آٹے۔ ان تمام امیروں نے اسماعیل بخ کو جو قتل و شجاعت کی مجسم تصویر تھا اپنی سرداری کے لیے منتخب کر کے نصیر الدین اسماعیل کے خطاب سے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ محمد تعلق نے بھرچ میں سارا واقعہ سنا اور اسی وقت باغیوں کی منیہ کے لیے دکن روانہ ہوا۔

بادشاہ اسی سال بھرچ سے دولت آباد آیا۔ امیروں نے بھی اپنی فوج کسے پرے
 جمائے اور لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ ان امیروں نے محمد تغلق کے مقابلے میں ایسے
 جوہر دانجی دکھائے کہ بادشاہ کا سینہ اور میرہ بالکل درہم دیرہم ہو گیا۔ قریب تھا کہ
 بادشاہ کو خود کوئی صدمہ پہنچے کہ امیران صدمہ کے مقدمۃ الجیش کا افسر شاہی لشکر کے
 ہاتھوں قتل ہوا۔ اس امیر کے قتل ہوتے ہی چار ہزار سوار میدان جنگ سے بھاگے۔
 اس درمیان میں رات کی سیاری بھی زیادہ پھیل گئی اور طرفین ایک دوسرے کے حال
 سے بیخبر ایک جدا جدا سمت بھاگے اور ہر فرقہ میدان جنگ کے حوالی میں خیمہ زن
 ہوا۔ امیران صدمہ نے پھر بزم مشاورت منعقد کی اور باہم یہ طے پایا کہ سنیل نغ قلعہ
 کی حفاظت کے لیے تھوڑا لشکر اپنے ساتھ لے کر دولت آباد میں قیام کرے اور
 بقیہ امرا گلبرگ پہنچ کر اپنی اپنی جاگیروں کا انتظام کریں۔ جب بادشاہ دولت آباد سے
 کوچ کر کے سرحد کن کے باہر ہو جائے تو یہ امیر پھر بیجا ہو کر بقیہ ہم کو انجام دیں اس
 قرار داد کے موافق آٹھ قلعہ دھارا میں جو غلہ اور تمام ضروریات زندگی کی چیزوں سے
 معمور تھا پناہ گزیں ہوا اور دوسرے امیران صدمہ جن میں سن گانگو بھی داخل تھا اپنی
 اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے محمد تغلق نے اپنے شیر عدا الملک کو جو اس کے قبل ان
 امیران صدمہ سے المپور میں شکست کھا کر نذر بار سلطان پور میں زندگی کے دن
 بسر کر رہا تھا دوسرے نامی امیروں کے ہمراہ باغیوں کے تعاقب میں گلبرگے روانہ
 کیا اور خود دولت آباد کے کوٹنگ خاص میں مقیم ہوا۔ بادشاہ نے دولت آباد کے
 اکثر باشندوں کو امیر نور دزر گرگین کے ساتھ دہلی روانہ کیا۔ بادشاہ نے ایک فتح نامہ
 بھی امیر نور دزر کے ہاتھ دہلی روانہ کیا اور ارکان دولت کو حکم دیا کہ جامع مسجد دہلی
 کے منبر پر فتح نامہ با آواز بلند پڑھوا کر شہر میں خوشی کے شادیاں بکھریں۔ محمد تغلق نے
 قلعہ دھارہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور بیشمار سپاہی اور پیادوں کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ
 کر لیا۔ ہر روز چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں اور قلعہ کے اندر اور باہر ہر چار طرف
 خون کی ندیاں بہتی تھیں تین مہینے کامل اسی حالت میں گزرے تھے کہ ناگہاں گجرات
 سے خبر آئی کہ ملک طغی صفدر الملک کے غلام نے جو خود بھی احمدیاز خواجہ جہاں کا
 غلام تھا فساد برپا کیا ہے۔ طغی نے امیران صدمہ کے کوہستانی پناہ گزینہ گروہ کو

اینا ہم آواز بنا کر نہروال میں قدم جمائے ہیں اور ملک مظفر نائب شیخ معزالدین حاکم گجرات کو قتل کر کے اس بغاوت پیشہ نے معزالدین اور اس کے عاملوں کو قید کر لیا ہے اور کنیاہ کو غارت کر کے اب بھروج کے قلعے کے نیچے خیمہ زن ہے بادشاہ اس خبر کو سن کر گھبرا گیا۔ محمد مغلطی نے خداوند زادہ ملک قوام الدین کو شیخ برہان الدین بلگرامی اور ظہیر الجیوش وغیرہ جیسے نامی امرا کے ہمراہ دولت آباد کے محاصرے کے لیے چھوڑا اور خود جلد سے جلد گجرات روانہ ہوا۔ بادشاہ ساکنان دولت آباد کے بقیہ لوگوں کو بھی اپنے ہمراہ دہلی لے چلا دکنیوں نے شاہی لشکر کا تعاقب کیا اور چند ہفتی اور خزانے کو لوٹ کر بہت سے شاہی سپاہیوں کو تہ تیغ کیا بادشاہ دریائے زبرد کو عبور کر کے بھرج پہنچا۔ طغی بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر بھرج سے کنیاہت واپس آیا۔ بادشاہ نے ملک یوسف بھرا کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ حوالی کنیاہت میں طغی اور بقرا میں لڑائی ہوئی اور یوسف اکثر معتبر فوجیوں کے ہمراہ میدان جنگ میں کام آیا۔ یوسف کے باقی ماندہ سپاہی بھاگ کر بادشاہ کے لشکر میں پناہ گزیں ہوئے۔ طغی کی سرکشی اب اور بڑھی اور اس نے شیخ معزالدین اور اس کے عاملوں کو قید خانے سے نکال کر تہ تیغ کیا۔ بادشاہ غصے سے تھراتا ہوا کنیاہت روانہ ہوا۔ طغی کنیاہت سے بھاگ کر اسادل میں جواب احمد آباد کے نام سے موسوم ہے پناہ گزیں ہوا۔ بادشاہ بھی طغی کے نقش قدم پر چلا اور بہت جلد احمد آباد پہنچ گیا۔ طغی نے احمد آباد کو بھی چھوڑا اور نہروال میں جا کر مقیم ہوا۔ بادشاہ نے کثرت بارش کی وجہ سے احمد آباد میں ایک مہینہ قیام کیا۔ اسی درمیان میں خیر پہوچی کہ طغی نے اچھی خاصی جمعیت پہوچیائی ہے اور نہروال سے احمد آباد کی طرف روانہ ہو کر گڑھی میں خیمہ زن ہے اور لڑنے کے لیے تیار ہے۔ محمد مغلطی نے عین برسات میں اسادل سے کوچ کیا اور گڑھی پہنچا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوتے ہی طغی اور اس کے ہمراہی شراب کے نشہ میں سرشار فذا بیان قوم کی طرح بادشاہ کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن چونکہ ان مخوروں کے سامنے ہاتھیوں کی قطار کھڑی تھی ان کی کچھ کارباری نہو سکی اور شکست کھا کر درختوں کی جھڈ میں گھس گئے۔ اور جھاڑیوں کے راتے سے بھاگتے ہوئے نہروال پہنچے۔ طغی کے پانچو سپاہی جو اس جگہ ٹریں بچ رہے وہ گرفتار ہو کر بادشاہ کے

حکم سے سراپاب ہوئے محمد تعلق نے یوسف بقرا کے بیٹے کو باغیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ یوسف کو راتے میں دن تمام ہوا اور رات ہوتے ہی اُس نے ایک جگہ قیام کیا۔ طئی کو موقع مل گیا اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو ہمراہ لے کر نہر والے سے بھاگا اور دریائے رن کو پار کر کے کچھ ہوتا ہوا گلیہ کی طرف بھاگا۔ محمد تعلق بھی تین دن کے بعد نہر والہ میں وارد ہوا۔ اور حوض سنک کے کنارے شاہی خیمے نصب کیے گئے بادشاہ گجرات کے سمور اور سرسبز کرنے میں مشغول ہوا۔ صوبے کے تمام مقدم اور راجہ ہر طرف سے بادشاہ کی حضور میں حاضر ہو کر تحفہ و نذرانے پیش کرنے لگے ہر شخص شاہی انعام و اکرام سے سرفراز ہوا محمد تعلق کی کوشش اور انتظام سے گجرات کی پریشانی رفع ہوئی اور ملک میں سرسبزی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ طئی کے چند مشہور لشکری جو اپنے امیر سے جدا ہو کر راتہ منڈل کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے تھے ان کے سر بھی راجہ نے قلم کر کے بادشاہ کے خدمت میں روانہ کیے۔ محمد تعلق گجرات کی مہمات کے انجام دینے میں مشغول ہی تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ دکن کے جو اس بادشاہ سے شکست کھا کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے پھر ایک جامع ہوئے اور حسن گانگو کی سرداری میں انھوں نے فتنے کی آگ بھڑکائی اور شاہی شیر عدا الملک کو متوجہ کر کے خداوند زادہ قوام الدین اور ملک جوہر اور ظہیر الجیوش وغیرہ عمال شاہی کو پریشان کر کے مالوے کی طرف بھاگا دیا ہے۔ اسمیل مخ بھی دولت آباد کے ملنے سے نکل کر ان امیروں سے آملہ ہے اسمیل نے عکرائی سے استعفا دیدیا اور امیر ان صده نے حسن گانگو کو سلطان علاء الدین کا خطاب دیکر دکن کا فرمانروا تسلیم کر لیا ہے۔ بادشاہ اس خبر کو سن کر عیدہ رنجیدہ ہوا اور دل میں سمجھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے سب اسی چند روزہ سیاست کا نتیجہ ہے جس نے نہر والہ میں بادشاہ کے سفاک ہاتھ رعایا کے خون سے رنگین کئے تھے۔ محمد تعلق نے چند روز سیاست سے کنارہ کشی کر لی ملک فیروز۔ خواجہ جہاں ملک غزنوی صدر جہاں اور امیر رنجیدہ وغیرہ نامی ارکان سلطنت کو مع ان کی فوجوں کے حسن گانگو کی سرکوبی کے لئے دہلی سے اپنے پاس بلایا لیکن محمد تعلق کو دکن کے اخبارات سے براہِ رہی معلوم ہوتا رہا کہ حسن گانگو نے بہت بڑی جمعیت اور قوت حاصل کر لی ہے۔ بادشاہ نے ان خبروں کی بنا پر امیروں کا اس مہم پر بھیجا ملتوی کیا اور حکم راہ

کر لیا کہ گجرات کی مہم اور کرناٹ (جو ناگدھ) کی تسخیر کے بعد خود حسن کی سرکوبی کے لئے دکن روانہ ہو۔ بادشاہ نے گجرات میں دو سال قیام کیا۔ پہلا سال تو لشکر کی ترتیب اور نئی بھرتی میں صرف ہوا اور دوسرا سال بادشاہ نے کرناٹ کے فتح کرنے میں صرف کیا۔ کرناٹ کے تمام گھمٹے اور راجہ بھی مطیع اور باجگذار ہو کر بادشاہ کی حضوری میں باریاب ہوئے اور کنکار دیو راجہ کچھ بھی شاہی ملحقہ گھوڑوں میں داخل ہو کر بادشاہ کی مہربانیوں سے سرفراز ہوا۔ نظام الدین احمد کے بیان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد تغلق نے صوبہ کرناٹ کو فتح کر کے اس نواح کے راجاؤں کو اپنا باجگذار بنایا لیکن صحیح یہ ہے کہ کرناٹ کے قلعے کو سوا محمود شاہ گجراتی کے اور کسی فرماں روا نے فتح نہیں کیا بلکہ محمد تغلق نے راجہ کی اطاعت کو کافی سمجھ کر قلعے کی تسخیر سے ہاتھ اٹھالیا۔ علامہ ضیاء الدین برنی لکھتا ہے کہ محمد تغلق نے اسی درمیان میں ایک دن مجھ سے کہا کہ میری سلطنت کے ہر عضو میں مختلف امراض پیدا ہو گئے ہیں اگر ایک کا علاج کرتا ہوں تو دوسری بیماری بڑھتی ہے تم نے چونکہ تاریخ کی کتابوں کا بخوبی مطالعہ کیا ہے تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ مورخ برنی لکھتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک تاریخ میں دیکھا ہے کہ اگر کسی فرمانروا سے اُس کی رعایا نفرت کرنے لگے اور ملک میں فساد کی آگ روشن ہو جائے تو بادشاہ کو یہی مناسب ہے کہ بھائی یا بیٹے کو اپنا جانشین بنا کر خود غفلت نشین ہو جائے اور اگر تخت سلطنت چھوڑنا گوارا نہ تو ان باتوں سے پرہیز کرے جن سے رعایا کی نفرت میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے۔ بادشاہ نے ضیاء برنی کو جواب دیا کہ نہ میرا کوئی ایسا فرزند ہے جو میرا قائم مقام ہو اور نہ میں سیاست سے کنارہ کش ہو سکتا ہوں جو کچھ ہونا ہے وہ مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔

سے شود شود نشود گو مشوچہ خواہ شد بد مخضر یہ کہ ندل میں جو کرناٹ سے پانچ کوس کے فاصلے پر آباد ہے بادشاہ چار پڑا قبل اسکے کہ بادشاہ کو ندل پہنچے محمد تغلق نے ٹیٹلر کو لکھ کر

نے دہلی میں وفات پائی خواجہ جہاں اور عماد الملک نائب وزیر کو دہلی روانہ کیا اور مخدوم زادہ اور دوسرے ارکان سلطنت کو دہلی سے اپنے پاس بلایا بادشاہ کو ندل پہنچا اور اہرائے دہلی اپنے خدم اور اسباب شاہی کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ بادشاہ نے دکن کی مہم کے لئے لشکر آراستہ کیا اور بیماری سے

بھی فی الجملہ اُسے صحت ہو گئی۔ محمد تعلق نے دریا پور۔ لٹان۔ اچھ اور سیوستان سے کشتیاں ٹھٹھ کی طرف بلوائیں اور کوندل سے روانہ ہو کر دریا کے کنارے پہنچا بادشاہ طغی کی سرکوبی کے لیے دریا کے پار اُترا اور لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ دریا کے دوسرے کنارے پر خیمہ زن ہوا۔ اسی دوران میں اتون جہاد بھی اپنی ہزار مغل سپاہیوں کا لشکر جسے امیر فرخ نے محمد تعلق کی مدد کے لیے روانہ کیا تھا ہمراہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے امیر اور سپاہیوں پر شاہانہ نوازش فرمائی اور سومرہ کے گردہ کی تینہ کے لیے جن کے دامن میں طغی تک حرام نے پناہ لی تھی ٹھٹھ کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ نے تینیس کوس راہ طے کی تھی کہ عاشورے کا دن آیا اور بادشاہ تے حسب عادت روزہ رکھا۔ افطار کے وقت تازہ مچھلی کھائی اور اُس کے قدیم مرض یعنی بخار نے پھر عود کیا۔ محمد تعلق نے مرض کی پروانہ کی اور اسی طرح کشتی میں سوار سفر کی مندریں طے کرتا رہا۔ جب ٹھٹھ چودہ کوس رہ گیا تو بادشاہ نے قیام کیا یہ مرض کا یہ حال تھا کہ بلجہ ترقی کر رہا تھا اور بخار کی حدت سے پریشانی اور اضطراب میں اضافہ ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ اکیس محرم ۸۵۷ء کا آخری دن آیا اور محمد تعلق ساجتار اور پریطیت و سطوت فرمانروا خاک میں پنہاں ہوا محمد تعلق نے عین نزع کے عالم میں مندرجہ ذیل اشعار نظم کیے۔

بسیار دریں جہاں جمیدیم بے بسیار نعیم و ناز دیدیم
اسپان بلبہ بر نشستیم بے ترکان گراں بہا خریدیم
کردیم بے نشاط و آخر بے چوں قامت ماہ نو خریدیم
اس بادشاہ نے ستائیس سال فرمانروائی کی۔

سلطان فیروز شاہ تعلق

موضین لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ محمد تعلق کا چچا جانی تھا۔ محمد تعلق کا ہمیشہ سے ہی خیال تھا کہ فیروز شاہ کو اپنا قائم مقام اور جانشین بنائے۔ محمد تعلق کی علالت میں فیروز شاہ نے بادشاہ کی خدمت گزاری اور تیمار داری میں جان و دل سے کوشش کی

اور اپنی اس وفا شعاری سے بادشاہ کے بیار دل میں خوب جگہ کر لی۔ محمد تعلق کا خیال بالکل بچتہ ہو گیا اور بادشاہ نے اپنے آخر وقت فیروز شاہ کی دلی عہدی کا زبان سے بھی اعلان کر دیا۔ محمد تعلق کے بعد لشکر میں بڑی بڑی پھیلی لیکن فیروز شاہ اور بعض بیخودان سلطنت نے اپنے حسن انتظام سے فوج کی عینگی کو دور کیا اور مہمات سلطنت کے انجام دینے میں مشغول ہوئے۔ سب سے پہلے اتون بہادر اور اُس کے شاہی امیر جو ملک قرقن کی طرف سے فوج لے کر محمد تعلق کی مدد کے لئے آئے تھے یہ کہہ واپس کر دیئے گئے کہ اب اُن کا ہندوستان میں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ قرقنی فوج اور ہندی سپاہیوں میں باہم کچھ ریش ہو جائے اور یہ آپس کی ناچاقی کوئی دوسرا ایسا فساد پیدا کر دے کہ اُس کا تدارک کرنا مشکل ہو جائے ان حلیف امیروں کو سمجھا دیا گیا کہ شاہی لشکر کے کوچ کرنے سے قبل ان کی فوج کا اپنے وطن کو روانہ ہو جانا ہر طرح قرین مصلحت ہے۔

اتون بہادر نے بھی اس مشورے کو قرین صواب سمجھ کر اپنے ڈیرے اور خیمے اٹھا کر کوچ کر کے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔ ترشہ میں خاں کے داماد امیر نوروز گریں پر جو محمد تعلق کے زمانے میں ہندوستان اگر شاہی امیروں میں داخل ہوا تھا کفرانِ نعمت کا بھوت سوار ہوا اور یہ بھی اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اتون کے پاس پہنچ گیا۔ امیر نوروز نے اتون سے کہا کہ ظاہر ہے کہ ہندی فرمانروا دنیا سے کوچ کر گیا ہے اور لشکر بے دولہ کی بارات ہو رہا ہے بادشاہ مرحوم کا جانشین اب تک کوئی مقرر نہیں ہوا۔ اور لوگ اپنے اپنے مال کا ریس بھید پریشان ہیں۔ سپاہ گری کی شان تو یہی ہے کہ ہم بھی اس وقت سے فائدہ اٹھائیں اور کل جبکہ دہلی کی سپاہ یہاں سے کوچ کرے ہم اپنے کو شاہی خزانے تک پہنچا کر نقد و جواہر جو کچھ ممکن ہو اپنے قبضے میں لے آئیں۔ اتون اس کا فریفتگی کی باتوں میں آگیا اور دوسرے دن شاہی لشکر حقیقتاً بے سر کی فوج کا مصداق بن کر روانہ ہوا۔ اتون اور امیر نوروز نے قرارداد کے موافق لشکر پر چھاپہ مارا اور خزانے کے چند صندوقوں کو جو اونٹ پر لدے ہوئے جا رہے تھے اپنے قبضے میں کر لیا۔ ان باغیوں نے بہت سے نوڈی اور غلام بھی گرفتار کیئے اور قتل اور غارت گری میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ تعلق امیروں نے بڑی دقتوں اور خوف سے راستہ کاٹا اور جس طرح ممکن

ہو سکا اپنے کو سیوستان تک جو عام طور پر سہوان کے نام سے مشہور ہے پہنچایا۔ اس غارت شدہ جماعت نے رات بھر جاگ کر صبح کی اور خزانے کی حفاظت میں اپنے اوپر خواب و خور حرام کر لیا۔ دوسرے روز مخدوم زادہ عباسی اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی اور نیز دوسرے علما اور اولیاء ارکان دولت کی ایک جماعت بالاتفاق ملک فیروز باریک کی بارگاہ میں آئی اور ان بزرگوں نے مرحوم سلطان کے نام زدہ دلی عہد سے کہا کہ محمد تغلق نے اپنے آخری وقت میں فیروز کو اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے اب صلاح وقت یہی ہے کہ مہمات سلطنت کو بے کار نہ رکھا جائے اور بادشاہ مرحوم جانشین تخت سلطنت پر بیٹھ کر رعایا کی باگ اپنے ہاتھ میں لے اور ملک میں امن و امان کا سکھ رائج کرے۔ ملک فیروز نے سفر حجاز اور زیارت حرمین شریفین کا ارادہ ظاہر کر کے فرمانروائی سے انکار کیا۔ ہر چند فیروز شاہ نے عذر کیا لیکن ان بزرگوں نے ہر طرح پر اس نیک نیت فرمانروا کو مجبور کیا۔ علما اور اعیان سلطنت کے اصرار سے ملک فیروز نے ۲۳ ماہ محرم ۷۵۷ھ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ تخت نشینی کے وقت بادشاہ کی عمر بیچاس سال سے کچھ اوپر تھی۔ جلوس کے پہلے ہی دن بادشاہ نے ہزاروں بندگان خدا کو جو ٹھٹھہ اور مغلوں کے نظر بند تھے روپیہ دے کر خرید کیا اور جلوس کے تیسرے روز بیدستان و شوکت کے ساتھ سوار ہو کر شہر کی طرف روانہ ہوا راستے میں مغلوں اور ٹھٹھہ کے مضہ ہ پرواز گردہ شاہی لشکر کی فراحت کرتے تھے یہ لوگ جس طرف سے حملہ کرتے تھے شاہی پیادے ان کو قید اور قتل کرتے جاتے تھے چنانچہ ایک گردہ کنیر غل سرحدوں کا تہ تیغ کیا گیا۔ امیر نور دگر گئیں اور انتوں بہا در نے اب توقف میں خیر نہ دیکھی اور جلد سے جلد اپنے وطن روانہ ہو گئے۔ قوم ٹھٹھہ کا فتنہ انگیز گردہ جو طینی کی ترفیب سے ملک میں فساد مچا رہا تھا اپنی حقیقت کو سمجھ گیا اور اپنی بساط کے باہر قدم رکھنے سے باز رہا۔ فیروز شاہ کا جلوس ملک اور رعایا کے لئے مبارک ثابت ہوا سلطنت میں امن و امان اور رعایا کو خارج البالی میسر ہوئی۔ اب بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سیوستان سے لکھنؤ دارد ہوا فیروز شاہ نے لکھنؤ پہنچ کر عالموں۔ درویشوں۔ امیروں اور ارکان دولت کی خلعت و انعام اور شمشیر و اسب سے سرفراز اور مالا مال کیا لکھنؤ کے باشندے بھی شاہی اکرام اور نوازش سے دل شاد کیے گئے۔ فیروز شاہ نے پرانے بادشاہوں کے

فرامین بجال رکھے اور ان کے اجرا کے احکام نافذ کیے گئے۔ جو لوگ کہ فتنہ عمار۔ سیستان۔ خراسان۔ عراق۔ مصر اور بغداد سے سلطان محمد کی بارگاہ میں امداد اور وظائف کی امیدیں لے کر ہندوستان آئے تھے۔ بادشاہ نے ان کو بھی انعام سے سرفراز کر کے انھیں ان کے وطن رخصت کیا۔ خداوند زادہ عماد الملک اور امیر علی غوری طغی ناہنجر کی سرکوبی کے لیے روانہ کیے گئے اور بادشاہ نے خود اچھ کا سفر کیا۔ اچھ پہونچ کر فیروز شاہ نے اس مشہور شہر کے علما اور ارباب استحقاق کو شاہانہ نوازشوں کا رزمین منت بنایا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ احمد آواز المخاطب بہ خواجہ جہاں نے جو محمد شاہ تغلق کا خسر اور نوے سال کا بوڑھا امیر تھا ایک شش سالہ مجبول النسب لڑکے کو مرحوم فرمانروا کا صلیبی فرزند قرار دے کر دہلی کا جائز حکمران تسلیم کر لیا ہے۔ یہ نوعمر کا غیث الدین تغلق کے نام سے تخت حکومت پر بٹھایا گیا ہے۔ اور خواجہ جہاں نے شہر کے عمائد اور ارکان دولت کو اس کی اطاعت کی ترغیب دیکر اچھی خاصی ایک جماعت مددگاروں کی مہیا کر لی ہے بادشاہ نے اس کارروائی کو خواجہ جہاں کی پیرائہ سالی اور بڑھاپے کی حماقت پر محمول کیا اور ایک پروانہ معافی خواجہ جہاں کے نام سے لکھ کر سیف الدین خضیل کے ہمراہ دہلی روانہ کیا اور اس میں خواجہ جہاں کو نصیحت کی کہ ایسی حرکت سے باز آئے جو ملک اور رعایا کے لیے تباہی کا باعث ہو۔ بادشاہ نے آگے قدم بڑھایا اور سفر کی منبریں طے کرتا ہوا دیپالپور میں قیام کیا اور دیپالپور سے منزل بمنزل سفر کرتا ہوا اور آرام لیتا ہوا جودھن پہونچا۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی مزار سے برکات حاصل کر کے بادشاہ نے حضرت بابا صاحب کے جانشین اور ان کے متعلقین اور خانقاہ کے مجاوروں اور خادموں کو تعظیم و انعام و دیگر شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ فیروز شاہ جودھن سے روانہ ہوا اور راستے میں ملک قبول عماد الملک وزیر سلطنت اپنی جاگیر سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فیروز شاہ نے عماد الملک کو مرصع خلعت مرحمت کیا اور وزارت کا عہدہ اور خان جہاں کے خطاب سے سرفراز فرما کر عماد الملک کی عزت اور وجاہت کو وہ چند بلند و بالا کیا۔ فیروز شاہ بانسی کے نواح میں پہونچا اور سید احمد ایاز نے سید جلال ترندی۔ ملک حمید الدین کچھی۔ مولانا نجم الدین اور داؤد خاں خانہ زاد کو انجلی بنا کر فیروز شاہ کی

خدمت میں روانہ کیا۔ اور بادشاہ کو پیغام دیا کہ حکومت کو اب بھی محمد تعلق کے خاندان سے تعلق ہے اگر جہاں پناہ حکمرانی کو چھوڑ کر مرحوم سلطان کے وارث کے سپرد کر کے خود نیابت کا کام انجام دیں تو ہر طرح پر باعث اطمینان اور قابل تحسین ہوگا۔ فیروز شاہ نے محمد تعلق کے تمام امیروں اور ارکان دولت کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ تم لوگ بادشاہ کے محرم راز اور اس کے مقرب ہو مجھ سے صاف بیان کرو اگر مرحوم بادشاہ نے اپنا کوئی صحیح جانشین چھوڑا ہے تو میں تحت حکومت اس کے حوالے کر کے خود اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شعار بناؤں۔ عام درباریوں نے بالاتفاق کہا کہ محمد تعلق نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا اور وراثت اور وصیت دونوں طرح پر تحت و سلطنت کے جائز حاکم جہاں پناہ ہیں۔ اس مجلس میں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، مولانا کمال الدین سمانہ اور مولانا تمس الدین باغری جیسے نامی علما اور مشائخ بھی موجود تھے بادشاہ نے جانشینی کی بابت ان بزرگوں سے بھی سوال کیا مولانا کمال الدین نے فرمایا کہ جس نے کام کی ابتدا کی ہو اسی کو اس کام کو انجام تک پہنچانا افضل و بہتر ہے۔ مؤلف فرشتہ عرض کرتا ہے کہ علما کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ جہاں کا نوعمر بادشاہ ضرور محمد تعلق کا بیٹا تھا اس لیے کہ ان حضرات نے محمد تعلق کے لادہ ہوئے کی گواہی نہیں دی بلکہ ایک دوسرے ہی مسئلے کا تذکرہ کر کے گفتگو کو ختم کر دیا۔ مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے احمد ایاز کے ملازموں کو حراست میں لے لیا اور قاصدوں کے گردہ میں سے داؤد خانہ زاد اور مولانا زادہ کو خواجہ جہاں کے پاس نصیحت کے لیے بھیجا کہ اپنے خیال سے بانٹائے۔ داؤد خانہ زاد کے پہنچنے کے بعد اکثر امیرین میں ملک تنخوا حاجب اور ملک حسن لمٹانی وغیرہ خواجہ جہاں کے رفیق طریق بھی شامل تھے اور جو اس موافقت میں اس کم نقل بوڑھے امیر سے روپیہ بھی لے چکے تھے فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے حلقہ بگوش بنے اور اسی دوران میں طغی کے مارے جانے کی خبر ملک کے ہر گوشے میں منتشر ہو گئی قموڑے ہی دنوں میں بادشاہ کے گھر میں وارث تاج و تخت یعنی شاہزادہ فتح خاں کی ولادت نے شاہی اقبال اور تحسندی کے آثار کو اور روشن کر دیا۔ خواجہ جہاں نے ان واقعات کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ اس کے سلوک کا انجام اچھا

ہوگا اب اس بوڑھے امیر کو اپنی حرکت پر ندامت ہوئی اور اُس نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا معمم ارادہ کر لیا۔ خواجہ جہاں نے اشرف الملک غلی اور ملک حسین مرزا کو اپنے گناہوں کی معافی کے لئے فیروز کی خدمت میں بھیجا بادشاہ نے جان کی امان دی اور خواجہ جہاں اپنے ہی خواہوں کے ساتھ سرسبز آباد اور برہنہ اور گردن میں پگڑی لٹکائے ہوئے شاہی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے خواجہ جہاں کو ہانسی کے کو توال کے سپرد کیا اور اُس کے ایک ساتھی ملک خطاب کو سرہند جلاوطن کیا اور دوسرے مددگار شیخ زادہ بسطامی کو بالکل خارج البلد کیا۔ اس قصے کے بعد دوسری رجب ۸۵۷ء میں فیروز شاہ نے دہلی کے تخت حکومت پر جلوس کیا اور اس میں شبہ نہیں کہ بڑے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے عہد میں تمام رعایا کی مرادیں برائیں اور ملک میں سرسبزی اور فراخ البالی پیدا ہو گئی بادشاہ نے امیروں اور ارکان دولت کو خطاب اور منصب سے مستفید اور سرفراز کیا۔ حضرت شیخ بہار الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ صدر الدین کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا۔ خداوند زادہ قوام الدین کو خطاب خداوند خانی دیا گیا اور وکیلہ دینی کا عہدہ سپرد کیا گیا ملک تاتار خاں نائب وکیلہ دار۔ سیف الملک شکار بیگی اور خداوند زادہ عماد الملک سرسلاحدار بنائے گئے اُس زمانے میں جو شاہزادے کہ سلاطین غور کی نسل سے تھے انھیں خداوند زادہ کہتے تھے ازر جو شاہی امیر کے عطا کیا گیا کی اولاد تھے وہ مخدوم زادہ کے لقب سے بکارے جاتے تھے مین الملک شرف دیوان مقرر کیا گیا اور ملک حسین کو مستوفی الملک کا عہدہ عطا ہوا۔ پانچویں صفر ۸۵۷ء بادشاہ نے کوہ سرور کا سفر کیا۔ اس سفر کا مقصد محض سیر و شکار تھا۔ سرور اور اس کے اطراف کے اکثر زمیندار شاہی حضور میں آکر حلقہٴ اطاعت میں داخل ہو گئے۔ اسی سال تیسری جمادی الاول کو دو شنبہ کے دن شاہزادہ محمد خاں دہلی میں پیدا ہوا۔ فیروز شاہ نے جشن عیش عشرت منعقد کیا اور رعایا اور درباریوں کو طاعت و انعام سے مالا مال اور سرفراز کیا۔ ۸۵۸ء میں بادشاہ شکار کھیلتا ہوا کوہ کلا نور کے دامن میں پہنچا اور دریائے سرستی کے کنارے۔ بلند عمارتیں تعمیر کرائیں شکار کھیلنے میں بادشاہ نے خان جہاں کو تمام انتیارات دے کر اپنی نیابت میں دہلی چھوڑا

اور خود حاجی الیاس کی سرکوبی کے لئے لکھنؤ کی روانہ ہوا۔ حاجی الیاس نے بادشاہ سے بغاوت کر کے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ اور بنارس تک اپنی حکمرانی کا دھنکا بجا رہا تھا۔ بادشاہ گورکھپور پہنچا اور وہاں کے راجہ سی اودے سنگھ نے شاہی ملازمت حاصل کر کے دوزخی فیل اور دیگر پیش قیمت تحفے فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کیئے۔ رائے کپور نے بھی گزشتہ آسٹاٹا کا خراج پیش کیا اور دونوں رئیس بادشاہ کے ساتھ لکھنؤ کی مہم پر روانہ ہوئے۔ فیروز شاہ سفر کی منہ لیں ملے کرتا ہوا چندوہ کے اطراف میں پہنچا۔ یہ جگہ حکام بنگالہ کا صدر مقام تھی حاجی الیاس بادشاہ کی آمد سے گھبرایا اور ہندوہ کو چھوڑ کر ایک موضع میں پناہ گزیں ہوا۔ یہ قصبہ کدالہ کے نام سے موسوم تھا اور چونکہ موضع کے ایک طرف پانی اور دوسری جانب گھنا بگل تھا استحکام کی وجہ سے یہ جگہ پناہ کے لئے بید موزوں تھی۔ بادشاہ نے ہندوہ کی رعایا سے کچھ تعرض نہ کیا اور شہر کو اُس کی حالت پر چھوڑ کر آگے بڑھا اور ساتویں ربیع الاول کو کدالہ پہنچ گیا۔ اُسی دن ایک سخت خونریز لڑائی ہوئی اور اسیسویں ربیع الاول کو بادشاہ کا لشکر تھکے جدا ہو کر دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ پانچویں ربیع الآخر کو بادشاہ نے لشکر کی فوج گاہ بدلتے کا ارادہ کیا اور گندگی اور بجا ست سے پریشان ہو کر خود بنفس نفیس دوسری جگہ تلاش کرنے کے لئے سوار ہوا حاجی الیاس المناطیب بیس الدین نے محض اس خیال سے کہ بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کر لیا ہے حصار سے نکل کر شاہی فوج پر حملہ کر دیا اور چند اضطرابی حرکتیں کر کے قلعے میں واپس گیا۔ حاجی الیاس کے چوالیس ہاتھی اور چتر و ظم اور دوسرے لوازمات بادشاہی فیروز شاہ کے قبضے میں آئے حاجی الیاس کی فوج کے بہت سے پیادے مارے گئے اور ایک بڑی جماعت اُس کے سپاہیوں کی گرفتار ہوئی۔ بادشاہ نے فتح گاہ میں قیام کیا اور حکم دیا کہ اسیران لکھنؤ کی رہا کر دئے جائیں۔ چونکہ برسات کا زمانہ آچکا تھا اور بنگالے میں اس قدر بارش ہوئی تھی کہ تپتی باڑی کے تمام کام بند تھے اس لئے اب بادشاہ نے بھی زیادہ بٹھیرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ کہہ کر کہ حریف کے اساتذہ شاہی پر قبضہ کرنا بھی ایک قسم کی فتح ہے اس سال اسی پر اکتفا کیجائے اور سال آئندہ باغی کی اچھی خاصی سرکوبی کر دیکجاگی بادشاہ دہلی روانہ ہوا۔ فیروز شاہ نے ۵۵۵ھ میں دہلی کے قریب دیانے جٹا کے کنارے فیروز آباد بسایا اور ساتویں

شعبان ۵۸۵ھ میں شکار کے واسطے دیبا پور کی طرف روانہ ہوا۔ فیروز شاہ نے دریائے ستلج سے
 ایک نہر نکالی اور قصبہ جھیر تک جو نہر کے مخرج سے اڑتالیس کوس چھٹاں شاخ کو
 لے آیا اور ۵۸۵ھ میں دریائے جمنہ سے ایک شاخ کوہ سرسور اور مندوی کی طرف
 نکالی اور اس شاخ میں سات نہریں اور ملا کر اس عظیم الشان نہر کو ہانسی تک لایا
 ہانسی سے یہ نہر بسین لائی گئی اور یہاں ایک مستحکم قلعہ تیار کیا گیا اور قلعہ بادشاہ کے
 نام پر قلعہ فیروز کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس قلعے سے نیچے ایک تالاب کو دایا گیا جو
 اسی نہر کے پانی سے ہر وقت بھر رہتا تھا۔ ایک ندی دریائے گھاگرہ سے نکالی گئی
 یہ نہر حصار سرتی سے گزرتی ہوئی نہر سر کہترہ میں جالی ان دونوں نہروں کے سنگم پر ایک
 نیا شہر فیروز آباد کے نام سے بسایا گیا۔ اس کے علاوہ ایک نئی شاخ پانی کی اور جمنہ سے
 نکالی گئی اور اس جدید نہر کا پانی فیروز آباد کے تالاب میں گرایا گیا۔ ماہ ذی الحجہ ۵۸۵ھ
 میں خلیفہ عباسی الحاکم بامر اللہ ابو بکر بن ابی ربیع بن ابی سلیمان فرمانروائے مصر کا
 فرمان خلعت نیابت اور فرمان حکومت ہندوستان کے ساتھ بادشاہ کے نام صادر ہوا
 اس فرمان میں فرمانروائے مصر نے شاہان ہندوستان کی فیروز شاہ سے بید سفارش کی۔
 اسی دوران میں حاجی الیاس المناطی قبیس الدین شاہ لکھنؤی کا ایک غریضہ
 بیش قیمت تحفوں اور گراں قدر ہدیوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ اس
 خط میں حاکم لکھنؤی نے فیروز شاہ سے صلح کی درخواست کی۔ بادشاہ نے حاجی الیاس
 کا معروضہ قبول کیا اور اس تاریخ سے دکن اور بنگالہ شاہان دہلی کے
 قبضہ اقتدار سے نکل گئے اور صرف مشکیش اور ہدیوں پر اکتفا کر لی گئی۔ ۵۸۵ھ میں نطفہ خاں
 فارسی ستارگانو سے اگر نائب وزیر ہوا۔ ۵۸۹ھ میں شمس الدین شاہ لکھنؤی نے
 چند قاصد فیروز شاہ کے دربار میں بھیجے اور ان پیام بردوں کے ہاتھ بہت سے
 بیش قیمت تحفے اور ہدیے بادشاہ کے لیے ارسال کیے فیروز شاہ نے حاجی الیاس
 کے تحفوں کو خوشی سے قبول کیا اور اُس کے بدلے تازی اور ترکی گھوڑے اور
 ریشمی اور گراں قدر کپڑے حاجی الیاس کے لیے روانہ کیے۔ فیروز شاہ کا تحفہ
 حاجی الیاس تک نہ پہنچ سکا۔ بادشاہ کے تحفے بردار بہار ہی میں تھے کہ حاجی الیاس
 کے مرنے کی خبر سنانی دی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حاجی الیاس کی جگہ اُس کا بیٹا سکند خان

لکھنؤتی کا بادشاہ تسلیم کیا گیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ گھوڑے تو بہاری فوج کے سپاہیوں کو اُن کے موافق کے معاوضے میں دے دئے جائیں اور دوسری شہنشاہی قیمت چیزیں شاہی بارگاہ میں واپس کر دی جائیں۔ اسی سال بادشاہ نے شکار کے لئے دیباپور کا سفر کیا۔ شکار گاہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مغلوں کی ایک جماعت دیباپور کے قریب آگئی ہے۔ بادشاہ نے ایک قبول کو اُن مغلوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا لیکن ایک قبول پہونچنے ہی نہ پایا کہ مغلوں نے اپنا کام تمام کر لیا اور ملک کو لوٹ کر اپنے وطن واپس گئے۔ ۱۰۷۷ھ میں فیروز شاہ نے خان جہاں کو اپنا نائب مقرر کر کے اُسے تو دہلی میں چھوڑا اور خود لکھنؤتی روانہ ہوا۔ تاتار خاں اس زمانے میں سرحد غزنی کا عامل مقرر کیا گیا بادشاہ ظفر آباد پہونچا تو برسات کا موسم شروع ہو گیا۔ فیروز شاہ نے مجبوراً یہیں قیام کیا۔ اسی زمانہ قیام میں شیخ زادہ بسطامی جو پہلے خارج البلد کر دیا گیا تھا خلیفہ مصر کا خلعت لے کر پھر واپس آیا بادشاہ نے شیخ زادہ کو اعظم الملک کا خطاب دیا۔ فیروز شاہ ظفر آباد ہی میں مقیم تھا کہ اس نے ایک قاصد سکندر خاں حاکم لکھنؤتی کے پاس بھیجا۔ شاہی قاصد سکندر خاں کے حجاب کے ساتھ پانچ زنجیر ہاتھی اور دوسرے تحفے اور پیادے لے کر بادشاہ کی خدمت میں واپس آیا۔ سکندر خاں کے اس پیشکش کا بادشاہ پر کچھ اثر نہ ہوا اور برسات ختم ہوتے ہی فیروز شاہ لکھنؤتی روانہ ہوا۔ فیروز شاہ نے اب اپنے بیٹے شاہزادہ فتح خاں کو سراپردہ سرخ اور ہاتھی مرحمت کیا اور خطبہ اور گز اور سکہ اس کے نام کا جاری کر کے اُس کی بارگاہ علیحدہ استادہ کرائی۔ بادشاہ نے بیٹے کو فراش خانہ اور چتر محل اور تمام اثاثہ سلطنت دے کر امیر اور منصب دار اُس کے مصاحب اور آتالیق اور اتالیک اور اعظم مودب شاہزادے کے لئے مقرر کیئے۔ شاہزادہ فتح خاں باوجود کم سنی کے محل کو دیں اپنی اوقات ضائع نہیں کرتا تھا اور صبح سے دس بجے دن تک اور شام سے ایک پہر رات گئے تک لکھنے پڑھنے میں مشغول رہتا تھا۔ یہ شاہزادہ سواری اور علمِ مجلس میں بہت بڑا تھین اور صاحبِ وقار تھا۔ بڑے بڑے اہم کام اس کے حاشیہ نشین شاہزادہ کے رویہ و پیش کرتے تھے اور یہ نوعمر حاکم اُن مقدمات کو اس خوبی سے فیصلہ کرتا تھا کہ دربار کے مشہور سے مشہور عقل مند بھی حیرت میں رہ جاتے تھے ایک دن شاہزادہ کو ظان مہول

صبح کو نیند آنے لگی۔ شاہزادہ مکتب سے محل روانہ ہوا راستے میں ایک بوٹی عورت نے شاہزادہ سے فریاد کی کہ اُس کا شوہر اور بیٹا دونوں ستارگاہوں سے کچھ مال خرید کر کے دہلی آرہے تھے۔ غارت گردوں نے ان کا مال لوٹ لیا اور یہ غریب اسی تباہی زدہ حالت میں سلطانی لشکر پہنچے شاہی پیادوں نے انہیں جاسوس سمجھ کر نظر بند کر دیا۔ ضعیفہ اپنی مصیبت اور دردِ جدائی کی داستان سنا کر شاہزادہ سے دادِ طلب ہوئی۔ شاہزادہ فتح خاں نے ضعیفہ سے کہا کہ اپنے دعوے کی سچائی میں دو قابل اعتبار گواہ پیش کرے۔ ضعیفہ نے جواب میں کہا کہ اس کے گواہ بہت ہیں لیکن شاہزادہ کے پاس سے جانے اور پھر گواہوں کو لے کر آنے میں عرصہ لگے گا اور دوبارہ شاہزادہ تک پہنچنا اس غریب کے لیے دشوار ہو جائے گا۔ شاہزادہ ہنسا اور اس ضعیفہ سے کہا کہ وہ اُس کے واپس آنے تک اُسی جگہ کھڑا رہے گا۔ ضعیفہ تو مطمئن ہو کر چلی گئی اور فرمانروائے ہندوستان کا وارث تاج تخت اسی طرح جیتی زمین پر آفتاب کے نیچے کھڑا رہا۔ شاہزادہ کے ہی خواہوں نے عرض کیا یہ جگہ بالکل زیر آفتاب ہے بہتر ہے کہ اس دادِ خواہ کے آنے تک شاہزادہ کسی دخت کے سایہ میں آرام لے۔ شاہزادہ نے جواب دیا کہ وہ ضعیفہ سے اسی مقام پر کھڑے رہنے کا وعدہ کر چکا ہے اب یہاں سے ہٹا وعدہ خلافی ہے اور وعدے کو وفانہ کرنا بادشاہوں کے لیے سب سے بُرا عیب ہے۔ مختصر یہ کہ شاہزادہ اسی طرح دھوپ میں کھڑا تھا کہ ضعیفہ اپنے گواہ لے کر حاضر ہوئی۔ شاہزادہ کو گواہوں کے بیان ہی سے ضعیفہ کے دعوے کی سچائی ظاہر ہو گئی۔ فتح خاں نے ضعیفہ کو اپنے ہمراہ لیا اور دادِ خواہی کے لیے باپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ سلطانی آستانہ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ بادشاہ محل کے اندر سو رہا ہے۔ شاہزادہ نے بادشاہ کے بیدار ہونے کا انتظار کیا عرصے کے بعد بادشاہ خواب سے جاگا اور شاہزادہ نے ضعیفہ کا تمام قصہ باپ سے بیان کر کے اُس کے شوہر اور فرزند دونوں کو قید سے رہائی دلائی۔ اس قصے سے فارغ ہو کر شاہزادہ اپنے محل میں آیا اور دس بجے دن کی غذا اس کے سامنے عصر کے وقت رکھی گئی۔

فیروز شاہ ظفر آباد سے ہندوہ پہنچا۔ سکندر خاں نے بھی باپ کی پیروی کی

اور اکلہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ بادشاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور سکندر خاں نے عاجز ہو کر
اڑتالیں ہاتھی اور دوسرے شیش تھپے اور دیے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیے
اور صلح کا طلب گار ہوا۔ بادشاہ سکندر خاں سے صلح کر کے اکلہ سے جو بیورو روانہ ہوا
اور دوسری برسات کا سارا موسم میں تمام کیا۔ فیروز شاہ جو بیورو سے جا بگروا نہ ہوا۔ یہاں سے
شکرہ پہونچا اور شہر کو تاراج کیا اور وہاں کا راجہ رائے سرومن نامی شاہی لشکر سے ڈر کر بھاگا۔
اور ایک دور دراز مقام پر اس نے پناہ لی۔ راجہ کی بیٹی شکر خاتون گرفتار ہوئی بادشاہ
نے اسے اپنی منہ بولی بیٹی بنایا اور اس شاہزادی کو اپنی حفاظت میں لے کر آگئے
بڑھٹا۔ دریائے مندری کو عبور کر کے شہر بنارس یعنی جا بگر کے صدر مقام بنارس میں
پہونچا۔ راجہ جا بگر تلنگانہ کی طرف بھاگ گیا اور بادشاہ بھی وہاں سے واپس ہوا۔
راستے میں راجہ بیربھان کے ملک سے گزر ہوا اس راجہ نے سیتیں ہاتھی معہ دیگر
نغیس تحفوں کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور جان کی امان مانگی بادشاہ
نے اس کی التجا قبول کی اور وہاں سے پدماوتی پہونچا چونکہ یہ جنگ ہاتھیوں کا مشہور
مسکن ہے بادشاہ نے یہاں قیام کیا اور دو ہاتھیوں کو جان سے مار کر سیتیں ہاتھی
زندہ گرفتار کیے۔ ۱۲۷۷ء میں بادشاہ صحیح و سالم دہلی واپس آیا۔ دار الخلافہ پہونچکر
بادشاہ کو معلوم ہوا کہ پرور کے قریب ایک پہاڑ ہے جس سے پانی نکلتا اور نہر
تلج میں گرتا ہے اور دریائے سرستی کے دوسرے کنارے ایک چھوٹی ندی پتی ہے
اس ندی کو تسلیم کہتے ہیں۔ ایک بڑا پستہ دریائے سرستی اور سلیم ندی کے درمیان حایل
ہے اگر ٹیلہ کھود ڈالا جائے تو سرستی کا پانی ندی میں گرے گا اور ندی کا سیلاب سرسند
اور منصور پور کو میراب کرتا ہوا سمانہ تک جا پہونچے گا بادشاہ یہ سن کر پرور کی طرف
روانہ ہوا اور اس نے حکم دیا کہ کچاں نہر بیلہ ارجن کیجئے جائیں اور اس بند کو کھود کر
دریا اور ندی کو ایک کر دیں۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور ٹیلہ کھود ڈالا گیا۔ ٹیلہ کے
اندر آدمیوں اور ہاتھیوں کی ہڈیاں پائی گئیں۔ آدمی کے ہاتھ کی ہڈیاں تین گز کی
تھیں ان ہڈیوں میں بعض تو پتھر ہو گئی تھیں اور کچھ اپنی اصلی حالت پر باقی تھیں۔
بادشاہ نے سرسند کو سمانہ کے مضافات سے علیحدہ کر کے دس کوہ زمین اور سرسند
کے رقبے میں داخل کی اور وہاں کی حکومت ملک ضیاء الملک اور سوس الدین ابو رجا

کے حوالے کی۔ بادشاہ نے سرہند میں ایک جدید قلعہ تعمیر کرایا اور اس کو فیروز پور کے نام سے موسوم کر کے خود نگر کوٹ روانہ ہوا۔ فیروز شاہ کو وہ نگر کوٹ کے دامن میں پہنچا اور لوگ بادشاہ کے لئے برت لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ برف دیکھتے ہی فیروز شاہ کو محمد تغلق کے عہد کا ایک اثر پذیر واقعہ یاد آیا اور بادشاہ نے کہا کہ جس وقت میرے آقا سلطان محمد تغلق کا اس مقام پر گندہوا تو لوگ شربت کو برف میں ٹھنڈا کر کے بادشاہ کے لئے لائے میں اس وقت موجود نہ تھا میرے مالک نے میری محبت کا پاس دلچاط کیا اور میری عدم موجودگی میں خود بھی شربت نہ پیا یہ واقعہ بیان کر کے فیروز شاہ نے حکم دیا کہ تمام لشکر کا قند جو کئی ہاتھیوں اور اونٹوں پر لدا ہوا ہے پانی میں گمول کر شربت تیار کیا جائے اور شربت کو برف میں جھال کر سلطان محمد تغلق کی یادگار میں تمام لشکر کے سپاہیوں کو ٹھنڈا شربت پلایا جائے۔ تھوڑے محاصرے اور لڑائی کے بعد راجہ نگر کوٹ اپنے حاشیہ نشینوں کو ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فیروز شاہ نے راجہ پر نوازش کی اور نگر کوٹ کو محمد تغلق کی یادگار میں محمد آباد کے نام سے موسوم کیا۔ بادشاہ نے سنا کہ سکندر ذوالقمرین کے آنے پر برہمنوں نے نوشابہ کی صورت کا بت بنا کر اپنے گھروں میں رکھ لیا تھا اور اب اس شہر میں اسی بت کی پرستش کی جاتی ہے۔ فیروز شاہ نے یہ بھی سنا کہ تھانے میں ایک نہرائین سوگتا میں موجود ہیں اس بتجانے کو جالاکھی کہتے ہیں۔ بادشاہ نے برہمن فاضلوں سے ان کتابوں کا حال پوچھا اور ان میں سے بعض کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ فیروز شاہی عصر کے مشہور شاعر اعجاز الدین خاٹکی نے ایک حکمت طبعی اور شگون اور فال کی کتاب کا فارسی نظم میں ترجمہ کر کے اپنی تالیف کو دلائل فیروز شاہی کے نام سے موسوم کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کتاب حکمت علمی اور علمی کا بہترین نسخہ ہے بعض مورخین لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ نے نگر کوٹ میں محمود کی یاد تازہ کی اور تمام بتوں کو ٹور ڈالا اور گائے کا گوشت تو برے میں بھر کر برہمنوں کی گردن میں آویزاں کرایا اور اسی ہیئت کدائی سے سارے لشکر میں ان کی تشہیر کرائی۔ ان مورخوں کا بیان ہے کہ فیروز شاہ نے نوشابہ کا بت مع ایک لاکھ تنکے کے دیکھنورہ روانہ کیا تاکہ بت مدینۃ الرسول کے شایع عام پر پھیک دیا جائے اور زائرین کے پیروں کے نیچے پامال ہو اور روپیہ دینے کے فقرا کو تقسیم کر دیا جائے نگر کوٹ فتح

کر کے فیروز شاہ سندھ کے ارادے سے ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوا۔ جام مالی بن جام غفر جو ہمیشہ سے بادشاہ کا اطاعت گزار تھا دفعۃً باغی ہو گیا اور قلعے کو مستحکم کر کے حصار میں پناہ گزیں ہوا بادشاہ نے تھوڑے دنوں تو قلعے کا محاصرہ کیا لیکن جب غلہ اور چارہ جو اہرات کے مول بکنے لگا تو ناچار فیروز شاہ نے محاصرے سے ہاتھ اٹھایا اور گجرات روانہ ہوا۔ فیروز شاہ نے سارا موسم برسات کا گجرات ہی میں بسر کیا باغی زمانہ ختم ہوتے ہی فیروز شاہ نے ظفر خاں کو گجرات کا حاکم مقرر کیا اور خود سفر کی نہیں طے کرتا ہوا ٹھٹھہ پہنچا۔ اس مرتبہ جام مالی نے بادشاہ سے جان کی امان طلب کی اور شاہی ملازمت سے پہرہ یاب ہوا فیروز شاہ جام مالی اور اُس کے تمام سرداروں کو اپنے ساتھ دہلی لایا اور تھوڑے دنوں کے بعد ان قیدیوں پر نظر غایت ہوئی اور یہ غریب الوطن اپنے شہر ٹھٹھہ کو روانہ ہو گئے۔ ٹھٹھہ میں مقبول خاں خان جہاں نے وفات پائی اور اُس کا بڑا بیٹا باپ کا جانشین ہو کر خان جہاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ ٹھٹھہ میں ظفر خاں نے گجرات میں وفات پائی اور اُس کا فرزند اکبر دیا خان مرحوم پدر کا قائم مقام ہو کر ظفر خاں کے خطاب سے ہم چیموں میں ممتاز ہوا۔ بارہویں صفر ۸۷۷ کو گردش روزگار نے شہنشاہ ہندوستان کے دل پر ناقابل اندمال زخم لگایا۔ بادشاہ کے بڑے بیٹے شاہزادہ فتح خاں نے دنیا سے رحلت کی۔ بادشاہ کو اس ہونہار جانشین کی موت کا بچہ صدمہ ہوا اور اس غم سے بادشاہ کی حالت زار ہو گئی چونکہ ایسے سوانح میں سوا صبر کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے بادشاہ نے بھی رضائے الہی پر نظر کر کے ضبط سے کام لیا اور بیٹے کو اپنے حلیے میں بیوند خاک کر دیا بیٹے کے غم میں فیروز شاہ کا چند دنوں ایسا خراب حال رہا کہ سلطنت کے کسی کام کی طرف بھی توجہ نہ کی بادشاہ کو دن رات سوا خون کے آنسو رونے کے دوسرا کام نہ تھا۔ امیروں اور اعیان سلطنت نے بادشاہ کی کم التفاتی دیکھ کر فیروز شاہ سے عرض کیا کہ انسان کو ان حادثوں میں سواراضی برضا رہنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے اب مہات سلطنت کو انجام نہ دینا رعایا اور ملک دونوں کے لیے بیحد مضر ہے۔ بادشاہ نے یہی خواہوں کی التجا قبول کی اور سلطنت کی طرف توجہ ہوا۔ فیروز شاہ نے غم دور کرنے کے لیے شکار کو پہانہ بنایا اور نئی دہلی کے نواح میں

دو کوس تک ایک چار دیواری پہنچ کر اس میدان کو اپنا شکار گاہ قرار دیا اس شکار گاہ کے کچھ نشانات اب تک فیروز شاہ کی یادگار میں موجود ہیں مشہور میں خواجہ شمس الدین دمغانی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ گجرات کے عمال اپنے صوبے کا خراج ادا کرنے میں تساہل کرتے ہیں اور شاہی دیوان کو اپنی کاہلی کا معقول جواب نہیں ادا کرتے۔ اگر اس صوبے کا انتظام میرے سپرد کر دیا جائے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ سو ہاتھی اور چالیس لاکھ تنگہ اور چار سو چھیالیس اور ہندی غلام اور دو سو عربی اور عراقی گھوڑے معمولی خراج کے علاوہ سالانہ پیشکش کرتا رہوں گا بادشاہ نے حکم دیا کہ اگر ظفر خاں کا نائب شمس الدین ابورجا دمغانی کے پیش کردہ شرائط پر گجرات کی صوبہ داری قبول کرے تو اس کا حق مرجع بمجاہادے درنصوبہ کی حکومت شمس الدین دمغانی کے سپرد کر دیا جائے۔ ابورجا نے ان شرطوں کو قبول نہ کیا اور گجرات کی صوبہ داری دمغانی کے حوالے کی گئی۔ فیروز شاہ نے دمغانی کو زریں پٹکا اور تفرہ چوندل مع خلعت و انعام کے دے کر گجرات روانہ کیا۔ دمغانی اپنے شرائط پورے نہ کر سکا اور اس نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی چونکہ گجرات کے دوسرے عامل اور گھمستے دمغانی کے ہاتھوں خون جگر پی رہے تھے ان لوگوں نے موقع پا کر دمغانی کو تہ تیغ کیا اور اس کا سر بادشاہ کی بارگاہ میں بجاوایا۔ موزین لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ کے سارے زمانے میں صرف ہی ایک واقعہ دمغانی کی بغاوت کا پیش آیا۔ دمغانی کے قتل کے بعد بارگاہ فیروزی کا ایک تربیت یافتہ امیر ملک منہج فرخ الملک کے خطاب سے گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ فیروز شاہ نے اس واقعے کے بعد سرحدی شہر اپنے معتبر امیروں کے سپرد کر دیے۔ کرہ۔ صوبہ اور اس کے اطراف کی حکومت ملک شمس الدین سلیمان بن ملک مروان دولت کے سپرد کی گئی۔ اور حسام الملک بروہہ۔ سندھ اور کول کا صوبہ دار بنایا گیا۔ اس طرح جو نورا و نظم آباد ملک بہروز کی نگرانی میں دے گئے اور پنجاب سے سرحد کابل تک نصیر الملک ولد ملک مروان دولت کے حوالہ کیا گیا۔ مختصر یہ کہ اس زمانے سے لیکر فیروز کے آخری عہد تک اس کے کسی نوکر نے اپنے آقا کی نافرمانی نہیں کی۔ ۷۹۷ھ میں پرگنہ ناوہ کے کھیموں اور چودھریوں نے بغاوت کی۔ بادشاہ ان باغیوں کی کمک حرامی سے بہت غضبناک ہوا اور خود بنفس نفیس ان کی سرکوبی کے لئے دہلی سے روانہ ہوا

ان باغیوں نے بادشاہ کے مقابلے میں صف آرائی کی اور شکست کھا کر پریشان روزگار بنے۔ ان یوفاؤں میں اکثر تو نذر اجل ہوئے اور بقیہ اپنے اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لیے قید میں گرفتار ہوئے۔ فیروز شاہ نے اٹادہ اہل اور تیلالی جیسے مشہور مقامات پر مستحکم قلعے تعمیر کرائے اور قلعوں کی حکومت اپنے کارگزار امیروں کے سپرد کر کے خود کامیاب و بامراد دہلی واپس آیا۔ اس وقت میں بادشاہ نے سمانہ کا سفر کیا۔ جو بادشاہ خان جہاں حاکم سمانہ نے بیش قیمت تحفے بادشاہ کے ملاحظے میں پیش کئے اور شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا۔ بادشاہ سمانہ سے روانہ ہوا اور اتبلاہ اور شاہ آباد سے ہوتا ہوا کوہ ہمدان پور کے دامن میں وارد ہوا۔ راجہ سر مور اور جوار کے دوسرے راجاؤں سے بھی خراج اور پیش کش حاصل کیا اور دار الخلافت واپس آیا۔ اس درمیان میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ کتہر کے چودھری سسی کھر کو نے سید محمود حاکم بدائوں اور اُس کے بھائی سید علاء الدین اور سید محمود کو چھانی کے بھانے اپنے گھر بلایا اور فرصت پا کر تینوں سرداروں کو قتل کر دیا۔ بادشاہ اس واقعے کو سن کر بید غضبناک ہوا اور جلد سے جلد سفر کی تیاریاں کر کے بدائوں روانہ ہو گیا۔ ۸۲۷ھ میں فیروزی لشکر نواح کتہر میں پہونچا۔ شاہی فرمان کے مطابق سپاہی ہر گھر میں تاخت و تاراج کرنے لگے اور شہر کے باشندے نذر شمشیر ہونے لگے۔ اس قدر غیر مسلم تہ تیغ کئے گئے کہ خود ان مرحوم سادات کی روضیں ان کی سفارش خواہ ہوئیں۔ کہہ لوئے بھاگ کر کوہ کھایوں میں پناہ لی شاہی فوج نے اس کا پیچھا کیا اور وہاں کی رعایا مسلمان سپاہیوں کے تاخت و تاراج کا شکار ہوئی اور تھہ پیا تیسویں ہزار غیر مسلم نظر بند کیے گئے۔ کہہ کو ایسا بھاڑوں کے غار میں چھپا کہ باوجود تلاش و جستجو اُس کی موت و زندگی کا کچھ پتہ نہ چلا۔ برسات کا زمانہ قریب آچکا تھا بادشاہ نے بھی واپسی کا ارادہ کر لیا اور دہلی روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت فیروز شاہ نے ملک داؤد افغان کو مرتبہ اعلیٰ پر پہونچا کر اسے سنبل کا حاکم مقرر کیا اور حکم دیا کہ داؤد ہر سال پورے جوش انتقام کے ساتھ کتہر آکر اس ملک کو خوب تباہ و برباد کیا کرے۔ فیروز شاہ خود ہی ۸۲۸ھ تک ہر سال دہلی سے سنبل شکار کھیلنے آتا تھا اور جو کچھ کہ داؤد افغان نہ کر سکتا وہ خود بادشاہ کے ہاتھوں پورا ہوتا تھا۔ موزین لکھتے ہیں کہ قہر و غضب کے زمانے میں گجرات میں ایک جریب زمین میں بھی کاشت نہ ہو سکی اور

اتنے زمانہ دراز تک شہر کے باشندے کسی رات بھی آرام سے نہ سو سکے مختصر یہ کہ تین سیدوں کے قتل نے ہزاروں غیر مسلموں کا خون بہا دیا اسی سال بادشاہ نے موضع بسولی میں جو بدائوں سے سات کوس کے فاصلے پر آباد ہے ایک مضبوط حصار تعمیر کرایا بادشاہ نے اس حصار کو فیروز پور کے نام سے موسوم کیا لیکن ملک کے تمام ظریفوں نے حصار کو آخر پور کے نام سے پکارنا شروع کیا چنانچہ حقیقتاً ایسا ہی ہوا کہ اس قلعے کے بعد فیروز شاہ کو کوئی حصار یا مسجد یا سرگئے تعمیر کرانا نصیب نہوا اور آخر کار وہی ہوا جو لوگوں کی زبانوں پر پہلے سے جاری ہو چکا تھا چنانچہ یہ قلعہ آج تک آخر پور ہی کے نام سے دنیا میں مشہور ہے۔ اسی سال بادشاہ پر بٹھاپے کی کزدوری طاری ہوئی اور خانبہاں وزیر نیابت سے بادشاہت کے مرتبے تک پہنچ گیا۔ خان جہاں فیروز شاہ پر ایسا حاوی ہو گیا کہ جو کچھ وزیر کھدیتا بادشاہ اسی کے مطابق احکام جاری کرتا تھا اس تسلط کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ شاہ میں خان جہاں نے بادشاہ سے کہا کہ شاہزادے محمد خاں نے ظفر خاں - سہا الدین - ملک یعقوب اور ملک کمال وغیرہ امیروں سے سازش کر لی ہے اور بادشاہ کی نسبت برا ارادہ رکھتا ہے۔ بادشاہ نے محل ہو چکا تھا خان جہاں کا جادو چل گیا اور اس کی بات کا فیروز شاہ کو یقین آگیا بادشاہ نے اسی وقت شاہزادے کی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا۔ خان جہاں نے ظفر خاں کو حساب نہی کے بہانے سے مہو بہ سے بلا کر اپنے گھر میں نظر بند کر لیا اور شاہزادے کی گرفتاری کی تدبیریں کرنے لگا شاہزادہ اس گھات سے واقف ہو گیا اور اپنے مکان پر پہرہ بٹھلا کر بالکل غائب ہو گیا۔ ہر چند خان جہاں نے شاہزادہ کو دربار میں بلایا لیکن محمد خاں کسی طرح بھی اس کے جال میں نہ پھنسا۔ ایک دن شاہزادہ اپنے جسم پر ہتھیار لگا کر اور ایک جانے میں سوار ہو کر چلا گیا۔ کو چاروں طرف سے پردہ پوش کر دیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ شاہزادے کے حرم بادشاہی محلات میں ملاقات کے لئے جا رہے ہیں محادثہ دربار سے گزرتا ہوا محل میں گیا۔ شاہی بیگمات نے شاہزادہ کو ہتھیار بند دیکھا اور تمام عورتیں جلتی ہوئی دوڑیں کہ شاہزادہ اپنا کام کرنے کے لئے محل میں آگیا لیکن اس پاک باطن شاہزادے نے کسی کاغل و شور کچھ نہ سنا اور سیدھا بادشاہی محل میں چلا گیا اور اسی طرح ہتھیار بند باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیروز شاہ کا قدمبوس ہوا اور دست بستہ عرض کیا کہ

خان جہاں نے میرے اوپر جھوٹے الزام لگا کر بادشاہ کو مجھے برگشتہ کر دیا ہے کی بیٹھنے
 آج تک باپ کو قتل نہیں کیا اور اگر کسی نالائق فرزند سے ایسا نعل ظہور پذیر ہوا ہی ہے
 اُس نے اپنی زندگی اور جوانی سے کبھی نیک ثمرہ نہیں حاصل کیا ہے۔ خان جہاں کے
 اس جال کا مقصد یہ ہے کہ میرا اور دوسرے خاندان شاہی کے بھی خواہوں کا قدم
 درمیان سے اٹھا کر خود بادشاہ بنے۔ بادشاہ کو شاہزادے کی بات کا یقین آگیا اور اُس کو
 گود میں لے کر شفقت سے پیار کیا اور کہا کہ تجھے اختیار ہے خان جہاں کو متہنج کر کے
 ظفر خاں کو قید سے آزاد کر۔ شاہزادہ محمد خاں نے تمام ہاتھیوں اور شاہی گھوڑوں کو
 تیار کیا اور فیروز شاہی غلاموں کو جن کی تعداد دس یا بارہ نہ راتھی ساتھ لے کر آخرات
 خان جہاں کے مکان کو جا کر گھیر لیا۔ خان جہاں کو اس محاصرے کی اطلاع ہو گئی اور اُس
 نے ظفر خاں کو قتل کر ڈالا اور خود چند ہمراہیوں کے ساتھ مسلح ہو کر مکان کے باہر نکلا اور
 حریف سے لڑا لیکن زخمی ہو کر کمزور ہو گیا اور پھر گھر کے اندر پناہ گزیں ہوا اور مکان کے
 دوسرے دروازے سے نکل کر میوات بھاگ گیا۔ خان جہاں نے کوکا چوہان کے گھر
 میں پناہ لی اور شاہزادہ محمد خاں نے اُس کے گھر کو تاخت و تاراج کر کے اُس کے
 مردگاریوں اور بھی خواہوں کو جن جن کو قتل کیا۔ شاہزادہ خان جہاں کو خانماں برباد
 کر کے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا چونکہ فیروز شاہ اب بہت بوڑھا اور کمزور ہو گیا
 اس لیے اپنے بیٹے شاہزادہ محمد خاں کو ناصر الدین محمد کا خطاب دیکر اپنا جانشین بنا دیا
 اور خود گوشہ عافیت میں بیٹھ کر خدا کی عبادت میں مشغول ہوا۔ ناصر الدین محمد نے
 شعبان ۸۹۹ھ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور مہات سلطنت کو انجام دینے لگا
 ناصر الدین نے حکم دیا کہ جمعے کے روز خطبے میں دونوں بادشاہوں کی نصرت کی دعا
 مانگی جائے اور دونوں کے نام پر خطبہ پڑھا جائے۔ ناصر الدین نے ارکان دولت میں
 کوئی تغیر نہیں کیا اور سبھوں کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا۔ ملک یعقوب اختر بیگ
 سکندر خاں کے خطاب سے تجرات کا حاکم مقرر کیا گیا۔ ملک راجو کو مبارز خاں اور
 کمال عمر کو منشی الملک مقرر کر کے ان دونوں کی عزت افزائی کی گئی ملک یعقوب سکندر خاں
 میوات کے نزدیک پہونچا اور کوکا چوہان جس کے دامن میں خان جہاں نے پناہ لی تھی
 اپنے مال کار سے ڈرا۔ کوکا چوہان نے بادشاہی اطاعت کا ارادہ کر کے خان جہاں کو

پایہ زنجیر ملک یعقوب کے پاس بھیج دیا۔ ملک یعقوب نے خان جہاں کو قتل کر کے اس کا سر دہلی روانہ کیا اور خود گجرات کی طرف بڑھا۔ ۸۹ھ میں ناصر الدین محمد کوہ پایہ سرسور کی طرف شکار کھیلنے روانہ ہوا۔ ناصر الدین نے دہلی کے کوہ پایہ میں قیام کیا لیکن سرسور ہی میں اُس نے سنا کہ فرقتہ الملک اور امیران صیدہ گجرات نے ایک کر کے مخالفت کی آگ بھڑکائی ہے اور ملک یعقوب سکندر خاں کو قتل کر کے اُس کے مال و اسباب پر قابض ہو گئے ہیں۔ ناصر الدین یہ خبر سنتے ہی دہلی پہنچا اس نے ابھی زمانے کا نشیب و فراز نہ دیکھا تھا اپنی نا تجربہ کاری سے گجرات کے ہنگامہ ساز پر کچھ توجہ نہ کی اور عیش و عشرت میں زندگی کے دن بسر کرنے لگا۔ اس نا تجربہ کار فرمانروا نے باپ کے پختہ کار و درباریوں اور حاشیہ نشینوں کو خاکِ مذلت پر بٹھا کر اپنے نو عمر اور نو آموز مصاحبوں کو مسندِ عزت پر بٹھایا۔ چونکہ فیروز شاہ ابھی زندہ تھا ناصر الدین کا یہ فعل بوڑھے بادشاہ کے ہنشینوں کو عید ناگوار ہوا ملک یعقوب سکندر خاں کے واقعے کے پچاس روز بعد ملک بہاء الدین اور ملک کمال الدین نے جو فیروز شاہ کے بھتیجے تھے سازش کی اور فیروز شاہی غلاموں کو جن کی تعداد بقول صاحب تاریخ مبارک شاہی ایک لاکھ تھی اپنا مخیال بنا کر ایکبارگی ناصر الدین سے برگشتہ ہو گئے۔ ناصر الدین نے ملک ظہیر الدین لاہوری کو باغیوں کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ ملک ظہیر الدین اس میدان میں جہاں کہ فیروز شاہی لشکر جمع تھا پہنچا اور فیروزی غلاموں نے اس پر پتھر کی بوچھاڑ شروع کی۔ ملک ظہیر الدین زخمی ہو کر واپس آیا اور سارا حال ناصر الدین سے بیان کیا۔ ناصر الدین نے لشکر مرتب کیا اور خود ان باغیوں کے سر پر پہنچا ایک شدید معرکہ آرائی کے بعد ناصر الدین کو فتح ہوئی اور شاہی غلام بھاگ کر فیروز شاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے غلاموں نے دوبارہ فیروزی کو اپنے ہاتھ میں لیا اور دوبارہ ناصر الدین کے مقابلے میں لڑنے کے لئے تیار ہوئے۔ دار الخلافت میں ہنگامہ قتل و غارتگری گرم ہوا اور در و در زکال خون کی ندیاں بہا کیں لیکن باوجود اس سرفروشی و کوشش کے بھی کسی فریق کے پیر میدان جنگ سے نہ اکھڑے۔ تیسرے دن غلاموں نے یہ چالاک کی کہ خواہ مخواہ بوڑھے بادشاہ کو حرم سرا سے باہر نکالا اور بالکی میں بٹھا کر میدان میں سے آئے۔ شاہی فیل بانوں کو فیروزی چرواٹا نظر آیا اھلب یہ سمجھ کر

فیروز شاہ اپنے ذاتی ارادے سے ناصر الدین محمد سے لڑنے آیا ہے۔ تمام نیلیان شاہزادے سے جدا ہو کر بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ ناصر الدین نے یہ حال دیکھ کر لڑائی سے باز رہا کی اور کوہ پایہ سر مور کی طرف بھاگا شاہزادے کا تمام مال و اسباب تباہ و تاراج ہوا۔ بادشاہ ضعف و بیری کی وجہ سے اپنے حواسوں میں نہ تھا فیروز شاہ نے غلاموں کے اصرار و بیجا دباؤ سے اپنے پوتے تغلق شاہ ولد شاہزادہ فتح خاں کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنے داماد امیر سیہ حسن کو جو ناصر الدین کا بی بی خواہ تھا غلاموں کے کہنے سے تیغ نکالا تغلق شاہ نے دادا کی زندگی میں پہلا حکم یہ دیا کہ ناصر الدین محمد کے بی بی خواہ جن جن کو قتل کیے جائیں تغلق شاہ نے ملک سلطان شہ خوشدل کو جو امرائے فیروز شاہی میں بڑے پاپے کا امیر تھا سمانہ روانہ کیا اور ملک سلطان کو حکم دیا کہ ناصر الدین محمد کے دست و بازو یعنی عالی خاں حاکم سمانہ کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ دہلی لائے اور سمانہ کی حکومت محمد شاہ کے سپرد کر دے اسی دوران میں فیروز شاہ نے کچھ اور نو بد سال کی عمر میں تیرہویں رمضان ۷۹۳ھ کو اس دنیا سے رحلت کی۔ اس بادشاہ نے تقبہا چالیس سال حکومت کی۔ فیروز شاہ فاضل و عادل تھا۔ رحم و بردباری اس کی سرشت میں داخل تھی۔ رعایا اور سپاہی دونوں اس سے راضی اور خوش رہے۔ فیروز شاہ کے زمانے میں کسی شخص کو ظلم و ستم کرنے کی مجال نہ تھی۔ اس بادشاہ نے اپنے حالات میں خود ایک کتاب تصنیف کی ہے جو فتوحات فیروز شاہی کے نام سے مشہور ہے فیروز شاہ پہلا فرمانروا ہے جس نے افغانوں پر بھیروس کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ فیروز شاہ نے افغانوں پر بچہ نوازش کی اور جو افغان امیر کہ محمد تغلق کے عہد میں یک مدی منصب دار تھے ان کو یک ہزاری امرا میں داخل کر کے سرحد کی حفاظت انھیں افغان امیروں کے سپرد کی۔ فیروز شاہ سے پہلے افغانوں نے یہ مندرت کسی عہد میں نہیں حاصل کی۔ اس بادشاہ نے اڑتیس سال نو چھپے عکرائی کی وفات فیروز اس فرمانروا کی تاریخ رحلت ہے۔ فیروز شاہ امیر تیمور صاحب قراں کا ہم عصر تھا علامہ ضیاء برنی نے تاریخ فیروز شاہی اسی فرمانروا کے عہد میں تصنیف کی اور اسی بادشاہ کے نام سے اپنی کتاب کو موسوم کیا۔ نظام الدین احمد اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ بہت سے آئین عدل اور قوانین انصاف فیروز شاہ کے عہد میں وضع کیے گئے جن سے

حق خدا نے امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کی۔ ان تمام ضوابط میں مندرجہ ذیل تین ضابطے یادگار اور بید قابل قدر ہیں۔

پہلا ضابطہ۔ بادشاہ نے سیاست کو جو حکمرانی کا جزو اعظم ہے بالکل ترک کر دیا۔ فیروز شاہ نے اپنے عہد میں کسی مسلمان یا ذمی کو کسی طرح کی سزا نہیں دی۔ اس عالی حوصلہ فرمانروا نے اپنے انعامات اور جو دستاویز کی بارش سے سیاست کے سیاہ دھبوں کو بالکل اپنے دفتر حکمرانی سے دھویا بادشاہ کے مربیانہ سلوک نے رعایا کو بالکل اس کا گرویدہ بنایا اور ملک کا ہر شخص فیروز شاہ کا کلمہ پڑھنے لگا۔

دوسرا ضابطہ۔ رعایا سے خراج اُن کی حیثیت اور محال کے اعتبار سے وصول کیا جاتا تھا۔ فیروز شاہی عہد میں خراج بڑا اضافہ اور تو فیر یک قلم موقوف کر دی گئی۔ فیروز شاہ کسی کی غمازی پر کان نہ دھرتا تھا اور یہی وہ ضابطہ تھا جس نے فیروزی زمانہ کو ہندوستان کے لئے عہد اقبال و برکات ثابت کیا۔

تیسرا ضابطہ۔ خدا ترس اور ایماندار لوگ عامل اور صوبہ دار مقرر کیئے جاتے تھے۔ بادشاہ کسی خسریر اور بے نفس شخص کو حاکم نہ بناتا تھا جو کہ بادشاہ خود تمام محاسن کا مجموعہ تھا اس لئے ہر امیر اور حاکم میں بھی فیروزی خوبوں کی جھلک نمودار تھی۔ فیروز شاہ کے انعامات اور اس کے جو دستاویز کے مقابلے میں ہر فرمانروا کی بخشش و عطا کا پلہ بہت ہلکا ہے۔ اس انصاف پر در فرمانروا نے فیروز آباد کی جامع مسجد کے ہرشت پہلو برج پر اپنی تصنیف فتوحات فیروز شاہی کی ساری عبارت کندہ کرائی ہے۔ اس کتاب میں وقایع فیروز شاہی کو آٹھ مختلف فصلوں میں بیان کیا ہے۔ مشہور ہے کہ بادشاہوں کا کلام سارے کلام کا بادشاہ ہوتا ہے اس لئے اہم اور مختصر عبارت فتوحات فیروز شاہی کی تبرکاً معرض تحریر میں آتی ہے۔ اس عبارت کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تاریخ کو پڑھکر اس عالی حوصلہ اور رحم دل فرمانروا کی نیک نفسی اور ستودہ صفاتی سے ارباب بصیرت پوری آگاہی ہو جائے۔

پہلی فصل مسجد کے اوقاف اور اس کے مصارف کی نصیحت اور وصیت کے بیان میں ہے۔

دوسری فصل میں فیروز شاہ لکھتا ہے کہ پرانے وقتوں میں خفیف جرم پر بھی

شدید سزاؤں دیکھائی تھیں اور یگینا خون کا بہانا اور دوسرے وحشت ناک عذاب یعنی ہاتھ پاؤں باناک اور کان کاٹ ڈالنا۔ آنکھوں سے اندھا کرنا ٹہیوں کو بچ کوپ سے توڑنا۔ زندہ آگ میں جلا دینا۔ لوہے کی میخیں ہاتھ اور پیر پر ٹھونکنا۔ کھال کھینچ کر کھانا جسم کو دوبارہ کر دینا یا اسی طرح کی اور بہت سی سیاست کی ناقابل برداشت سزاؤں کا دینا ہائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ خدائے تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق عنایت کی کہ میں نے اس طرح کی تمام سزاؤں کو منسوخ کیا۔ شاہان سلف جن کی کوشش اور جان فشانی سے ہندوستان دارالاسلام بنا آنکھ سے دور ہوتے ہی دل سے بھی دور ہو گئے تھے اور ان کے نام خطبوں سے نکال ڈالے گئے تھے میں نے اپنے زمانے میں ان مفسور فرماؤں کے نام خطبات میں داخل کیے تاکہ ان کی یاد زندہ اور ان کی روح دعاۓ مغفرت سے مرحوم ہوتی رہے بہت سے مدت محض ظلم و جبر سے رعایا سے لینے جاتے تھے اور یہ سال یہ رقم بھی خراج مقررہ کے ساتھ وصول کر کے شاہی خزانے میں داخل کی جاتی تھی خلافت رقومات چرائی۔ گلفروشی۔ نیلگیری۔ ماہی فروشی۔ ندائی۔ ریسمان فروشی۔ بخود بیاں گری دوکانہ۔ خارفانہ۔ داد سکی۔ کوتولی۔ اور احتساب وغیرہ میں نے ان تمام رقومات کو یک قلم منسوخ کیا۔ اور یہ عہد کر لیا کہ جو مال خلافت سنت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ ہرگز خزانہ شاہی میں نہ داخل ہوگا۔ میرے عہد سے پہلے دستور تھا کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ سپاہ میں تقسیم کیا جاتا تھا اور چار حصے دیوانی میں داخل ہوتے تھے میں نے اس رسم کو بھی قطعاً موقوف کیا۔ اور شریعت اسلام کے موافق پانچواں حصہ دیوانی کو دیا اور چار حصے فوج کے لئے مخصوص کر دیے۔ بد مذہبوں۔ ملحدوں اور بد عقیدوں جو خلق خدا کی گمراہی کا باعث تھے اپنے ملک سے خارج کر دیا۔ ان فرقوں کی تمام رسموں اور رواجوں کی کتابوں کی عادتوں کو میں نے یک قلم منسوخ کیا۔ ریشمی کپڑا پہننا اور چاندی اور سونے کے بتوں کا استعمال کرنا ملک میں عام طور پر مردوں میں بھی رائج ہو گیا تھا میں نے ان تمام عادتوں کو ترک کیا۔ مسلمان اور حاجت مند عورتیں مزاروں اور بتخانے میں جا کر قندہ و فساد کا باعث ہوتی تھیں میں نے حکم دیا کہ ایسے مجبوں میں عورتیں ہرگز شریک نہ ہوں۔ بتخانوں کے عوض میں نے مسجدیں تعمیر کرائیں پرانے فرماؤں کے تمام ثواب جاری یعنی مسجدیں۔ خانقاہیں مدرسے کنوئیں۔ پل

اور مقبرے جو شکستہ حالت میں ہو گئے تھے اُن کی از سر نو مرمت کرائی اور اُن کے لیے اوقات مقرر کیئے۔ جن لوگوں کو کہ میرے مالک سلطان محمد تعلق شاہ نے اپنی سخت گیر سیاست کا شکار کیا تھا اور اُن کے اعضاء بدن قطع کرائے تھے میں نے ان تمام اعضا بریدہ لوگوں کے وارثوں اور قایم مقاموں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تلاش کیا اور اُن کو انعام و وظیفہ دے کر راضی کیا اور ان سب سے سلطان مرحوم کے نام علیحدہ علیحدہ معافی نامے لکھا کہ تمام کاغذات پر اکابر اور شہر کے شرفا کے دستخط کرائے اور سارے نوشتے اپنے مرحوم مالک کے مقبرے میں رکھوا دئے۔ جہاں کہیں کہ کسی گوشہ نشین یا فقیر کی مجھے اطلاع ملی میں خود اُس درویش کے پاس حاضر ہوا اور اُس کی خدمت کی۔ جو سپاہی اور امیر پورے ہو چکے تھے ان کو بند و نصیحت کی کہ آئندہ گناہوں سے باز رہیں اور گزشتہ خطاؤں پر توبہ کریں۔ ان لوگوں کے وظیفے مقرر کر دئے تاکہ معاش کی فکر سے آزاد ہو کر آخر وقت میں خدا کی یاد کریں۔ ملک کے تمام مدرسوں مسجدوں۔ خانقاہوں۔ حماموں اور کنوئوں پر۔ مدرس۔ پیش امام۔ خادم حجام اور ہشتی مقرر کر کے اُن کے وظیفے جاری کیئے۔ ان واقعات کے بعد بادشاہ کہتا ہے کہ مجھے دو مرتبہ زہر دیا گیا اور میں نے جان بوجھ کر زہر کا بیالہ پیالہ لیکن خدانے اس کی مضرت سے مجھے محفوظ رکھا۔ مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ چونکہ تاریخ فیروز شاہی کے اور واقعات میں تفصیلاً لکھ چکا ہوں اس لیے اہل عبارت کتاب کی قلم انداز کرتا ہوں۔

اس نیک نہاد فرمانروا کے عہد میں جو جدید نحل اور رفاه عام کی عمارتیں تعمیر ہوئیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) بند جو (۵۰) عدد

(۲) مسجدیں (۴۰) عدد

(۳) مدرسے (۳۰) عدد

(۴) خانقاہ (۲۰) عدد

(۵) محل اور قصر (۱۰۰) عدد

(۶) دارالاشفا (۵) عدد

(۷) مقبرے (۱۰۰) عدد

(۸) حمام (۱۰) عدد

(۹) کنوئیں (۱۵۰) عدد

(۱۰) پل (۱۰۰) عدد

ان کے علاوہ بیشمار باغات رعایا اور ملک کے فائدے کے لیے بنوائے گئے بادشاہ نے ہر عمارت کو تعمیر کر کے اُس کے مخارج کے لیے آمدنی وقف کی اور ہر وقف کا ایک نوشتہ لکھ کر اُس کی اجرائی کے احکام نافذ کیے۔

غیاث الدین تغلق شاہ

بن

فتح خاں بن سلطان فیروز شاہ تغلق

تغلق شاہ نے سلطان فیروز کی وفات کے بعد تصر فیروز آباد میں تخت سلطنت پر جلوس کر کے اپنے کو سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کے نام سے موسوم کیا۔ تغلق شاہ نے ہما ت سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے کر سکھ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔ ملک تاج الدین پردہ دار کا فرزند ملک فیروز علی خان جہاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر وزیر الممالک مقرر ہوا۔ غیاث الدین ترمذی کو عہدہ سلاح داری سپرد کیا گیا اور ضرعہ الملک بدستور سابق گجرات کی صوبہ داری پر بحال دہر قرار رہا۔ تغلق شاہ نے خان جہاں اور بہادر نامہ کو ایک جہاز لشکر کے ساتھ ناصر الدین محمد کی تباہی کے لیے روانہ کیا۔ ناصر الدین نے سرسور میں سپاہ دہلی کی آمد کی خبر سنی اور پہاڑ کی چوٹی پر چنیدے پناہ گزیں ہو گیا۔ شاہی فوج پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئی اور ناصر الدین نے مجبوراً اپنے زن و فرزند کو پہاڑ کے ایک مضبوط حصے پر چھوڑا اور خود تغلق شاہ کی فوج سے ہر سڑک ہٹا ہوا۔ ناصر الدین نے حریف سے شکست کھائی اور میدان جنگ سے منہ موڑ کر جاہ جا

آوارہ گردی کرتا رہا یہاں تک کہ ٹھو کوٹ کے قلعے میں پہنچ کر پناہ گزیں ہوا۔ ٹھو کوٹ کا قلعہ یہ مضبوط اور بامدار تھا شاہی فوج نے اُس کے سر کرنے کی در دسری نہ کی اور دار الحکومت واپس گئی۔ تغلق شاہ پر جوانی کا نشہ چھا گیا اور مہات سلطنت سے غافل ہو کر دن رات عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا۔ بادشاہ نے عدل و انصاف سے بھی کنارہ کشی کی اور ظلم و جور کا بازار گرم ہوا۔ تغلق شاہ نے اپنے حقیقی بھائی سالار شاہ کو نظر بند کیا بادشاہ کا حقیقی چچا بھائی ابو بکر شاہ تغلق شاہ سے خوف زدہ ہو کر ایک گوشے میں پناہ گزیں ہوا اور بادشاہ کے خلاف ریشہ و دانیوں کرنے لگا۔ ابو بکر شاہ نے ملک رکن الدین نائب اور چند دوسرے سرداروں کو اپنا ہی خواہ پناہ کر علانیہ مخالفت کی آواز بلند کی۔ فیروز شاہی غلاموں نے جو سارے دربار کی جان تھے ابو بکر شاہ کا ساتھ دیا۔ یہ ساری جماعت شاہی دیوان خانے کے اندر محسوس گئی۔ اور ان لوگوں نے تغلق شاہ امیر الامرا ملک مبارک کبیر کو ترسیع کیا۔ غیاث الدین کو اس ہنگامے کی خبر ہو گئی اور بادشاہ ملک فیروز علی خان جہاں کے ہمراہ قلعے کے اُس دروازے سے جو دریائے جمنہ کے کنارے ساحل پر کھلتا تھا قمر شاہی سے باہر نکلا ملک رکن الدین کو تغلق شاہ کے فرار کی اطلاع ہو گئی اور اُس نے غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ بادشاہ کا تعاقب کیا اور فراریوں کو گرفتار کر کے بادشاہ اور خان جہاں دونوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ تغلق شاہ اکیسویں صفر ۷۹۱ھ کو قتل کیا گیا اس بادشاہ نے کچھ اور پہنچ پہنچے حکمرانی کی۔

ابو بکر شاہ

بن

ظفر خاں بن سلطان فیروز شاہ تغلق

ارکان دولت نے غیاث الدین کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر ابو بکر شاہ کو تخت بادشاہی

پر بٹھایا۔ ملک رکن الدین نایب وزیر مقرر ہوا۔ رکن الدین تھوڑے ہی دنوں میں تمام دربار پر بھاگیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ ابوبکر شاہ کو بھی تغلق شاہ کے پہلو میں سلا کر اپنا نصیبہ جگائے ابوبکر شاہ کو رکن الدین کے ارادے سے اطلاع ہوگئی اور قبل اس کے کہ رکن الدین اپنے ارادوں میں کامیاب ہو بادشاہ نے پیش دستی کر کے رکن الدین اور اُس کے بھی خواہ فیروز شاہی غلاموں کا کام تمام کر دیا۔ اس سیاست نے ابوبکر شاہ کی حکمرانی کو تھوڑی تقویت دی لیکن بادشاہ کی بدقسمتی سے اسی زمانے میں سمانہ کے امیران صده باغی ہو گئے۔ ان امیروں نے ابوبکر شاہ کے اطاعت گزار حاکم ملک سلطان شہ خوشدل کو قتل کر کے اُس کا سر ناصر الدین محمد کی خدمت میں منگوا کر روانہ کیا اور معزول بادشاہ سے سمانہ آنے کی درخواست کی۔ ناصر الدین محمد جالندھر کے راستے سے سمانہ پہونچا اور تخت سلطنت پر جلوس کر کے دہلی پر حملہ آور ہوا ناصر الدین نے کئی مرتبہ شکست کھائی لیکن آخر میں دشمن پر غالب ہوا اور بیسویں ذی الحجہ ۷۹۳ھ میں ابوبکر شاہ کی قربانی کر کے خود تخت سلطنت پر دوبارہ قابض ہوا ناصر الدین کی لڑائیوں کی تفصیل خود اُس کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

ابوبکر شاہ نے ایک برس چھ مہینے حکمرانی کر کے دنیا کو خیر باد کیا۔

ناصر الدین محمد

بن

سلطان فیروز شاہ باریک (تغلق)

اس بادشاہ کا پہلا جلوس اُس کے باپ کی زندگی میں چٹنی شعبان ۷۹۵ھ میں ہوا تھا۔ امیران صده نے ملک سلطان شہ خوشدل کو قتل کیا اور ناصر الدین کو سمانہ آنے کی دعوت دی ناصر الدین محمد جلد سے جلد حجر کوٹ سے روانہ ہوا اور سمانہ پہونچکر اُس نے امیروں سے اپنی حکومت کی بیعت لی۔ اسی کے ساتھ بعض دہلی کے

امیر عی ابو بکر شاہ سے مندرج ہو کر ناصر الدین محمد سے جا ملے دیکھتے ہی دیکھتے میں ہزار
سواروں کا مجمع اُس کے گرد جمع ہو گیا۔ ناصر الدین نے سواروں سے دلی کا کوچ ہو گیا اور
دلی کے قریب پہونچ کر یکایک ہزار سوار اور اُس کے حلقہ بکوش ہو گئے۔ ناصر الدین
ابو بکر شاہ کے ساتھ گلاں خیزوں کے گزیر دہلی شہر میں داخل ہوا اور کونٹک جہاں نماں مقیم ہوا
ابو بکر شاہ نے بھی فیروز آباد میں اپنی لشکر کو ترتیب دیا اور دوسری جمادی الاول کو
فیروز آباد کے میدان میں ناصر الدین محمد سے لڑنے کے لیے خیمہ زن ہوا۔ لڑائی کے
دوسرے دن بہادر ناہر ایک بڑی جمعیت کے ساتھ فیروز آباد واپس آیا۔ ابو بکر شاہ کو
ناہر کے آنے سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور ناہر کے پہونچنے کے ایک روز بعد
بادشاہ فیروز آباد سے نکل کر ایک کھلے میدان میں ناصر الدین کے مقابلے کے لیے
صع آرا ہوا۔ ابو بکر شاہ کو فتح ہوئی اور ناصر الدین محمد نے دو ہزار سواروں کے ساتھ
دریائے جنا کو پار کر کے دہلی میں جا کر پناہ لی۔ ناصر الدین نے اپنے منجھلے بیٹے
ہمایوں خاں کو ملک ضیاء الملک ابورجا۔ رائے کمال الدین اور رائے غلی بہت سی
ہمسرا ساتھ روانہ کیا اور خود جالیسر میں دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔
غلامان فیروز شاہی نے اول سے آخر تک ناصر الدین محمد کے ساتھ بے وفائیاں کی تھیں
اس لیے ناصر الدین نے حکم عام دیدیا کہ جہاں کہیں یہ گروہ یا ان کا ایک فرد بھی نظر آئے
وہ خود تہ تیغ اور اس کا مال و متاع غارت کر دیا جائے۔ فیروز شاہی غلاموں کی
ایک بہت بڑی جماعت رعایا اور غیر رعایا کے ہاتھوں قتل کی گئی۔ ادھر ملک کے
باشندے ابو بکر شاہ سے مندرج ہوئے۔ اور باج و خراج کے ادا کرنے سے انکار کرنے لگے
اسی درمیان میں ملک سرور خٹہ بیل۔ ملک نصیر الملک حاکم ملتان۔ خواص الملک
حاکم بہار۔ رائے سرور اور دوسرے رایان سلطنت اور امرانا ناصر الدین سے آئے۔
ناصر الدین کے گرد یکایک ہزار سواروں کا مجمع ہو گیا۔

ناصر الدین نے ملک سرور کو وزارت دے کر خان جہاں کے خطاب سے
اُسے سرخراز کیا اور ملک نصیر الملک کو امیر الامرا بنا کر اُسے خضر خاں کا خطاب دیا
خواص الملک خواص خاں اور رائے سرور رائے ریاں کے خطاب سے دل شاہ
کئے گئے اسی طرح دوسرے نامی امرا کو بھی بڑے بڑے خطابوں سے راضی اور

خوش کر کے ناصر الدین نے دہلی کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ ابوبکر شاہ بھی اپنا لشکر ترتیب دے کر دہلی سے باہر نکلا۔ موضع کندلی میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ فریقین میں بڑی خوں ریز جنگ ہوئی چونکہ ابھی ناصر الدین کے مقدر میں گردش باقی تھی ابوبکر شاہ فتح ہوئی اور ناصر الدین نے جالیسر میں پناہ لی۔ ابوبکر شاہ نے حریف کا تعاقب کر کے اس کے تمام لشکر اور اسباب کو قتل و غارت کیا اور فتح مند دار الخلافت کو واپس آیا۔ اس درمیان میں ہمایوں خاں نے اپنے باپ اور ابوبکر شاہ کی معرکہ آرائی کا حال سُن کر مانہ سے دہلی پر حملہ کیا اور نواح غنہ کو خوب جی کھول کر تاراج کیا ابوبکر شاہ نے ملک شاہ کو ہمایوں خاں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ پانی پت میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور ہمایوں خاں شکست کھا کر مانہ روانہ ہوا اگرچہ دہلی کے لشکر کو ہر مرتبہ فتح ہوتی تھی لیکن چونکہ بالی فساد امیران دار الخلافت خفیہ ناصر الدین سے نامہ و پیغام کر رہے تھے اس لیے ابوبکر شاہ دہلی کو چھوڑ کر حریف کا تعاقب کرنا خلاف مصلحت سمجھتا تھا لیکن اس مرتبہ ہمایوں خاں کے فرار ہونے سے ابوبکر شاہ ایسا دلیر ہوا کہ امیروں کے مشورے سے ناصر الدین کا قلع و قمع کرنے کے لیے دہلی سے باہر نکلا اور شہر سے بیس کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔ ابوبکر شاہ جالیسر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ ناصر الدین نے کو تو وال اور دوسرے دہلی کے امیروں سے سازش کر کے اپنے اہل و عیال کو تو جالیسر میں چھوڑا اور خود چار نہر سواروں کی جمعیت سے ابوبکر شاہ سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا۔ ناصر الدین دہلی کے قریب پہنچ گیا اور بجائے اس کے کہ ابوبکر شاہ کے مقابلے میں آئے راہ کتر اگر دہلی کی طرف حملہ آور ہوا۔ ابوبکر شاہ کے محافظوں نے ناصر الدین کو روکا لیکن ناصر الدین نے بھاؤں دروازے میں آگ لگا دی اور شہر میں داخل ہو کر قصر ہمایوں میں مقیم ہوا۔ شہر کے تمام اعیان اور رئیس ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُسے فتح کی مبارک باد دی۔ ابوبکر شاہ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور وہ بھی اسی دن دہلی میں داخل ہوا۔ اور ملک بہاؤ الدین خٹکی کو جو ناصر الدین کی طرف سے شہر کی درباری پر مامور تھا قتل کیا اور قصر ہمایوں کی طرف بڑھا۔ ناصر الدین کے ہمراہی ادھر دو دھرتے تھے اس لیے وہ ابوبکر شاہ کا مقابلہ نہ کر سکا اور حوض خاص کے دروازے سے باہر نکل کر جالیسر روانہ ہوا۔ ناصر الدین کے

بعض امیر خلیل خاں ماربک۔ آدم سہیل بادشاہ کا بھانجا وغیرہ ابوبکر شاہ کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر تہ تیغ کیے گئے۔ رمضان سنہ مذکور میں غلامان فیروز شاہی کا سب سے بڑا رکن مبشر حاجب جو اسلام خاں کے خطاب سے معروف تھا ابوبکر شاہ سے منحرف ہو گیا۔ اور ناصر الدین محمد کو اخلاص امیر عریضہ لکھا اور اُسے دہلی آنے کی دعوت دی۔ اور غلامان فیروز شاہی کی ایک بڑی جماعت کو اپنا ہم نوا بنالیا ابوبکر شاہ معلوم ہو گیا کہ ملک کا بہت بڑا حصہ اُس کا دشمن اور ناصر الدین محمد کا گرویدہ ہو گیا ہے اور ناصر الدین محمد نے پھر اپنی جگہ سے خدش کی ہے اس لئے ابوبکر شاہ نے مجبور ہو کر اپنے چند بہی خواہوں کے ساتھ دہلی کو خیر باد کہا اور پہاڑ ناہر کے پاس سیوات روانہ ہوا۔ ابوبکر شاہ ملک شاہیں صفدر خاں اور ملک بھری کو دہلی میں چھوڑ گیا۔ ناصر الدین۔ ۱۹ رمضان سنہ مذکور میں دہلی پہنچا اور تخت شاہی پر اُس نے جلوس کیا اسلام خاں وزیر الممالک مقرر کیا گیا۔ ناصر الدین نے اپنی حالت دہشت کر کے شاہی ہاتھیوں کو غلامان فیروز شاہی سے چھین کر اپنے خاص فیلیانوں کے سپرد کر دیا۔ ناصر الدین کے اس فعل سے غلام بید آزدہ ہوئے اور تقریباً سب کے سب اپنے اہل و عیال کے ہمراہ رات کو بھاگ کر ابوبکر شاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ ناصر الدین نے بقیہ غلاموں کو جو مصر کے شاہی نمک پر در دوں کی طرح ہندوستان میں بھی بادشاہ گری کر رہے تھے دارالخلافہ سے خارج البلد کر دیا مشہور روایت یہ ہے کہ ناصر الدین نے حکم دیا کہ تمام غلامان فیروز شاہی تین دن کے اندر دہلی سے نکل جائیں ورنہ اُن کا مال اور اُن کی جان سب اہل شہر کے لئے وقف ہے۔ غلاموں کی ایک جماعت تو دارالخلافہ سے جلا وطن ہوئی اور جو لوگ باقی رہ گئے۔ انھوں نے اپنی قطعہ بگوشی کو چھپایا اور یہ ظاہر کرنے لگے کہ وہ گروہ شرفائیں داخل ہیں۔ ناصر الدین محمد نے ان سے ہوئے شریفوں کا امتحان اس طرح لیا کہ ہر ایک سے اپنے سامنے نطق کھڑکی کا تلفظ کرایا چونکہ یہ لوگ بادشاہ کی طرح اس نطق کو اپنی زبان سے ادا نہ کر سکے بلکہ پوربیوں اور بنگالیوں کی طرح تلفظ کرنے لگے۔ یہ خود ساقی شریف بھی تہ تیغ کیے گئے۔ اس فعل میں ناصر الدین کو یہاں تک غلو ہوا کہ بہت سے اہل شریف زادے بھی اپنی پوربیت کی وجہ سے غلاموں کے ساتھ بادشاہی اشتباہ کی نذر ہو گئے ناصر الدین نے

بہات سلطنت کی باگ ہاتھ میں لے کر اطراف و نواح سے لشکر جمع کیا اس دوران میں ناصر الدین کا فرزند ہمایوں خاں بھی سمانہ سے ایک بڑی جمیعت کے ساتھ دہلی آگیا۔ ناصر الدین کو بیٹے کے آنے سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اب ناصر الدین نے ابوبکر شاہ کی تباہی پر کمر بستہ باندھی اور ہمایوں کو اسلام خاں عادل خاں۔ رائے کمال الدین اور رائے طغی وغیرہ نامی امیروں کے ساتھ ابوبکر شاہ کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ ہمایوں کا لشکر کوٹلے پہونچا اور ماہ محرم ۸۳۳ھ میں ابوبکر شاہ نے بہادر نادر اور غلامان فیروز شاہی کی ہمراہی میں ہمایوں کے لشکر پر چھا پہ مارا۔ اس فتحون نے ہمایوں کے اکثر لشکریوں کو زخمی کیا لیکن شہزادے نے جو انفرادی کی اور ابوبکر کے مقابلے میں صفت آرا ہوا اسلام خاں بھی جلد اپنے حواس میں آگیا اور شہزادے کی مدد کیا۔ ابوبکر شاہ تھوڑی دیر تو رہا لیکن آخر مجبور ہو کر کوٹلے میں قلعہ بند ہو گیا۔ ناصر الدین محمد شاہ نے یہ خبر سنی اور جلد سے جلد میوات پہونچ گیا۔ ابوبکر شاہ اور بہادر نادر نے اب سوا اطاعت کے چارہ کار نہ دیکھا اور دونوں خادم و مخدوم ناصر الدین محمد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ناصر الدین نے بہادر نادر کو رخصت کیا اور ابوبکر شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر کنڈی پہونچا اور وہاں سے اماں گرنٹہ حریف کو میوات کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ ابوبکر شاہ نے اسی قید میں وفات پائی۔ ناصر الدین محمد شاہ دہلی آیا اور اسے معلوم ہوا کہ فرحت الملک حاکم گجرات باغی ہو گیا بادشاہ نے فرحت الملک کے بجائے ظفر خاں کو گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ ناصر الدین نے جس عزت اور شان کے ساتھ ظفر خاں کو گجرات روانہ کیا اس کی تفصیل شاہان گجرات کے حالات میں بیان کی جا چکی۔ ۸۳۴ھ میں رائے زرننگ۔ سردادھوں راجپوت اور برہمپان بہمنور کا چودھری جو غیر مسلموں میں سب سے زیادہ طاقتور اور شور و پشت تھے بادشاہ سے باغی ہوئے ناصر الدین نے ہندو سرکشوں کی بغاوت کا حال سنا اور اسلام خاں کو ان شور و پشتوں کے سردار رائے زرننگ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ رائے زرننگ نے اسلام خاں کے مقابلے میں صفت آرائی کی لیکن شاہی فوج سے شکست کھا کر سلع کا طلبگار ہوا اور ناصری حلقہ بگوشوں میں داخل ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اسی دوران میں ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ اٹادے کے چودھری نے سرکشی کر کے

قصبہ بلارام اور دیگر نواح کے پرگنوں کو تاخت و تاراج کیا ہے۔ بادشاہ ان سرکشوں کی
تنبیہ کے لیے خود روانہ ہوا اور ناٹوے کے قلعے کو سہار کر کے قنوج پہنچا اور اس نواح کو
تاراج کر کے جالیسر آیا۔ ناصر الدین محمد جالیسر کی سرزمین کو اپنے بیٹے مبارک سمجھتا تھا
بادشاہ نے اس شہر میں ایک قلعہ تعمیر کر کے حصار کو محمد آباد کے نام سے موسوم کیا۔
اس زمانے میں خواجہ جہاں کا ایک خط بادشاہ کے نام آیا جس میں یہ اطلاع دی گئی
تھی کہ اسلام خاں کی نیت بد ہے اور یہ حرص و طمع کا شکاری جلد سے جلد لاہور پہنچ کر قنبد
فساد کی آگ بھڑکانے والا ہے۔ ناصر الدین جلد سے دہلی پہنچا بادشاہ نے اسلام خاں
اپنے سامنے بلکرا اس سے باز پرس کی اسلام خاں نے واقعے سے صاف انکار کیا۔ حاجو نام
ایک ہندو نے اور خود اسلام خاں کے پیچھے نے جو پہلے سے اس کے دشمن تھے
اسلام خاں کے مقابل جھوٹی گواہی دی۔ ناصر الدین پہلے ہی سے اسلام خاں سے
خون زدہ ہو چکا تھا ان گواہوں کے بیان پر اعتبار کر کے بادشاہ نے اسلام خاں کو
تہ تیغ کیا اور خواجہ جہاں کو منصب وزارت عطا کیا۔ خواجہ جہاں اب بادشاہ کی
ناک کا بال ہو گیا اور ملک مقرب الملک محمد آباد کی حکومت پر سرفراز ہو کر اپنے
صوبے کو روانہ ہوا۔ ۹۵ھ میں سردا من راٹھور اور بیرجھان نے پھر بغاوت کی۔
ملک مقرب نے بادشاہی حکم پاتے ہی محمد آباد کے لشکر کو ساتھ لے کر باغیوں پر حملہ
کیا اور اس قصبے کو فرو کر کے اپنے صوبے کو واپس آیا ناصر الدین نے سوال ۹۵ھ کو میوات کا
سفر کیا۔ بادشاہ میوات کو غارت کرتا ہوا دور تک چلا گیا۔ جالیسر پہنچ کر ناصر الدین
سخت بیمار پڑا۔ عین بیماری کی حالت میں بادشاہ نے سنا کہ بہادر ناسر نے نافرمانی کی
اور دہلی کے بعض پرگنوں پر خوب ہاتھ صاف کیا ہے۔ بادشاہ نے باوجود مرض ہونے
کے جالیسر سے میوات کا رخ کیا۔ بادشاہ کو ٹلے تک پہنچا تھا کہ بہادر ناسر بھی بادشاہ
کے مقابلے میں صف آرا ہوا ناسر کو شکست ہوئی پہلے تو حصار کو ٹلے میں وہ قلعہ بند ہوا
لیکن حصار میں اپنے کو محفوظ نہ سمجھ کر پھر بھاگ گیا۔ ناصر الدین اپنی بنا کردہ عمارت کی
تکلیل کے لیے اسی طرح بیمار محمد آباد جالیسر کی طرف روانہ ہوا یکم ربیع الاول ۹۵ھ کو
بادشاہ نے پہلوؤں خاں کو جو اس زمانے میں دہلی ہی میں مقیم تھا شیخا سکھر کی سرکوبی کیلئے
حصار لاہور روانہ ہونے کا حکم دیا۔ بیٹے نے ابھی دہلی سے قدم باہر بھی نہ نکالا تھا کہ

باپ نے آخرت کا سفر کیا۔ محمد آباد جالیسر میں ناصر الدین کی بیماری دن بدن بڑھتی گئی اور مرض سے برابر گھلتا رہا یہاں تک کہ ۷ اربیع الاول ۱۲۹۷ء کو وفات پائی۔ پادشاہ کی لاش دہلی لائی گئی اور فیروز شاہ کے پہلو میں حوض خاص کے کنارے ناصر الدین بھی دفن کیا گیا اس بادشاہ نے چھ برس سات مہینے حکمرانی کی۔

سکندر شاہ

بن

ناصر الدین محمد شاہ

ناصر الدین محمد کی ولادت کے بعد ہمایوں خاں نے انیسویں ربیع الاول ۱۲۹۷ء تحت سلطنت پر جلوس کر کے اپنے کو سلطان سکندر شاہ کے نام سے مشہور کیا۔ سکندر شاہ نے اپنے باپ کے غلطوں اور حاکموں کو ان کی خدمت اور جاگیر بجالا دے فرار کیا۔ سکندر شاہ صرف ایک ہی مہینہ تحت سلطنت پر جلوس بیٹھے ہوئے گزرا تھا کہ اس کی صحت نے جواب دیا بادشاہ کا مرض دن بدن بڑھتا گیا یہاں تک کہ بیماری کے پندرہ روز بعد سکندر نے بھی باپ دادا کے پہلو میں حوض خاص کے کنارے آرام کیا۔ سکندر شاہ نے ایک مہینے پندرہ دن حکمرانی کی۔

ناصر الدین محمود

بن

ناصر الدین محمد

سکندر شاہ کی وفات کے بعد بادشاہ کے انتخاب میں امیروں میں سخت اختلاف ہوا۔ اس مخالفت نے یہاں تک طول کھینچا کہ پندرہ روز تحت سلطنت خالی پڑا رہا آخر کار خواجہ جہاں کی کوشش سے ناصر الدین محمد کا سب سے چھوٹا بیٹا محمود نام حکمرانی کے لیے منتخب کیا گیا۔ امیروں نے محمود کو تخت سلطنت پر بٹھا کر اسے بھی ناظرین کے

لقب سے مشہور کیا۔ تمام اراکین سلطنت نے محمود کی حکومت پر بیعت کر کے اُس کے آگے تسلیم جہ کیا۔ خواجہ جہاں بدستور سابق وزارت کا کام انجام دیتا رہا۔ مقرب الملک مقرب خاں وکیل سلطنت اور امیر الامرا بنایا گیا۔ سعادت خاں کو عہدہ باریکی ملا۔ سارنگ خاں حاکم دیپالپور اور دولت خاں ویر عارض مملکت ہوا۔ دہلی کی شہنشاہی میں بچے درپے انقلاب ہونے کی وجہ سے سلطنت کے انتظام میں فرق آچکا تھا ملک کے چاروں طرف فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی تھی غیر مسلم چاروں طرف سے سرکشی اور بغاوت کے خوابیدہ فتنوں کو جگا رہے تھے خصوصاً خرتی ہندوؤں نے خوب ہنگامہ مچا رکھا تھا۔ ناصر الدین محمود نے خواجہ جہاں کو سلطان الشرق کا خطاب دے کر میں بند ہاتھی اور ایک جرار لشکر کے ساتھ قنوج اور پیار کے غیر مسلم سرکشوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ خواجہ جہاں نے سلطنت کے شرعی حصے میں امن و امان قائم کر کے جونپور تک دورہ کیا اور بنگال کے حاکموں سے چند سال کا خراج اور مقرہ تعداد ہاتھیوں کی وصول کی۔ سارنگ خاں حاکم دیپالپور نے ملتان اور اُس کے نواح کی فوج جمع کی اور شیخا کھنجر کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ شیخا کھنجر بھی اپنا لشکر ترتیب دیکر اجودھن سے آگے بڑھا۔ لاہور سے بیس کوس کے فاصلے پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ فریقین میں باوجود زمانہ جنگ واقع ہوئی لیکن کھنجر کو شکست ہوئی اور میدان جنگ سے بھاگ کر کھنجر لاہور آیا اور اپنے جوہ و بچوں کو ساتھ لے کر کوہ جوہ پر پناہ گزیں ہوا۔ سارنگ خاں نے لاہور کی حکومت اپنے چھوٹے بھائی عادل خاں کے سپرد کی اور خود دیپالپور واپس آیا۔ اس دوران میں ناصر الدین محمود نے مقرب الملک کو سوہا و نیل اور فوج خاصہ کے ایک گروہ کے ساتھ دہلی میں چھوڑا اور خود گوالیار اور بیانہ روانہ ہوا۔ سعادت خاں باریک بادشاہ کے ساتھ تھا بادشاہ گوالیار کے قریب پہنچا اور مبارک خاں سپہر ملک راجو ملو خاں برادر سارنگ خاں اور ملک علاء الدین دہاروالہ نے سعادت خاں کے قتل کی سازش کی۔ سعادت خاں آگاہ ہو گیا اور اُس نے مبارک خاں اور علاء الدین کو تلوار کے گھاٹ آنا راہین ملو خاں اُسکے ہاتھ سے بچکر دہلی بھاگ گیا۔ ناصر الدین محمود اس فساد کے بعد دہلی واپس آیا۔

مقرب الملک نے بادشاہ کا استقبال کیا لیکن شاہی مجلس کا رنگ اپنے خلات دیکھ کر اور لمو خاں جیسے مجرم کو پناہ دینے کے خوف سے بچد پریشان ہوا۔ مقرب الملک جلد سے جلد شہر میں داخل ہو گیا اور قلعہ بند ہو کر اُس نے لڑائی شروع کر دی تب تک کال لڑائی کا سلسلہ جاری رہا کبھی کبھی بیرونی اور اندرون قلعے کی فوجوں میں شیرینی بھی ہو جاتی تھی۔ بادشاہ کو معلوم تھا کہ یہ تمام فساد سعادت خاں کی ذات سے برپا ہوا ہے ناصر الدین اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں کی ترغیب سے محرم ۹۹۷ کو شہر میں داخل ہوا اور مقرب خاں سے جا ملا۔ مقرب خاں دوسرے دن اہل شہر کا ایک لشکر تیار کر کے سعادت خاں سے لڑنے کے لئے شہر سے باہر نکلا۔ مقرب الملک کو شکست ہوئی اور مجبوراً پھر شہر میں پناہ گزیں ہو گیا۔ برسات کا زمانہ آجکا تھا اور حصار دہلی بچد مضبوط اور مستحکم تھا سعادت خاں نے حوالی شہر میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے لشکر کے ساتھ فیروز آباد روانہ ہوا۔ سعادت خاں نے دوسرے امیروں کے مشورے سے نصرت خاں بن فتح خاں بن سلطان فیروز خاں کو میوات سے فیروز آباد بلوایا اور ناصر الدین نصرت شاہ کے خطاب سے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا سعادت خاں نے بادشاہ کو شاہ شطرنج بنا کر تمام بہات سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ سعادت خاں کی دراز دہی سے دوسرے امیر اور غلامان فیروز شاہی اُس سے آزدہ ہو گئے اور ان لوگوں نے فیل بانوں کو بھی سعادت خاں سے برگشتہ کر دیا۔ امیروں اور غلاموں نے نصرت شاہ کو بھی سعادت خاں سے منحرف کر کے اُسے ہاتھی پر سوار کیا اور سعادت خاں کی مدافعت کے لئے روانہ ہوئے سعادت خاں ان واقعات سے بالکل بے خبر تھا اُسے لڑنے کی مہلت نہ ملی اور نصرت شاہ کے سامنے سے بھاگ کر اپنے ساتھیوں خود موت کا شکار ہوا۔ سعادت خاں نے مقرب الملک سے امان طلب کی اور اُس کے پاس چلا گیا مقرب الملک نے چند ہی دنوں میں سعادت خاں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ فیروز آباد ہی امیروں نے از سر نو نصرت شاہ کی اطاعت کا حلف اٹھایا اور بہت سے شہروں پر قابض ہو گئے اس ہنگامے نے دو بادشاہوں کو ایک تخت کا وارث بنا کر حکومت دہلی کی طاقت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ناصر الدین محمد دہلی میں فضاں روالی کرتا تھا اور ناصر الدین

نصرت شاہ فیروز آباد میں حکومت کا ڈھکا بجا رہا تھا۔ قاعدہ کے موافق امیروں کے بھی دو گروہ ہو گئے۔ تاتار خاں گجراتی۔ شہاب ناہر اور فضل اللہ بلخی نصرت شاہ کے ہی خواہ بنے اور مقرب الملک اور اُس کے حاشیہ نشین امرا و ناہر الدین محمود کی رفاقت کا دم بھرنے لگے۔ ملو خاں النخاطب بہ اقبال خاں حاکم حصار سیری اور بہادر ناہر دونوں فرما نرواؤں سے کنارہ کش اور نتیجے کے منظر پر ہے۔ تین سال کا ل دو نوں مدعیان تخت میں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اس آپس کی خانہ جنگی کا یہ عالم تھا کہ غالب و مغلوب میں تمیز نہ ہوتی تھی۔ کبھی دہلوی فوج عظیم کو فیروز آباد تک پہنچا دیتی تھی اور کبھی فیروز آبادی دلی والوں کو بس پا کر اُس کے انھیں حصار دہلی کے قریب تک پہنچا دیتے تھے۔ خلی خدائی جانبیں طرفیں سے ضائع ہو رہی تھیں اور نتیجہ کچھ نہ نکلتا تھا۔ ۹۹۷ء میں سازنگ خاں حاکم دریا پور نے خضر خاں حاکم ملتان سے چھ چھوڑا شریع کی۔ سازنگ خاں اور خضر خاں میں خونریز لڑائی ہوئی۔ سازنگ خاں کو فتح ہوئی اور ملتان پر اُس کا قبضہ ہو گیا۔ ۹۹۸ء میں سازنگ خاں نے سمانہ پر حصار کیا اور عالی خاں صوبہ دار کو شہر بدر کر کے سمانہ پر بھی قابض ہو گیا۔ نصرت شاہ نے یہ خبر سُننے ہی تاتار خاں حاکم پانی پت کو ملک الیاس کے ہمراہ ایک جرار لشکر کا سردار بنایا اور اسے سازنگ خاں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ اوایل محرم ۱۰۰۰ء میں تاتار خاں نے سازنگ خاں کو شکست دی سازنگ خاں نے مہمان جنگ سے ملتان کی راہ لی اور سنا کہ مرزا پیر محمد بمیرہ امیر تیمور صاحب قراں نے اب دیائے سندھ پر فشتیوں کا پل باندھ کر دریا کو عبور کیا ہے اور اوجھ کے محاصرے میں مشغول ہے سازنگ نے ملک تاج الدین کو دوسرے امیروں اور ایک جرار لشکر کے ساتھ ملک علی حاکم اوجھ کی مدد کے لیے روانہ کیا مگر زادے کو ان لوگوں کے آنے کی اطلاع ہو گئی اور دریائے بیاس کے کنارے تک پہنچ کر بمیری کے عالم میں ٹھنڈا پر حملہ آور ہوا اور اُن کی جماعت کو پریشان کر دیا اس صحرے میں سازنگ کے اکثر سپاہی مقتول اور بعضے غرق دریا ہو کر راہی عدم ہوئے۔ ملک تاج الدین پریشاں حال ملتان بھاگا۔ مرزا پیر محمد بہت جلد ملتان پہنچ گیا اور سازنگ خاں پریشانی کے عالم میں قلعہ بند ہو گیا۔ سازنگ خاں چھ مہینے قلعہ بند رہا لیکن آخر کار غلے کی کمی کی

وجہ سے قلعے سے نکل کر اماں کا طلب گار ہوا مرزا پیر محمد نے اُسے معاہدے کے سپاہیوں کے گرفتار کر کے ملتان پر قبضہ کر لیا سازگ خاں بہت جلد بند قید سے آزاد ہوا اور اس نے پھر اہل ملتان کو اپنا مسلح کر لیا۔ اس سال اقبال خاں اور مقرب الملک میں کشیدگی واقع ہو گئی اور اقبال خاں نے ناصر الدین محمود سے آزدہ ہو کر نصرت شاہ سے یکجہتی کا اظہار کیا نصرت شاہ فوراً سوار ہوا اور حصار سیری میں پہونچ کر اُس نے اقبال خاں کو اپنے ساتھ لیا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے میں دونوں نے ایک دوسرے کی مدد اور وفاداری پر حلف اٹھایا۔ اس عہد و پیمان کے بعد اقبال خاں نصرت شاہ کو لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ حصار جہاں نما کے اندر لے لیا اور ناصر الدین محمود مقرب الملک اور بہادر ناہر کے ساتھ دہلی پہونچا میں مقیم رہا۔ دو تین دن کے بعد اقبال خاں کا دل نصرت شاہ سے بھی پھر گیا اور اُس نے عہد شکنی کا ارادہ کیا۔ نصرت شاہ کو یہ حال معلوم ہوا اور وہ حصار سیری سے نکل کر بجلا اقبال خاں نے اُس کا تعاقب کیا اور نصرت شاہ کے ہاتھیوں اور تمام لوازمات بادشاہی پر قابض ہو گیا۔ نصرت شاہ اب فیروز آباد میں نہ ٹھہر سکا اور اپنے وزیر تاتار خاں کے پاس پانی پت روانہ ہو گیا۔ اقبال خاں نے فیروز آباد پر قبضہ کر کے خوب اپنے قدم جمائے اور مقرب الملک کی تباہی کے درپے ہوا دو مہینے کامل اقبال اور مقرب کے درمیان لڑائی جاری رہی لیکن آخر کار بادشاہ اور امیروں نے بیچ میں پڑ کر کوٹشک جہاں نما کے اندمان دونوں امیروں کے درمیان صلح کرائی۔ اقبال خاں نے دنیاوی مصلحتوں کا لحاظ کر کے تھوڑے ہی دنوں میں عہد توڑ ڈالا اور حصار سیری سے نکل کر مقرب الملک کے مکان پہونچا اور اُسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اقبال خاں نے مقرب الملک کو قتل کر کے ناصر الدین محمود پر پورا عجب جما دیا اور بادشاہ کو شاہ شطرنج بنا کر خود اپنی چابیں چلے گا اب اُس نے حصار سیری اپنے مددگاروں کے سپرد کیا اور خود بادشاہ کو ساتھ لیکر تاتار خاں کی سرکوبی کے لئے پانی پت روانہ ہوا۔ تاتار خاں نے ہاتھیوں اور دوسرے سامان کو حصار پانی پت میں چھوڑا اور دوسرے راستے سے دہلی کی راہ لی۔ اقبال خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور دو ہی تین دن میں حصار کو فتح کر کے ہاتھیوں

اور دوسرے پوازمات پر قابض ہو گیا کامیاب دبا مراد دہلی واپس ہوا۔ تا تا ر خاں دہلی کے تلخے کو اتنی قلیل مدت میں مستحکم نہ کر سکا اور خوف زدہ ہو کر اپنے باپ نضر خاں کے پاس گجرات روانہ ہو گیا۔ اقبال نے اطمینان کے ساتھ دہلی میں مقام کیا اور بہات سلطنت کے انجام دینے میں مشغول ہوا لیکن اس نے تھوڑے ہی دنوں میں چین سے بسر کی تھی کہ امیر تیمور صاحب قرآن کی آمد آمد اور دریائے سندھ کو عبور کرنے کا غلغلہ ہندوستان میں بلند ہوا۔

امیر تیمور صاحب قرآن کا امیر تیمور صاحب قرآن نے ہندوستان کے قتلہ و فساد کا حال حملہ ہندوستان پر سنا اور سنہ ۸۰۰ھ میں ہندوستان کی فتح کا ارادہ کر کے دریائے سندھ کو عبور کیا۔ اور بارہویں محرم سنہ ۸۰۰ھ کو چول جلالی کے کنارے جو جلال الدین منگولی کے قیام کی وجہ اسی نام سے مشہور ہو گئی تھی اپنے ڈیرے ڈالے۔ دامن کوہ کے بعض زمیندار اسی چول میں صاحب قرآن کی ملازمت سے سرفراز ہوئے۔ شہاب الدین مبارک دریائے بھیت کے نواح میں اپنے متفرقہ شہروں کی حفاظت کرتا تھا جب مرزا پیر محمد نے ہندوستان پر دھاوا کیا اور نیوری شانہ راہ مولیان جانے کی تیاریاں کرنے لگا تو شہاب مبارک نے مرزا پیر محمد کی ملازمت حاصل کی اور غنائتوں سے سرفراز ہوا لیکن باوجود مرزا کی رعایتوں کے شہاب الدین عہد شکنی کر کے پیر محمد کا مخالف ہو گیا۔ شہاب الدین اپنی خود سری پر جہار ہا اور امیر تیمور کی خدمت میں بھی حاضر نہ ہوا امیر تیمور نے شیخ نور الدین کو اُس کے ہم قوم سپاہیوں کے ساتھ شہاب الدین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ شیخ نور الدین شہاب کے سر پر پہنچ گیا اور پہلے اس نے ایک قاصد بھیج کر شہاب الدین کو اطاعت گزار بنانے کی کوشش کی۔ شہاب الدین نے شہر ہی سے دریا کے کنارے ایک قلعہ تیار کر لیا اور ایک گہرا خندق قلعے کے گرد کھدوا کر آب نیلاب کو اُس خندق میں گرایا۔ وہ اپنے قلعے پر ایسا نازاں تھا کہ اس نے شیخ نور الدین کی ہدایت پر توجہ نہ کی اور لڑنے پر تیار ہوا شیخ نور الدین نے پہلے ہی دن خندق کے پار آکر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ شہاب الدین شیخون کے ارادے سے قلعے سے باہر آیا فریقین میں بڑی خونریزی لڑائی ہوئی لیکن شہاب الدین کو شکست ہوئی اور اُس کے اکثر ساتھی قتل ہوئے شیخ نور الدین

بھی بہت سے سپاہی زخمی ہوئے۔ امیر تیمور نورالدین کو شہاب کے مقابلے میں بھیج کر خود بھی اس کے پیچھے جلد سے جلد روانہ ہو چکا تھا۔ دوسری ہی صبح کو پہونچ گیا شہاب الدین شکست کے بعد دو سو کشتیوں پر اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کے ہمراہ سوار ہو کر دریائی سفر کی ضروریں طے کرنے لگا۔ امیر نورالدین خود دریا کے کنارے کنارے شہاب کے تعاقب میں چلا جا رہا تھا آخر کار راستے سے واپس آیا۔ تیمور نے شہاب الدین کی مہم سے فراغت حاصل کر کے ساحل دریا کا مہارالیا اور دریائی کے کنارے کنارے خود بھی روانہ ہوا۔ نہر جوادر دریا کے کنارے شہاب کے قتل پر پہونچا اس جگہ ایک مضبوط قلعہ تلبہنہ کے نام سے آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ نہر پل باندھا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور سارا لشکر نہر کے پار اتر کر تلبہنہ کے میدان میں خیمہ زن ہوا۔ محصل امانی اس شہر کے رہنے والوں پر بھی لگا یا گیا اور تھوڑا بہت وصول بھی ہوا۔ لشکر میں غلے کی بہت کمی تھی امیر تیمور نے حکم دیا کہ جہاں کہیں غلہ نظر آئے فوراً ضبط کر کے شاہی فرد گاہ میں پایا جائے۔ بادشاہ کا اتنا کہنا کافی تھا دیکھتے ہی دیکھتے سارا شہر تاراج ہو گیا اور اکثر باشندے جان سے مارے گئے۔ دوسرے دن تلبہنہ سے کوچ کیا گیا اور تیموری فوج نے موضع شاہنواز کے حوالی میں ڈیرے ڈالے۔ اس موضع میں غلہ موجود تھا سپاہیوں نے شاہی حکم پاتے ہی اپنی ضرورت کے موافق غلہ اٹھا لیا اور باقی انہاروں میں آگ لگا دی۔ امیر تیمور کو تحقیق کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ اس شہر کے باشندوں نے مرزا پیر محمد جہانگیر کے ورود کے وقت شاہزادے کی اطاعت نہ کی تھی اس لیے امیر شاہ اور ملک شیخ محمد وغیرہ نامی امیروں نے شہر میں گھس کر قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا اور سوا علما۔ سادات اور مشائخ کے باقی تمام باشندے تیموری تلوار کا لقمہ اجل بن گئے۔ دوسرے دن لشکر نے اس موضع کے حوالی میں دریائے بیاس کے کنارے قیام کیا اور یہاں پہونچ کر امیر تیمور کو معلوم ہوا کہ شیخا گھر کے بھائی سہی جہرت نے دوسرا سپاہیوں کی ایک جماعت فراہم کر کے اپنے قدم مضبوط بنائے ہیں۔ تیمور نے اسی وقت سامان بار برداری کو تو وہیں چھوڑا اور خود جہرت کی طرف بڑھا۔ تیمور جہرت کے سر پر پہونچ گیا اور سپاہی کچھ اور دلدل میں پھنستے پھنستے

جہت کی فوج بڑھ گئی۔ اور ہندوؤں کی جماعت کو ادھر ادھر منتشر کر دیا اور بہت سے ان کے زن و فرزند کو امیر کیا۔ موضع شاموا میں کثرت سے غلہ موجود تھا سپاہیوں نے اپنی ضرورت اور طاقت کے موافق غلہ لے لیا اور باقی انہاں میں آگ لگا کر تیسرے دن ساحل بیاس سے کوچ کر کے ایک ایسے ملک میں پہنچے جو غلے اور چارے سے مامور تھا مرزا پیر محمد کے قتلان فتح کرنے کے بعد کی داستان یہ ہے کہ جب برسات کا زمانہ آیا اور بارش کی کثرت نے اکثر گھوڑوں کو ہلاک کیا۔ شاہزادہ مجبوراً شہر میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا اطراف و نواح کے دشمن شاہزادے کی پریشانی اور مجبوری سے واقف ہو گئے اور ان کا گروہ کا گروہ رات کو شہر میں گھس کر جو چیز پاتا لے جاتا تھا۔ شاہزادہ اپنے مال کا ریسہ بچھڑا دیا تھا اس لئے کہ ایسی جگہ سے پیادہ لشکر کو نکال لیجا نا بوجھل تھا کہ دفعۃً امیر تیمور کا دریا ئے بیاس کے کنارے گذر ہوا۔ شاہزادے کے جان میں جان آئی اور اپنے لشکر کے ساتھ جس میں بعض سپاہی گاؤں سوار اور بعض پیادہ ہاتھے تیمور کے خیمہ گاہ کی طرف چلا۔ شاہزادے نے چودھویں صفر روز جمعہ کو امیر تیمور سے ملاقات کی اور ہندوستان کے تختے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے تمام چیزوں کو امیروں میں تقسیم کر دیا امیر تیمور نے تین ہزار گھوڑے ایک دن میں شاہزادے کے لشکریوں کو تقسیم کیئے۔ شاہزادہ پیر محمد نے حاکم بہتیر کی تیمور سے شکایت کی۔ امیر تیمور نے اس حاکم کا تباہ کرنا ضروری سمجھا اور دس ہزار سواروں کے ایک جہاز لشکر کے ساتھ اجودھن روانہ ہوا۔ اجودھن کے باشندوں میں بعض نے تو شہر سے بھاگ کر حصار بھنیر میں پناہ لی اور بعض اپنی جان پر کھیل کر قصبے ہی میں مقیم رہے۔ امیر تیمور نے اجودھن پہونچ کر حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے کی زیارت کی اور وہاں کے باشندوں کو امان دیکر حصار بہتیر کی طرف روانہ ہوا۔ ندی کو پار کر کے تیمور خالص کول میں وارد ہوا۔ کول سے بہتیر تک بیاس کوں کا فاصلہ تھا امیر تیمور نے یہ ساری راہ ایک دن میں طے کی بہتیر کا قلعہ تمام ہندوستان میں مشہور تھا اور بہت دور واقع ہوا تھا۔ امیر تیمور سے پہلے کسی بیگانہ حریت کا قدم وہاں نہ پہونچا تھا اجودھن دیبا پور اور اطراف و نواح کے باشندوں نے قلعہ کے

استحکام اور وہاں کی رعیت پہرہ و سیر کر کے ہر طرف جاکر انہیں سے اپنی حصار کی راہ لی
لیکن پناہ گزینوں کا مجمع زیادہ تھا جتنے مسافر تھے میں بلانیکہ دو تو حصار میں داخل
ہو گئے اور باقی مجمع خندق کے کنارے بڑا راہ صاحب قرآن ابو جہن سے روانہ ہو کر
ایک منزل میں بھینیز پہنچ گیا اور پہلے بیردن حصار کے پناہ گزینوں کو تہ تیغ کیا اور
انکا سارا مال و اسباب تیموری لشکر کے قبضے میں آیا۔ حصار بھینیز کا حاکم سی راؤ غلی جو
ہندی غیر مسلموں میں بڑا مشہور اور جری راجہ تھا اس قلعہ داری سے پورا واقف اور
سیاست کے قوانین کا اچھا ماہر تھا۔ چونکہ ہندی زبان میں راؤ کے معنی بہادر کے ہیں
اس لئے راؤ غلی بہادر ہی کے نام سے اپنے اور بیگانوں میں مشہور تھا۔ راؤ غلی نے
تیمور کی آمد کی خبر سنی اور قلعہ سے نکل کر شہر کے کنارے اپنی صفیں آراستہ کیں۔
چھاتی فوج نے راؤ پر حملہ کیا اور ہندو سردار کو مجبوراً شہر بند ہونا پڑا۔ امیر تیمور نے
کمر بستہ باندھی اور سواد شہر پر قیام کر کے لڑائی میں مشغول ہوا۔ ایک سخت اور خنزیر
لعر کے بعد تیمور کو فتح ہوئی اور سورج ڈوبتے شہر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا شہر کے
بہت سے باشندے قتل ہوئے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ شہر کو
فتح کر کے تیمور نے قلعے کی خبر لی اور لشکریوں کو نقب زنی کا حکم دیا۔ راؤ غلی بہت
پریشان ہوا اور عاجزی کے ساتھ امان کا طلبگار ہوا۔ راؤ نے ایک سید کو امیر تیمور کی
خدمت میں بھیجا اور ایک دن کی مہلت چاہی اور یہ اقرار کیا کہ دوسرے دن قلعے سے
نکل کر امیر کی اطاعت قبول کرے گا۔ امیر تیمور نے راؤ غلی کی درخواست قبول کی اور
اپنے قیام گاہ کو واپس آیا لیکن دوسرے دن راؤ قلعے سے باہر نہ نکلا اور اس کی
وعدہ خلافی اچھی طرح ظاہر ہو گئی۔ امیر تیمور نے پھر نقب کھودنے کا حکم دیا اور مسلمان
سپاہیوں کے نقب زنی شروع کرتے ہی اہل قلعہ نے برجوں پر چڑھ کر رونا اور فریاد
کرنا شروع کیا اور امان کے خواستگار ہوئے۔ اس کے ساتھ راؤ غلی کا بیٹا قلعے سے
باہر نکلا اور اس نے پیش قیمت تحفے امیر تیمور کی خدمت میں پیش کیے۔ دوسرے دن
راؤ غلی بھی حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے فیض سعد الدین کو جو ابو جہن سے
بساگ کر بھینیز میں پناہ گزین تھے اپنے ہمراہ لیکر امیر تیمور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے
قسم قسم کے خشکاری جانور اور بہترین خفے اور زنجی کپڑے اور تین سو عراقی گھوڑے

تھنے کے طور پر امیر تیمور کی خدمت میں پیش کیے۔ امیر تیمور نے ان تھنوں کو قبول اور رادوخلی کو خلعت شاہانہ سے سرفراز کیا۔ امیر سلیمان شاہ اور امیر الہ داد دروازے کے پاس ان مقرر کیے گئے تاکہ یہہ امیر اطراف و نواح کے لوگوں کو قلعے سے نکالیں اور جس شخص نے مرزا پیر محمد کے ایک ملازم معرود بہ مسافر کا بلی کو قتل کیا ہے اُس مجرم کو مٹا دیں اور باقی ہر پناہ گرفتہ مال امانی داخل کر کے جہاں چاہے چلا جائے۔ اس حکم کی بنا پر دیسا پور کے پانچ سو باشندے جنہوں نے مسافر کا بلی کو اس کے ایک نہرار ہمراہیوں کے ساتھ قتل کیا تھا تہ تیغ کیے گئے۔ امیر تیمور کے اس سلوک سے رادوخلی دونوں باپ بیٹے اپنی نادانی سے آزدہ ہو کر لڑنے پر تیار ہوئے تیمور کو انکی نیتوں کا حال معلوم ہوا اور رادوخلی کو گرفتار کر کے نظر بند کیا اور اہل شہر سے معرکہ آرائی شروع کی لیکن شہر کے باشندوں کا ایک گروہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا خواستگار ہوا۔ تیمور نے اس گروہ کی درخواست قبول کی اور امیر شیخ نورالدین اور امیر الہ داد مال امانی کی تحصیل کے لیے شہر میں داخل ہوئے۔ ان امیروں نے اس محصل کے وصول کرنے میں اس قدر سعی کی کہ شہر کے تمام باشندے کیا ہندو اور کیا مسلمان سب جان سے تنگ آ گئے رعایا نے اپنے مال و اسباب میں آگ لگا دی اور اپنے زن و فرزند کو اپنے ہاتھوں سے فوج کو کے لڑنے پر تیار ہوئے۔ اس جانباز گروہ نے تیموری فوج کے ایک بڑے حصے کو تہ تیغ کر کے خود بھی عدم کی راہ لی۔ امیر تیمور نے اس شہر کو ہمار کر کے سرستی کا رخ کیا اور یہاں کے فراری باشندوں کا تعاقب کر کے اُن کو بھی قتل کیا اور اُن کے مال و اسباب کو غارت کر کے فتح آباد پہنچا اس بد نصیب شہر کا وہی حشر ہوا اور فتح آباد کے ساتھ رجب اہرنی اندو توہینہ کے قلعے بھی تباہ اور برباد کر دیئے گئے۔ امیر تیمور نے سامان بار برداری کو تو سامانہ بھیج دیا خود اطراف و نواح کے جنگلوں کی طرف متوجہ ہوا اور جٹانی قوم کے راہزنوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر اُس نواح کے قصباتی سادات کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ تیمور نامہ سے پانچ کردہ کے فاصلے کتیل کے گانوں میں خیمہ زن ہوا اور یہیں تمام شاہزادے اور امیر اپنی اپنی ہم سے فارغ ہو کر محکمات راستوں سے مفر کرتے ہوئے کتیل میں بادشاہ کے گرد جمع ہوئے۔ امیر تیمور نے حکم دیا کہ اب

اُن کی فوج تیمورہ کی طرف روانہ ہو۔ بادشاہ پانی پت پہنچا اور حکم دیا کہ تمام فکری جہہ بہن لیں جاڑے کی زیادتی کے خیال کو مد نظر رکھ کر بادشاہ نے دریائے جنا کو پار کیا اور میان دو آب میں مقیم ہوا۔ لونی کا قلعہ فتح کر کے وہاں کے ہندوؤں کو تہ تیغ کیا۔ یہ قلعہ دریائے جنا اور ہندوؤں کے درمیان میں واقع ہے ہندو ایک گہری ندی ہے جسے سلطان فیروز شاہ تعلق نے دریائے کاپی سے کاٹ کر لونی میں جنا سے ملا یا ہے۔ لونی کے باشندے اکثر آتش پرست تھے۔ تیمور نے اس قلعہ کو فتح کر کے دریا کے کنارے عمارات جہاں نما کے پہلو میں قیام کیا اور دریا کی گزرگاہوں کی خود بنفس نفیس حفاظت کرنی شروع کی۔ اور امیر سلیمان شاہ اور امیر جہاں کو جنوبی دہلی کی لوٹ مار کے لیے روانہ کیا اور خود سات سو مکمل اور مسلح سواروں کے ساتھ دریائے جنا کو پار کر کے عمارات جہاں نما کے سیر و تماشے میں مشغول ہوا۔ تیمور دریائی راستے اور لڑائی کے بہترین موقعوں کا اچھی طرح معائنہ کر رہا تھا کہ سلطان ناصر الدین محمود اور اقبال خاں بادشاہ کی اس چھوٹی سی جماعت کو دریا کے اُس پار دیکھ کر پانچ ہزار سوار اور پیادے اور ستائیس ہاتھیوں کی ایک زبردست فوج لیکر شہر سے باہر نکلے۔ تیموری قراول محمد سیف دہلی کے ایک مقبرہ امیر کو جو خود ہی قراولی پیشہ ہو گیا تھا گرفتار کر کے تیمور کے حضور میں لے آئے اور بادشاہ کے حکم سے اُس کو تہ تیغ کیا۔ تیمور واپس ہو کر اپنے لشکر گاہ کو آیا اور صاحب قراولی جو تقریباً چھ سو نفر تھے حریف کے مقابلے میں صحت آرا ہوئے۔ سوچنا گ بہادر اور امیر الہ داد بھی شاہی حکم کی بنا پر ان قراولوں کی مدد کو روانہ ہوئے اور دد لشکر تیار لیکر دہلی کے اُس پار گئے اور تیر اندازی میں مشغول ہوئے۔ ملو خاں نے اب جان کی غیر اسی میں دیکھی کہ رزم گاہ سے چند موڑے تیموری قراولوں نے حریف کا پیچھا کیا اور بہت سے باقی ماندہ دشمنوں کو قتل کر ڈالا۔ ایک ہاتھی جس کی قوت بھلی پر دلی والوں کو بڑا بھروسہ تھا دوڑنے کی حالت میں زمین پر گر پڑا۔ امیر تیمور نے اس کو فال نیک سمجھ کر دوسرے دن غری لونی سے کوچ کیا اور لونی کے شرقتی حصے میں جو دہلی کے مقابل آباد تھا مقام کیا۔ اس یورش میں تمام شاہزادے اور امیر بادشاہ کے حضور میں پھر جمع ہو گئے۔ امیر جہاں اور دوسرے نامی امیروں نے عرض کیا کہ

دیا ئے سندھ کے کنارے سے لونی کے شرتی حصے تک کی فتوحات میں ایک لاکھ سے زیادہ قیدی گرفتار ہو چکے ہیں جس دن کہ سلطان ناصر الدین اور ملو اقبال خاں غازی مقابلے میں صفت آرا ہوئے تھے تو یہ قیدی حریفوں کی فتح کی امید باندھ کر آپس میں خوشیاں منا رہے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ قیدی ایک کر کے کسی دشمن کے لشکر سے جا ملیں۔ یہ قیدی پختہ غیر مسلم تھے اس لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ کوئی تیموری سپاہی پندرہ سال سے اوپر کا قیدی اپنی غلامی کے لئے زندہ نہ رکھے اور جو فوجی اس حکم کی پابندی نہ کرے وہ خود تلوار کی گھاٹ اُتارا جائے اور ایسے مقتول سپاہی کے مال و اسباب کا مالک وہ شخص ہو گا جو اُس کی نافرمانی کی اطلاع بارگاہ سلطانی میں پہنچائیگا۔ اس حکم کی بنا پر ایک دن میں ایک لاکھ قیدی تہ تیغ کیے گئے۔ تیمور نے یہ بھی حکم دیا کہ ہر دس سپاہیوں میں سے ایک سپاہی لڑائی کے دن نو عمر غیر مسلم قیدیوں کی حفاظت اور نگہبانی کے لئے لشکر میں مقیم رہا کرے۔ غرض کہ تیموری لشکر پانچویں جمادی الاول کو دریائے جہا کو پار کر کے فیروز آباد کے میدان میں خیمہ زن ہوا۔ فوجی افسروں نے لشکر گاہ کے آگے ایک گہرا خندق کھودا اور بے شمار بیلوں اور بھینسوں کے پانوں اور گردن چڑے سے باندھ کر اس خندق میں پھینک دیا۔ محافظ لوگ خندق کے پیچھے دن درات لشکر کی حفاظت کے لئے متعین کیے گئے۔ ساتویں جمادی الاول کو باوجود اس کے کہ ستارہ شناس صاحب قرآن کی رائے سے ظلاف تھے امیر تیمور خود سوار ہوا اور اپنے مہمنہ۔ میسرہ اور قلب لشکر کو درست کر کے دشمن کے مقابلے میں صفت آرا ہو گیا۔ سلطان ناصر الدین اور ملو اقبال خاں کو تیمور کے ارادے سے اطلاع ہوئی اور یہ دونوں خادم و مخدوم بھی اپنی جانوں پر کھیل کر اپنے لشکر اور ایک سو ایک ہاتھیوں کی ایک جہاز فوج تیار کر کے تیموری سپاہ کی طرف بڑھے۔ چغتائی بہادر ناصری فوج میں گھس گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے تیر اور نیزے کے زخم سے ہاتھیوں اور فیلانوں کو زمین پر گرا دیا۔ ہندی سپاہی اپنے چغتائیوں کا دم مقابل نہ سمجھے اور میدان جنگ سے منہ موڑنے لگے۔ ناصر الدین اور ملو اقبال بڑی شکل سے ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ لڑائی کے میدان سے نکل کر شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ صاحب قرآن نے شہر کے دروازے تک حریف کا

بیچا کیا اور فتح مند اور کامیاب واپس آکر حوض خاص کے گرد اپنے غنیمے نصب کرائے۔ سلطان ناصر الدین اور ملو اقبال خاں جو تھوڑی سی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تھے اسی رات وہاں سے بھاگے ناصر الدین نے گجرات کا رخ کیا اور ملو اقبال خاں نے برن کی راہ لی۔ تیمور کو حریفوں کے فرار ہونے کی اطلاع ہوئی اُس نے اپنی فوج کے ایک حصے کو ناصر اور اقبال کے تعاقب میں روانہ کیا۔ تیموری سپاہیوں نے فراری حریف کے بہت سے ہمراہیوں کو راستے میں تہ تیغ کیا اور ملو اقبال خاں کے دو بیٹوں سیف الدین اور خداداد نامی کو زندہ گرفتار کر لیا۔ صاحب قران نے اب عید گاہ کے میدان میں قیام کیا۔ دہلی کے سادات علماء مشائخ اور شرفا تیمور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سب نے جان کی امان طلب کی تیمور نے ابن بزرگوں کے معروضے پر توجہ فرمائی اور جمعہ کے دن دہلی کی جامع مسجد میں صاحب قران کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سولہویں جمادی الاول چند تیموری امیر شہر کے دروازے پر بیٹھ کر بالامانی کا تحنیہ کر رہے تھے اور چند چٹائی سپاہی سارے شہر میں مجرم باغیوں کی جو شہر میں چھپے ہوئے تھے تلاش اور جستجو کر رہے تھے اس سبب سے شہر میں ایک شور برپا ہوا ہر چند تیموری امیروں نے اپنے سپاہیوں کو منع کیا لیکن فوجیوں کو ان کی نصیحت مفید نہ ہوئی اور غارتگری کا بازار گرم ہو گیا۔ ہندوؤں کے گردہ اپنے بال بچوں کو آگ کی نذر کر کے جان دینے لگے تیمور پانچ روز کے لیے خلوت عیش میں بے خبر زندگی بسر کر رہا تھا کسی امیر کی یہہ مجال نہ تھی کہ حقیقت حال سے بادشاہ کو مطلع کرے ان امیروں نے شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے تاکہ اور بیرونی لشیر سے شہر میں آکر ان بے مہار سپاہیوں کے معین و مددگار نہ ہو جائیں۔ شہر کے سپاہیوں کی تعداد خود ہی کیا کم تھی ساری رات شہر پر چھاپے پڑا کیئے اور لوٹ مار کا بازار گرم رہا صبح ہوتے ہی اور بیرونی لشیر سے بھی شہر میں داخل ہو گئے اور اب غارتگری کی انتہا نہ رہی اکثر لشکریوں نے سو سے زیادہ ہندوؤں کو گرفتار کیا اور مال اور اسباب کا تو شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ سونا چاندی جواہرات الماس یا قوت اور مردارید ہاتھ آیا اس کا اندازہ حساب سے باہر ہے ہندوؤں کی ایک بہت بڑی جماعت جامع مسجد میں اکٹھا ہو کر لڑہی

تھی امیر شاہ ملک بہادروں کی ایک جمعیت کے ساتھ مسجد میں گیا اور اُس نے مسجد سے اُن کی جماعت کو منتشر کیا ان واقعات کے بعد تیمور کو اس غارتگری کی اطلاع ہوئی لیکن تیسرے کمان سے نکل چکا تھا نظام الدین احمد وغیرہ نے اپنی تاریخ میں مذکور ہوا بالہ واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ تیموری سپاہیوں کا ایک گروہ مال امانی کی کھسیل کر رہا تھا شہر کے لوگ ان مالوں کی سختی سے تنگ آئے اور انھوں نے قہر دینے سے انکار کیا بلکہ چند تیموری عامل شہریوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تیمور کو یہ حال سنکر بید غصہ آیا بادشاہ نے حکم دیا کہ سادات، علما اور مشائخ کے سوا باقی تمام شہریوں کا خون معاف ہے بادشاہ کا یہ فرمان سنتے ہی سپاہیوں نے دست درازی شروع کر دی اور غارتگری کا وہی انجام ہوا جو اوپر مذکور ہو چکا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ نل بادشاہوں میں سواتیمور کے اور کسی دوسرے فرماں روا کے عہد میں ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا۔ تیمور نے ایک سو میں باقی اور بارہ گرگون اور دوسرے شکاری جانوروں پر جو فیروز شاہ کے وقت سے دہلی میں پلے ہوئے تھے اپنا قبضہ کیا اور شہر میں داخل ہوا۔ تیمور نے سلطان محمد تغلق کی بنائی ہوئی سنگین مسجد کو دیکھا اور یہ عمارت اُس کو بید پسند آئی۔ تیمور نے ارادہ کیا کہ اسی مسجد کی ایک نقل شہر سمرقند میں خود تعمیر کرائے اس ارادہ کو پورا کرنے کے لیے صاحب قران دہلی کے سنگ تراشوں کو سمرقند لے گیا اور انھوں نے اس طرح کی ایک عمارت سمرقند میں تیار کی تیمور نے کل پندرہ دن دہلی میں قیام کیا اور اُس کے بعد اپنے وطن کو واپس ہوا۔ روانگی کے وقت بادشاہ نے اپنے سپاہیوں اور افسروں کی ایک جماعت کو دہلی کے سادات، علما اور مشائخ کی حفاظت کے لیے جامع مسجد میں مقرر کیا اور خود شہر سے کوچ کر کے فیروز آباد میں داروہوا۔ بادشاہ فیروز آباد ہی میں مقیم تھا کہ بہادر ناہر نے میوات سے دو سفید طوطے بادشاہ کے لیے تحفے کے طور پر روانہ کر کے خلوص اور اطاعت کا اظہار کیا۔ تیمور نے سید شمس الدین رزمی کو بہادر ناہر کے پاس روانہ کیا اور ناہر نے سید صاحب کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت کا شرف حاصل کیا۔ خضر خاں جو ناہری اور تیموری ہنگامے میں میوات کے بہادر ہیں پناہ گزین تھا اب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی عنایتوں سے سرفراز کیا گیا۔ بادشاہ نے فیروز آباد سے پانی پت کا رخ کیا پانی پت پہنچ کر امیر شاہ ملک

اور دوسرے نامی امیروں کی ایک جماعت کو قلعہ میرٹھ کی سب سے زیادہ اہم جگہ روانہ کیا یہ قلعہ ہندوستان میں تمام قلعوں سے بہت مضبوط تھا امیر شاہ میرٹھ پہنچا اور اس نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ اہل قلعہ لڑنے پر آمادہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے فاتح بہت سے آئے اور واپس گئے۔ ترشترین خاں بھی بڑے زور سے حملہ آور ہوا۔ لیکن بالآخر ناکام و نامراد واپس گیا۔ بادشاہ کو اہالی قلعہ کی بہت تعلق بیحد ناگوار گزری اور اس نے غضبناک ہو کر قلعہ پر خود دھاوا کیا۔ تیموری سپاہیوں کا ایک حصہ نقب زنی میں اور ایک حصہ لڑنے میں مشغول ہوا۔ دوسرے ہی دن دس یا پندرہ گز نقب قلعہ کی جانب تیار ہوئی۔ ایسا اغوان عالی۔ اور پھر مولانا احمد تھامیسری اور ملک صفی کبیر وغیرہ جو قلعہ میں جان دینے کے لیے آمادہ پیکار تھے لڑنے پر مستعد ہو گئے مثل سپاہی بعضے تو ریڑھیوں اور بعضے کندکے ذریعے سے قلعہ کی دیواروں پر چڑھ گئے اور نقب کے تمام ہونے سے پہلے ہی ان چغتائی بہادروں نے حرفیوں کو تہ تیغ کر کے قلعہ کو فتح کر لیا اور اہل قلعہ میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ اس دوران میں نقب بھی تیار ہوئی اور قلعہ کی تفصیل اور اس کے برج و بارہ بارود کے ذریعے سے اڑا دیے گئے غرض کہ میرٹھ کے قلعہ کا بھی وہی حشر ہوا جو جھنیر کے حصار کا اور بڑکور ہونچکا اور آسمان سے باتیں کرنے والی دیواریں فرش زمین کے برابر ہو گئیں۔ اتنی بڑی فتح سہانی سے ہوئی اور فاتحوں کے حوصلے اور بڑھے تیمور نے میرٹھ سے کوہ سواک کا رخ کیا اور اس سلسلہ کوہستانی کے دامن میں جتنے ملک اور شہر آباد تھے انھیں جی کھوکھلوٹا بلند عمارتیں خاک میں ملا دی گئیں اور بادشاہ نے گنگا کو پار کیا اور پھر دو آب تک جہاں محمود غزنوی بھی گیا تھا تمام علاقے کو تاخت و تاراج کر کے اس حصہ ملک کے غیر مسلم باشندوں سے لڑا اور ان کے زن و فرزند کو گرفتار کر کے میٹھا غنیمت حاصل کی اس فتح کے بعد تیمور نے واپسی کا ارادہ کیا۔ راستے میں رتن نام ایک زمیندار کو شکست دیکر اس سے کثیر دولت حاصل کی اور جو تک پہنچتے پہنچتے راستے کے بہت سے قلعے فتح کیے۔ تیمور جو پہنچا اور وہاں کا راجہ لڑنے پر آمادہ ہوا لیکن زخمی ہو کر میوریوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا اور بادشاہ کے احرام سے دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ شیخا کھنکھرنے اپنے چھوٹے بھائی جیرت کھنکھر کو تیمور کے مقابلے سے بھاگ کر بھائی کے پاس نباہ گزرا۔

تھا جتنائی عالموں کے ساتھ برسرِ بیکار ہونے پر توجہ مبذول کی اور سارنگ خاں کے خلاف فوراً اپنے وطن سے روانہ ہوا اور تیمور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ شینا نے بادشاہ کے دل میں ایسی جگہ کر لی کہ شاہانہ نوازشوں اور مہربانیوں کی اس پر بوچھاڑ ہونے لگی تیموری امیروں میں کسی شخص کی یہ مجال نہ تھی کہ شینا کے سدراہ ہونے یا اس پر کسبِ طبع کا اعتراض کرے۔ تھوڑے دنوں کے بعد شینا تیمور سے رخصت ہو کر اپنے وطن واپس گیا اور موقع کو غنیمت جان کر حصار لاہور پر قابض ہوا اور بلاوجہ اپنے قدیمی خلوص سے منحرف ہو کر اس مورخ فرشتہ کے جد ہندو شاہ خازن اور ادرالناہر کے مشہور بزرگ مولانا عبداللہ صدر کے ساتھ بُرے سلوک کرنے لگا۔ شینا کا تہمتنا بڑھا کہ تیمور کے سفرِ پنجاب میں بادشاہ کی خدمت میں بھی نہ حاضر ہوا۔ اس احسان فراموش کھنکر کو اس کی سرکشی کی سزا دینے کے لئے شاہزادوں اور مقبرہ جتنائی امیروں نے اس پر حملہ کیا اور حصار لاہور کو فتح کر کے شینا کو زندہ گرفتار کیا اور اسے بادشاہ کے سامنے لائے تیمور نے شینا کو تہ تیغ کر کے لاہور۔ دیباپور اور ملتان کی حکومت خضر خاں کے سپرد کی اور خود کابل کے راستے سے جلد سے جلد سمرقند روانہ ہو گیا۔ دہلی اور میرٹھی دونوں مقامات دو مہینے تک ویران اور خراب پڑے رہے غارتگری کے علاوہ ان پھیب شہروں پر آسمانی بلائیں بھی نازل ہوئیں اور قحط اور وبا نے بھی ان کے تباہ کرنے میں کمی نہ کی نصرت خاں ملو اقبال خاں کے ڈر سے دو آب میں پناہ گزیں تھا اب موقعہ پا کر میرٹھ پہونچا اور عادل خاں بھی اپنی جمیعت اور چار ہاتھیوں کے ساتھ اس سے جا ملا۔ نصرت شاہ عادل خاں سے مطمئن نہ تھا اس لئے عادل غریب کو میرٹھ پہونچتے ہی قید خانہ کا منہ دیکھنا پڑا۔ عادل خاں کے اسباب پر نصرت شاہ نے قبضہ کیا اور دو ہزار سواروں کی جمیعت سے فیروز آباد پہونچا اور دہلی کی ویران اور تباہ مرزین پر قابض ہو گیا۔ شہاب خاں اپنے لشکر اور دس عدد ہاتھیوں کو ہمراہ لیکر الماس خاں کے میواتی سپاہیوں کے ساتھ نصرت شاہ سے آ ملا۔ نصرت شاہ نے شہاب خاں کو لوکی تباہی اور بربادی کے لئے برن روانہ کیا۔ راستے میں ملو اقبال کے اگسانے سے اس نواح کے زمینداروں نے شہاب خاں پر چھاپہ مارا اور اُسے قتل کر ڈالا۔ ملو اقبال نے دھاوا کر کے شہاب کے مال و اسباب پر قبضہ کیا اور اس نئی غنیمت سے قوت پا کر

اُس نے پھر دہلی پر حملہ کیا۔ مگر لوداقبال کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا اور میوات بھاگ گیا۔ لوداقبال دوبارہ دہلی کا حاکم ہوا اور حصار سیری میں اس نے قیام اختیار کیا۔ لوداقبال کے تسلط سے کچھ امن ہوا اور جو لوگ کہ تیموری تلوار کے خوف سے بھاگ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے پھر دہلی واپس آئے۔ اور حصار سیری کی دیرانی میں بہت کچھ کمی ہوئی۔ یہانی دہلی اس وقت سے اب تک خراب اور تباہ بڑی ہوئی ہے اور نئی دہلی کی آبادی دن دو گنی رات چو گنی ترقی کر گئی۔ میان دواب کا سارا ملک لوداقبال کے قبضے میں آیا اور دور دراز کے شہروں پر جہاں جس کو موقع ملا قبضہ کر بیٹھا چنانچہ گجرات پر خانِ عظیم طغٹا مالوے پر دلاور خاں۔ قنوج اور دھکڑہ اور جونپور پر سلطان الشرق خواجہ جہاں لہاوریہاں اور ملتان پر تیموری فرمان کے مطابق خضر خاں سمانے پر غالب خاں۔ بیانے پیرس خاں اعدلی کاہلی اور مہوے پر محمد خاں بن مالک زادہ فیروز نے جہادِ اہل حکومت جمالی۔ ان امیروں کو ایک دوسرے پر بھروسہ نہ تھا ہر ایک اپنے اپنے شہر میں خود مختاری کا ڈنکا بجانے لگا۔ ان میں سے اکثر صاحبِ حکومت ہوئے جن کا ذکر عنقریب آئیگا جمادی الاول ۸۸۸ھ میں لوداقبال خاں نے دہلی سے بیانے پر لشکر کشی کی اور قس خاں سے لڑ کر اُس پر فتح پائی اور ہاتھیوں اور سارے سامانِ حکمرانی پر قبضہ کر لیا۔ بیانے سے ملو نے کھنڈیر کا رخ کیا اور وہاں کے راجہ سی منگل سے پیشکش وصول کر کے دہلی واپس آیا۔ دہلی پہنچتے ہی لوداقبال کو معلوم ہوا کہ سلطان الشرق خواجہ جہاں نے رحلت کی اور اُس کا نہ بولا بیٹا ملک دہل سلطانِ مبارک شاہ کے نام سے خواجہ جہاں کی جگہ تختِ حکومت پر بیٹھا ہے۔ یہ خبر سننے ہی ایک مہینے کے اندر ہی اقبال خاں نے سلطانِ مبارک پر لشکر کشی کی۔ قس خاں حاکمِ بیانہ اور مبارک خاں اور بہادر ناہرنے بھی لوداقبال کا ساتھ دیا۔ لوداقبال دریائے گنگا کے کنارے قصبہ پٹیالی کے قریب پہنچا رائے سیر اور بقیہ زمیندار اُس مقام کے مقابلے کے لیے میدان میں آئے لیکن شکست کھا کر سامنے سے فرار ہو گئے۔ لوداقبال قنوج پہنچا اور چاہتا تھا کہ جونپور اور کھنویں داخل ہو کہ ادھر سے مبارک شاہ ایک جڑا لشکر لیکر لوداقبال سے لڑنے کے لیے سر پر پہنچا۔ دہلی لشکروں کے درمیان میں گنگا کا پانی حایل تھا اور کسی کو عبور کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی دو مہینے کے لاحقہ قیام کے بعد طرفین نے اپنے اپنے ڈیرے اور

خیمے اکھاڑے اور اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔ ملو اقبال نے بدگمانی کی وجہ سے راستے ہی میں مس خاں اور مبارک خاں دونوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ۸۰ھ میں سلطان ناصر الدین محمود جو ظفر خاں کی بدسلوکیوں سے آزرده خاطر ہو کر مالوے آیا تھا اب ملو اقبال کی درخواست پر دہلی پہنچا لیکن صرف گوشہ نشینی پر قناعت کر کے سلطنت سے دست کش رہا۔ اور ملو اقبال کے خوف سے مہات ملک میں بالکل دخل نہ دیتا تھا۔ اسی سال مبارک شاہ نے جوینور میں دنیا سے کوچ کیا۔ ملو اقبال کو موقع مل گیا۔ ناصر الدین محمود کو ہمراہ لیکر دوبارہ قنوج پر حملہ آور ہوا۔ شاہ ابراہیم نے جو اپنے بھائی مبارک شاہ کا جانشین بن کر جوینور پر حکمرانی کر رہا تھا بڑی شان و شوکت کے ساتھ شرتی سپاہ کو ہمراہ لیکر ملو اقبال کا مقابلہ کیا اور ملک کو ہر طرح اس کے پنجے سے محفوظ رکھا۔ ناصر الدین محمود نے ایک دوسرا خیال خام دماغ میں پکایا اور یہ سمجھا کہ شاہ ابراہیم میرا خانہ نادہ ہے مجھی کو تخت پر بٹھا کر خود خادموں کی طرح اطاعت اور فرمانبرداری کرے گا۔ ایک رات شکار کے بہانے سے ملو اقبال سے جدا ہوا اور شاہ ابراہیم کے پاس پہنچا ابراہیم نے ناصر الدین کے اس ناگہانی ورود کا سبب معلوم کر لیا یہ خانہ زاد اپنی اصالت پر گیا اور اپنے مجبور آقا کی ضیافت اور مہانداری کے رسومات بھی نہ بجالایا۔ محمود شاہ اسی طرح ناامید واپس ہوا اور ابراہیم شاہ کے نائب کو قنوج سے نکال کر خود شہر پر قابض ہو گیا۔ شاہ ابراہیم جوینور واپس آیا اور ملو اقبال نے دہلی کی راہ لی۔ ۸۱ھ میں ملو اقبال نے گوالیار کے قلعے پر لشکر کشی کی یہ قلعہ تیموری آشوب میں رائے نرسنگھ کے قبضے میں آ گیا تھا اور اس وقت نرسنگھ کا بیٹا پریم دیو قلعہ پر حکومت کر رہا تھا۔ ملو اقبال کے اس دھاوے کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور قلعہ اپنی مضبوطی کی وجہ سے فتح نہ ہوا ملو اقبال نے قلعہ سے ہاتھ اٹھایا اور اطراف و نواح کو تاخت و تاراج کر کے دہلی واپس آیا۔ تھوڑے دنوں بعد ملو اقبال نے پھر قلعے پر حملہ کیا پریم دیو نے قلعے سے نکل کر مقابلہ کیا لیکن ملو اقبال کے پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر پھر قلعہ بند ہو گیا ملو اقبال نے اس مرتبہ بھی اطراف و نواح کو لوٹ کر دہلی کی راہ لی۔ ۸۲ھ میں اقبال نے دوبارہ اٹا دہ پر لشکر کشی کی اور رائے سمیر و گوالیار اور رائے جھالہ وغیرہ سے جو اٹا دہ میں جمع ہوئے تھے پیشکش حاصل کی اور چار مہینے کی مسلسل لڑائی کے بعد

دہاں سے واپس ہوا۔ اب ملو اقبال نے پوری نا انصافی اور نمک حرامی پر کمر باندھی۔ اور ناصر الدین محمود پر قنوج میں حملہ کیا ناصر الدین محمود قلعہ بند ہو گیا۔ ملو اقبال نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور ایک مدت تک ناصر الدین سے لڑتا رہا لیکن قلعے کے استحکام کی وجہ سے ناکام رہا۔ عزم مندہ میں ملو اقبال خاں نے سمانے کا رخ کیا بہرام خاں ترک بچہ جو فیروز شاہ کے نمک پروردہ غلاموں میں تھا اور سانگ خاں سے اس زمانے میں منحرف ہو گیا تھا ملو خاں کے خوف سے سمانے سے بھاگ کر کوہ دہور میں پناہ گزیں ہوا ملو اقبال نے بہرام خاں کا بھیجا کیا اور اُس پہاڑ کے درہ کے نزدیک پہنچ گیا حضرت عظیم الدین سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے نے اپنی سسی سے صلح کرائی اور ملو اقبال خاں بہرام خاں کو ساتھ لیکر ملتان روانہ ہوا تاکہ خضر خاں کا بھی قلعہ وضع کر کے دہلی میں خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کرے ملو اقبال تلونڈی پہنچا اور رائے داؤد اور کمال بستی اور رائے بہتو پسر رائے رتی کو گرفتار کر کے نظر بند کیا اور عہدہ کو توڑ کر بہرام خاں کی کھال کھنچو کر اُس کے خطرے سے محفوظ اور مطمئن ہوا۔ ملو اقبال نے ابو جمن کے نواح میں ڈیرے خیمے ڈالے۔ خضر خاں کو حریت کی آمد کی خبر ہوئی وہ بھی پنجاب اور دیبا پور اور ملتان کے لشکر کو جمع کر کے ملو اقبال سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا۔

۱۹ ہجری الاول ۸۸۵ھ میں فریقین ایک دوسرے کے مقابلے میں صفت آرا ہوئے ملو اقبال کو شکست ہوئی چونکہ یہ عہدی اور وعدہ شکنی کا ادبار و ہال ملو اقبال کے سر پر سوار تھا اس کا گھوڑا میدان جنگ میں زخمی ہوا اور وہ خود بھی دشمن کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکا اور اسلام خاں لودھی کے سپاہیوں نے اُس کا سر کاٹ کر خضر خاں کی خدمت میں پیش کیا۔ خضر خاں نے ملو اقبال کا سر اُس کے وطن فتح پور روانہ کیا دہاں لوگوں نے سر کو دروازہ شہر پر لٹکا دیا۔ خضر اور ملو کی لڑائی کا حال دولت خاں لودھی اور اختیار خاں نے دہلی میں سنا ان امیروں نے سلطان ناصر الدین کو قنوج سے بلایا۔ ناصر الدین جہاد الاول ۸۸۵ھ میں تھوڑی سی جماعت کے ساتھ دہلی پہنچا اور تخت سلطنت پر بیٹھ گیا لیکن اقبال مندی اور حکمرانی فیروز شاہی نسل سے جا بلی تھی ناصر الدین نے تخت پر بیٹھے ہی دہلی اور پنجاب و ملتان کی مہم کو ہل چھوڑ کر دولت خاں لودھی کو بیسرم خاں کے مقابلے میں روانہ کیا۔ بہرام خاں بھی ترک بچہ اور فیروز شاہ کے

نہک پروردہ غلاموں میں تھا اور بہرام خاں کے مرنے کے بعد سامے پر حکومت کر رہا تھا۔ ناصر الدین نے دولت خاں کو تو ادھر بھیجا اور خود قنوج پر دھاوا کیا شاہ ابراہیم مقابلے کے لیے میدان میں آیا چند روز گھسان کی لڑائی ہوئی نیکین ناصر الدین حریف کو پسپا کر سکا اور اس مہم کو بیکار اور لا حاصل سمجھ کر دہلی کی طرف لوٹا۔ فیروز امیر اور نور دلازم جو ناصر الدین سے بیزار اور کثرت فوج کشی سے جاں بلب ہو چکے تھے بلا بادشاہ کی اطلاع اور اُس کے حکم کے اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے۔ سلطان ابراہیم شرقی نے یہ خبریں سنیں اور دریائے گنگا کو پار کر کے قنوج کو فتح کیا اور وہاں سے دہلی کی طرف بڑھا، ابراہیم شرقی منزل بہ منزل کوٹھ کرتا ہوا جتنا کہ کنارے پر آگیا اور چاہتا تھا کہ دریا کو پار کرے کہ اُس نے سنا کہ حاں اعظم لغر خاں بگراتی نے اپ خاں والی مندو کو گرفتار کر کے مالوے کو بھی قمع کر لیا ہے اور اب اس کا ارادہ ہے کہ جوینور پر دھاوا کرے۔ ابراہیم شاہ نے اب آگے بڑھنا منتوی کیا اور جوینور واپس ہوا۔ رجب سنہ ۸۱۷ھ میں دولت خاں لودھی اور بیرم خاں ترک بچہ سمانے سے دو کوس کے فاصلے پر ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوئے اس لڑائی میں بیرم خاں کو شکست ہوئی پہلے وہ میدان جنگ سے بھاگ کر سرہند میں قلعہ بند ہو گیا پھر جان کی امان حاصل کر کے دولت خاں سے ملا لیکن اس جنگ اور صلح کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ خضر خاں نے سمانے کے اطراف پر قبضہ کیا اور دولت خاں لودھی دہلی واپس آیا۔ ذیقعدہ سنہ ۸۱۷ھ میں ناصر الدین محمود نے ملک میر ضیا پر جو ابراہیم شرقی کی طرف سے برن کا حاکم تھا لشکر کشی کی۔ ملک میر ضیا قلعے سے نکل کر ناصر الدین کے مقابلے میں آیا لیکن پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ ناصر الدین محمود کے لشکر اور سپاہی بھی میر ضیا کے پیچھے پیچھے قلعے میں داخل ہوئے اور انھوں نے حریف کو تین گز ٹھکانا۔ ناصر الدین نے برن سے سنبھل کا سفر کیا تا مار خاں حاکم سنبھل بے لڑے ہوئے سنبھل چھوڑ کر قنوج کی طرف بھاگا۔ ناصر الدین نے اسد خاں لودھی کو سنبھل میں چھوڑا اور خود دہلی واپس آیا۔ سنہ ۸۱۸ھ میں ناصر الدین نے قوام خاں پر جو خضر خاں کی طرف سے حصار فیروزہ کا حاکم تھا لشکر کشی کی۔ قوام خاں پہلے تو قلعہ بند ہوا لیکن چند روز کے بعد اُس نے اپنے بیٹے کو گران قیمت تحفوں کے ساتھ بادشاہ کی

حدمت میں بھیجا اور اپنے تصور کی معافی چاہی۔ ناصر الدین نے اس کی التجا کو قبول کیا اور دہلی واپس آیا۔ خضر خاں کو بھی ان حالات کی اطلاع ہوئی اور اپنے مقام سے کوچ کر کے فتح آباد پہنچا۔ خضر خاں نے اہل شہر کو جو سلطان ناصر الدین کے یہی خواہ تھے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور ملک تحفہ کو حکم دیا کہ میان دو آب کے ناصری حلقہ حکومت کو غارت کرے اور خود اسی سال رہتک کے راستے سے دہلی پہنچا۔ ناصر الدین کو عقل و شجاعت سے چنداں بہرہ نہ تھا خضر خاں کے پہنچتے ہی فیروز آباد میں قلعہ بند ہو گیا۔ خضر خاں نے قلعے کا محاصرہ کیا لیکن غلہ اور چارہ کی کمی کی وجہ سے چند ہی روز میں محاصرہ سے دست بردار ہو کر فتح پور چلا گیا۔ ۱۲۸۷ھ میں بیرم خاں ترک بچہ خضر خاں سے برگشتہ ہو کر دولت خاں سے جالما دولت خاں اس زمانے میں دریائے جہنا کے کنارے خیمہ زن تھا بیرم خاں نے اپنے بال بچوں کو پہاڑ پر روانہ کیا اور خود دولت خاں کے پاس آ گیا۔ خضر خاں نے بیرم خاں کا بھیجا کیا اور جہنا کے کنارے پہنچ گیا۔ بیرم خاں اپنی اس نادانی پر شرمندہ ہوا اور عاجزی کے ساتھ خضر خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے تصور کی معافی کا طلبگار ہوا اور پھر اپنی جاگیر برجال ہو کر اپنے پرگنہ کو واپس گیا ۱۲۸۷ھ میں خضر خاں نے ملک ادریس پر جو محمود شاہ کی طرف سے رہتک کا حاکم تھا دھاوا کیا۔ ملک ادریس قلعہ بند ہوا لیکن چھ مہینے کے بعد عاجز ہو کر اُس نے اپنے بیٹے کو بیش قیمت پیشکش کے ساتھ خضر خاں کی خدمت میں بھیجا اور صلح کے بعد اُس کی اطاعت قبول کی۔ خضر خاں رہتک سے سائے ہوتا ہوا فتح پور واپس آیا ۱۲۸۷ھ میں پھر رہتک کے اطراف و نواح پر جو ناصری حلقہ حکومت میں داخل تھے دھاوا کیا۔ ملک ادریس اور مبارز خاں پیشوائی کسے لیے آئے اور خضر خاں کی مہربانیوں اور عنایتوں سے سرفراز ہوئے۔ خضر خاں اقلیم خاں اور بہادر خاں کی جاگیر نازول کو غارت کر کے دہلی پہنچا سلطان ناصر الدین حصار سیری میں مقیم تھا خضر خاں نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اختیار خاں فیروز آبادی نے ناصر الدین محمود کے زوال کے روشن آثار کو دیکھا اور خضر خاں سے جالما۔ اختیار خاں خضر خاں کو فیروز آباد لے آیا اور میان دو آب پر پورا قبضہ کر کے غلہ اور چارہ کی آمد و رفت کے تمام راستے اہل دہلی پر بند کر دیئے لیکن ابھی ناصر الدین کی قسمت میں چند دنوں اور حکمرانی لگتی تھی

اس سال بھی میان دو آب میں سخت قحط پڑا اور خضر خاں مجبوراً اس سے دست بردار ہو کر پنج پور واپس آیا۔ رجب میں ناصر الدین نے کیتیل کا سفر کیا اور شکار کھیلنے میں مصروف ہوا۔ شکار گاہ سے واپس ہو رہا تھا کہ ذیقعدہ کے مہینے میں راستے میں بیمار ہوا اور چند دنوں کے بعد فوت ہوا۔ ناصر الدین محمود کے مرتے ہی حکمرانی کا سلسلہ شہاب الدین غوری کے ترک غلام یا غلامان غلام کی نسل سے جاتا رہا۔ ناصر الدین محمود نے باوجود ادبار اور انقلاب کے بیس سال دو مہینے حکمرانی کی۔ ناصر الدین کے مرنے کے بعد امیروں نے دولت خاں لودھی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے ماہ محرم ۷۸۷ھ میں خطبہ اور سکھ اس کے نام کا جاری کیا۔ ملک اور یس اور مبارز خاں خضر خاں سے محرت ہو کر دولت خاں کے ہی خواہوں میں داخل ہو گئے۔ دولت خاں نے ماہ جلوس ہی میں کہنیر کا رخ کیا رائے نرسنگھ اور دوسرے زمیندار دولت خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دولت خاں قبضہ بیالی پہونچا اور مہابت خاں بدادونی نے بھی اس کی ملازمت کا شرف حاصل کیا اسی زمانے میں معلوم ہوا کہ ابراہیم شاہ شرقی نے کاپی میں قادر خاں بن محمود خاں کا محاصرہ کر لیا ہے چونکہ قادر خاں کے پاس آتشی فوج نہ تھی کہ ابراہیم شرقی کا مقابلہ کرتا اس لئے مجبوراً دہلی واپس آ گیا۔ خضر خاں ہر وقت ایسے توغوں کو تلاش کیا کرتا تھا بہہ خبر سنتے ہی فوراً دہلی کو فتح کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اطراف و جوانب سے لشکر جمع کیا اور قریب ساٹھ نہر اسواروں کو ساتھ لیکر ذی الحجہ ۷۸۷ھ میں دہلی پہونچ گیا۔ خضر خاں کے پہونچتے ہی دولت خاں لودھی حصار سیری میں قلعہ بند ہوا۔ محاصرہ چار مہینے تک جاری رہا اور اہل قلعہ ہر قسم کی سختیوں اور مصیبتوں سے تنگ آ گئے۔ بندہ بیچ لالہ ۷۸۷ھ کو دولت خاں قلعے سے نکل کر خضر خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور گرفتار ہو کر حصار فریاد آباد میں قید کر دیا گیا اور اسی قید کی حالت میں فوت ہوا۔ دولت خاں نے ایک سال میں بیس حکمرانی کی۔



خاندان سادات

سید خضر خاں بن ملک سلیمان صاحب طبقات محمود شاہی اور مصنف تاریخ مبارک شاہی دونوں کی امارت کا ذکر

مورخ خضر خاں کو خاندان نبوت کا فرزند بتا کر اُسے قوم کا سید کہتے ہیں۔ خضر خاں ملک سلیمان کا بیٹا ہے اور ملک سلیمان کو فیروز شاہ باریک کے نانی امیر ملک مروان دولت نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ ملک مروان دولت نے ملتان میں وفات پائی اور وہاں کی حکومت ملک مروان کے صلیبی فرزند لکاشیخ کے سپرد کی گئی۔ ملک شیخ نے بھی حضور سے ہی دنوں بعد دنیا کو خیر باد کہا اور ملک سلیمان جو سید ہونے کا دعوے کرتا تھا ملتان کا حاکم ہو گیا۔ ملک سلیمان کے بعد فیروز شاہ کے حکم سے خضر خاں باپ کا جانشین ہوا لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں سارنگ خاں نے خضر خاں پر غلبہ حاصل کر کے اُسے ملتان کی حکومت سے محروم کیا تیوری طوفان وار دگیر میں جب دہلی فتح ہوئی تو خضر خاں امیر تیور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے خلوص اور حق خدمت گزاری کے صلے میں ملتان اور پنجاب کا حاکم مقرر کیا گیا یہاں تک کہ تیموری اطاعت اور فرمانبرداری نے اُسے ایک دن دہلی کے تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔

خضر خاں رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا۔ صاحب تاریخ مبارک شاہی نے دتوی لکس خضر خاں کے نسب کی صحت اور اُس کے نبوت میں لکھی ہیں ہم بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ان شہادتوں کو اپنی کتاب میں درج کر دیں تاکہ اہل و منیا کو خضر خاں کے نسب و نسب کی صحت کا پورا اندازہ ہو جائے۔ (۱) یہ کہ جس زمانے میں خضر خاں کا باپ ملک سلیمان ملک مروان دولت کی آغوش میں تربیت پاماتا تھا ایک مرتبہ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ ملک مروان دولت کے مہمان ہوئے جب کھانے کا وقت آیا اور دسترخوان بچھایا گیا تو ملک سلیمان جس نے اس واقعے سے پیشتر کبھی سید ہونے کا دعوے نہیں کیا تھا خدمت گاروں کی طرح کھانا اور طشت لیکر مہمانوں کے ہاتھ دھلانے کے لیے آیا۔ حضرت مخدوم بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سید کو اس قسم کی خدمتوں پر مقرر کرنا گستاخی اور بے ادبی ہے چونکہ یہ بات ایک ولی کامل کے منہ سے نکلی ہے یقین ہے کہ خضر خاں قوم کا سید ہو گا۔ (۲) یہ کہ

خضر خاں کے اخلاق و اطوار یعنی سخاوت شجاعت حلم تواضع نیک بیتی سچائی اور صلہ رحم وغیرہ کی عمدہ صفات جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ صفات سے بالکل مشابہ تھیں اور یہ بات بھی خضر خاں کی سیادت کی بڑی قوی دلیل ہے۔

غرض یہ کہ خضر خاں نے ملک تحفہ کو تاج الملک کا خطاب دیکر اسے اپنا وزیر مقرر کیا اور ملک سلیمان کے منہ بولے بیٹے عبدالرحیم کو علاء الملک کے خطاب سے سرفراز کر کے ملتان اور فتح پور کا صوبہ دار بنایا۔ اختیار خاں کو میان دواب کا شتدار اور سید سالم کا مرتبہ بلند کر کے اُسے تہانپور زبدا اور دوسرے حصوں کا حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح اپنے دوسرے بیخواہوں اور مددگاروں کو بھی خطاب و القاب سے سربلند اور سرفراز کیا۔ خضر خاں نے باوجود قوت خود مختاری کے حامل ہونے اور اسباب حکمرانی کے ہم بیونچ جانے کے بھی امیر تیمور کی عزت کا ادب و لحاظ کیا اور اپنے کو شاہ کے خطاب سے کبھی نیا طلب اور اعلیٰ القاب سے کبھی معرّف نہیں ہونے دیا۔ خضر خاں کے ابتدائی دور حکومت میں ملتان میں امیر تیمور کے نام کا اور دہلی میں میرزا شاہجہاں کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری تھا لیکن آخر زمانے میں خضر خاں کا نام بھی خطبوں میں دعا کے لئے پڑھا جانے لگا۔ خضر خاں اکثر عمدہ نذرانے میرزا شاہجہاں کی خدمت میں بھیجتا تھا۔ خضر خاں نے جلوس کے پہلے ہی سال تاج الملک کو باضابطہ فوج کے ساتھ کھنیر روانہ کیا تاج الملک نے دریائے گنگا اور جہنا کو عبور کر کے کھنیر اور اس کے نواح کو تاخت و تاراج کیا۔ کھنیر کے راجہ مئی رائے نرسنگ نے جو بھاگ کر کوہستان میں پناہ گزین ہوئے تاج الملک کو پیشکش دینے کے بعد اطاعت اختیار کی۔ یہاں تک خاں حاکم بدائوں بھی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاج الملک نے کھنیر سے کھوئے نسل اور چند وار کا سفر کیا اور چند سال کا مال و اسباب اور خراج حاصل کرتا ہوا جالیسر کو بھی اس نے چند وارہ کے راجہوتوں سے بچھین کر خضر شاہی حکومت کے دائرے میں داخل کیا۔ تاج الملک جالیسر سے اٹا وے پہونچا اور اٹا وے کے کھیلوں کو قرار واقعی گوشمالی دیکر اس نواح کا معقول انتظام کرتا ہوا دہلی واپس آیا۔ ماہ جمادی الاول سنہ جلوس میں معلوم ہوا کہ بیرام خاں ترک بجے کی ایک اہم قوم جماعت نے شاہزادہ مبارک خاں کے مال ملک سدھو کو قتل کر کے

اُس نواح پر قبضہ کر لیا ہے۔ خضر خاں نے زیرک خاں اور ملک داور کو ایکس بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان باغی ترکوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ترکوں نے دریائے ستلج کو عبور کر کے پہاڑوں میں پناہ لی۔ زیرک خاں ان باغیوں کا پیچھا کرتا ہوا پہاڑوں میں بھی داخل ہوا چونکہ اس نواح کے پہاڑ ننگر کوٹ اور اس کے اطراف کے پہاڑوں سے ملے ہوئے ہیں اور اُس وقت اس حصہ ملک کے زمینداروں نے ان پہاڑوں پر قبضہ کر کے بہت اچھی قوت پیدا کر لی تھی اس لئے ہر چند زیرک خاں اور ملک داؤد نے ان باغیوں کے تباہ کرنے میں کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ۱۱۸۵ء میں خضر خاں نے سنا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی ناگور آگیا ہے اور اُس کا ارادہ ہے کہ ناگور کو فتح کرے خضر خاں نے احمد شاہ کے دفع کرنے کا مصمم ارادہ کر کے ناگور کا سفر کیا۔ احمد شاہ گجراتی نے خضر خاں کے پہنچنے کا انتظار نہ کیا اور ناگور سے مالوے روانہ ہو گیا۔ خضر خاں سفر کی فزلیں ملے کرتا ہوا جالوپنچا اور الیاس خاں حاکم شہر نوجو عروس جہاں کے لقب سے مشہور اور سلطان علا الدین خلجی کا بایا ہوا تھا خضر خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا۔ خضر خاں نے جالور سے گوالیار تک سفر کیا اور گوالیار کے راجہ سے مقررہ رقم نذرانے کی وصول کرتا ہوا بیانے پہنچا اور مس خاں اودھ کی بھائی کریم الملک سے بھی خراج لیتا ہوا دہلی واپس آیا۔ ۱۱۸۷ء میں ملک طغا ترک کی بغاوت کی اطلاع ملی۔ یہ طغا ملک سدھو کے قاتلوں کا اس زمانے میں سردار ہو رہا تھا۔ زیرک خاں حاکم سمانہ ایک ہزار فوج کے ساتھ طغا کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا گیا۔ زیرک خاں باغیوں کے قریب پہنچا اور طغا اور اس کے ساتھیوں نے سر ہند کے محاصرے سے ہاتھ اٹھایا اور پہاڑوں میں جا چھے۔ ملک کمال الدین نے قلعہ بندی کی مصیبت اور قید سے نجات پائی اور دہلی روانہ ہو گیا۔ زیرک خاں نے طغا کا پیچھا کیا۔ زیرک خاں قصبہ پابل پہنچا اور ملک طغانے ناچار اطاعت قبول کی اور نذرانے کی رقم ادا کرنا قبول کیا۔ طغانے اپنے بیٹے کو بطور یرغمال زیرک خاں کے سپرد کیا اور ملک سدھو کے قاتلوں کو جو اس قلعے کی جڑ تھے اپنے سے جدا کیا۔ زیرک خاں نے جان نہ صرف طغا کے زیر حکومت چھوڑا اور سمانے کے اطراف میں جا کر اُس نے نذرانے کی رقم اور طغا کے بیٹے کو

خضر خاں کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ سلسلہ میں خضر خاں نے تاج الملک کو کھیتیر کے راجہ رائے نرسنگھ کی تنبیہ کے لیے روانہ کیا۔ تاج الملک کے لشکر نے دریائے گنگا کو پار کیا اور نرسنگھ اپنے ملک کو خالی کر کے ٹولہ کے جنگل میں پناہ گزیں ہوا لشکر شاہی کے ایک حصے نے جنگل میں اُس کی تلاش کی اور نرسنگھ یہاں سے بھی بھاگا اور گھوڑے اور اسباب جنگ لشکر شاہی کے ہاتھ آیا۔ خضر خاں سپاہیوں نے ہنسہ دُون کا کوہ کمایوں تک پھینکا اور پانچویں روز بھر اپنے لشکر سے آئے۔ تاج الملک کھیتیر کے ملک کو تاراج کر کے بھاؤں آیا اور دریائے گنگا کو اس نے عبور کیا اور مہابت خاں حاکم بھاؤں کو جو سلطان ناصر الدین محمود کے نامی امیروں میں سے تھا اجازت روانگی دیتا ہوا خود اٹاوا پہنچا رائے سمیراٹاویں میں قلعہ بند ہو گیا اور تاج الملک نے جمی کھول کر شہر کو لوٹا آخر کار راجہ نے نذرانے کی رقم پیش کی اور تاج الملک صلح کر کے دہلی واپس آیا۔ اسی سال خضر خاں نے کھیتیر کے منصفہ پر دازگرہ کی تنبیہ کے لیے اس جانب سفر کیا۔ خضر خاں نے پہلے کول کے شورہ پستوں کو نذرانہ دیا گنگا کو عبور کیا اور شہل کو تاخت و تاراج کر کے دہلی واپس آیا۔ ذیقعدہ ۸۲۲ھ میں بادشاہ نے بھاؤں کا رخ کیا۔ خضر خاں نے قصبہ ٹیلی کے نواح میں دریائے گنگا کو عبور کیا اور بادشاہ کے اس راہ سے سفر کرنے سے مہابت خاں کے دل پر خوف غالب ہوا اور وہ بھاؤں کے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ چھ مہینے کا محاصرہ اور لڑائی جاری رہی اس درمیان میں خضر خاں کو معلوم ہوا کہ بعضے امیر جس میں توام خاں اختیار خاں لودھی اور تمام محمود شاہی خانہ زاد بھی شامل ہیں بادشاہ کی طرف سے دل میں برا ارادہ رکھتے ہیں۔ خضر خاں نے ان امیروں کی بدعتی کی وجہ سے محاصرے سے ہاتھ اٹھایا اور دار الخلافہ کی طرف واپس ہوا۔ آٹھویں جمادی الاول ۸۲۲ھ کو خضر خاں نے دریائے گنگا کے کنارے راستے میں قیام کیا اور ان غدار امیروں کو کسی بہانے سے ایک ہی مجلس میں جمع کر کے سبھوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ خضر خاں دہلی پہنچا اور اُسے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ماچھوڑہ کے نزدیک اپنے کو سازنگ خاں مشہور کر کے اچھی خاصی جماعت اپنے گرد جمع کر لی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سازنگ خاں بیچارہ تیوری فتوحات کے دوران ہی میں لحد میں

مابا سنا تھا۔ خضر خاں نے ملک شہ لودھی النما طلب بہ اسلام خاں حاکم سرہند کو اس
 بنے ہوئے سازنگ کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ جعلی سازنگ بھی مقابلے کے لیے
 آگے بڑھا اور سرہند کے نواح میں شاہی لشکر سے دست و گریباں ہو گیا لیکن اسلام خاں
 سے شکست کھا کر اطراف کے کوہستان میں پناہ گزیں ہوا۔ اسلام خاں نے سازنگ کا
 پیچھا نہ چھوڑا اس درمیان میں ملک طغا امیر جالندھر زیرک خاں امیر سمانہ اور
 ملک خیر الدین حاکم میان دواب بھی خضر خاں کے حکم سے اسلام خاں کی مدد کو آگئے
 چونکہ اب جعلی سازنگ ایک جگہ پر چھپ رہا تھا ہر امیر اپنے اپنے صوبے کو واپس
 گیا۔ ۸۲۳ھ میں سازنگ پھر کوہستان سے باہر نکلا اور عہد و پیمان سے اپنے کو مطمئن
 کر کے ملک طغا سے جاملہ۔ ملک طغانے بدعہدی کی اور مال و دولت کی طمع میں
 سازنگ کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ سازنگ کا باغی خون اپنا رنگ لایا اور قاتل بھی
 مقتول کی طرح خضر خاں سے برگشتہ ہو گیا۔ طغانے قلعہ سرہند کا محاصرہ کر کے اس نواح کو
 تاخت و تاراج کیا اور منصور پور اور پاتل کی سرحد تک پہنچ گیا۔ خضر خاں نے خیر الدین
 اور زیرک خاں کو طغا کی تنبیہ کے لیے نافرزد کیا۔ طغانے امیروں سے لڑا لیکن خضر خاں
 لشکر سے شکست کھا کر لوہانے کے قریب دریاے ستلج کو پار کرتا ہوا شیخا کھڑکے بہانی حیرت
 کھڑکے ملک میں جا پہنچا۔ زیرک خاں کو جالندھر کی حکومت ملی اور خیر الدین دہلی
 واپس آیا۔ ۸۲۴ھ میں خضر خاں نے میوات کا سفر کیا۔ بعض میواتی سردار بادشاہ کی
 خدمت میں حاضر ہوئے اور بعضوں نے کوٹلہ بہا درناہر میں قلعہ بندی اختیار کی۔ ان
 برگشتہ امیروں کا تھوڑے ہی دنوں میں برا حال ہو گیا اور قلعے سے نکل کر سپاہیوں میں
 جا چھپے۔ خضر خاں نے قلعے پر قبضہ کر کے حصار کو ویران اور تباہ کیا۔ اس درمیان میں
 تاج الملک نے وفات پائی اور بجائے اُس کے تلج الملک کا بڑا بیٹا ملک المشرق سکندر
 وزارت کے عہدے پر مامور کیا گیا۔ کوٹلے سے خضر خاں نے گوالیار کا سفر کیا اور
 پیشکش حاصل کرتا ہوا اٹا دے پہنچا۔ رائے سمیرنوت ہو چکا تھا بادشاہ نے مرحوم رائے
 کے بیٹے سے بھی نذرانے کی رقم وصول کی اب خضر خاں کے دن قریب آگئے اور
 علیل ہو کر منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا دہلی پہنچا اور تہہ جادی الاہل ۸۲۵ھ میں اپنے
 اسلاف کی طرح دنیا کو خیر باد کہا۔ خضر خاں نے سات برس چار مہینے حکمرانی کی

خضر خاں انصاف پسند سمجھ دار سخی اور سچا تھا رعایا اُس سے راضی اور اُس کی شکر گزار تھی اس کے مرنے پر شہر کے تمام چھوٹے بڑوں نے اس کا ماتم کیا اور صحیح روایت کے موافق امیروں اور رعیت نے خضر خاں کی موت کے تیسرے دن ماتمی لباس اتارا اور بادشاہ کے بڑے بیٹے مبارک شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر اُسے اپنا فرمانروا تسلیم کیا۔

معز الدین ابوالفتح | خضر خاں نے اپنے مرض الموت میں یہ سمجھ لیا کہ وہ اس بیماری مبارک شاہ بن خضر خاں سے جانبر نہ ہو سکے گا اور اپنی وفات سے تین روز قبل اپنے سعادتمند بیٹے مبارک خاں کو اپنا دلی عہد مقرر کر دیا۔ مبارک خاں نے

اپنے باپ کی وفات کے ایک روز یا تین روز کے بعد تخت سلطنت پر قدم رکھا اور اپنے کو معز الدین ابوالفتح مبارک شاہ کے نام سے موسوم کیا۔ مبارک شاہ نے امیروں مشائخوں اور ارکان دولت کی سابقہ جاگیریں اور وظیفہ بحال رکھے بلکہ بعضوں کے روزنیوں میں خاطر خواہ اضافہ بھی کیا۔ اپنے بھتیجے ملک بدر کو فیروز آباد اور ہانسی کا صوبہ دار بنا کر اُس کے مرتبے کو بلند و بالا کیا اور ملک رجب بن سدھونا داری کو فیروز آباد اور ہانسی کی حکومت سے علیحدہ کر کے دیپالپور اور پنجاب کا صوبہ دار مقرر کیا۔ جمادی الاول ۸۸۳ھ میں سلطان علی بادشاہ کشمیر نے ٹھٹھہ کا سفر کیا اور اپنے ملک کو واپس ہوتے وقت اپنی فوج سے جدا ہو کر سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا جسرت ٹھکڑ جو اپنے بہائی خینا ٹھکڑ کے قتل کے بعد اپنے قبیلے کا سردار اور صاحب قوت ہو چکا تھا راہ میں سلطان علی سے برسرِ مقابلہ ہوا اور کشمیری فرمانروا کو زندہ گرفتار کر لیا اور بٹنار مال غنیمت حاصل کر کے ایسا خیال خام اُس کے سر میں سما یا کہ غزوہ الحواس ہو کر دہلی کو فتح کرنے کا خیالی پلاؤ بکھانے لگا۔ جسرت نے ملک طغا کو جو خضر خانی تلوار کے صدے سے کوہستان میں چھپا ہوا تھا اپنے پاس بلا کر اس کو امیر الامرا مقرر کیا اور لاہور اور پنجاب پر قابض ہو گیا جسرت نے لاہور کو تاراج کر کے دریائے ستلج کو عبور کیا اور رائے کمال کی جاگیر شہر تلونڈی کو بھی جی کھو لکر لوٹا۔ تلونڈی کا زمیندار مسی رائے فیروز تلونڈی سے بھاگ کر دریائے جہنا کے ساحل پر پناہ گزیں ہوا جسرت لودیانے پہونچا اور لودیانے سے اوپر تک تاراج کرتا ہوا دریائے ستلج کے اُس پار گیا اور

جائیدہ صحر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ زیرک خاں حاکم حصار قلعہ بند ہو کر جسرت کا مقابلہ کرنے لگا۔ جسرت نے کمر کا بال بچھایا اور صلح کی گفت و شنید شروع کی اور یہ قرار دیا کہ زیرک خاں جائیدہ صحر کو خالی کر کے ملتان کے سپرد کر دے اور ملتان کے فرزند کو مدد میں نیت نہ ماننے کے مبارک شاہ کی خدمت میں روانہ کرے۔ زیرک خاں دوسری جمادی الاول ۱۰۰۰ھ کو قلعہ جائیدہ صحر سے باہر نکل کر جسرت کے لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر دریائے ستلج کے کنارے مقیم ہوا۔ جسرت نے دوسرے دن اپنے عہد و پیمان کو توڑا اور زیرک خاں پر حملہ کر کے اُسے زندہ گرفتار کر لیا اور لودیانے کو واپس آیا۔ جسرت نے بیسیوں جمادی الاول ۱۰۰۱ھ کو سرہند پر حملہ کیا اسلام خاں حاکم سرہند بھی قلعہ بند ہوا جسرت کی قلعہ پر دراز ہوئی خبر بادشاہ تک پہنچی اور باوجود برسات کے ناقابل برداشت موسم کے مبارک شاہ نے دوسری رجب سنہ ۱۰۰۱ھ کو دہلی سے کوچ کیا۔ مبارک شاہ سرہند کے نواح میں پہنچا اور جسرت بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر لودیانے چلا گیا زیرک نے اپنے کو جسرت کی قید سے آزاد کیا اور سامنے میں بادشاہ سے آملہ۔ مبارک شاہ نے لودیانے کا سفر کیا۔ جسرت نے نہر ستلج کو عبور کر کے نہر کے دوسری طرف بادشاہی لشکر کے مقابلے میں قیام کیا۔ جسرت کے قبضے میں تھیں اور دریا کا پاٹ طغیانی کی وجہ سے بڑھا ہوا تھا مبارک شاہ نے مجبوراً دریا کے کنارے اپنے خیمے ڈالے۔ سہیل شاہ کے طلوع ہونے کے بعد دریا کا پاٹ کم ہوا اور مبارک شاہ قبول پور کی جانب دریا کے کنارے کنا سے آگے بڑھا۔ جسرت نے بھی جبارت کی اور دریا کے اُس پار مبارک شاہ کے ساتھ ساتھ سفر کی منسلکیں طے کرنے لگا۔ ہر روز کھڑکوں کا لشکر مبارک شاہی فوج کے مقابل دریا کے اُس پار خیمہ زن ہوتا تھا۔ گیا رھویں شوال ۱۰۰۱ھ کو ملک سکندر تحفہ وزیر الممالک۔ زیرک خاں محمود حسن اور ملک کالا وغیرہ نامی امیروں نے بادشاہ کے حکم کے موافق ایک بڑا فوج اور چھ ہاتھی ساتھ لیکر ایک پایاب جگہ سے دریا کو عبور کیا اور کھڑکوں پر دھاوا کر دیا بادشاہ خود بھی ان امیروں کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ جسرت مبارک شاہی فوج کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور نیچر ٹھہرے ہوئے میدان جنگ سے بھاگا۔ شاہی لشکر نے حریف کا تعاقب کیا اور جسرت کے مددگاروں کی ایک کثیر جماعت کو مہ تیغ کر کے اُس کے تمام ساز و سامان کو غارت کیا۔ جسرت نے غربت زدوں کی طرح دریائے چناب کو

عبور کیا اور کوہستان میں پناہ گزین ہو گیا۔ جبو کے حاکم رائے بیہیم نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی راجسیری کی اور مبارک شاہی لشکر جسرت کے مضبوط ترین ماسن میل میں پہنچ گیا۔ جسرت یہاں سے بھاگا اور اس مرتبہ بھی اس کے ساتھی مبارک شاہی تلواروں کا قلعہ اہل بنے جسرت کا مال و اسباب یہاں بھی دشمنوں کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہوا۔ محرم ۱۰۲۵ھ میں مبارک شاہ لاہور آیا اور ویران شہر کو از سر نو آباد کر کے ملک الشرق امیر حسن کو لاہور کا حاکم مقرر کیا اور نئے حاکم کو حصار داری کے تمام ساز و سامان سے مطمئن اور قوی دل کر کے خود دہلی واپس آیا۔ مبارک شاہ کے لاہور سے ہٹتے ہی جسرت کو پھر موقعہ ہاتھ آیا اور لشکر جمع کر کے حصار پر حملہ آور ہو گیا۔ جسرت نے قلعے کے پاس میدان میں قیام کیا اور امیر حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خیمہ زن ہوا ایک ماہ پانچ روز محاصرہ جاری رہا اور بارہا کھکھروں نے قلعے پر دھاوا کیا لیکن کچھ کار براری نہ ہوئی جسرت نے قلعے سے ہاتھ اٹھایا اور لاہور سے کلاں اور پونچا اہ راہ اپنا بدلہ لینے کے لئے رائے بیہیم پر لشکر کشی کی اور لڑائی کے بعد بے کسی نتیجے کے وہاں سے دریائے بیاس کے کنارے آیا اور اپنا لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ اسی دوران میں ملک سکندر تحفہ ملک محمود حسن کی مدد کو نافر دہو کر جا رہا تھا ملک سکندر کا گزر لوہی گھاٹ سے ہوا اور ملک رجب حاکم دیباپور اور اسلام خاں لوہی حاکم سرسند بھی ملک سکندر سے آئے۔ جسرت کو ان امیروں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی اور دریائے چناب اور راوی کو عبور کر کے اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کے ساتھ کوہستان میں چاچپا۔ بارہویں سوال ۱۰۲۵ھ کو ملک سکندر لاہور واپس آیا۔ ملک محمود حسن نے ملک سکندر کا استقبال کیا اور اس کی آمد کی عزت و توقیر کی۔ ملک سکندر نے بھی دریائے راوی کے کنارے کو فتح کر کے کلاں اور کاٹنج کیا۔ ملک سکندر جبو کی سرحد پر پہنچا اور راجہ بیہیم بھی اس سے آلا ملک سکندر کو جہاں کہیں کھکھروں کی پناہ گزینی کا حال معلوم ہوا اس نے وہیں پہنچ کر باغیوں کو قتل کیا اور اس کے بعد لاہور واپس آیا۔ اس درمیان میں بادشاہ کافرمان پہنچا کہ ملک محمود حسن جانبدار کر اپنے کو مضبوطا و طاقتور بنا کر دہلی واپس آئے اور ملک سکندر لاہور میں قیام کر کے اس نواح کا پورا بندوبست کرے۔ ۱۰۲۶ھ میں سلطان مبارک شاہ نے ملک سکندر کو وزارت سے معزل کر کے

سردار الملک کو وزیر الممالک مقرر کیا۔ بادشاہ نے غیر مسلم شہرہ پشتوں کی تنبیہ کے لیے سردار الملک کو روانہ کیا اور اُس کے پیچھے خود بھی کھنٹیر پہنچ گیا۔ مبارک شاہ نے کھنٹیر کے چودھریوں اور کھنٹیوں سے خراج وصول کر کے قلعہ پرواز گردہ کو موت کے گھاٹ اتارا۔ مہابت خاں امیر بدلوں جو خضر خاں کے عہد میں قلعہ بند ہو کر مرحوم بادشاہ سے لڑا تھا عاجزانہ مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی فرمان کے موافق دریائے گنگا کو عبور کر کے قوم راتھور کے لوٹنے اور تباہ کرنے میں سرگرم ہوا۔ مہابت خاں نے بہت سے راتھور قیدی گرفتار کئے۔ اٹاؤے کا راجہ جو اس سے پشتیر مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا دریائے گنگا کے کنارے شاہی لشکر سے بھاگ کر بھڑاٹاؤے پہنچ گیا شاہی فوج نے راجہ کا تعاقب کیا۔ مبارک شاہی سپاہی اگرچہ خود راجہ کو تو نہ گرفتار کر سکے لیکن اٹاؤے پہنچ کر انھوں نے شہر کے تاخت و تاراج کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ اس درمیان میں مبارک شاہ خود بھی جلد سے جلد پہنچ گیا۔ راجہ راجپوتوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا مبارک شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ محاصرے کی سختیوں سے عاجز ہوا اور دوبارہ اپنے بیٹے کو پیش قیمت پیش کش کے ساتھ مبارک شاہ کی خدمت میں بھیجا اور بادشاہ دہلی واپس آیا۔ اسی دوران میں ملک محمود حسن بادشاہ کی خدمت میں پہونچا اور بخشگیری کے عہد پر جس کو اُس زمانے میں عارض کہتے تھے فائز ہوا۔ اسی سال جسرت اور رائے بھیمن میں معرکہ آرائی ہوئی راجہ میدان جنگ میں کام آیا اور بیشمار مال غنیمت جسرت کے ہاتھ لگا۔ جسرت کے گرد دس بارہ ہزار کھنٹوں کا مجمع ہو گیا اور بھڑاٹاؤے کے سر میں لاہور اور دہلی پر فکرائی کرنے کا سودا سہا یا جسرت نے دیلاہور اور لاہور کے اطراف و نواح کو خوب تاراج کیا اور اس غارتگری کے ذریعے سے بہت بڑی دولت جمع کی۔ ملک سکندر تحفہ نے جسرت کی تنبیہ کا ارادہ کر کے دریائے چناب کو عبور کیا لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی اور ملک سکندر واپس آ یا جسرت کھنٹوں کے ملک میں پہونچا اور لشکر اور اثاثہ شاہی کی ترتیب اور تنظیم میں مشغول ہوا جسرت نے اب میرزا شاہ رخ کے ایک امیر سیخ علی سے جو کابل میں رہتا تھا دوستی کی راہ کھولی اور کابل سردار کاہر دین کراٹے سیوستان بھکر اور ٹٹھ کے تاخت و تاراج کرنے پر ابھارا جسرت کا مقصد یہ تھا کہ مبارک شاہ کو ہر جا طرف سے لڑائی کی کشمکش میں گرفتار کر کے

اپنا مطلب حاصل کرے۔ اسی دوران میں ملک علاء الدین حاکم لٹان نے وفات پائی اور امیر شیخ علی کابلی کے حملے کی خبر اطراف و نواح میں پھیلی۔ مبارک شاہ نے ملک محمود بن کو لٹان بھکر اور سیوستان کا حاکم مقرر کر کے اُسے فوراً ایک جزار لشکر کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا۔ ملک محمود نے حصار لٹان کی جو تیوری سیلاب فتوحات میں سمار ہو گیا تھا مرست کرائی اور لشکر کو اطراف و جوانب سے چمچ کر کے مغلوں سے جنگ کرنے کے لیے کمر بستہ تیار ہو گیا۔ اسی سال سلطان ہوشنگ حاکم مالوہ نے گولیا رکونج کرنے کا ارادہ کر کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مبارک اہل حصار کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ میانے پہونچا اور یہاں پہونچکر اُسے معلوم ہوا کہ امیر خاں بن داد و خاں بن مس خاں حاکم بیانے نے اپنے چچا مبارک خاں کو قتل کر کے شہر کو ویران کر دیا ہے اور بادشاہ سے باغی ہو کر بیڑ پر قلعہ بند ہو گیا ہے۔ مبارک شاہ نے اس پہاڑ کے دامن میں قیام کیا۔ مبارک شاہ اور امیر خاں میں نامہ و پیغام جاری ہوئے اور آخر کار امیر خاں نے ہر سال معمولی خراج ادا کرنے کا اقرار کر کے اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا مبارک شاہ نے بیانے سے گولیا رکونج کا سفر کیا۔ سلطان ہوشنگ نے دریائے پٹیل کے گھاٹ پر قبضہ کر رکھا تھا مبارک شاہ نے دوسرے گڑگاہ پیدا کیا اور جلد سے جلد روانہ ہوا بعض مبارک شاہی امیروں نے جو مقدمہ لشکر تھے سلطان ہوشنگ کے لشکر کے ایک حصے کو تاج بھی کیا اور بہت سے قیدی بھی گرفتار کئے چونکہ سارے قیدی مسلمان تھے مبارک شاہ نے ان بھوں کو آزاد کیا۔ سلطان ہوشنگ نے صلح کی درخواست کی مبارک شاہ نے اُس کی درخواست منظور کی اور ہوشنگ بیش قیمت خشکس بادشاہ کی خدمت میں بھیج کر حصار روانہ ہو گیا۔ مبارک شاہ نے دریائے پٹیل کے کنارے قیام کیا اور پرانے قانون کے موافق ملک کے تمام زمینداروں سے خراج وصول کرتا ہوا جب ۷۷۷ھ میں دہلی پہونچ گیا۔ ۷۷۸ھ میں مبارک شاہ نے کھنیر پر حملہ کیا۔ بزرگہ راجہ کھنیر نے لگا کے کنارے بادشاہ کی ملازمت کا شرف حاصل کیا۔ راجہ معمولی خراج تین سال تک نہ ادا کرنے کے جرم میں قید خانے میں نظر بند کر دیا گیا لیکن رقم ادا کرتے ہی قید سے رہا کیا گیا۔ بادشاہ نے لگا کو مجبور کر کے وہاں کے سرکشوں کو پامال کیا اور دہلی واپس آیا۔ اسی دوران میں بیواہوں کی سرکشی کی خبر پہونچی بادشاہ نے بیواہ کا رخ کیا۔

اور وہاں پہنچ کر ملک کو خوب تاخت و تاراج کیا۔ میواتی اپنا وطن چھوڑ کر کوہ جہرہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ مبارک شاہ تلے اور چارے کی کمی اور دشمن کے سامن کی مضبوطی پر لٹا کر کے دہلی واپس آیا۔ امیروں کو اُن کی جاگیروں پر جانے کی اجازت دی اور خود عشرت میں مشغول ہوا۔ عشرت میں مبارک شاہ نے پھر میوات پر دھاوا کیا جلو اور قند بہادر ناسر کے پوتے اپنے مددگاروں اور بھی خواہوں کی ایک جماعت کے ساتھ کوہ اور پناہ گزین ہوئے اور ایک مدت تک شاہی لشکر سے لڑتے رہے آخر کار لڑنے سے عاجز ہوئے اور جان کی امان حاصل کر کے مبارک شاہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ قسوڑے دنوں کے بعد دونوں بجائیوں نے بھانسنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کو اُن کی نیت کا حال معلوم ہو گیا دونوں نظر بند کر دیئے گئے بادشاہ نے میوات کو خوب تاخت و تاراج کیا اور قحط کی وجہ سے دہلی واپس آیا۔ اس مہم کے چار مہینے کے بعد محرم سنہ ۸۱۷ میں مبارک شاہ نے پھر میوات پر دھاوا کیا اور وہاں کے سرکشوں کو سزا دیتا ہوا بیانے پہنچا۔ امیر خاں فوسف ہو چکا تھا امیر کے بھائی سخی محمد خاں نے پٹا پڑ جاکر قلعے میں پناہ لی اور پندرہ روز برابر شاہی لشکر کا مقابلہ کرتا رہا۔ جنگ کے دوران میں محمد خاں کے اکثر رفیق مبارک شاہ سے جا ملے۔ محمد خاں نے بھی اپنے گلے میں ڈالی اور عاجزانہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گھوڑے ہتھیار اور نیزہ بدریش قیمت چیزیں قلعے میں تھیں سب کو مبارک شاہ کی نذر کر دیا۔ بادشاہ نے محمد خاں کے اہل و عیال کو قلعے سے باہر نکالا اور سب کو نظر بند کر کے دہلی روانہ کر دیا اور قلعہ بیاہ کی حکومت مقبل خاں کے سپرد کی مبارک شاہ نے سیکری کی حکومت جو ابنگ فتح پور کے نام سے مشہور ہے ملک خیر الدین محمد کے حوالے کی اور وہاں سے گوالیار پہنچا بادشاہ کو ایثار کے راجہ سے بخش لیتا ہوا دہلی آیا اور ملتان اور اُس کے نواح کی حکومت ملک حسن سے لیکر ملک رب نادری کو دی اور حصار فیروزہ پر ملک حسن کو حاکم بنایا۔ مبارک شاہ نے فیروز شاہی کو شک جہاں ناکو محمد خاں کے قیام کے لئے تجویز کیا اور اُس کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر غور و فکر کرنے لگا۔ لیکن محمد خاں نے جلدی کی اور اپنے اہل و عیال اور تمام متعلقین کو ساتھ لیکر کو شک سے بھاگا اور میوات میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ محمد خاں نے میوات پہنچ کر دوسری مرتبہ پھر لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ محمد خاں نے معلوم کر کے کہ

مقبل خاں ملک ناصر الدین کو قلعہ بیانہ میں چھوڑ کر خود چھانڈاؤں گیا ہے بیانے پر دھاوا کر دیا اور شہر کے زمینداروں کی مدد سے شہر پر قابض ہو گیا۔ ملک ناصر الدین سے قلعہ بھل سکا اور وہ محمد خاں سے اماں طلب کر کے دہلی چلا آیا۔ مبارک شاہ نے ملک مبارز کو بیانے کا حاکم مقرر کر کے اُس کو محمد خاں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ محمد خاں ملک مبارز سے مقابلہ نہ کر سکا اور مجبوراً قلعہ بند ہو گیا۔ ملک مبارز نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ محمد خاں نے چند دنوں کے بعد قلعہ اپنے مقبر امیروں کے سپرد کیا اور خود جلد سے جلد سلطان ابراہیم شرقی کے پاس جا پہنچا ابراہیم شرقی اس زمانے میں کابل کی فتح کرنے کے ارادے سے آرہا تھا۔ قادر شاہ امیر کابل نے بادشاہ دہلی سے مدد مانگی اور مبارک شاہ نے بیانے کی فتح کو چندے موقوف رکھا اور سلطان ابراہیم کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ شرقی فوجوں نے بہون گاؤں کو تاراج کر کے بیداؤں کا قصد کیا تھا۔ مبارک شاہ نے دریائے جہنا کو عبور کر کے موضع جہر تولی کو جو مواس کے بہترین شہروں میں تھا تاخت و تاراج کیا اور وہاں سے اترولی پہنچا۔ اترولی پہنچ کر مبارک شاہ نے ملک محمود حسن کو دس ہزار سواروں کی جمعیت سے غلصہ خاں براہ اور سلطان شرقی کی سرکوبی کے لیے جو اٹا دے کو فتح کرنے کے لیے آرہا تھا روانہ کیا غلصہ خاں ملک محمود کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور راستے ہی سے بھاگ کر اپنے بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ ملک محمود چند روز توقف کر کے اپنے لشکر سے آگیا۔ ابراہیم شرقی نے دریائے کنارے پناہ لی اور برہان آباد کے حوالی میں پہنچا۔ مبارک شاہ نے اترولی سے کوچ کر کے قصبہ مالی کوڑ کا رخ کیا۔ ابراہیم شرقی مبارک شاہی غطت اور شوکت دیکھ کر ماہ جادی الاول سن ۸۸۵ھ میں لڑائی سے کنارہ کش ہو کر قصبہ راپری کی سمت روانہ ہوا۔ ابراہیم نے راپری سے دریائے جہنا کو عبور کیا اور بیانے پہنچا اور دریائے کھنیر کے کنارے مقیم ہوا۔ مبارک شاہ نے بھی چند دار کے قریب دریائے جہنا کو عبور کر کے ابراہیم شرقی کی فوج سے پانچ کوس کے فاصلے پر اپنے ڈیرے ڈالے۔ ہر فریق نے اپنے اپنے لشکر کے سامنے گہرے خندق کھدوائے اور بائیس روز ایک دوسرے کے مقابلے میں خیمہ زن رہے۔ مبارک شاہی سپاہی ہر روز شرقی فوج پر ہر طرف سے چھاپے مارتے تھے اور غنیمت کے لشکر سے جانوروں کو جراتے اور اُن کے متوسلین کو قید کر لاتے تھے۔ بالآخر ساتویں جادی الآخر سن ۸۸۵ھ کو ابراہیم شرقی

میدان داری کے لئے سوار ہوا۔ مبارک شاہ نے ملک محمود۔ خان اعظم بن فتح خاں بن سلطان خاں گجراتی۔ زیرک خاں۔ اسلام خاں۔ ملک چمن نمبرہ فیروز خاں ملک کالو اور ملک احمد قبل خاں کو سردار الملک وزیر اور سید اسادات سید سالم کے ہمراہ شہر قیوں کے مقابلے میں روانہ کیا۔ دوپہر سے لیکر شام تک لڑائی کا بازار گرم رہا لیکن رات نے درمیان میں حائل ہو کر دونوں فریق کو بلا کسی نتیجے کے ان کے لشکر گاہ کو واپس کیا۔ دوسرے دن یعنی آٹھویں جمادی الآخر کو شاہ شہر قی نے میدان جنگ سے کوچ کر کے جنوب کی راہ لی اور مبارک شاہ نے تلکھاٹ کے راستے سے گوالیار کا رخ کیا۔ اور گوالیار کے راجہ سے پیشکش لیکر بیانے کا سفر کیا۔ محمد خاں اوجہ دی نے جو پیشتر سے قلعہ بند ہو چکا تھا ہر چند ہاتھ پاؤں مارے لیکن کچھ کار براری نہ ہوئی۔ اُسے اب ابراہیم شہر قی کی مدد سے بھٹی نالوسی ہو چکی تھی اب اس گنہگار نے مجبوراً مبارک شاہ سے جان کی امان طلب کی اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ مبارک شاہ نے محمد خاں کا قصور معاف کیا اور اس کے جان و مال کو بخش کر اجازت دی کہ جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے۔ محمد خاں میوات روانہ ہو گیا اور مبارک شاہ نے ملک محمود حسن کو بیانے کے شہر اور قلعے کا انتظام کرنے کے لئے وہیں چھوڑا اور خود ۱۵ شعبان ۸۳۳ھ کو کامیاب و بامراد دہلی واپس ہوا۔ سوال ۸۳۳ھ میں بادشاہ نے ملک قدوسی میواتی کو جو ابراہیم شاہ شہر قی کے ہوا خواہوں میں داخل ہو گیا تھا گرفتار کر کے نرادی اور ملک سردار الملک وزیر کو ولایت میوات کے انتظام کے لئے روانہ کیا اس شہر کے لوگ اپنے گھروں کو خالی اور ویران کر کے کوہستان میں جا بسے قدوسی کا بھائی جلال خاں اور احمد خاں اور ملک فخر الدین قلعہ اندور میں جمع ہوئے اور ملک سردار الملک خراج وصول کر کے شہر کی طرف واپس آیا۔ ماہ ذیقعدہ ۸۳۳ھ میں معلوم ہوا کہ جسرت نے کلا نور کا محاصرہ کر لیا ہے اور ملک سکندر تغہ حاکم لاہور نے اس کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر لاہور واپس آیا اور جسرت نے دریائے بیاس کو عبور کر کے قلعہ جالندہ پر دھاوا کیا ہے۔ چونکہ قلعہ فتح نہیں ہو سکا اس لیے جسرت نے مجبوراً قلعے کے نواح کو تاخت و تاراج کیا اور بہت سے نوادی غلام گرفتار کر کے پھر کلا نور واپس آیا ہے۔ مبارک شاہ نے ان خبروں کو سنا تو فرمان صادر کیا کہ زیرک خاں

حاکم سمانہ اور اسلام خاں حاکم سرہند جلد سے جلد ملک سکندر تحفہ کی مدد پر روانہ ہوں
 لیکن ملک سکندر نے قبل پہنچنے مدد کے راجہ کلانور سے صلح اور اتحاد کر کے
 دریائے بیاس تک تنگ و دو کی اور جس قدر مال غنیمت و سکہ جبرست نے ان شہروں سے
 حاصل کیا تھا سب اس سے واپس لیکر لاہور آ پہنچا۔ محرم سنہ ۸۳۳ھ میں ملک محمود حسن
 بیانے کے فتنوں کو فرو کر کے دہلی واپس آگیا۔ محمود کے آنے کے بعد مبارک شاہ نے
 میوات کا سفر کیا اور مہداری پہنچا۔ جلال خاں اور قصبے کے سارے میواتی ناچار
 ہوئے اور سبھوں نے مالگزاری ادا کرنے کا اقرار کیا بلکہ بعضوں نے حاضر ہو کر بادشاہ
 کی ملازمت بھی حاصل کی بادشاہ اس ہم سے فراغت حاصل کر کے دہلی واپس آیا اسی
 درمیان میں معلوم ہوا کہ ملک رجب نادری حاکم ملتان نے وفات پائی۔ مبارک شاہ
 نے ملک محمود حسن کو بیانے کی کارگزاریوں کے صلے میں عماد الملک کا خطاب دیکر
 حاکم ملتان مقرر کیا۔ سنہ ۸۳۳ھ میں بادشاہ نے گوالیار کا سفر کیا اور گوالیار کا قلعہ و فساد
 فرو کر کے تلکھاٹ پہنچا۔ رائے تلکھاٹ شکست کھا کر کوہ پایہ میں پناہ گزیں ہوا۔ بادشاہ
 نے تلکھاٹ کو خوب تاخت و تاراج کیا اور بہت سے لوٹ لایا غلام گرفتار کر کے رابری لایا
 اور حسین خاں کے بیٹے کو رابری کی حکومت سے علیحدہ کر کے ملک حمزہ کو وہاں کا حاکم
 مقرر کیا اور دہلی واپس ہوا۔ راستے میں سید السادات سید سالم نے وفات پائی بادشاہ
 نے سید مرحوم کے بڑے بیٹے کو سید خاں کا اور اُس کے چھوٹے فرزند کو شجاع الملک کا
 خطاب دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سید السادات نے تیس سال کال اپنی زندگی خضر خاں
 کے پاس بسر کی تھی اور اُس کے نامی امیروں میں تھا اور ملک کے عمدہ حصوں پر
 بطور جاگیر دار قابض تھا۔ سید سالم نے تیرہ ہندہ میں خزانہ اور ذخیرہ اور قلعہ داری کے
 اسباب جمع کئے تھے اور تیرہ ہندہ کے علاوہ امر دہہ سرستی اور میان دواب کے اکثر
 حصے بھی اس کی جاگیر میں شامل تھے۔ سید مرحوم روپیہ جمع کرنے کے بڑے دلدادہ تھے۔
 بادشاہ نے مرحوم سید کا سارا خزانہ جو شاہی خزانوں کی برابری کرتا تھا تمام جاگیر اور
 پرگنوں کے ساتھ اُن کے بیٹوں کے حوالے کیا۔ سید کے دونوں بیٹوں نے حقوق شاہی کا
 کچھ لیا نہ کیا اور فولاد نام سید سالم کے ایک ترک غلام کو تیرہ ہندہ کے قلعے کو روانہ
 کر کے اُسے شاہی مخالفت پر ابھارا ان احسان فراموشوں کا خیال تھا کہ فولاد کا قلعہ

دفع کرنے کا انھیں کو حکم دیا جائے گا اور یہ بھی اس غلام کے ساتھ بغاوت کا مجتہد بلند
 کریں گے۔ بادشاہ کو ان کی بیعت کا حال معلوم ہو گیا۔ سید سالم کے بیٹوں کو قید کیا
 اور ملک یوسف اور رائے بھوئی کو نولا کے زخم کرنے اور چاندی اور سونا حاصل
 کرنے کے لئے تہرہ بندہ روانہ کیا۔ نولا نے صلح کا پیغام دیا اور مبارک شاہی امیروں کو
 اس طرح اپنے سے غافل کر کے صبح ہوتے قلعے سے نکل آیا اور شاہی فوج پر اُس نے
 شبنوں مارا۔ ملک یوسف وغیرہ تجربہ کار سپاہی تھے نولا کا خنجر بیکار ثابت ہوا اور
 ترکی غلام پھر قلعہ بند ہو گیا۔ نولا نے دوسری رات پھر یوسف وغیرہ پر حملہ کیا اور
 قلعے کے بیچ و بارہ سے شاہی لشکر پر توپ و تفنگ کی پوچھا بھی شروع کی۔ شاہی لشکر
 کے پاؤں اکٹھے اور سپاہی اِدھر اُدھر منتشر ہو کر سرستی کی جانب بھاگ نکلے۔ نولا
 تمام مال و اسباب پر قبضہ کر کے اور زیادہ مغرور اور سرکش ہوا اور اب اُسے پورا غلبہ
 حاصل ہو گیا۔ مبارک شاہ نے یہ خبر سنی اور خود تہرہ بندہ کا سفر کیا۔ تمام امیر و سردار اور
 زمیندار شاہی حکم پاتے ہی جمع ہو گئے۔ عماد الملک حاکم تان بھی شاہی فرمان پا کر
 بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے خود تو پہلے سرستی میں قیام کیا اور چند
 امیروں کو قلعے کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ ان امیروں نے تہرہ بندہ پہونچ کر قلعے کا
 محاصرہ کر لیا۔ نولا نے شاہی لشکر کو پیغام دیا کہ مجھے عماد الملک پر پورا بھروسہ ہے
 اور وہ یہاں آکر مجھے جان کی امان دے تو میں قلعے سے نکل کر بادشاہ کی ملازمت
 حاصل کروں۔ نولا کی درخواست منظور ہوئی اور مبارک شاہ نے عماد الملک کو
 تہرہ بندہ روانہ کیا۔ نولا نے قلعے کے دروازے پر عماد الملک سے ملاقات کی
 اور شدید قول و قرار کے بعد یہ طے پایا کہ ملاقات کے دوسرے دن نولا قلعے
 سے نکل کر بادشاہ کا شرف ملازمت حاصل کرے گا۔ اسی دوران میں خود مبارک شاہ کے
 ایک سپاہی نے جو نولا کے پرانے ہی خواہوں میں تھا اُسے پیغام پہونچا یا کہ اس میں
 شبہ نہیں کہ عماد الملک عید سچا اور راست باز امیر ہے لیکن مبارک شاہ اپنی سیاست کو
 مد نظر رکھ کر عماد الملک کی سفارشات اور اُس کے قول و قرار کا کچھ پاس دلچاظہ کرے گا
 اور دوسروں کی عبرت کے لئے مجھے ضرور سزا دیگا۔ نولا اس پیغام سے ڈر گیا
 اور اپنے ارادے پر پشیمان ہوا خزانہ اور دوسرے سامان حرب و قلعہ داری کی

موجودگی اور زیادتی نے نولا کو لڑنے اور قلعہ داری کرنے پر پھر آمادہ اور تیار کر دیا۔
 عماد الملک ناکام واپس آیا۔ اُس قلعے کا فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ بادشاہ نے ان
 دشواریوں پر نگاہ کر کے عماد الملک کو تو ملتان جانے کی اجازت دی اور اسلام خاں
 لودھی کالی خاں رائے فیروز اور دوسرے امیران مددہ کو قلعے کے محاصرے پر مقرر کر کے
 تپہ ہندہ کے نواح سے واپس ہوا۔ عماد الملک پہلے تپہ ہندہ گیا اور وہاں نامزد
 امیروں کو اُن کی خدمت پر متعین کر کے خود ملتان روانہ ہو گیا۔ ان امیروں نے
 قلعے کے سر کرنے میں بڑی سخت کوششیں کیں۔ محاصرہ چھ مہینے تک برابر جاری رہا
 اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے۔ نولا دین امیروں کی کوشش اور اپنی عاجزی دیکھ کر
 بید پریشان ہوا اور اس بلا سے نجات پانے کے لئے اس نے امیر شیخ علی حاکم کابل
 کے دامن کی طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کر لیا۔ اور اپنے جند متحد ہوا خواہوں کو کابل
 روانہ کر کے مبلغ خیر دنیا قبول کیا۔ مبارک شاہ نے اپنے باپ کی رخصت کے خلاف
 مرزا شاہ رخ کے ساتھ اپنے حسن سلوک میں کمی کر دی تھی۔ امیر شیخ علی کابل سے
 آیا اور راستے میں لکھن بھی اس سے آئے۔ امیر شیخ علی نے دریائے بیاس کو
 عبور کیا اور اُن امیروں کی جاگیروں کے تاخت و تاراج کرنے میں مشغول ہوا جو
 مبارک شاہ کے حکم سے قلعہ تپہ ہندہ کے محاصرے میں مصروف
 تھے پھر اور آگے بڑھا اور تپہ ہندہ کے قریب پہنچ گیا امیروں نے شیخ علی کی
 آمد کی خبر سنی اور اپنے کو اس کا مقابل نہ سمجھ کر حصار کو چھوڑ کے بھاگ گئے
 اور اپنی اپنی جاگیروں کو چلے گئے۔ نولا قلعے سے باہر نکلا اور امیر شیخ علی کی خدمت میں
 دو لاکھ تھلہ نقرہ پیش کر کے اپنے اہل و عیال کو بھی امیر شیخ علی کے سپرد کیا اور خود
 قلعے میں بٹا ہ گزین ہو کر حصار کے مضبوط اور مستحکم کرنے میں پہلے سے زیادہ کوشاں
 ہوا۔ امیر شیخ علی نے دریائے ستلج کو عبور کر کے قتل و غارتگری کا بازار خوب گرم کیا اور
 نولا کی پیش کردہ رقم سے سو حصہ زیادہ نقد و خس تاخت و تاراج کے ذریعے سے
 حاصل کی اور اپنے اتنے زمانے کے بھوکے سپاہیوں کو مطمئن کر کے لاہور پہنچا
 ملک سکندر تھخانے اپنے سالیانہ کی رقم امیر شیخ کو ویدر اسے لاہور سے واپس کیا۔ شیخ علی لاہور سے
 ویسا پور روانہ ہوا راستے میں ہر آباد مقام کو اس نے ایسا ویران اور تباہ کیا کہ تقریباً

چالیس ہزار غیر مسلم قتل ہوئے اور بہت سے اسپر ہو کر لوندی غلام کہلائے۔ شیخ علی کا کوئی حریف مرد میدان نہ تھا اس لئے اُس نے سفاکی اور خونریزی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ عماد الملک اس فتنے کو فرو کرنے کے لئے قصبہ طلبہ تک آیا۔ امیر علی نے جنگ سے منہ موڑ کر خطیب پور کا رخ کیا۔ اس دوران میں بادشاہ کا فرمان پہونچا کہ عماد الملک طلبہ کو چھوڑ کر ملتان روانہ ہو۔ عماد الملک نے پٹیان کا سفر کیا اور امیر شیخ علی نے میدان خالی دیکھ کر دریائے راوی کو عبور کیا اور دریائے جہلم کے معمور پرگنوں کو جو جناب کے نام سے مشہور ہے ویران کرتا ہوا ملتان سے دس کوس کے فاصلے پر پہونچ گیا۔ عماد الملک نے بہلول لودی کے چچا اسلام خاں کو امیر شیخ علی کے مقابلے میں روانہ کیا۔ راستے ہی میں دونوں لشکروں کی ٹھبھیڑ ہو گئی اور ایک خونریز لڑائی کے بعد اسلام خاں کو شکست ہوئی اس کا لشکر کچھ تو مارا گیا۔ اور کچھ ادھر ادھر منتشر ہو گیا اور خود عماد الملک نے ملتان سے تین منزل کے فاصلے پر خیر آباد میں پناہ لی۔ دوسرے دن یعنی چوتھی رمضان کو امیر شیخ علی خیر آباد پہونچا اور ملتان کے قریب خیمہ زن ہو کر اُس نے قلعے پر دھاوا کیا۔ عماد الملک نے شہر کے پیادوں کو قلعے سے باہر جانے کا حکم دیا کہ سپاہی امیر شیخ علی کے لشکر کو باغیوں میں بیکار ٹارہنے دیں۔ اس دن شیخ علی ناکام واپس گیا۔ امیر علی نے ایک مدت تک روزانہ قلعے پر دھاوے کیے اور بیگناہ کالیوں کی جانیں ضائع کرتا رہا۔ مبارک شاہ نے یہ خبریں سنیں اور فتح خاں بن مظفر خاں گجراتی کو زیرک خاں۔ ملک کالوئے شختہ میل ملک یوسف کمال خاں اور رائے پور سے متحد امیروں کے ساتھ عماد الملک کی مدد کو روانہ کیا چھیسویں شوال کو یہ امیر ملتان کے قریب پہونچے۔ عماد الملک ان امیروں کے آنے سے قوی دل ہوا اور ان کے ساتھ ملکر کابلی امیر کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد باوجود دیکھ بھنچ خاں اس معرکے میں کام آیا لیکن مبارک شاہیوں کو فتح ہوئی۔ امیر شیخ علی بڑی شکست کھا کر بھاگا اکثر اس کے سپاہی قتل ہوئے اور جو بچے وہ دریائے جہلم میں ڈوب کر غرقاب ہوئے امیر شیخ علی نے جو نقد و جنس ہندوستان کی لوٹ مار سے جمع کی تھی وہ سب ضائع اور برباد ہوئی اور کابلی امیر چند اپنے ساتھیوں کے ساتھ کابل پہونچا یہ لوگ

اپنے زندہ پہنچنے کو نہرا درجہ قیمت سمجھے۔ عماد الملک اور اُس کے ساتھی امیروں نے شیخ علی کا قلعہ ٹیٹور تک تعاقب کیا اور وہاں سے ملتان واپس آئے۔ شیخ علی نے اپنے پیچھے ملک مظفر کو حصار داری کے اسباب سے مطمئن کر کے قلعہ سیو میں چھوڑا اور خود کابل روانہ ہو گیا۔ مبارک شاہی امیر جو بدو کے لئے گئے تھے بادشاہی حکم کے مطابق دہلی واپس آئے۔ اسی دوران میں بادشاہ عماد الملک کے غلبے اور طاقت سے دل میں خوت زدہ ہوا اور اس کو تمام امیروں کے ہمراہ دہلی میں طلب کر لیا۔ ربیع الاول ۸۳۳ھ میں جسرت کھکھر نے میدان خالی پا کر دریائے جھلم راوی اور بیاس کو عبور کیا اور جالندھر پہنچ گیا۔ ملک سکندر تحفہ جو کبھی ضرورت کے لاهور گیا ہوا تھا اپنے لشکر کو جمع کر کے جسرت کے مقابلے میں آیا۔ ملک سکندر کا گھوڑا معرکہ کارزار میں ایک دلدل میں پھنس گیا اور ملک سکندر جسرت کے ہاتھ میں زندہ گرفتار ہو گیا۔ ملک سکندر کا تمام مال و اسباب جسرت کے ہاتھ لگا اور یہ کھکھر لاهور پہنچا اور اُس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ گیری کے انتظام میں مشغول ہوا۔ جسرت کی تحریک کے موافق شیخ علی انتقام کی فکر میں مصروف ہوا۔ شیخ علی کابل سے روانہ ہو کر ملتان کے حدود میں پہنچ گیا اور قصبہ طلبہ کا اس نے محاصرہ کر لیا۔ باوجودیکہ اس قصبے پر اس نے صلح کے ذریعے سے قبضہ کیا تھا لیکن اس پر بھی بہت سے نوڈی غلام گرفتار کر کے بقیہ بگیاہوں کو ملوار کے گھاٹ اتارا۔ اور حصار کو مسمار کر کے سطح زمین کے برابر کر دیا۔ اس دوران میں فولاد غلام بھی تیرہ ہندہ سے آگیا اور رائے فیروز کی مملکت پر حملہ کر کے اُس نے رائے کوتہ تیغ کیا۔ سلطان مبارک نے یہ خبریں سنیں اور جمادی الاول ۸۳۳ھ میں شاہی سرپردہ جس کا رنگ سرخ تھا لاهور اور ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ نے ملک سردار الملک وزیر کو لاهور بھیجا۔ اس کو مقدمہ لشکر بنایا سردار الملک سمانے پہنچا اور جسرت پائیں قلعے سے بھاگ کر کوہستان میں پناہ گزیں ہوا۔ امیر شیخ علی نے بھی کابل کی راہ لی۔ فولاد غلام نے بھی تیرہ ہندہ کا رخ کیا۔ مبارک شاہ نے لاهور کی حکومت سے ملک الشرق ملک سردار الملک کو علیحدہ کر کے نصرت خاں گرگ انداز کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور خود دریائے جنا کے کنارے پانی پت کے قریب ایک مقام پر اپنے لشکر گاہ میں

عرسے تک مقیم رہا۔ بادشاہ نے عماد الملک کو ایک جہاز فوج کے ساتھ سرکش زمینداروں کی تنبیہ کے لیے بیانے اور گوالیار روانہ کیا اور ملک الشرق سرور الملک زیرک خاں اور اسلام خاں وغیرہ اُمر کو قلعہ تپہ ہندہ کی ہم پر مقرر کر کے خود دہلی واپس آیا۔ ذی الحجہ ۸۳۵ھ میں جسرت نے پھر لاہور کی سرزمین پر قدم رکھا اور نصرت خاں کے مقابلے میں صف آرا ہوا لیکن مبارک شاہی فوج کے حملے کی تاب نہ لا کر اپنے ملک کو واپس گیا ۸۳۶ھ میں بادشاہ نے دوبارہ تپہ ہندہ کے فتنے کو فرو کرنا چاہا اور دہلی سے سامنے پہنچا۔ لیکن اپنی والدہ مخدومہ جہاں کی رحلت کی خبر سنکر تنہا دار الخلافت واپس آیا۔ مخدومہ جہاں کی تجہیز و تکفین اور مراسم تعزیت سے فراغت حاصل کر کے مبارک شاہ اپنے لشکر سے جاملین اب تپہ ہندہ کی ہم کو ملتوی کر کے میوات کی طرف روانہ ہوا۔ نصرت خاں کو لاہور اور جالندہ کی صوبداری سے مفرول کیا اور اس کی جگہ ملک الہ داد لودھی کو حاکم لاہور مقرر کیا۔ جسرت کو بادشاہ کے بلے وجہ واپس آنے سے پھر ہمت ہوئی اور اس نے جالندہ کو نصرت خاں سے چھین کر کھلموں کا ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور الہ داد لودھی سے صف آرا ہو کر حریف کے مقابلے میں کامیاب ہوا اور گویا اس طرح جسرت کا خوابیدہ فتنہ پھر بیدار ہوا۔ مبارک شاہ نے میوات کے اکثر شہروں کو تاراج کیا اور قدیم دستور کے موافق جلال خاں سے شکیش کی رقم حاصل کرتا ہوا دہلی واپس آیا۔ اسی دوران میں امیر شیخ علی کی آمد آمد کا پھر غلغلہ اُٹھا اور معلوم ہوا کہ کابلی امیر فولاد غلام کی مدد کے لیے کابل سے ہندوستان آ رہا ہے مبارک شاہ نے مجبوراً دوبارہ پنجاب کا سفر اختیار کیا۔ ۸۳۷ھ میں دہلی سے روانہ ہوا اور سب سے پہلے عماد الملک کو اُن امیروں کی مدد کے لیے روانہ کیا جو تپہ ہندہ کے محاصرے میں مشغول تھے۔ امیر شیخ علی کا لشکر عماد الملک کے نام سے ڈرتا تھا کابلی سپاہیوں نے تپہ ہندہ کا سفر ملتوی کر کے لاہور کی راہ لی ملک یوسف اور ملک اسماعیل جو مبارک شاہ کی طرف سے لاہور کے محافظ تھے اہل شہر کی مخالفت سے آگاہ ہو کر رات ہی رات لاہور سے کوچ کر کے دیبا پور بھاگ گئے۔ دوسرے دن امیر شیخ علی نے ان دونوں امیروں کے تعاقب میں اپنی فوج کا ایک دستہ روانہ کیا کابلیوں نے بہت سے مبارک شاہی سپاہیوں کو گرفتار کیا

اور بہتوں کو نظر بند کیا۔ امیر شیخ علی نے خود لاہور کے حصار پر قبضہ کر کے قتل اور غارتگری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور حصار لاہور میں جس جگہ مرمت کی ضرورت تھی اُسے درست کر کے قلعے کو دھنارنگو سپاہیوں کی حفاظت میں سپرد کیا اور قلعہ داری کے تمام سامان ہیا کر کے خود دیباپور روانہ ہوا ملک یوسف اور ملک اسماعیل نے جو امیر شیخ علی کے ہاتھوں لاہور سے بھاگ کر یہاں پناہ گزیں تھے چاہا کہ حصار دیباپور بھی خالی کر کے راہ فرار اختیار کریں لیکن عماد الملک نے منع کیا اور اپنے بھائی ملک احمد کو سرہند سے یوسف اور اسماعیل کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ امیر شیخ علی ایک مرتبہ دشمن سے شکست کھا چکا تھا اس مرتبہ لڑائی سے کنارہ کش ہو کر دیباپور سے بھاگا اور دیباپور اور لاہور کے تمام درمیانی قصبوں پر قابض ہو گیا اس زمانے میں سلطان مبارک شاہ کاتونئی میں دواد ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ عماد الملک اور اسلام خاں لودھی بھی تیرہند سے کوچ کر کے شاہی ملازمت حاصل کریں اُن کے سوا باقی امیر اور منصب دار اسی طرح تیرہند کے محاصرے میں مصروف رہیں۔ امیر شیخ علی کو مبارک شاہ کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ کابلی سردار نے دریائے جہلم کو پار کیا اور اپنے پیچھے مظفر خاں کو اسی طرح قلعہ سیور میں چھوڑ کر خود کابل روانہ ہو گیا۔ مبارک شاہ نے ملک سکندر تحفہ کو جس نے ایک بڑی رقم جسرت کو دیکر خود نجات حاصل کی تھی شمس الملک کا خطاب دیکر دیباپور جالندہ اور لاہور کا حاکم مقرر کیا۔ شمس بہت بڑی فوج کے ہمراہ حصار لاہور پہنچا اور شیخ علی کے ملازموں نے جان کی امان کے ساتھ قلعہ شمس الملک کے حوالہ کیا اور خود کابل روانہ ہو گئے۔ بادشاہ نے طلبہ کے ساحل سے دریائے راوی کو عبور کیا اور سیور کا محاصرہ کر لیا۔ مظفر خاں نے ایک مہینے تک تو حریف کی مدافعت کی لیکن آخر کار عاجز ہو کر اپنی بیٹی اور رقم پیشکش بادشاہ کے ملاحظہ گزراں کر مبارک شاہ کو سیور سے واپس کر دیا۔ بادشاہ نے لشکر کو تونواح دیباپور میں چھوڑا اور خود اپنے چند خاص درباریوں کے ساتھ طمان روانہ ہوا اور اولیائے کرام کی زیارت سے فارغ ہو کر پھر اپنے لشکر سے آلا۔ مبارک شاہ نے صوبہ پنجاب اور دیباپور کی حکومت شمس الملک سے لیکر عماد الملک کے سپرد کی اور خود جلد سے جلد دہلی پہنچ گیا۔ دہلی پہنچ کر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ وزارت اور اخراجات دونوں عہدوں کا

کام اکیلے سرورالملک سے سرانجام نہیں پاتا چونکہ مبارک شاہ سرورالملک سے مطمئن بھی نہ تھا اس نے اشرف کا کام ملک کمال الدین کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ دونوں امیر ملکر جہات سلطنت کو انجام دیں۔ ملک کمال الدین ایک سنجیدہ اور تجربہ کار امیر ہونے کی حیثیت سے خلافت کا مرجع بن کر صاحب اختیار ہو گیا۔ سرورالملک کو عہدہ اور جاگیر لینے دیا پور اور لاہور کے تغیر و تبدل اور ملک کمال کے مقابلے میں اپنی کساد بازاری نے منافقت برآباد کی سرورالملک نے سدارن ولد کانکو کھتری اور سد پال نبیرہ گنجو کھتری کو جو خاندان مبارک شاہی کے منگھوار اور پروردہ تھے اپنے سے ملایا اور میران صدر نائب عارض الممالک اور قاضی جلہ صدد حاجب خاص وغیرہ ملازمین شاہی سے سازش کی اور ان سبھوں کو بادشاہ کی مخالفت اپنا ہم خیال بنایا اور وقت اور موقع کا منتظر رہا۔ اس زمانے میں سلطان مبارک شاہ نے نہر جنا کے کنارے ربیع الاول کی مہرہوں ۸۳۳ھ کو ایک شہر بنا کر اسے آباد کیا اور اس کا نام مبارک آباد رکھا اور شکار کی غرض سے سرہند روانہ ہوا۔ بادشاہ نے تھوڑے ہی زمانے میں اس نواح کے زمینداروں کو مطیع اور فرمانبردار بنالیا۔ اسی دوران میں تہرہ بندہ کی فتح کا نامہ اُس کے ساتھ فولاد غلام کا سر بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش ہوا۔ بادشاہ یہ خبر سنکر مبارک آباد واپس آیا اور سنا کہ سلطان ابراہیم شرتی اور سلطان ہوشنگ کاپلی کے لئے ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہیں۔ مبارک شاہ نے جو مالک شرتی کے فتح کرنے کی ہمیشہ تدبیریں سوچا کرتا تھا اس موقع کو غنیمت سمجھا اور لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ فرمان صادر ہوا کہ سرپرودہ شاہی دہلی شہر سے باہر چوتہ سیرگاہ کے نزدیک نصب کیا جائے۔ لشکر جمع ہونے میں چند روز کا وقفہ ہوا۔ بادشاہ نے اپنے ہر امیر کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا اور سوا جاگیروں کے تغیر و تبدل کے اور کوئی بات اس سے سرزد نہ ہوتی تھی۔ مبارک شاہ سرورالملک وغیرہ کی طرف سے باطل مطمئن تھا اور مجید بے کلخی کے ساتھ مبارک آباد کی عمارتوں کی سیر و تفریح کے لئے جاتا تھا۔ رجب ۸۳۳ھ کی نویں کو جمعہ کا دن تھا بادشاہ چند خاص غلاموں کے ساتھ اپنی مقررہ عادت کے موافق مبارک آباد گیا اور عمارتوں کی سیر سے فارغ ہو کر جمعہ کی نماز ادا کرنے کی

تیار کیا کرنے لگا۔ اس وقت یہ بے مروت نجس جماعت یعنی میراں صدر اور قاضی عبدالصمد رہندوؤں کے ایک مسلح گروہ کے ساتھ اندر داخل ہوئے اور سردارن دلہ کا تلو اپنی جماعت کے ساتھ باہر ہی مقیم رہا تاکہ کوئی دوسرا اندر نہ جاسکے۔ بادشاہ نے باوجود اس کے کہ ان نکلھاموں کو مسلح دیکھا لیکن اس کے دل میں کوئی خطرہ نہ گزرا اور اسی طرح بے تکلف میٹھا رہا۔ یہ مفسد قریب پہنچے اور سد پال نے تلوار کھینچ کر بادشاہ کے سر پر وار کیا سد پال کے ساتھ ہی دوسرے نکلھاموں نے بھی ہر طرف سے بادشاہ کو زخمی کر کے ایسے عظیم الشان فرمازد کو شہید کیا۔ میراں صدر بادشاہ کی خوں آلود لاش دہیں چھوڑ کر سرور الملک کے پاس پہنچا اور اسے بادشاہ کے قتل کا مشرودہ سنایا۔ اور کہا کہ میں نے قرارداد کے موافق اپنا کام کر لیا سرور الملک شقی نے اسی وقت محمد شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر اپنے کو مقصود سے ہم کنار پایا۔ سلطان مبارک شاہ نے تیرہ سال تین مہینے سولہ دن حکمرانی کی۔ یہ بادشاہ عقلمند اور عمدہ اخلاق کا نمونہ تھا۔ مبارک شاہ نے اپنے تمام زماۃ حکومت میں گالی یا فحش الفاظ زبان سے نہیں نکالے اور مکروہات کے گرد نہیں پھسکا۔ یہ بادشاہ تمام مہات سلطنت کی خود تحقیقات کرتا تھا تاج مبارک شاہی اسی مبارک انجام بادشاہ کے نام نامی سے مشہور ہے۔

ذکر سلطنت محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں

دنیا کا قاعدہ ہے کہ ملک بلا ملک کے رہ نہیں سکتا اسی عام رسم کے موافق سلطان مبارک شاہ کی شہادت کے دن محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں نے تخت ہندوستان پر جلوس کیا

سرور الملک کا فریخت خان جہانی کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور مبارک شاہی خزانے نینیا نے۔ تور خانیے وغیرہ پر قابض ہو کر قوی اور مطمئن ہوا اس کو رنگ دینے اپنی پوری طاقت اس کوشش میں صرف کرنی شروع کی کہ پرانے امیروں کو تباہ کر کے اپنے دست گرفتہ جدید امر کو ان کی جگہ مامور کرے اور فرصت پا کر محمد شاہ کو بھی سلطان مبارک کے پہلو میں سلا کر خود حکمرانی کا ڈنکا بجائے۔ کمال الملک اور دوسرے جاں نثار مبارک شاہی امیروں نے جو شہر کے باہر سراپردہ شاہی کے پاس خیمہ زن تھے تقدیر الہی سے مجبور ہو کر ظاہر محمد شاہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے

اُسے اپنا فرما کر تسلیم کر لیا لیکن باطن میں اپنے دلی ندمت کے بیگناہ خون کا بدلہ لینے کے لیے تیار ہو گئے۔ سرور الملک نے اپنی کارروائی شروع کی اور سب سے پہلے سید پال اور سید ہارن اور اُن کے عزیز و اقارب کو مبارک شاہ کے قتل کرنے کے صلے میں بیاناہ امر وہ۔ نارنول۔ کہرام اور چند پرگتے میان دواب کے بطور جاگیر عطا کئے۔ میران صند کو معین الملک کے خطاب کے ساتھ عمدہ جاگیر عطا کی اور سید سالم کے فرزند کو خان اعظم سید خاں کا خطاب اور زر خیز مالک جاگیر میں دیکر اُسے اپنے سے راضی اور خوش کیا۔ اور مبارک شاہی امیروں اور جاں نثاروں کو مومناہ کی بیعت لینے کے بیانے سے دیوان خانے میں بلا کر بعضوں کو تو تلوار کے گھاٹ اُتارا اور ملک کرم چند ملک ثقیل اور ملک قنوج وغیرہ بعض امیروں کو نظر بند کر کے اُن کی جاگیر کے بہترین اور سب سے بڑے حصوں پر خود قابض ہو گیا۔ اپنے غلام رانوشہ کو تفصیل مال کے لیے سامانہ روانہ کیا۔ رانوشہ محرم کی بارہویں تاریخ سامانہ پہونچا اور اس نے جاہا کہ قلعے پر قبضہ کرے۔ یوسف خان اودھ کو اطلاع ہوئی۔ یوسف ہندوان سے سامانہ آیا۔ رانوشہ اور یوسف میں لڑائی ہوئی رانوشہ نے یوسف کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ اس وقت سو خضر خانی اور مبارک شاہی امیر جو ابھی اپنی جاگیروں میں تھے یعنی ملک جن حاکم بدائون۔ ملک الہ داد لودھی حاکم فیصل پور علی گجراتی اور کنک ترک بچہ وغیرہ نے علانیہ مخالفت کا اظہار کیا۔ سرور الملک نے خان اعظم سید خاں۔ سدارن اور اپنے فرزند یوسف کو کمال الملک کے ہمراہ مبارک شاہی امیروں کے مقابلے میں بھیجا۔ بہہ امیر قصبہ برن پہونچے اور کمال الملک نے جاہا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے آقا کے خون کا بدلہ سرور الملک کے بیٹے ملک یوسف اور سدارن سے لے۔ ملک الہ داد کو کمال الملک کے ارادے سے آگاہی ہوئی اور اُس نے مٹھن ہو کر اپار میں قیام کیا اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ ملک سرور الملک بھی کمال الملک کی نصیحت سے واقف ہوا اور اس نے اپنے غلام ملک ہشیار کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ کمال الملک کی مدد کا بہانہ کر کے روانہ کیا اس کا مقصد یہ تھا کہ ہشیار کمال الملک کے پاس پہونچکر ملک یوسف کی حفاظت کرے۔ اسی دوران میں ملک جن ملک الہ داد کے پاس آیا اور سدارن

اور ملک ہشیار جو کمال الملک سے پہلے ہی سے خوف زدہ تھے آدھی رات کو دہلی بھاگ گئے۔ کمال الملک ان دغا بازوں کے بھاگنے سے آگاہ ہوا اور اُس نے ایک قاصد ملک الداد اور ملک جن کے پاس بھیجکر ان کو اپنے پاس بلا یا یہ نیک حلال امیر جلد سے جلد کمال الملک سے آئے ان امر کے علاوہ اور لوگ بھی اطراف و جوانب سے کمال الملک کے پاس جمع ہو گئے۔ یکم رمضان کو کمال الملک اپنے ہم خیال امیروں اور جزائر فوج کے ساتھ دہلی کی طرف بڑھل خان جہاں سرور الملک مجبوراً حصار سیری میں قلعہ بند ہو گیا اور تین مہینے کامل کمال سے لڑتا رہا۔ اطراف و جوانب کے حکام روز بروز کمال الملک کے پاس جمع ہونے لگے۔ اور اہل قلعہ پر روزانہ سختیوں کا اضافہ ہونے لگا۔ سلطان محمد شاہ سرور الملک وزیر کی غدارئی اور اس کی بیوفائی کا خونریز منظر اپنی آنکھوں سے خود دیکھ چکا تھا۔ بادشاہ کا دل کمال الملک وغیرہ حملہ آور امیروں کے ساتھ تھا اور ہر وقت اس موقعہ کا منتظر رہتا تھا کہ جس طرح ممکن ہو اپنے کو یا تو کمال الملک کے پاس پہنچائے اور یا سرور الملک کو تلوار کے گھاٹ اُتارے۔ سرور الملک بادشاہ کی نیت سے آگاہ ہو گیا اور اُس نے خود سبقت کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اٹھویں محرم ۹۷۷ھ کو سرور الملک اپنے نوکروں اور میران صدر کے بیٹوں کے ہمراہ تلوار ہاتھ میں لیئے ہوئے سراپردہ شاہی کے اندر داخل ہوا۔ سلطان محمد شاہ ہمیشہ اپنی جان سے ہوشیار رہتا تھا اور کسی وقت محافظوں کو اپنے سے جدا نہ کرتا تھا بادشاہ نے اپنے دربانوں کو سرور الملک کو قتل کرنے کا اشارہ کیا۔ سرور الملک شاہی جماعت کے حلقے میں نہ ٹھہر سکا اور سامنے سے بھاگتا قریب تھا کہ سراپردہ سے ٹھکرا اپنے پی خواہوں سے جا ملے کہ شاہی پیادے اس تک پہنچ گئے اور محمد شاہی تلوار نے اُسے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ میران صدر کے بدترین خلائق فرزند گرفتار ہو کر سرور بارتہ تیغ کیئے گئے۔ سرور الملک کے اور دوسرے بھی خواہ اپنے اپنے گھروں میں مسلح ہو کر جان لینے اور دینے پر آمادہ ہو گئے۔ سلطان محمد شاہ نے کمال الملک کے پاس ایک قاصد بھیج کر اسے ان واقعات سے آگاہ کیا۔ کمال الملک اور اس کے ساتھی امیر بدلوں دروازے سے شہر میں داخل ہوئے اور سد پال نے

اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر قوم ہنود کی رسم کے موافق اپنے گھر میں آگ روشن کی اور
 زن و فرزند کو اس دکھتی ہوئی آگ کے سپرد کر کے خود مریت کے مقابلے میں آیا
 اور لڑتے لڑتے خاک و خون کا ڈھیر ہو گیا۔ سدارن اپنے ہم قوم کھتریوں کے ساتھ
 گرفتار ہوا اور شاہی حکم کے موافق سلطان شہید کے حظیرے کے نزدیک تہ تیغ کر دیا گیا
 ملک ہیشار اور ملک مبارک جو سرور الملک کے دست گرفتہ تھے دروازہ ہل کے
 قریب موت کے گھاٹ اُتارے گئے جب کھتریوں اور سرور الملک کے دوسرے
 بھی خواہوں نے اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزیں ہو کر لڑائی کا بازار گرم کیا اسوقت
 سلطان محمد شاہ نے حکم دیا کہ دروازہ بغداد کو کھول کر کمال الملک اور دوسرے
 جاں نثاران سلطنت کو شہر کے اندر بلایا جائے چنانچہ کمال الملک وغیرہ امراتہر
 میں داخل ہوئے اور باغیوں کے گھروں کا محاصرہ کر کے بھجوں کو گرفتار کیا اور بہت
 کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس واقعے کے دوسرے دن کمال الملک اور دوسرے امیروں
 نے دوبارہ محمد شاہ سے بیعت کر کے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ کمال الملک کمال خاں
 کے خطاب سے وزیر سلطنت مقرر کیا گیا اور ملک چین کو خانی ملک کا خطاب
 عنایت ہوا۔ ملک الہ داد لودی نے اپنے بیٹے کوئی خطاب قبول نہیں کیا لیکن اپنے
 بھائی کو دریا خاں کے لقب سے سرفراز کرایا۔ ملک کہو تران مبارک خانی کو اقبال خاں کا
 خطاب دیکر اُسے حصار فیروزہ کی حکومت پر بدستور سابق بحال رکھا گیا اور خانِ اعظم
 سید خاں مجلس عالی کے لقب سے ہم چشموں میں ممتاز ہوا۔ حاجی ضدلی الشہور
 بہ حسام خاں کو قوال شہر مقرر ہوا۔ اور اس کی جاگیر اُس کے قبضے میں بحال رکھی گئی۔
 سلطان محمد شاہ کو دہلی کے مہات سے فراغت حاصل ہوئی اور ارکانِ دولت کے
 مشورے سے ماہ ربیع الاول میں بادشاہ سیر کے بیٹے تمان روانہ ہوا۔ محمد شاہ چوتراہ
 مبارک پور کے قریب اترا اور اپنے لشکر کو حاضر ہونے کا حکم دیا اکثر امیر حاضری میں
 پس پیش کر رہے تھے لیکن عہد الملک کے آتے ہی تمام امراتہری بارگاہ میں حاضر ہو گئے
 امیر اور سردارانِ فوج مثلاً اسلام خاں لودی۔ یوسف خاں اوجہی اور اقبال خاں
 وغیرہ نے بادشاہ کی ملازمت کا شرف حاصل کیا اور گراں قیمت غلعتوں سے سرفراز
 کئے گئے۔ سلطان محمد شاہ تمان میں داخل ہوا اور اولیائے کرام کی زیارت سے

فیضیاب ہو کر بادشاہ نے اس ملک کا انتظام سیاسی اپنے ایک معتد امیر کے سپرد کیا اور خود دہلی کی طرف واپس آیا سلطان محمد شاہ شہنشاہ میں سنانہ کی طرف گیا اور اُس نے جسرت حکم کے ملک پر فوج روانہ کی سپاہیوں کو حکم تھا کہ اس مفید حکم کے ملک کو تاخت و تاراج کر کے واپس چلے آئیں۔ بادشاہ اس مہم کو روانہ کر کے خود دہلی پہنچا اور ایسا عیش و عشرت کا متوالا بنا کہ اُسے ملک و مال کی پروا بالکل نہ رہی بادشاہ کی اس بے خبری نے خلل پیدا کیا۔ ملک بہلول نے جو اپنے چچا سلطان شہ النماط بہ اسلام خاں کے بعد سرہند کا حاکم مقرر کیا گیا تھا اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور دیبا پور اور ناہور سے لیکر پانی پت تک تمام حصہ سلطنت پر بلا حکم شاہی قابض ہو گیا محمد شاہ نے جیسا کہ تفصیلی طور پر آگے چلکر معرض بیان میں آئیگا اس کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ بہلول لودھی کو ہستان میں پناہ گزیں ہوا اور بہت سے متبر افغانی امیر قتل کیے گئے۔ ملک بہلول نے دوبارہ ایک جمیعت اکٹھا کی اور سرہند و پنجاب پر حملہ آور ہوا اور اس مرتبہ بھی پانی پت تک تمام ملک پر قابض ہو گیا۔ محمد شاہ نے اس دفعہ حسام خاں کو اس مہم پر روانہ کیا حسام خاں شکست کھا کر دہلی واپس آیا بہلول لودھی نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ اگر حسام خاں قتل کر دیا جائے تو میں شاہی اطاعت قبول کروں گا۔ بادشاہ نے دشمن کی باتوں پر یقین کر لیا اور حسام خاں کو تہ تیغ کر دیا۔ محمد شاہ نے حمید خاں کو وزیر مقرر کیا اور ایک دوسرے شخص کو حسام خاں کا خطاب دیکر اُسے نائب وزیر بنایا۔ اطراف و جوانب کے ماتحتوں نے بادشاہ کی ردی حالت دیکھ کر حکمرانی اور خود مختاری کے خواب دیکھنے شروع کئے۔ زمینداروں نے جب خراج لینے والے کی ایسی بدتر حالت دیکھی تو رقم مقررہ ادا کرنے سے باز رہے۔ محمد شاہ نے مفسدوں اور باغیوں کی بنیہ اور سرکوبی کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور سارے ملک میں بادشاہ کی بے پروائی کا زہریلا اثر پھیل گیا۔ ابراہیم شاہ شرقی بعض پرگنات دبا بیٹھا اور سلطان محمود ظہری حاکم مالوہ نے دہلی پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔ شہنشاہ میں سلطان محمود مالوی نے دہلی پر لشکر کشی کی اور شہر سے دو کوس کے فاصلے پر خمیزن ہو کر ملک کے سیاسی انتظام میں مہر دت ہوا۔ محمد شاہ بید پریشان ہوا اور قاصد بہلول لودھی کی خدمت میں روانہ کر کے بید مبالغہ اور اصرار کے ساتھ اس کو اپنی

مدد کے لئے دہلی طلب کیا۔ ملک بہلول بیس ہزار مسلح سواروں کے ساتھ دہلی آیا۔ سلطان محمد شاہ باوجود اٹانہ شاہی کی کثرت اور زیادتی فوج کے خود میدان جنگ میں نہ گیا اور امیروں کو حکم دیا کہ فوج کو آراستہ کر کے دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہوں۔ امیروں نے شاہی حکم کے موافق حریف کے مقابلے میں صف آرائی کی۔ ملک بہلول اپنے سپاہیوں کے ساتھ جن میں سے اکثر مغل اور افغان تیرنما تھے دہلی لشکر کا مقدمہ فوج بنگر میدان میں آیا۔ سلطان محمود نے سنا کہ محمد شاہ خود محرم جنگ میں نہیں آیا اس لئے بھی میدان داری کی زحمت نہ اٹھائی اور اپنے دونوں بیٹوں غیاث الدین اور قدرخاں کو حریف کے مقابلے میں روانہ کیا۔ دونوں فریق شام تک ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ ملک بہلول نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ بہادرانہ حملہ کیا۔ بہلول کی قابل قدر کوششوں سے دہلی فوج نے اس روز حریف کی کوششوں کو سرسبز نہ ہونے دیا۔

سلطان محمود ظہی نے اس رات پریشان خواب دیکھا۔ صبح کو اٹھ کر اسے یہ معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی منہ کی طرف آ رہا ہے۔ یہ خبر سن کر محمود شاہ اور زیادہ فکر مند اور صلح کا خواستگار ہوا لیکن اپنی غیرت کی وجہ سے صلح کا نام زبان پر نہ لاسکا۔ اس درمیان میں محمد شاہ سے ایک ایسا فاضل سرزد ہوا جس کی نظیر کسی بادشاہ دہلی کے کارنامے میں نہیں ملتی اور وہ یہ تھا کہ محمد شاہ نے دوسرے دن بغیر کسی سبب اور تحریک اور بغیر ارکان دولت کے مشورے کے بجا توہمات میں گرفتار ہو کر دربار کے مذہبی گروہ کی ایک جماعت کو سلطان محمود کے پاس بھیجا اور اس سے خود صلح کا خواستگار رہا۔ سلطان محمود خدا سے چاہتا تھا کہ صلح کا نفاذ درمیان میں آئے اس نے پیغام صلح کو قبول کیا اور بارہا احسان محمد شاہ کی گردن پر رکھ کر اسی وقت میدان کا رزار سے روانہ ہو گیا۔ ملک بہلول نے جو بادشاہ کی اس نادانی سے غم و غصہ کہا رہا تھا مالویوں کا تعاقب کیا اور حریفوں کو کثیر تعداد میں قتل کر کے ہتھیار مال و اسباب پر قابض ہوا اور اس طرح گویا اس نے دہلی لشکر کی عزت رکھ لی محمد شاہ بہلول کو دی سے بچہ خوش ہوا اور اس کو اپنا فرزند لکھ کر بہلول کو خاتماناں کے خطاب سے سرفراز کیا لیکن اسی صلح کی خواستگاری بادشاہ کے ادبار کا باعث ہوئی

اور محمد شاہ کی کوئی عزت اور وقعت رعایا کے دل میں نہ رہی۔ ^{۱۷۸۵ء} میں محمد شاہ نے
سانہ کا سفر کیا اور اعلان صبح کے ذریعے سے بہلول کو لاہور اور دیبا پور کا حاکم مقرر
کیا اور اُسے جسرت ککھر کی سرکوبی پر نامزد کر کے خود واپس ہوا۔ بہلول نے لاہور میں
مضبوط بنیاد حکومت کی رکھ لی اور بہت سے افغانی اُس کے گرد جمع ہو گئے جسرت
بھی بہلول کی ہوا خواہی کا دم بھرنے لگا اور ککھر نے لودی کو تخت دہلی پر جلوس
کرنے کی ترغیب دی۔ ملک بہلول کے سر میں حکومت دہلی کا سودا سلیا اور بہت
سے پرگنوں پر قابض ہو گیا۔ بہلول نے بہت بڑی فوج جمع کر لی اور بغیر کسی ظاہری
سبب کے محمد شاہ کی مخالفت پر آمادہ ہو کر بڑی شان و شوکت اور طاقت کے
ساتھ محمد شاہ کو تباہ کرنے کے لیے دہلی پر حملہ آور ہوا۔ بہلول کا یہ حملہ بے سود رہا اور
اُسے ناکام واپس ہونا پڑا۔ محمد شاہ کی حکومت روز بروز کمزور ہونے لگی اور نوبت یہاں تک
پہنچی کہ جو امیر دار الخلافت سے نزدیک تھے وہ بھی بادشاہ کی نافرمانی کرنے لگے۔
بیانہ کے زمیندار سرکش ہو کر سلطان محمود خلی سے مل گئے۔ اسی زمانے میں محمد شاہ بیمار
ہوا اور ^{۱۷۸۷ء} میں اُس نے دنیا سے رحلت کی۔ محمد شاہ کے بعد اُس کا بیٹا علاء الدین
باپ کا جانشین ہوا۔ محمد شاہ نے بارہ برس چند مہینے حکومت کی۔

سلطان علاء الدین بن	سلطان علاء الدین نے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور ہوا ملک
سلطان محمد شاہ	بہلول لودھی کے تمام امیروں نے دار الخلافت میں حاضر ہو کر
	علاء الدین کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ ^{۱۷۸۸ء} میں علاء الدین نے

بیانہ کا سفر کیا راستے میں معلوم ہوا کہ بادشاہ جو پور دہلی پر دھاوا کرنے کے لیے
آ رہا ہے باوجودیکہ یہ شخص افواہ تھی لیکن علاء الدین اس خبر سے پریشان ہو کر دہلی
واپس آیا۔ حسام خاں وزیر الممالک نے جو علاء الدین کی عدم موجودگی میں بادشاہ کا
نائب تھا علاء الدین سے کہا کہ صرف ایک بازاری خبر کو شکر سفر سے واپس آنا
بادشاہوں کے داب سلطنت کے خلاف ہے۔ علاء الدین کو وزیر الممالک کی یہ
تقریر ناگوار گزری اور اُسے اپنے اس رنج کا اظہار بھی کیا۔ درباریوں اور امیروں کو
معلوم ہو گیا کہ علاء الدین باپ سے بھی زیادہ سست اور معاملات سلطنت کے
سمجھنے میں محمد شاہ سے بھی بڑھ کر نا فہم ہے۔ ^{۱۷۸۹ء} میں علاء الدین نے بد اؤں کا

سفر کیا۔ بادلوں کی آب و ہوا بادشاہ کو ایسی پسند آئی کہ ایک مدت تک وہیں مقیم رہا۔ بادشاہ نے دہلی واپس آکر کھا کہ مجھے دہلی سے زیادہ بادلوں کی آب و ہوا پسند ہے۔ حسام خاں ویر نے جو اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھا علاء الدین کو یہ نصیحت کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور نادان بادشاہ اسی طرح بادلوں کا فریفتہ رہا۔ اُس وقت سارے ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیل ہوئی تھی۔ دکن۔ گجرات۔ مالوہ۔ جونپور۔ بنگالہ۔ غنڈک۔ ہر جگہ مساحب سکھ حکمران پیدا ہو گئے تھے پنجاب اور دیپالپور و سرہند سے پانی پت ملک بہلول لودھی قابض تھا۔ مہرولی سے سرگئے لاڈ و تنک کی سرزمین پر جو باہل دہلی سے ملی ہوئی ہے احمد خاں میواتی کا قبضہ تھا۔ سیل سے گدڑ خواجہ خضر تک جو دہلی سے ملا ہوا ہے دریا خاں لودھی کا اور کول میں عیسیٰ خاں ترک بچہ کا دور دورہ تھا۔ راہڑی سے قصبہ بھوئیگا توں تک قطب خاں افغان کپتل ٹیلیاں میں رائے بدتاہ اور میانہ میں داؤد خاں اوحدی خود مختاری کے ڈنگے بجا رہے تھے۔ دارالخلافت دہلی اور چند دوسرے موضع علاء الدین کے زیر اقتدار باقی رہ گئے اور اُسی قدر وسعت پر عملانی حکومت جاری تھی۔ اسی دوران میں ملک بہلول لودھی نے محمد شاہ کی طرح علاء الدین کے ساتھ بھی بیوفائی کی اور دہلی فتح کرنے کے ارادے سے آگرہ شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن بہلول کو کامیابی نہ ہوئی اور ناکام واپس آگیا۔ سلطان علاء الدین نے استحکام سلطنت پر توجہ کی اور قطب خاں عیسیٰ خاں اور رائے بدتاہ سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ ان امیروں نے جن کا دلی مشاہیر تھا کہ علاء الدین کو بد سے بدتر حالت میں گرفتار دیکھیں بادشاہ سے کہا کہ تمام شاہی امیر حمید خاں سے بید ناراض ہیں اگر حمید خاں وزارت سے علیحدہ کر کے نظر بند کر دیا جائے تو امید ہے کہ تمام امرا بادشاہ کے مطیع ہو جائیں گے اور سلطنت کے کاروبار میں رونق پیدا ہو جائیگی ان امیروں نے بادشاہ سے یہ بھی وعدہ کیا کہ حمید خاں کی سفرولی پر یہ امرا چند پرگنوں کو جاگیروں سے علیحدہ کر کے پرگنات مذکور کو بادشاہ کے خالصہ میں شامل کر دیں گے۔ علاء الدین کو قتل و فہم سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اس نے ان امیروں کے قول کو باور کر کے حمید خاں کو پایہ زنجیر کر دیا۔ اور بادلوں جانے کا ارادہ کیا اور کہا کہ میری ولی خواہش ہے کہ بادلوں ہی میں قیام کروں۔

حسام خاں نے پھر خلوص سے کھا کہ دہلی کو چھوڑ کر بدائوں کو پائے تخت بنانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ بادشاہ نے حسام کی بات نہ مانی اور دل میں اس سے اور بھی زیادہ رنجیدہ ہوا۔ بادشاہ نے حسام کو اپنے سے علیحدہ کیا اور اُسے دہلی میں چھوڑا اور اپنے دونوں سالوں میں سے ایک کو دہلی کا کوتوال اور دوسرے کو امیر دیوان مقرر کیا اور خود ۵۲ھ کے آخر میں بدائوں روانہ ہو گیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہ کے دونوں نسبتی بھائیوں میں باہم جھگڑا ہوا اور ایک ان میں سے مارا گیا اور دوسرے کو حسام خاں نے قصاص کے بحیثیت چڑھایا۔ بادشاہ اس قدر عیش و عشرت کا متوالا ہو رہا تھا کہ اُسے ان واقعات پر حس بھی نہ ہوئی۔ قطب خاں اور رائے پرتاب نے شاہی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ تمام امیر حمید خاں کی زندگی سے پریشان ہیں اگر بادشاہ اُسے تہ تیغ کر ڈالے تو ابھی چالیس برس گئے خالص بادشاہی میں شامل ہو جائیں گے۔ رائے پرتاب نے حمید خاں کے قتل پر زیادہ زور دیا اور وجہ اُس کی یہ تھی کہ اس سے پہلے حمید خاں کے باپ فتح خاں نے رائے پرتاب کے ملک کو تاراج کر کے پرتاب کی جو رو کو اپنے حرم میں داخل کر لیا تھا۔ پرتاب اب موقع پا کر باپ کے ظلم کا بدلہ لینے سے لینا چاہتا تھا۔ علاء الدین نے جو ناہم اور ناقت اندیش فرمانروا تھا حمید خاں کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ حمید خاں کے بھائیوں اور اُس کے بھی خواہوں کو بادشاہ کے اس حکم کی اطلاع ہوئی اور یہ لوگ بڑی مشکل اور سخت تدبیروں اور حیلوں سے حمید کو قید سے چھڑا کر دہلی لے گئے۔ ملک محمد جمال حمید خاں کے نگہبان کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور وہ حمید خاں کے تعاقب میں دہلی تک آیا اور حمید خاں کے گھوڑے کو چا ملک جمال اور حمید خاں میں لڑائی ہوئی اور جمال تیر کے زخم سے لڑائی میں کام کیا۔ حمید خاں شاہی حرم سرا میں گھس گیا اور اُس نے بادشاہ کے اہل و عیال کو شاہی محل سے باہر نکال کر بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ شاہی خاندان کو حصار شہر کے باہر نکال دیا اور تمام اسباب اور شاہی خزانہ پر خود قابض ہو گیا۔ بادشاہ اپنی بے بسی کی وجہ سے اب بھی نہ چوٹکا اور برسات کا بہانہ کر کے استقام کو کچ کل پڑاتا رہا۔ حمید خاں نے موقع پا کر دہلی کے تخت پر کسی دوسرے کو بٹھانے کی تدبیر سوچی۔ سلطان محمود شرتی حاکم جوہنور علاء الدین کا فرشتہ دار

تھا اور سلطان محمود غزنوی بادشاہ مندوبیت دور تھا۔ حمید خاں نے ان دونوں کا خیال ترک کیا اور لودویوں پر جو سب سے قریب تھے نگاہ ڈال کر ملک بہلول لودھی کو جو اب تک بادشاہ نہ تھا دہلی کے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کے لیے بلایا حمید خاں کا مقصد یہ تھا کہ لودھی کو برائے نام فرمانروا بنا کر حقیقت میں خود حکمرانی کے فرے اڑائے۔ ملک بہلول اسی موقع کا منتظر تھا اپنی یاوری قسمت پر خوش ہوا بہلول نے علاء الدین کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ میں حمید خاں کے استیصال کے لیے دہلی جاتا ہوں اور خود جلد سے جلد دہلی آیا اور شہر پر قابض ہو گیا۔ بہلول نے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ایک مدت کے بعد حمید خاں کا قدم در میان سے اٹھا کر اپنے کو سلطان بہلول لودھی کے نام سے مشہور کیا۔ بہلول نے خطبے میں علاء الدین کا نام بھی داخل کیا اور سلسلہ میں اپنے بڑے بیٹے خواجہ بایزید کو امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ دہلی کی حفاظت کے لیے دارالخلافہ میں چھوڑا اور خود مصلحت وقت کا لحاظ کر کے دیباہور پہنچا اور افغانوں کو جمع کرنے اور ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔ بہلول نے سلطان علاء الدین کو لکھا کہ بادشاہ کے اقبال سے حمید خاں کا کام اتبر ہو چکا اور میں نے بگڑی ہوئی سلطنت کو از سر نو بنا کر شہر کی محافظت کی اور بادشاہ کا نام خطبے سے نہیں نکالا۔ علاء الدین نے بہلول کو جواب میں لکھا کہ میرے باپ نے جہکومیٹا بنایا تھا اور میں تجھے اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں۔ میں دہلی کی سلطنت بخوشی تجھے دیکر خود بدادوں پر قناعت کرتا ہوں۔ بہلول لودھی اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور ۷۰۰ ربيع الاول ۶۸۵ھ کو منتقل فرمانروا ہو کر مہات سلطنت کے انجام دینے میں مشغول ہوا۔ بہلول نے علاء الدین کا نام خطبے سے نکال کر چتر شاہی اپنے سر پر رکھا۔ علاء الدین ایک مدت تک بدادوں کے گوشہ گمنامی میں زندگی بسر کرتا رہا یہاں تک کہ ۷۳۳ھ کے آخر میں اُس نے وفات پائی سلطان علاء الدین نے دہلی میں سات سال فرمانروائی کی اور اٹھائیس سال بدادوں کا امیر رہا۔

لودھی خاندان

سلطان بہلول لودھی | اس خاندان کی اصل حالت یہ ہے کہ لودھی فرتے کے اکثر انغانی

باہم ملکر ہندوستان میں سوداگری کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ اسی افغانی گروہ میں سے ایک شخص ملک بہرام نامی نے جو بہلول لودی کا دادا تھا اپنے بھائی سے رنجیدہ ہو کر سلطان فیروز شاہ باریک کے زمانے میں ملتان سکونت اختیار کی۔ ملک بہرام نے ملک مردان دولت حاکم ملتان کی ملازمت اختیار کی۔ بہرام کو خدائے پانچ بیٹے دئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ ملک سلطان شہ۔ ملک کالا۔ ملک فیروز۔ ملک محمد اور ملک خواجہ۔ یہ پانچوں بھائی باپ کے مرنے کے بعد ملتان میں قیام پذیر ہوئے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں خضر خاں حاکم ملتان ہوا۔ ملک سلطان شہ خضر خاں کی ملازمت اختیار کر کے افغانوں کے ایک گروہ کا سردار ہو گیا۔ سلطان شہ کے نصیب نے یادری کی اور خضر خاں اور ملو اقبال کے معرکے میں ملک سلطان شہ اور ملو اقبال کا مقابلہ ہو گیا۔ اقبال کے سر پر دباڑ چکا چکا تھا ملو سلطان شہ کی تلوار سے مارا گیا اور سلطان شہ خضر خانی مقبروں میں داخل ہو گیا۔ سلطان شہ اسلام خاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر سرہند کا حاکم مقرر کیا گیا۔ بہرام کے بقیہ چاروں بیٹے بھی بھائی کے پاس رہنے لگے۔ ملک کالا سلطان بہلول کا باپ اپنے بھائی کی توجہ سے دوشالہ کا حاکم ہوا۔ ملک بہلول کی ماں جو ملک کالا کی چا زاد بہن بھی تھی حاملہ تھی۔ اتفاق سے مکان گرا اور یہ بد نصیب عورت گھر کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئی، چونکہ وضع حل کا زمانہ قریب آچکا تھا مردہ عورت کا پیٹ فوراً چاک کر کے بچہ یعنی بہلول لودی نکال لیا گیا۔ بچے میں جان باقی تھی حفاظت کے ساتھ اُس کی پرورش کی جانے لگی۔ ایک مدت کے بعد ملک کالا اور نیازی افغانوں میں معرکہ آرائی ہوئی جس میں ملک کالا قتل ہوا۔ ملک بہلول جو اس زمانے میں لو کے نام سے مشہور تھا اپنے چچا ملک اسلام خاں کے پاس سرہند چلا گیا اور وہیں اُس نے تربیت پائی۔ کسی لڑائی میں بہلول نے مردانگی کے جوہر دکھائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام خاں نے اپنی بیٹی بہلول کو بیاہ دی اور داماد کی اور زیادہ تربیت کرنے لگا۔ موصین کہتے ہیں کہ اسلام خاں نے رفتہ رفتہ ایسا اقتدار حاصل کر لیا کہ بارہ ہزار افغانی جن میں زیادہ تعداد خود اسلام خاں کے عزیزوں اور قرابت وادوں کی تھی اسلام خاں کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گئے۔ اگرچہ اسلام خاں کے خود صلی سنا دست مند فرزند

موجود تھے لیکن اُس نے مرتے وقت وصیت کی کہ اس کا جانشین ملک بھلول کو دیا
ہو۔ اسلام خاں نے محمد شاہ کے زمانے میں وفات پائی۔ اسلام خاں کے بعد اُس کے
ملازموں کے تین فررتے ہو گئے۔ افغانوں نے تو اسلام خاں کی وصیت کی پابندی
کی اور ملک بھلول کے ہی خواہ بنے رہے۔ بعضے ملازم اسلام خاں کے بھائی
ملک فیروز کی رفاقت کا جو خود ہی شاہی منصب دار مقام بھرنے لگے اور بعضوں نے
قطب خاں ولد اسلام خاں کا دامن پکڑا۔ اسلام خاں کے ان مینوں وارثوں
میں ملک بھلول اپنے مورث کا رشید جانشین ثابت ہوا اور رفتہ رفتہ اس نے پورا
استقلال حاصل کر لیا۔ ملک فیروز نے قطب خاں کو باطل کمزور کر دیا اور قطب خاں
اسی جھگڑے کی وجہ سے سرہند سے سلطان محمد شاہ کے پاس دہلی چلا گیا قطب خاں
نے درباری امیروں کے ذریعے سے محمد شاہ کے حضور میں یہہ عرضہ پیش کیا کہ
سرہند افغانوں کا مرکز بن گیا ہے جس کا نتیجہ ایک روز یہی ہوگا کہ ملک میں فتنہ و فساد
برپا ہو جائے گا۔ محمد شاہ نے ملک سکندر تحفہ کو ایک لشکر کے ساتھ قطب خاں
کے ہمراہ سرہند روانہ کیا تاکہ ملک سکندر افغانوں کو دہلی روانہ کر دے اور اگر
سرکشی کریں تو انھیں سرہند سے خارج البلد کرے۔ محمد شاہ نے جسرت حکم کے نام ہی
ایک فرمان اسی مضمون کا صادر کیا۔ افغانوں کو اس واقعے کی اطلاع ہو گئی اور
کوہستان میں پناہ گزیں ہو گئے۔ جسرت حکم اور ملک تحفہ نے افغانوں سے کہا بیجا
کہ تم سے کوئی ایسا قصور سرزد نہیں ہوا ہے جس کی بنا پر تم ادھر ادھر جان بکاتے پھرو۔
افغانوں نے عہد نامہ طلب کیا۔ شاہی امیر اور جسرت حکم نے ایمان کی قسم کھا کر اپنے
بیان کو مضبوط کیا اور ملک فیروز دہلی اپنے بیٹے شاہین خاں اور اپنے بیٹے ملک بھلول کو
اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کے لئے چھوڑ کر خود معتبر افغان رئیسوں کے ساتھ
ملک سکندر اور جسرت کے پاس آیا۔ ملک سکندر اور جسرت نے قطب خاں کی
تحریک سے عہد شکنی کی اور ملک فیروز کو نظر بند کیا اور دوسرے افغانوں کو تہ تیغ
کر کے لشکر اُن کے اہل و عیال کے سر پر روانہ کیا۔ ملک بھلول اہل و عیال کو تو
ایک محفوظ مقام پر لیکر چلا گیا اور شاہین خاں نے دوسرے افغانی سرداروں کے
ساتھ شاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔ افغانوں کے اکثر سپاہی تو مع شاہین خاں لڑائی میں کام

آئے اور جو تھوڑے بہت بچ رہے وہ زندہ گرفتار ہوئے۔ مقتول افغانوں کے سر ہند لائے گئے۔ جسرت حکمر ملک فیروز لودھی سے مقتولوں میں سے ایک ایک کا نام پوچھتا تھا اور فیروز اُس کو نام سے آگاہ کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ فیروز کی نگاہوں کے سامنے بیٹے کا سر بھی پیش کیا گیا ملک فیروز نے شاہین خاں کا سر دیکھ کر جسرت کو جواب دیا کہ اس مقتول کو میں نہیں پہچانتا جسرت کے ملازمین نے کہا کہ یہ شخص بڑا جوان مرد تھا اور اس نے میدان جنگ میں ایسے ایسے کارنامے کئے۔ ملک فیروز بہرے لشکر رونے لگا۔ لوگوں نے اُس سے گریہ کا سبب پوچھا۔ فیروز نے کہا کہ یہ میرے بیٹے کا سر ہے محض اس خیال پر کہ شاید اس نے کسی طرح کی بردلی اور کم ہمتی کی ہو اور میں اس کو اپنی طرف منسوب کر کے شرمندہ ہوں اس لئے میں نے اس کا نام نہیں لیا۔ اب جبکہ مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ یہ سپوت ہے تو میں نے ظاہر کر دیا کہ یہ میرا فرزند ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ملک بہلول اس ٹرائی میں شامل نہ تھا اور خطرہ سے مچھ دسالم نکل گیا ہے۔ یاد رکھو کہ وہ ان مقتولوں کا بدلہ تم سے اچھی طرح لیتا جسرت نے سر ہند ملک سکندر کے سپرد کیا اور خود پنجاب پہنچ کر اسیران جنگ کو دہلی روانہ کیا۔ جسرت کی واپسی کے بعد ملک بہلول نے اپنے دوستوں اور ہم نشینوں سے رتومات قرض لیکر افغانوں میں تقسیم کیں اور ایک گروہ کو اپنا بنا کر رہبرنی اور تاخت تالچ میں مشغول ہوا۔ بہلول کو جو کچھ ہات آتا تھا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باہم تقسیم کر لیتا تھا تھوڑے ہی زمانے میں افغانوں کا ایک بڑا گروہ اور کچھ نفل سپاہی اُس کے گروہ جمع ہو گئے۔ اس دوران میں ملک فیروز بھی دہلی سے جاگ کر بہلول سے آ ملا۔ اور قطب خاں نے بھی اپنی حرکتوں سے شرمندہ ہو کر بہلول کی رفاقت اختیار کی۔ بہلول نے اب دوبارہ سر ہند پر قبضہ کر لیا۔ محمد شاہ نے اس مرتبہ حسام خاں وزیر المملکت کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ بہلول کے قلعے کو فرو کرنے کے لئے نامزد کیا۔ موضع گراہ میں جو خضر آباد شاہ پور کے مضافات میں سے ہے ملک بہلول لودھی نے جنگ کی گھنٹیں مرتب کیں اور حسام خاں کو شکست دیکر اور زیادہ صاحب قوت و اقتدار ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اپنی زندگی کے تبدیلی فرمانے میں جبکہ بہلول اپنے چچا اسلام خاں کی خدمت میں آیا تھا تو ایک دن اپنے دو دوستوں کے ساتھ سنانہ میں ایک مرجع خلافت و درویش کی خدمت میں حاضر ہوا

اور فقیر کے سامنے دو زانو ادب سے بیٹھ گیا۔ مجذوب نے زبان سے کہا کہ کون شخص ہے جو دہلی کی بادشاہت کو دو زانو رہنے پر فریادتا ہے۔ ملک بہلول نے ایک نہرا چھ سو تنگے جو اُس کے پاس موجود تھے درویش کی خدمت میں پیش کئے اور کہا کہ اس سے زیادہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ مجذوب صاحب نے بہلول کا اندر نہ قبول کیا اور کہا کہ جانتے علمانی کا منصب مبارک ہو۔ ملک بہلول کے ہمراہی ہنسی مذاق کر کے اُسے بنانے لگے۔ بہلول نے جواب دیا کہ میرا کام دو حال سے خالی نہیں ہے اگر فقیر کی پیشین گوئی سچ نکلی تو کوڑیوں کے مول جواہر انبیا میرے ہاتھ آیا اور اگر مجذوب صاحب کا قول غلط نکلا تو فقیروں کی خدمت کرنا بھی ثواب سے خالی نہیں ہے۔ ملک بہلول نے ملک فیروز اور اپنے باقی عزیزوں اور قبیلے والوں کے ساتھ ملکر بانی پت تک تمام حصہ ملک پر قبضہ کر کے اچھی خاصی قوت جمع ہو نچائی۔ بہلول نے حسام خاں وزیر الممالک کو شکست دیکر اپنے حسن عقیدت کے اظہار میں ایک عربیہ سلطان محمد شاہ کی خدمت میں ارسال کیا اور اس میں لکھا کہ میں صرف حسام خاں کی بخشش کی وجہ سے خدمت سلطانی سے دور ہوں اگر بادشاہ حسام خاں کو ترجیح کر کے وزارت کا منصب حمید خاں کو عنایت فرمائیں تو مجھے بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ بادشاہ نے حسام خاں وزیر الممالک کو قتل کیا اور بہلول بڑے خلوص کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سر ہند اور اُس کے نواح کا حسب دستور سابق جاگیردار مقرر کیا گیا۔ غرض کہ ملک بہلول لودی کا استقلال روز بروز بڑھنے لگا۔ جب سلطان محمود دہلی حاکم مندو نے دہلی پر دھاوا کیا تو سلطان محمد شاہ نے بہلول کو سر ہند سے بلایا۔ ملک بہلول ابیس نہرا افغانوں اور مغلوں کی ایک بڑی فوج جمع کر کے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بادشاہ کی مدد کو دہلی آیا اور دوسرے دن میدان کارزار میں اس نے اپنی مردانگی اور بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ بادشاہ سے فاختانان کا خطاب حاصل کر کے سر ہند واپس آیا۔ بہلول نے اپنی قوت اور اقتدار سے بخود ہو کر بلا حکم شاہی لاہور۔ دیباپور۔ شام اور دوسرے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ بہلول کے بڑھتے ہوئے اقتدار نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اس نے بادشاہ پر خود حملہ کیا اور ایک مدت تک دہلی کو محصور رکھا۔ بہلول

دہلی کو فتح نہ کر سکا اور سرہند میں آکر اپنے استحکام میں اور زیادہ کوشاں ہوا۔ پہلول نے اس وقت اپنے نام کا خطبہ دیکھ کر دہلی کی فتح پر متحضر رکھا۔ لیکن سلطان محمد کا خطاب اپنے لیے اختیار کر لیا۔ اس زمانے میں محمد شاہ فوت ہوا اور اس کا بیٹا علاء الدین تخت سلطنت پر بیٹھا۔ چند سال کے بعد جیسا کہ اوپر مذکور ہوا حمید خاں نے پہلول کو سرہند سے دہلی بلا کر ۵۵۵ھ میں پہلول کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس وقت پہلول لودھی کے نوبیٹے تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ خواجہ بایزید نظام خاں جو پہلول کے بعد باپ کا جانشین ہو کر سکندر شاہ کہلایا۔ بار بک شاہ۔ مبارک خاں۔ عالم خاں المشہور بہ بادشاہ علاء الدین۔ جمال خاں۔ یعقوب خاں۔ فتح خاں۔ موسیٰ خاں اور جلال خاں۔ ان فرزندوں کے علاوہ پہلول کے دربار میں قطب خاں پسر اسلام خاں لودھی خاں جہاں لودھی وریا خاں لودھی تاتا خاں پسر دریا خاں لودھی مبارک خاں لودھی۔ یوسف خاں خاصہ خیل۔ عمر خاں شروانی قطب خاں پسر حسین خاں افغان احمد خاں میواتی۔ یوسف خاں جلوانی۔ علی خاں ترک بچہ شیخ ابو سعید قرملی۔ احمد خاں نیستانی خان خانان قرملی خان خانان بوعلی شمشیر خاں وزیر خاں پسر اسد خاں۔ شیخ احمد شروانی۔ ہنگ خاں۔ لشکر خاں۔ شہاب خاں دبیر۔ مبارز خاں ہنہ۔ رستم خاں۔ جوہان خاں پسر غازی خاں ملک چین نبیلہ خاں جہاں۔ عماد الملک اقبال خاں۔ میاں فرید معصوم بہ قرملی۔ شیخ جمال شیخ عثمان رائے پر تاب رائے کہیں اور رائے کرن۔ چوتیس نامی گرامی امیر موجود تھے جن میں بہترے امرا بادشاہ کے عزیز اور قرابت دار بھی تھے چونکہ حمید خاں کی طاقت اندونوں بہت بڑھ گئی تھی اور بادشاہ نے مصلحت وقت کے لحاظ سے حمید خاں کی خاطر و مدارات ہی میں ملک اور سلطنت کی خیر دیکھی اس لیے وہ ایک مدت تک حمید خاں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا اور برابر اس کے مکان پر جاتا رہا۔ پہلول ایک دن اپنی عادت کے موافق حمید خاں کا مہمان ہوا۔ اُس نے انفالوں کو سکھایا کہ حمید خاں کی مجلس میں منعک حرکتیں کریں تاکہ حمید اس قوم کو قتل سمجھ کر ان سے کچھ خوف اور ہنگامی نہ کرے۔ ایک افغانی گروہ حمید خاں کی مجلس میں داخل ہوا اور انھوں نے بادشاہ کی ہدایت کے موافق

حماقت آئینہ حرکات کرنے شروع کیئے۔ بعضوں نے فرش پر آتے وقت اپنی جوتیاں اتار کر اپنی کمر سے باندھ لیں اور بعضوں نے اپنے جوتے ایک طاق کے اوپر جو حید خاں کے سر کے محاذی واقع تھا رکھ دیئے۔ حید خاں نے ان افغانوں سے اس فعل کی وجہ پوچھی۔ افغانوں نے جواب دیا کہ محض چوری کے اندیشے سے ہم نے جوتوں کی یہ حفاظت کی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ افغان حید خاں سے مخاطب ہوئے اور اس سے کہا کہ جناب کا فرش مختلف رنگوں کا ایک گلدستہ ہے اگر اس فرش میں سے ایک ٹکڑا مکمل کا ہم کو بھی عنایت ہو تو ہم اپنے اہل و عیال کے لئے اس مکمل کی ٹوپیاں تیار کر کے اپنے گھر سوخات اور تحفہ بھیجیں تاکہ ہمارے گھر والوں کو یہ معلوم ہو کہ ہمیں خان والا شان کی خدمت میں خاص رسوخ اور زبرد کی حاصل ہے۔ حید خاں ہنسا اور جواب دیا کہ اس کام کے لئے میں تم کو نخل اور زربفت دونگا۔ اس کے بعد عطر کی کشتیاں مجلس میں لائی گئیں بعض افغانوں نے چونے کو عطر کی پھر ہری میں پیسٹ کر جانا اور پھولوں کو کھانا شروع کیا اور بعضوں نے پان کے چونے کو نہ جھڑایا اور اسی طرح کھا گئے اور بعضوں نے پان کی گھولیاں کھولیں اور اور اس کا چونہ نکال کر چاٹ گئے منہ پھٹ گیا تو دیوانوں کی طرح رونے اور پیٹنے لگے۔ حید خاں ان افغانوں کی حرکات پر ہنسا اور کہا کہ یہ تو مجیب وغریب ہے جس سے اس طرح کے کام سرزد ہوتے ہیں بہلول نے کہا کہ گنوار اور بے عقل ہیں ان کو اچھی محبتیں نصیب نہیں ہوئیں اسی لئے سوا کھانے اور پڑے رہنے کے ان کو اور کسی بات کی تیز نہیں ہے۔ اس واقعے کے تھوڑے دنوں کے بعد ملک بہلول اپنے قاعدے کے موافق حید خاں کے گھر گیا۔ چونکہ ہمیشہ سے قاعدہ یہہہ چلا آتا تھا کہ جب کبھی بہلول حید خاں کے مکان پر جاتا تو حید خاں کے دروازے کے دربان بہت کم لوگوں کو بہلول کے ساتھ اندر جانے دیتے تھے اور افغان زیادہ تر دولت مند کے باہر ہی ٹھہرے رہتے تھے۔ اس مرتبہ افغانوں نے ملک بہلول کی ہدایت کے موافق حید خاں کے دربانوں سے لڑا تا شروع کیا اور ان سے جھگڑا کر کے دولت خانے کے اندر گھس آئے۔ افغانوں نے بلند آواز سے بہلول کو گالی دی اور کہا کہ اگر بہلول حید خاں کا نوکر ہے تو یہہہ افغان بھی حید خاں کے ملازم ہیں یہ لوگ کیوں

اس کے سلام سے محروم رہیں اور جیسا کہ حمید خاں بہلول پر مہربانی کرتا ہے اسی طرح ہم افغانوں کی بھی رعایت اور خاطر کرتا ہے حمید خاں نے افغانوں کی چٹخ پکار سنکر دریابانوں سے جلا کر کہا کہ افغانوں کا کوئی فراعہ نہ ہو اور ان سب کو اندر آنے دو۔ غرض کہ سارے افغانی ہجوم کر کے حمید خاں کی مجلس میں داخل ہوئے۔ اور دو دو افغان حمید خاں کے پہلو میں اُس کے ہر خدمت گار کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اسی کے ساتھ قطب خاں لودی نے بغل سے زنجیر نکال کر حمید خاں کے سامنے رکھ دی قطب خاں نے حمید سے کہا کہ اب مصلحت یہی ہے کہ تم گوشہ عافیت میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرو مجھے تمہارے حق تک کا پاس دلچاظ ہے اور میں تمہاری جان کے درپے نہیں ہوتا۔ افغانوں نے حمید خاں کو گرفتار کر کے قید کر لیا اور اپنے آدمیوں کے سپرد کیا۔ حمید خاں کی طرف سے اطمینان حاصل کر کے ملک بہلول نے ملک میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری اور اپنے کو بادشاہ بہلول لودی مشہور کیا۔ اسی سال یعنی ۱۰۸۵ھ میں بہلول نے دہلی کی حکومت کو اپنے بڑے بیٹے خواجہ بایزید اور چند دوسرے معتمد امیروں کے سپرد کیا اور خود لشکر جمع کرنے اور ملتان اور پنجاب کے نظام سلطنت کو درست کرنے کے لئے دیبا پور روانہ ہوا۔ سلطان علاء الدین کے بعض امیروں نے جو لودیوں کی حکومت کے خواہاں نہ تھے سلطان محمود شاہ شرقی کو جو پور سے بلایا۔ محمود شرقی ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور ۱۰۸۵ھ میں دہلی پہونچ کر اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ خواجہ بایزید اور دوسرے امیر قلعہ بند ہو گئے سلطان بہلول یہ خبر سنتے ہی فوراً دیبا پور سے روانہ ہوا اور ایک مقام موضع میرہ میں جو دہلی سے پندرہ کوس کے فاصلے پر آباد ہے مقیم ہوا۔ بہلول کے سپاہی محمود شاہ شرقی کے لشکر کے گائے اور اونٹ جو چراگاہ میں چر رہے تھے گرفتار کر کے لے آئے۔ محمود شاہ شرقی نے فتح خاں ہرادی کو تیس ہزار سواروں اور تیس ہاتھیوں کے ساتھ سلطان بہلول کے مقابلے کے لئے نامزد کیا۔ افغانوں نے حریف سے لڑنے کے لئے اپنی فوج کے تین حصے کیے۔ قطب خاں لودی پسرانہا نے جو مشہور تیر انداز تھانے خاں کے ہاتھی کو جو آگے بڑھ کر حریف پر حملہ آور ہوا تھا ایک ہی تیر میں بیکار کر دیا۔ دریا خاں لودی محمود شاہ شرقی سے مل گیا تھا اور اس کے لشکر میں

جنگ کا انتظام کر رہا تھا۔ قطب خاں نے بلند آواز سے دریا خاں کو بکارا اور اس سے کہا کہ تمھاری مائیں اور بہنیں تو دہلی کے قلعے میں پناہ گزین ہیں تمھارے لئے ہرگز یہہ زیبا نہیں ہے کہ غیروں کی طرف سے ہم سے معرکہ آرائی کرو اور اپنی عزت اور اپنے ناموس کی حفاظت کا خیال نہ کرو۔ دریا خاں نے جواب میں کہا کہ میں میدان جنگ سے کنارہ کش ہوتا ہوں بشرطیکہ تم میرا چچا نہ کرو۔ قطب نے تعاقب نہ کرنے پر قسم کھائی۔ قطب خاں نے فتح خاں سے علیحدگی اختیار کی اور قطب خاں کے اپنی جگہ سے ہلتے ہی فتح خاں پر شکست کا وبال مبارک ہوا اور یہی ہروی امیر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ فتح خاں نے کسی معرکے میں رائے کرن کے بجائی پھوراکو قتل کیا تھا۔ رائے کرن کو اس وقت موقع انتقام کا ملا اور اُس نے فتح خاں کو قتل کر کے اس کا سر بھلول کی خدمت میں پیش کیا۔ فتح خاں کی شکست سے محمود شاہ شہر کی کمی ٹوٹ گئی اور ناکام جو پور واپس ہوا۔ اس فتح کے بعد سلطان بھلول کی حکومت پائدار ہو گئی اور بھلول نے بہت بڑی قوت حاصل کر کے دوسرے حاکم کی تسخیر پر توجہ کی۔ بھلول نے سب سے پہلے میوات کا رخ کیا۔ احمد خاں میواتی نے بادشاہ کا استقبال کر کے اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ بھلول نے میوات کے سات پرگنے احمد خاں کی جاگیر سے نکال کر باقی ملک اسی کے سپرد کر دیا۔ بھلول میوات سے برن پہونچا۔ دریا خاں لودھی حاکم بھصل بھی شاہی اطاعت گزاروں میں داخل ہو گیا اور اُس نے سات ہاتھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ برن سے بھلول کول آیا۔ کول کی حکومت بھلول نے عیسیٰ خاں کے سپرد کی۔ کول سے بادشاہ نے برہان آباد کا سفر کیا۔ مبارک خاں لوہانی حاکم سکٹ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھلول نے سکٹ کی حکومت مبارک خاں کے نام بجالا رکھی۔ برہان آباد سے بھلول بہو میں گانوں پہونچا اور یہاں کی حکومت رائے پرتاب کے سپرد کی۔ بھلول نے اب رابری کا رخ کیا۔ بادشاہ کے پہونچتے ہی قطب خاں بن حسین خاں افغان قلعہ بند ہو گیا۔ بھلول نے قلعے کا محاصرہ کر کے تھوڑے ہی دن میں قلعہ سر کر لیا۔ خان جہاں قطب خاں کو اطمینان دلا کر اُسے بادشاہ کی حضور میں لے آیا۔ بھلول نے رابری کی حکومت پھر قطب خاں کے سپرد کی۔

اور رابری سے اٹا دے کا سفر کیا۔ اٹا دے کا حاکم بھی شاہی اطاعت گزاروں میں داخل ہو کر اپنی جاگیر کا دستور سابق حاکم مقرر کیا گیا۔ اس دوران میں جو ناخاں بادشاہ سے رنجیدہ ہو کر محمود شاہ شرقی سے جا ملا اور شمش آباد کا حاکم مقرر کیا گیا۔ محمود شاہ شرقی نے بہلول پر دوبارہ لشکر کشی کی اور نواح اٹا دہ میں پہونچ کر خیمہ زن ہوا پہلے ہی دن دونوں فوجوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ دوسرے دن قطب خاں اور رائے تپا نے درمیان میں پڑ کر اس شرط پر صلح کرانی کہ جو ملک مبارک شاہ بادشاہ دہلی کے قبضے میں تھا اس پر بہلول قابض رہے اور سلطنت کا جو حصہ سلطان ابراہیم بادشاہ جو پور کے زیر حکم تھا وہ محمود شاہ شرقی کے سپرد کیا جائے۔ سلطان بہلول لودھی نے اس صلح میں یہ بھی طے پایا کہ بہلول شمس آباد کو جو ناخاں سے واپس لے لے اس صلح کے بعد محمود شاہ شرقی جو پور واپس گیا اور بہلول لودھی نے جو ناخاں کے نام ایک فرمان اس مضمون کا لکھا کہ وہ شمس آباد کو خالی کر دے۔ جو ناخاں نے بہلول کے فرمان کی تعمیل نہ کی۔ سلطان بہلول نے جو ناخاں پر لشکر کشی کر کے اُسے شمس آباد سے نکال دیا۔ بہلول نے شمس آباد کی حکومت رائے کرن کے سپرد کر کے اس نواح کا معقول انتظام کیا۔ محمود شاہ شرقی نے بہہ خبریں سنیں اور اپنے کیئے پر خود ہی شرمندہ ہو کر شمس آباد کو واپس لینے کی غرض سے حوالی شہر میں مقیم ہوا۔ قطب خاں لودھی اور دریا خاں لودھی نے محمود شاہ کے لشکر پر پنجوں مارا اتفاق سے قطب خاں کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سوار زمین پر گر کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ سلطان محمود نے قطب خاں کو جو پور بھیج کر نظر بند کر دیا۔ سلطان بہلول نے شانہ زادہ جلال خاں اور شانہ زادہ سکندر اور عماد الملک کو سلطان محمود کی فوج کے مقابلے کے لیے رائے کرن کی مدد کو تعلقہ بند تھار روانہ کیا اور خود سلطان محمود سے لڑنے کے لیے آگے بڑھ کر حریف کے مقابل خیمہ زن ہوا۔ اس درمیان میں محمود شاہ شرقی بیمار ہو کر فوت ہوا اور اُس کا بیٹا محمد شاہ اس کا جانشین ہوا۔ محمد شاہ کی ماں بی بی راجی بیگم کی حسن تدبیر سے فریقین میں اس شرط پر صلح ہوئی کہ محمود شاہ کا ملک اس کے بیٹے محمد شاہ کے زیر حکومت رہے اور وہ حصہ ہندوستان کا جو

ملک بہلول کے قبضے میں ہے وہ بدستور لودی سلطنت کے ماتحت چھوڑ دیا جائے اس صلح کے بعد بہلول لودی دہلی واپس ہوا۔ اور محمد شاہ جو پور چلا گیا۔ بہلول دارالملک کے قریب پہونچا اور قطب خاں کی بہن سہ ماہ شمس خاتون نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ جنگ قطب خاں محمد شاہ شرقی کے قید خانے میں رہے اس وقت تک بہلول پر خواب و خور حرام ہے۔ بہلول پر اس پیغام کا بڑا اثر ہوا اور بادشاہ نے دار الخلافت پہونچنے کے قبل راستے ہی سے جو پور کی طرف اپنی باگ موڑی بہلول شمس آباد پہونچا اور بادشاہ نے یہاں کی حکومت رائے کرن سے لیکر پھر چونا خاں کو جو بہلول سے راضی ہو کر پھر اُس کی خدمت میں آگیا تمام دے دی محمد شاہ بھی بہلول سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا اور دریائے سرستی کے نواح میں دونوں فریق تھوڑے فاصلے سے ایک دوسرے کے مقابل خیمہ زن ہوئے کبھی کبھی طرفین میں کچھ شمشیر بازی بھی ہو جاتی تھی۔ اسی زمانے میں محمد شاہ شرقی کا چچوٹا بھائی حسین خاں اپنے بھائی کے غیظ و غضب سے بچھڑا اور جیسا کہ آگے بل کر تفصیل سے واقعات شرقیہ میں مفصل مذکور ہو گا سپاہیوں کے ایک گروہ اور چند جنگی لاشیوں کو ساتھ لیکر سلطان بہلول سے معرکہ آرائی کرنے کے بہانے سے لشکر سے جدا ہوا اور راستے ہی سے اپنی باگ موڑ کر قنوج روانہ ہو گیا۔ سلطان بہلول نے یہ خبر سن کر اپنے امیروں کے ایک گروہ کو حسین خاں کے مقابلے میں روانہ کیا۔ لودی امیر شائہ زادہ جلال خاں سے جو اپنے بھائی حسین کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا دو چار ہوئے اور ان امیروں نے شائہ زادہ جلال خاں کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ سلطان بہلول اس غیبی امداد سے بچھڑ خوش ہوا اور جلال خاں کو قطب خاں کے معاوضے میں اپنے پاس نظر بند کر لیا۔ اس دوران میں جو پور کے ارکان دولت محمد شاہ سے بالکل منحرف ہو گئے۔ شرقی امیروں نے محمد شاہ کو قتل کر کے حسین خاں کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور ملک میں حسین خاں کے تمام کا خطبہ دسکہ جاری ہوا۔ سلطان بہلول اور حسین شاہ شرقی کے درمیان اس شرط پر صلح ہو گئی کہ چار برس تک کوئی فریق دوسرے سے کسی طرح کی جھڑپ نہ کرے۔ رائے پرتاب جو اس نواح کا زمیندار تھا سلطان بہلول سے رنجیدہ ہو کر محمد شاہ شرقی سے مل گیا تھا قطب خاں کے قول و اقرار اور اُس کی دلہی سے رائے پرتاب حسین شاہ سے علیحدہ ہو کر پھر سلطان بہلول کی خدمت میں

حاضر ہو گیا۔ صلح کے دوہ تین روز کے بعد سلطان حسین نے قطب خاں کو جو سات بیٹے کال قید خانے میں رہ چکا تھا قید سے آزاد کر کے سلطان بہلول کے پاس بھیج دیا۔ بہلول نے بھی شانزادہ جلال خاں کو حسین خاں کے سپرد کیا اور خود دہلی واپس آیا۔ چند دنوں کے بعد جبکہ صلح کا مقررہ وقت ختم ہو گیا تو سلطان بہلول شمس آباد پہنچا اور شمس آباد کو جو ناخاں سے واپس لیکر بھر پور شہر کورائے کرن کے سپرد کیا۔ شمس آباد میں رائے پرتاب کے بیٹے زنگہ نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی چونکہ رائے پرتاب نے ایک نیزہ جو اس زمانے میں علم سرداری سمجھا جاتا تھا زبردستی دریا خاں کو دہلی سے چھینا تھا۔ دریا خاں نے اس وقت اس کا انتقام لیا اور قطب خاں کو دہلی کی تجویز سے رائے پرتاب کے بیٹے زنگہ کو قتل کر ڈالا اس واقعے سے قطب خاں پسر حسین خاں افغان۔ مبارز خاں اور رائے پرتاب آزر وہ ہو کر حسین شاہ شرقی سے جا ملے۔ سلطان بہلول کو اب حریف سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی اور دہلی واپس آیا۔ چند دنوں کے بعد بہلول نے حاکم ملتان کی بغاوت کی وجہ اور نیزہ صوبہ پنجاب کا انتظام درست کرنے کے لئے اس طرف کا رخ کیا۔ اور قطب خاں اور خان جہاں کو اپنی نیابت میں دہلی میں چھوڑا۔ راستے میں بہلول کو معلوم ہوا کہ حسین شاہ شرقی سلع فوج اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ دہلی پر حملہ کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ اس نے راستے ہی سے مجبوراً ہاگ موڑی اور پنجاب کا انتظام قطب خاں اور خان جہاں کے سپرد کر کے خود غنیم سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ موضع چند وار میں ایک دوسرے کا مقابلہ ہوا اور سات روز کال کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ اسی زمانے میں احمد خاں میوانی اور رستم خاں حاکم کول حسین شاہ سے جا ملے اور تاتار خاں لودھی نے بہلول کا ساتھ دیا۔ لڑائی نے بہت زیادہ طول کھینچا اور اکیس دن کی کوشش سے ان شرائط پر صلح ہوئی کہ تین سال تک دونوں بادشاہ اپنے اپنے ملک پر قیامت کر کے آپس میں چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ تین سال گزرنے کے بعد حسین شاہ نے ٹاٹ کے کاغذ پر حکم شہر کو جو بہلول کا قرابت دار تھا کچھ سمجھا بھجا کر ٹاٹ پر قبضہ کر لیا اور احمد خاں میوانی اور رستم خاں حاکم کول کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا۔ حسین شاہ نے احمد خاں جلوانی کو بھی ایسا سرباغ دکھایا کہ احمد خاں نے میانے میں حسین شاہ شرقی کا

خطبہ پڑھوا دیا۔ ان واقعات کے بعد حسین شاہ ایک لاکھ سواروں اور ایک ہزار ہاتھیوں کا بڑا لشکر ساتھ لیکر ٹاڈے سے دہلی روانہ ہوا۔ سلطان بہلول نے باوجود مذکورہ بالا واقعات کے پس و پیش نہ کیا اور حریف سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا۔ تھوڑے کے نواح میں فریقین ایک دوسرے سے ملے اور ایک مدت تک مقابلے میں ٹھہرے رہے۔ خان جہاں نے بیچ میں بڑ کر ایک دوسرے سے صلح کرائی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ واپس گیا۔ تھوڑے زمانے کے بعد حسین شرتی نے پھر لڑکھائی کر کے بہلول پر حملہ کیا۔ سلطان بہلول بھی دہلی سے باہر نکلا اور سنگھو کے نواح میں چند مرتبہ فریقین میں لڑائی بھی ہوئی لیکن پھر صلح ہو گئی اور سلطان حسین ٹاڈہ اور بہلول دہلی روانہ ہو گئے۔ اسی زمانے میں سلطان حسین شرتی کی ماں بی بی راجی نے ٹاڈے میں دنیا سے کوچ کیا اور راجہ گوالیار اور قطب خاں لودھی تعزیت کے لیے حسین شاہ کے پاس گئے۔ قطب خاں لودھی نے حسین شاہ شرتی کو بہلول کی مخالفت میں بہت سخت پایا اور اس سے خوش آمد میں کہنا شروع کیا کہ بہلول کی کیا حیثیت ہے وہ آپ کا مقابلہ بھی نہیں ہو سکتا اس کی وقعت آپ کے نوکروں سے زیادہ نہیں ہے میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک دہلی تک سارے ملک میں بادشاہ کے نام کا خطبہ دسک نہ جاری کر لوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا۔ قطب خاں نے اس حیلہ گری سے حسین شاہ کے بچے سے نہایت مائل کی اور بہلول کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے کہا کہ میں یہاں سے سیاسی تدبیروں سے حسین شاہ سے اپنی جان بچا کر تھکا رہا ہوں آیا ہوں۔ حسین شاہ چھرا سخت دشمن ہے اپنی طرف سے غافل نہ رہنا۔ اسی زمانے میں خضر خاں کے پوتے سلطان علاء الدین نے ہڈوں میں وفات پائی اور سلطان حسین شرتی ماتم پرسی کے لیے ٹاڈے سے ہڈوں آیا۔ حسین شاہ نے علاء الدین کی تعزیت کر کے بے مروتی کو دخل دیا اور ہڈوں کو علاء الدین کے مٹیوں سے چمین لیا۔ ہڈوں سے حسین شاہ نے سنہیل کا سفر کیا اور مبارک خاں حاکم سنہیل کو گرفتار کر کے حشر انبوہ فوج اور ہاتھیوں کے ساتھ دہلی کی طرف بڑھا۔ سنہیل میں حسین شاہ نے گزر پچھ سے قریب دریائے جنا کے کنارے اپنے خیمے نصب کئے سلطان بہلول نے سرہند میں یہ خبریں سنیں اور حسین خاں بہراں جہاں کو میرٹھ

کے انتظام کے لئے روانہ کر کے خود دہلی واپس آیا۔ ایک مدت تک فریقین لڑائی میں مصروف رہے۔ شرتیوں کو فوج کی کثرت اور زور کی وجہ سے پورا غلبہ حاصل تھا۔ قطب خاں لودی نے ایک شخص کو سلطان حسین شرتی کے پاس روانہ کیا اور اُسے یہ پیغام دیا کہ میں بی بی راجی کے احسان کا جید ممنون ہوں جس وقت میں جو پور کے قید خانے میں پڑا ہوا تھا اس زمانے میں اُن صاحب عصمت بیگم نے مجھ پر طرح کی مہربانیاں فرمائی ہیں میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ اس وقت آپ میدان جنگ سے واپس جائیں اور موقع اور محل کے منتظر رہیں۔ اس وقت یہی مناسب ہے کہ دریائے گنگا کے اُس پار کا ملک آپ اپنے قبضے میں رکھئے اور گنگا کے اس پار حصے پر بھول حکمرانی کرے۔ غرض کہ اس شرط پر فریقین راضی ہو گئے اور جھگڑا مسالیا سلطان شرتی نے صلح پر بھر دس کر کے ساز و سامان کو چھوڑ کر کوچ کیا۔ سلطان بھول نے موقع پا کر شرتی کا تعاقب کیا اور اُس کے خزانے اور بیش قیمت اسباب کا کچھ حصہ جو اونٹوں اور گھوڑوں پر لدا ہوا تھا اپنے ساتھ لے گیا۔ حسین شاہ شرتی کے تیس باجائیں امیر جن میں قتلغ خاں وزیر اور ملک بدھو نائب عرض بھی شریک تھے اسیر ہوئے۔ بھول نے قتلغ خاں کو بازو بچ کر کے اُسے قطب خاں لودی کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ بھول نے حسین شاہ شرتی کے بعض پرگنات پر بھی قبضہ کر لیا اور تنہیل۔ بیالی شمس آباد۔ سکیٹ۔ مارہرہ اور جالیسر پر قابض ہو کر ان شہروں میں اپنے شہنشاہی مقرر کیے۔ حسین شاہ نے جب دیکھا کہ تعاقب سے بچھیا چھٹنا دشوار ہے تو موضع لہنچہرہ میں راستے سے ہٹا اور حلیف سے معرکہ آرائی کرنے پر تیار ہو گیا۔ لیکن انہیں بھر صلح ہو گئی اور یہ طے پایا کہ موضع دھوپا مو دونوں فرما زواؤں کی سرحد مقرر کیا جائے۔ حسین شاہ شرتی راہری گیا اور بھول لودی دہلی واپس آیا۔ ایک مدت کے بعد حسین شرتی نے لشکر جمع کر کے بھول پر حملہ کیا۔ موضع سنہارن میں بڑا شدید معرکہ ہوا اور سلطان حسین اس لڑائی میں بھی شکست ہوئی اور بہت سال غنیمت لودیلوں کے ہاتھ آیا اور اُن کی قوت اور طاقت اور زیادہ ہو گئی۔ سلطان حسین شرتی راہری چلا گیا اور بھول لودی نے دھوپا مو میں قیام کیا۔ اسی زمانے میں خان جہاں کی موت کی خبر دہلی سے آئی۔ بادشاہ نے اُس کے بیٹے کو خان جہاں کا خطاب دیکر باپ کی جگہ

اُس کو دی۔ وہاں سے سلطان حسین کے سر پر رابری پہونچا ایک شدید لڑائی کے بعد اس مرتبہ بھی بہلول کو فتح ہوئی۔ سلطان حسین شرتی گوالیار چلا گیا گوالیار کا راجہ خادوں کی طرح پیش آیا اور کئی لاکھ تنگے نقد اور خیمہ اور سرپردہ اور ہاتھی اور گھوڑے اور اونٹ حسین شرتی کے سپرد کیے اور اس کے دولت خواہوں کے گردہ میں داخل ہو گیا اور کالپی تک بادشاہ کے ساتھ آیا۔ اسی دوران میں بادشاہ بہلول اٹا وہ پھونچا اور ابراہیم خاں برادر سلطان حسین اور سیدت خاں عرف کر کر اٹا وہ کے ملے میں چاہ گزیں ہوئے یہ لوگ تین دن تک برابر بادشاہ سے لڑتے رہے لیکن آخر کو ان لوگوں نے بہلول سے امان طلب کی اور اٹا وہ اس کے سپرد کر دیا۔ سلطان بہلول نے اٹا وہ ابراہیم خاں کو مانی کے سپرد کیا اور چند پرگنہ اٹا وہ کے رائے کی مدد و معاش میں عنایت کیے اور ایک جرار لشکر ساتھ لیکر سلطان حسین پر حملہ آور ہوا سلطان بہلول کالپی کے مضامات موضع راکاؤں میں پہونچا سلطان حسین بھی لڑنے کے لئے آگے بڑھا اور دریائے جنا کے کنارے مقیم ہوا کئی مہینے لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران میں حاکم تھرہ رائے ملوک چند سلطان بہلول کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسے ایک پایاب مقام سے دریا کے اس پار کر دیا۔ سلطان حسین مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور ٹھٹھ ہوتا ہوا جو نیو پہونچا۔ راجہ ٹھٹھ نے حسین شرتی کا استقبال کر کے انسانیت کا برتاؤ کیا اور کئی لاکھ تنگے مع چند اس گھوڑوں اور ہاتھیوں کے شرتی کی خدمت میں پیش کیے اور اپنی فوج بھی اُس کے ہمراہ کر دی تاکہ جو نیو تک بادشاہ کے ساتھ جائے۔ سلطان بہلول نے حسین شرتی کا تعاقب کر کے جو نیو کا رخ کیا سلطان حسین نے جو نیو کو چھوڑ کر بہرائچ کے راستے سے قنوج کا رخ کیا بہلول بھی قنوج کی طرف روانہ ہوا اور دریائے رست کے کنارے فریقین میں سخت معرکہ آرائی ہوئی چونکہ شکست کھانا حسین شرتی کا نوشتہ تقدیر ہو چکا تھا اس لڑائی میں بھی میدان بہلول کے ہاتھ رہا۔ حسین شرتی کا سارا سامان سلطنت لوہیوں کے قبضے میں آیا اور اس کی زوجہ مساقہ بی بی خونزہ جو سلطان علاء الدین نبیرہ خضر خاں کی بیٹی تھی دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئی بہلول اس بیگم کے ننگ و ناموس کی حفاظت کا انتظام کر کے دہلی واپس آیا۔ اس لڑائی کے قتلوارے دونوں کے بعد سلطان بہلول نے

لشکر جمع کر کے جونپور پر جو عرصہ دراز سے شاہانِ دہلی کے دائرہ حکومت سے نکل چکا تھا دھا دار کے خہر پر قبضہ کر لیا۔ بہلول نے جونپور کی حکومت مبارک خاں لوہانی کے سپرد کی اور قطب خاں لودھی اور دوسرے امیروں کو قصبہ بھوشی میں چھوڑ کر خود بھاؤں گیا۔ سلطان حسین موقع پا کر پھر جونپور پہنچ گیا۔ سلطان بہلول کے امیر جونپور کو چھوڑ کر قطب خاں کے پاس قصبہ بھوشی چلے گئے۔ لودھی امیر سلطان حسین سے غلصانہ پیش آئے اور شرعی کی یہی خواہی کا دم بھرنے لگے اور مدھیہ پنجے تک اپنی اسی روش پر قائم رہے۔ سلطان بہلول ان واقعات کی خبر سنتا ہوا قصبہ ہلدی پہنچا اور اس نے قطب خاں کی وفات کی خبر سنی۔ بہلول نے چند روز تو مراسم تعزیت میں بسر کیے اور اس کے بعد جونپور پہنچا۔ بہلول نے حسین شرعی کو بہت دودھ بگا دیا اور نئے سرے سے جونپور کو فتح کیا اور اپنے بیٹے باریک شاہ کو سلاطینِ شرقیہ کے تحت پر بٹھا کر خود کا بی بیہونچا اور اس پر بھی قابض ہو گیا۔ کاپی کی حکومت اپنے پوتے خواجہ اعظم ہالیوں بن خواجہ بایزید کو غایت کی اور چند وار کے راستے سے دھولپور کی طرف بڑھا۔ راجہ دھولپور نے کئی من سونا بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر کے اپنے کو اس کے ملازمین کے گروہ میں داخل کیا۔ دھولپور سے بادشاہ نے الہ پور کا سفر کیا۔ الہ پور پر تصور کے توابعات میں ہے بہلول نے اس شہر کو بھی تاراج کیا اور کاسیاب ویا مراد دہلی واپس آیا۔ بہلول اب بوڑھا ہو چکا تھا اور اس کے تمام قوی اور جو اس پر ضعف غالب آچکا تھا بادشاہ نے اپنا ملک بیٹوں اور قریب داروں میں تقسیم کیا۔ جونپور کی حکومت جیسا کہ اوپر مذکور ہوا باریک شاہ کو غایت کی اور کرہ مالک پور کا حاکم شاہزادہ عالم خاں کو مقرر کیا۔ بہراج اپنے بھانجے شیخ محمد قمر علی المشہور یہ کالا پھار کو دیا اور کھنڈ کا بی بی اعظم ہالیوں بن خواجہ بایزید خاں اپنے پوتے کے سپرد کیا۔ اعظم ہالیوں کا باب خواجہ بایزید اس سے تھوڑے دنوں پیشتر اپنے ہی ایک نوکر کے ہاتھ سے قتل ہو چکا تھا۔ بہلول نے بھاؤں کی حکومت اپنے ایک متبر امیر اور اپنے عزیز خاں جہاں کو غایت کی دہلی اور میان دو آب کے بہت سے ملک شاہزادہ نظام خاں یعنی سلطان سکندر لودھی کو مرحمت کر کے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اس تقسیم کے تھوڑے دنوں کے بعد بہلول گوالیار گیا اور گوالیار کے راجہ سے

اسی لاکھ تنگے وصول کیے اور گوالیار کی حکومت بھر اسی راجہ کے سپرد کر کے خواٹلاہ پہنچا اور اٹا دہ کو سکینٹ سنگھ کے بجائے کسی دوسرے کے زیر حکومت کر کے واپس ہوا۔ بہلول راستے میں بیمار پڑا۔ اکثر لودھی امیر جو بہت طاقتور ہو گئے تھے ان کا مشورہ یہ ہوا کہ بادشاہ اعظم ہمایوں کو اپنا ولی عہد مقرر کرے۔ بہلول کو ان امیروں کی رائے سے اختلاف کرنے کی قدرت نہ تھی بہلول نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور سلطان سکندر کی طلب میں ایک قاصد دہلی روانہ کیا۔ عمر خاں خردانی جو وزیر المملکت تھا اور بادشاہ کی بدحواسی کی وجہ سے اندنوں ملکی اور مالی معاملات کا مختار کل تھا ان امیروں کے مشورہ سے واقف ہو گیا۔ سکندر سلطان کی ماں بھی اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھی عمر خاں نے اس سکیم کے مشورہ سے ایک قابل اعتماد شخص کو سلطان سکندر کی خدمت میں بھیجا اُس کو اس بات سے اطلاع دیدی کہ تم کو یہاں بلانے سے ان لوگوں کی غرض یہ ہے کہ تمہیں نظر بند کر دیں یہاں کی روانگی کو لیت وعل میں رکھو اور اسی کو بہتر سمجھو۔ سلطان سکندر اس پیغام کے موافق اپنی روانگی کو آجکل پر ثبات رہا۔ مخالف امیروں نے موقع پا کر اس کی شکایت سے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کیے بہلول کو سلطان سکندر کی اس حرکت پر بید غصہ آیا اور بیٹے کو لکھا کہ اگر تم نہیں آتے تو میں خود تمہارے پاس آتا ہوں سلطان سکندر نے پریشان ہو کر روانگی کا ارادہ کیا لیکن دہلی کے امیروں اور اراکین دولت نے روانگی کی صلاح نہ دی۔ سلطان سکندر نے سلطان جمین شرتی کے ذریعہ قلع خاں سے جو دہلی میں قید اور معجز رائے دینے میں مشہور و معروف تھا اس بارے میں مشورہ کیا۔ قلع خاں نے کہا کہ سراپردہ شاہی کو باہر نکال کر روانگی کی شہرت دیدینا چاہیے لیکن سامان سفر کے درست کرنے کے بہانہ سے ایام گزاری کرنا بہتر ہے سلطان سکندر نے قلع خاں کی رائے پر عمل کیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں بادشاہ کے مرض میں شدت ہو گئی اور ۹۲ھ میں سکینٹ کے مضامات قصبہ بھداؤنی میں بہلول لودھی نے دنیا سے کوچ کیا۔ اس بادشاہ نے اڑتیس سال آٹھ مہینے اور سات روز حکمرانی کی سلطان بہلول میں ظاہری خوبیاں تمام وکمال موجود تھیں۔ یہ بادشاہ سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پابند تھا۔ سفر و حضر ہر جگہ عالموں اور درویشوں کے ساتھ رہتا اور اکثر اوقات

انہیں کی صحبت میں زندگی بسر کرتا تھا۔ پہلول لودی اپنے اتفاقی امیروں سے برادرانہ سلوک کرتا تھا۔ بادشاہ ان امیروں کے سامنے تخت پر نہ بیٹھتا بلکہ ایک ہی فرش پر ان کے ساتھ نشست رکھتا تھا۔ پہلول نے دہلی فتح کرنے کے بعد شاہان مانسیہ کے خزانوں پر قبضہ کیا اور اُسے تمام لودی امیروں میں تقسیم کر کے خود بھی ایک حصہ سادی کا مالک بنا۔ یہ بادشاہ اپنے گھر میں کھانا نہ کھاتا اور طویلہ خاص کے گھوڑوں پر سوار نہ ہوتا تھا۔ بادشاہ کے لئے ہر روز ایک امیر کے گھر سے کھانا آتا اور سواری کے وقت انہیں امیروں کے گھوڑے پر سوار ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مجھ کو صرف سلطنت کا نام ہی کافی ہے یہلول لودی مغل سپاہیوں کی بہادری پر پورا بھروسہ رکھتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ خود بادشاہ اور شاہنشاہ اول اور نیز امیروں کے مغل ملازموں کی تعداد فریب میں نہرار کے پہونچی تھی جس جگہ کہ بادشاہ کو معلوم ہوتا کہ کوئی کار آمد بہادر وہاں موجود ہے تو پہلول اپنے آدمی بھیج کر اس جوان کو اپنے پاس بلاتا اور اُس کی حیثیت کے موافق اُس کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا۔ سلطان پہلول عقلمند بہادر۔ شجاع اور دلیر حکمران تھا اس بادشاہ کو آئین جہان داری کا پورا علم تھا کسی کام میں جلدی نہ کرتا اور رعایا پر عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کرتا تھا۔

سلطان عادل نظام خاں | سلطان پہلول لودی نے وفات پائی اور ارکان دولت نے الخائب سلطان بکنہ رو بھی جمع ہو کر تخت نشینی کے بارے میں مشورہ کیا بعضوں نے غلام ہارل اپنے مرحوم بادشاہ کے پوتے کی تخت نشینی کی رائے دی اور بعضوں نے سلطان پہلول کے بڑے بیٹے باریک شاہ کو تخت حکومت کے لئے منتخب کیا۔ اس وقت سلطان سکندر کی ماں زیبا نام جو اس صغر میں بادشاہ کے ساتھ تھی بس پردہ آئی اور اُس نے ان امیروں سے کہا کہ میرا فرزند ہر طرح پر لائق حکمرانی ہے اور تم لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کر لگا۔ عیسیٰ خاں نے جو سلطان پہلول کے چچا کا بیٹا تھا گالی دیکر کہا کہ سنار کی بیٹی کا فرزند تخت سلطنت پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہے۔ خان خاناں قمرلی نے جو بڑا طاقتور امیر تھا یہ سکر عیسیٰ خاں سے کہا کہ کل بادشاہ نے دنیا سے کوٹھ کیا ہے اور آج اُس کی جوڑا اور اُس کے بیٹے کو گالی دینا اور اُن کو بھلا بڑا کہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے عیسیٰ خاں نے خان خاناں سے

کہا کہ تمھاری حیثیت نوکر سے زیادہ نہیں ہے تم ہم عزیزوں اور قرابت داروں کے درمیان میں دخل نہ دو۔ خان خاناں کو غصہ آیا اور اُس نے کہا کہ میں سوا سلطان سکندر کے اور کسی کا نوکر نہیں ہوں۔ خان خاناں مجلس سے اٹھا اور اپنے ہم خیال امیروں کے ساتھ اُس نے بادشاہ کی لاش اٹھائی اور قصبہ جلالی پہنچا۔ خان خاناں نے سلطان سکندر کو بلا کر ایک بلند مقام پر جو دریا کے پیاس کے کنارے واقع اور کوٹنگ سلطان فیروز کے نام سے مشہور ہے سلطان سکندر کو تخت حکومت پر بٹھا دیا سلطان سکندر نے باپ کا جنازہ دہلی روانہ کرایا اور خود دہلی خاں لودی کے سر پر پہنچا۔ سکندر نے عیسیٰ خاں پر پنج بائی اور اُس کا گناہ معاف کر کے دہلی واپس آیا۔ سلطان سکندر بھی باپ کی طرح افغانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا اور اُن سے برادرانہ برتاؤ کرنے لگا۔ بادشاہ نے اکابر توہم کے سامنے تخت حکومت پر قدم رکھا۔ تخت نشینی کے وقت بادشاہ کے چھ بیٹے تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

ابراہیم خاں۔ جلال خاں۔ اسماعیل خاں۔ حسین خاں۔ محمود خاں اور عظیم ہمایون خاں سلطان سکندر کے دربار میں ترین امیر تھے جن کے نام یہ ہیں۔ خان جہاں لودھی احمد خاں پسر خان جہاں بن خان خاناں قرملی۔ شیخ زادہ قرملی۔ خان خاناں لوانی اعظم خاں خسروانی وریا خاں پسر مبارک خاں لوعانی نائب بہار۔ عالم خاں لودھی جلال خاں پسر محمود خاں لودھی نائب کاپلی شیر خاں لودھی مبارک خاں موجی۔ ظلیل خاں لودھی۔ احمد خاں لودھی حاکم اٹاودہ۔ ابراہیم خاں شردانی۔ محمد شاہ لودھی۔ بابو خاں شروانی حسین خاں قرملی نائب سہارن سلیمان خاں پسر دوم خان خاناں قرملی سعید خاں پسر مبارک خاں لودھی اسماعیل خاں لوعانی۔ تاتار خاں قرملی عثمان خاں قرملی شیخ جان۔ پسر مبارک خاں لودھی۔ شیخ زادہ محمد المشہور بہ کالا پھاڑ پسر عماد خاں قرملی شیخ جمال ولد شیخ عثمان قرملی شیخ احمد قرملی آدم خاں لودھی حسین خاں برادر خاں لودھی کبیر خاں لودھی۔ مقبر خاں لوعانی۔ غازی خاں لودھی۔ تاتار خاں۔ حاکم نجسارہ میاں جمن کنبوہ حجاب خاص محمد والدین حجاب خاص۔ شیخ ابراہیم حجاب خاص۔ شیخ عمر حجاب خاص قاضی عبدالواحد پسر طاہر کابلی حجاب خاص بھورہ خاں پسر خواص خاں شیخ عثمان حجاب خاص شیخ صدیقی حجاب خاص محتاجہ نصر اللہ۔ مبارک خاں اقبال خاں حاکم قصبہ بادلی

انہر خاں سپہ قوام الملک حاکم دہلی۔ شیر خاں برادر بارک خاں لوحانی عماد الملک کہنود
نیز بہاگ خاں لوحانی عالم خاں لودھی کبیر خاں لودھی بھیکن خاں ظہیر خاں لوحانی عمر خاں شرفانی
جبار خاں شہرانی اور سار خاں جلوانی تھوڑے دنوں کے بعد سلطان سکندر راہری گیا۔
عالم خاں المشہور بہ سلطان علاء الدین سلطان سکندر کا بھائی چند واڑہ میں چند دنوں
قلعہ بند رہا لیکن آخر کار چند واڑہ سے بھاگ کر عیسیٰ خاں کے پاس پٹیالی چلا گیا۔
سکندر لودھی نے راہری کی حکومت خان خاناں قرملی کے سپرد کی اور خود اٹاودہ
ہونچا بادشاہ نے سات مہینے اٹاودہ میں قیام کیا اور عالم خاں المشہور بہ
بادشاہ علاء الدین کو اعظم ہمایوں سے ملکہ کر کے اپنے پاس لے آیا اور اٹاودہ کی حکومت
اُس کو عنایت کی۔ اٹاودہ سے بادشاہ نے پٹیالی کا سفر کیا اور عیسیٰ خاں پٹیالی پر حملہ آور
ہوا۔ عیسیٰ خاں نے بھی مصیبتیں بردہاں لیکن زخمی ہو کر شکست کھائی اور عاجزی کے
ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ عیسیٰ خاں نے اسی زخم سے وفات پائی۔
بادشاہ نے اپنے بڑے بھائی باربک شاہ کے پاس ایک محمد امیر کے ذریعے سے
پیغام بھیجا کہ باربک سلطان سکندر کا مطیع ہو کر خطبہ میں بادشاہ کا نام اپنے نام سے
پہلے داخل کرے رائے کہیں جو باربک کا یہی خواہ تھا سلطان سکندر سے آملا اور
پٹیالی کی حکومت اسے عطا ہوئی۔ باربک شاہ نے اطاعت سے انحراف کیسا
بادشاہ نے اس پر لشکر کشی کی۔ باربک شاہ بھی کالا پہاڑ کے ساتھ فوج روانہ ہوا
دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے میں پہونچے باربک شاہ حریف کے مقابلے
میں صفت آرا ہو کر سکندر کی فوج کی طرف بڑھا اور لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ کالا پہاڑ
اپنی جمیعت کے ساتھ سلطان سکندر کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوا اور فوج کے درمیان
میں گرفتار ہو گیا جب اسے بادشاہ کے حضور میں لے آئے تو بادشاہ گھوڑے سے
اُترا اور اس سے بغلیگر ہوا کالا پہاڑ پر بھی نوازش کی اور کہا کہ تم مجھے میرے
باب کے ہو میری تنہا یہ ہے کہ تم بھی مجھ کو اپنے بیٹے کی جگہ پر سمجھو کالا پہاڑ سکندر کی
اس غفلت کو بہت شرمندہ ہوا اور اس نے کہا کہ اس احسان کے معاوضے میں
سودا جان تیار کرنے کے اور کچھ میرے پاس نہیں ہے اب مجھے ایک گھوڑا عنایت
ہوتا کہ اپنا سر قدہوں پر قربان کروں بادشاہ نے کالا پہاڑ کو ایک گھوڑے پر

سوار کر لیا اور اُس کے ساتھ باریک شاہ پر حملہ آور ہوا۔ باریک اس حملے کی تاب نہ لاسکا اور بدلوں کی طرف بھاگا۔ اور شاہزادہ مبارک خاں گرفتار ہوا۔ بادشاہ نے باریک کا تعاقب کیا اور بدلوں کا محاصرہ کر لیا۔ باریک شاہ نے عاجز ہو کر بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ سلطان سکندر نے باریک شاہ کی بید تعظیم و تکریم کر کے اُسے اپنے سے راضی اور خوش کیا اور باریک کو اپنے ساتھ جو پور لے آیا۔ چونکہ حسین شرتی ابھی بہار کے نواح میں مقیم تھا سلطان سکندر نے باریک شاہ کو حسب دستور سابق جو پور کے تخت پر بٹھلایا۔ سکندر سلطان نے اپنے چند مقتدا میر باریک کے پاس چھوڑ کر اکثر علاقوں پر اپنے خود حاکم مقرر کیے۔ سلطان سکندر نے جو پور کے بعض پرگنوں اپنے امیروں میں تقسیم کیے اور اس کے بعد جو پور سے کالپی پہنچا۔ سلطان سکندر نے کالپی کی حکومت اعظم ہمایوں سے لیکر محمود خاں لودی کے سپرد کی۔ بادشاہ کالپی سے جتھرہ میں آیا تا ناٹاں جتھرہ اطاعت گزاری کے ساتھ پیش آیا اور بادشاہ نے جتھرہ کی حکومت اسی پر بحال رکھی سلطان سکندر نے خواجہ محمد قمر علی کو ضلع خاص کے ساتھ راجہ راجا کو الیار کے پاس بھیجا یہ راجہ بھی خلوص اور اطاعت کے ساتھ پیش آیا اور اُس نے اپنے پیچھے کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ بیانہ تک بادشاہ کے ہمراہ رکاب رہے۔ سلطان شرف حاکم بیانہ نے بھی خلوص کا اظہار کر کے بادشاہ کی قدموسی حاصل کی۔ سکندر نے سلطان شرف سے کہا کہ بیانہ کی حکومت چھوڑ دے تاکہ جالیسہ۔ چند واڑہ۔ ارہرہ اور سکیٹ تجھے دیئے جائیں۔ سلطان شرف نے عمر خاں شردانی کو اپنے ساتھ لیا تاکہ قلعے کی کنیاں اس کے سپرد کرے سلطان شرف نے بیانہ پہنچ کر پوجان سنگی ٹکی اور قلعے کو مضبوط اور مستحکم کر لیا۔ بادشاہ نے اس پر توجہ نہ کی اور آگرہ چلا آیا۔ ہیبت خاں جلوانی نے جو سلطان شرف کا مطیع اور فرمانبردار تھا بغاوت کی اور آگرہ کے قلعے پر خود قابض ہوا اور حصار میں قلعہ بند ہو گیا۔ بادشاہ کو یہ امر ناگوار ہوا اور اپنے چند امیروں کو قلعے کے محاصرہ میں چھوڑ کر خود بیانہ واپس ہوا۔ سکندر لودھی نے بے انتہا غیظ و غضب میں اہل قلعہ کو تانا شترع کیا۔ ایک مدت کے بعد سلطان شرف عاجز ہوا اور اُس نے بادشاہ سے امان طلب کی۔ سلطان شرف نے بیانہ فتح ہوا اور خان خانان قمرلی کے سپرد کیا گیا۔ سکندر لودھی نے

سلطان شرف کو گوالیار کی طرف خارج البلد کر دیا۔ اسی دوران میں آگرہ کا قلعہ بھی فتح ہوا اور بادشاہ دہلی واپس آیا۔ اسی زمانہ میں معلوم ہوا کہ جونپور کے زمینداروں نے قریب ایک لاکھ سوار اور پیادے جمع کر کے خیر خاں برادر مبارک خاں لوطانی حاکم کرہ کو شہید کر ڈالا اور مبارک خاں لوطانی نے کڑھ کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی لیکن پرستی پیال کے گھاٹ پر دریاے گنگا کو پار کر رہا تھا کہ رائے شہر کو راجہ ٹھٹھہ نے اُس کو گرفتار کیا اور باریک شاہ بھی حریفوں کے هجوم سے خوف زدہ ہو کر جونپور سے بھاگ آیا ہے اور کالاہار کے پاس بھراج میں مقیم ہے۔ بادشاہ نے باوجود اس کے کہ اُسے صرت چوبیس روز دہلی میں گزرے تھے جونپور کا سفر کیا۔ سلطان سکندر دریاے گنگا کو پار کر کے دہلی پہنچا اور باریک شاہ بھی خدمت سلطانی میں حاضر ہو کر شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا۔ رائے شہر کو بادشاہ کی آمد کے بدبد سے خوف زدہ ہوا اور مبارک خاں کو قید سے آزاد کر کے اُسے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ اس جگہ سے کاٹھ گڈھ پہنچا۔ کاٹھ گڈھ کے زمیندار اکٹھا ہو کر بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے۔ ان زمینداروں نے شکست ہوئی اور اس طرح بہت سال مسلمانوں کے ماتھے آیا۔ بادشاہ جونپور پہنچا اور باریک کو دوبارہ جونپور میں چھوڑ کر خود واپس ہوا۔ ادھر کے نواح میں بادشاہ نے تقریباً ایک مہینہ سیر و شکاریں بسر کیا اس دوران میں خبر رساںوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ باریک شاہ زمینداروں کے غلبہ کی وجہ سے جونپور میں نہیں ٹھہر سکتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کالاہار۔ عظیم گایوں شروانی اور خان خانان لوطانی ادھر کے راستہ سے اور مبارک خاں کڑھ کی راہ سے جونپور جائیں اور اس نواح کا انتظام کریں اور باریک شاہ کو قید کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دیں۔ باریک شاہ بادشاہ کے حضور میں لایا گیا اور سلطان سکندر نے اُسے بیت خاں لوطانی اور غوث شروانی کے سپرد کیا اور خود نواح جونپور سے قلعہ چنار کی طرف روانہ ہوا۔ حسین شاہ شرتی کے بعض امیر جو وہاں موجود تھے سکندر لودی کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے لیکن شکست کھا کر قلعہ مند ہو گئے۔ چنار کا قلعہ بھی مضبوط تھا بادشاہ نے اُس کا محاصرہ نہ کیا اور پٹنہ کے مضامات میں ٹھہر گیا۔ شرتی کی طرف روانہ ہوا کٹبہ کے راجہ سی رائے پلوہ نے سکندر کی فوج کا استقبال کر کے اُس کی اطاعت کا اظہار کیا۔ سلطان سکندر نے

کٹہ کی حکومت اسی راجہ کے سپرد کی اور خود اپیل روانہ ہوا۔ اسی دوران میں رائے بھدر دل میں خوف زدہ ہوا اور اس نے اسباب شمت و لوازمات سلطنت کو وہیں چھوڑا اور خود نہا پٹنہ روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کا تمام لوازمہ شمت اس کے پاس پٹنہ بھیج دیا۔ سلطان سکندر نے مبارک خاں لوجانی کے بھائی شیر خاں کی بی بی سے نکاح کیا اور شمس آباد روانہ ہو گیا۔ سلطان سکندر نے شمس آباد میں چھ مہینے بکر کے سبھل کا سفر کیا۔ بادشاہ سبھل سے پھر شمس آباد آیا۔ اثنائے راہ میں بادشاہ نے قصبہ دیوتاری کو جو سرکشوں کا مخزن تھا تباہ اور برباد کیا اور باغیوں کا بیشتر حصہ قتل و قید ہوا اور بقیہ لوگوں نے وزیر آباد میں پناہ لی۔ سلطان سکندر وزیر آباد والوں بھی قتل و غارت کر کے شمس آباد دیہیونچلہ برسات کا زمانہ شمس آباد میں بسر کیا اور شمس میں رائے بھدر کی تنبیہ کے لئے پٹنہ روانہ ہوا۔ راستے میں یہاں کے سرکشوں کا بھی استیصال کیا۔ اس کے بعد کھارن اور کھانی بھونچا۔ ننگہ رائے بھدر کے بیٹے نے سلطان سکندر سے جنگ کی اور شکست کھا کر پٹنہ بھاگا۔ سلطان بھی پٹنہ بھونچا۔ رائے بھدر بھی سرکچہ کی طرف بھاگا اور راستے میں فوت ہوا۔ سلطان سکندر سرکچہ سے شہر دیو کی طرف جو پٹنہ کے مضافات میں ہے روانہ ہوا۔ اور شہر دیو بھونچا اس مقام پر انیوں۔ کوکنا رنگ گئی بید گراں تھے یہاں سے جو پور روانہ ہوا گھوڑے کہ مٹنے کے سفر میں بید تھک گئے تھے وہ راستے میں ضائع ہوئے یہاں تک کہ جو شخص دس گھوڑوں کا مالک تھا اس کے نو گھوڑے ضائع ہو گئے اور صرف ایک رہ گیا۔ لکم چند پسر رائے بھدر اور دوسرے زمینداروں نے حسین شاہ شرتی کو لکھا کہ سلطان سکندر کے لشکر میں گھوڑے نہیں رہے اور سامان اسب باطل تلف ہو چکا ہے اس وقت کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے حسین شرتی نے اپنا لشکر جمع کیا اور چند عدد ہاتھی ساتھ لیکر بہار سے چلا اور سلطان سکندر کے سر پر پہنچ گیا۔ سکندر شاہ نے بھی کنت کے گھاٹ سے دریائے گنگا کو جلد سے جلد عبور کیا اور حسین شاہ سے ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ بنارس سے اٹھارہ کوس کے فاصلے پر دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔ سلطان سکندر نے خان خانان کو رائے بھدر کے بیٹے سالباہن کے پاس بھیجا کہ اس کو دلاسا دیکر لے آئے اور خود حسین شرتی کے

سر پہنچا۔ راستے ہی میں سالباہن بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا فریقین میں مقابلہ ہوا اور ایک سخت اور خونریز لڑائی کے بعد حسین شاہ شرقی کو شکست ہوئی اور وہ بیٹھ بھاگا۔ بادشاہ نے لشکر کو اس کے مقام پر چھوڑا اور صبح روایت کے موافق ایک لاکھ سواروں کی جمیعت سے حسین شرقی کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ حسین شرقی بہار چلا گیا ہے سلطان سکندر نوروز کے قیام کے بعد واپس ہوا اور اپنے لشکر سے آگلا اور بہار روانہ ہو گیا۔ حسین شاہ شرقی نے ملک کھند کو بہار کے حصار میں چھوڑا اور خود کھل گانوں کو جو کھنڈی کے مضامات میں سے ہے روانہ ہو گیا۔ سلطان علاء الدین بادشاہ بنگالہ نے اس کی پیروی غرت افزائی کی اور اس کے لیے اسباب غش ہیا کر دیا۔ حسین شاہ شرقی نے حکمرانی کا سودا سر سے نکالا اور اپنی بقیہ زندگی کو ہمیں آرام سے ختم کیا۔ حسین شرقی کے گوشہ نشین ہونے ہی شاہان جو نور کے سلسلے کا خاتمہ ہو گیا۔ سلطان سکندر نے دیوبارہ سے ایک لشکر ملک کھند کے سر متعین کیا۔ ملک کھند نے فرار اختیار کیا اور بہار کا ملک سکندر کے دائرہ حکومت میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ نے محبت خاں کو امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ بہار میں چھوڑا اور خود درویش پور پہنچا۔ سلطان سکندر نے خان جہاں پسر خان خاناں قمرلی کو لشکر میں چھوڑا اور خود ترہٹ روانہ ہوا۔ ترہٹ کا راجہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کئی لاکھ تنگے خراج ادا کرنا قبول کیا۔ بادشاہ نے مبارک خاں لوحانی کو رقم خراج وصول کرنے کے لیے ترہٹ میں چھوڑا اور خود درویش پور واپس آیا۔ خاں جہاں پسر خان خاناں قمرلی نے وفات پائی اور بادشاہ نے اس کے فرزند اکبر خسر و خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب عنایت کیا اور وہاں سے بہار کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شیخ شرف الدین میری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر کی زیارت کے لیے آیا۔ اس قصبہ کے فقیروں اور سکینوں کو انعام و اکرام سے خوش کیا اور بھر درویش پور واپس آیا۔ سکندر شاہ نے اب علاء الدین بادشاہ بنگالہ پر دھاوا کیا۔ سکندری فوج بہار کے مضامات یعنی قصبہ قلعہ پور پہنچی اور علاء الدین نے اپنے بیٹے وانیل کو سلطان سکندر سے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔ سلطان سکندر نے بھی محمود خاں لوحانی کو مبارک خاں لوحانی کو مقابلے کے لیے مقرر کیا۔ موضع بارہ میں طرفین کا

ایک دوسرے سے سامنا ہوا لیکن فریقین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ نہ کوئی فریق دوسرے کی ولایت کو نقصان پہنچائے اور نہ کوئی دوسرے کے مخالف کو اپنے پاس پناہ دے۔ محمود خاں لودھی اور مبارک خاں لوحانی واپس آئے لیکن پہاڑ کے مضامعات قصبہ ٹینے میں مبارک خاں لوحانی نے وفات پائی۔ سکندر لودھی بھی قلعہ پور سے درویش پور واپس آیا اور چند مہینے اس نے نہیں قیام کیا چونکہ مبارک خاں نے اسی جگہ وفات پائی تھی اس لیے یہہ ولایت اس کے بیٹے اعظم شاہیوں کے سپرد کی گئی اور پہاڑ کی حکومت دریا خاں سپہ مبارک خاں لوحانی کو دی گئی۔ اس درمیان میں غلے کی کمی محسوس ہوئی اور بادشاہ نے خلق کی رفتاریت کے لیے غلے کی زکوٰۃ کو موقوف کرنے کے فرمان تمام قلمرو میں جاری کیے اسی زمانے سے غلے کی زکوٰۃ بالکل بند ہو گئی۔ اس زمانے میں بادشاہ قصبہ سارن گیا قصبہ سارن کے بعض پرگنوں کو جو اس نواح کے زمینداروں کے قبضے میں تھے اپنے تحت میں لاکر ان پرگنوں کو لودھی امیروں کے سپرد کیا اس کے بعد بھجلی گڑھ کے راستے سے جوہور میں وارد ہوا۔ جوہور میں چھ مہینے قیام کیا چونکہ بادشاہ نے ٹینے کے راجہ سالیانہ سے بیٹی مانگی تھی اور اس نے اس نسبت سے انکار کیا تھا سلطان سکندر نے سنہ ۱۰۷۱ میں اس کا انتقام لینے کے لیے ٹینے پر دھاوا کیا اور اس کی آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رکھا۔ سکندر لودھی باندوڑ کے حوالے میں جو سب سے زیادہ مضبوط قلعہ اور حاکموں کا صدر مقام ہے پہونچا لودھی جوانوں نے اگرچہ پوری دادرمانگی دی لیکن چونکہ قلعے کو سر کرنا سید دشوار تھا اس لیے بادشاہ نے اس کی فتح سے ہاتھ اٹھایا اور جوہور واپس آیا۔ سکندر لودھی نے جوہور میں قیام کر کے نہایت ملک کو انجام دینے میں پوری کوشش کی اسی دوران میں مبارک خاں موجی کا محاسبہ پیش آیا باربک شاہ کو قید کرنے کے بعد جوہور کی حکومت مبارک خاں کے سپرد کی گئی تھی مبارک خاں سرکاری مال تلفت کر کے یہہ چاہتا تھا کہ چند روز بہانے سے اس معاملے کو رنج و دغ کر دے۔ مبارک خاں نے ہر چند امرائے دولت کو اپنا شفاعت خواہ بنایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اس سے کئی برس کا محصول شاہی بددست کے موافق وصول کر لیا جائے۔ بادشاہ کے اس حکم سے افغانی امیر دل میں

رجحیدہ ہوئے۔ اتفاق سے اسی زمانے میں بادشاہ چوگان بازی کے لیے سوار ہوا اور راستے میں ہیبت خاں خردانی کی چوگان نے سلیمان خاں پسر دریا خاں کی چوگان سے ٹکڑ کھائی اور سلیمان کے سر پر چوٹ لگ گئی اس واقعے سے ان دونوں امیروں کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا جس کی وجہ سے آپس میں نفرت پیدا ہو گئی۔ سلیمان کے بھائی سسی خضر نے ہیبت خاں کے سر پر قصداً چوگان ماری اور اس حرکت سے شور مچنے لگا محمود خاں لودی اور خانخاناں ہیبت خاں کو سمجھا بھجھا کر اس کے گھر واپس لائے اور بادشاہ بھی میدان سے محل کو چلا گیا۔ چار روز کے بعد بادشاہ پھر چوگان بازی کے لیے باہر نکلا راستے میں سس خاں نامی ایک شخص جو ہیبت خاں کا عزیز تھا غصے میں بھڑا ہوا کھڑا ہوا تھا۔ سس خاں نے خضر خاں کو دیکھتے ہی اس کے سر پر چوگان ماری۔ بادشاہ نے سس خاں کو ٹھوکروں سے درست کر کے اپنے محل کی راہ لی۔ اس واقعے کے بعد بادشاہ کو اپنے امیروں سے بدظنی پیدا ہو گئی جن امیروں کو کہ بادشاہ اپنا مخلص اور بھی خواہ جانتا تھا انھیں پاسبانی کی خدمت پر مقرر کیا چنانچہ یہ امیر متھیا رنسہ ہو کر سرحدات پاسبانی کرتے تھے۔ اسی دوران میں ہیبت خاں خردانی اور دوسرے دو سرداروں نے باہم اتفاق کر کے شاہزادہ فتح خاں بن سلطان بہلول لودی سے کہا کہ افسران فوج سلطان سکندر کی حکومت سے راضی نہیں ہیں اور تمھیں انہی سرداری کے لیے پسند کرتے ہیں اگر تم کہو تو ہم سکندر لودی کا قدم در میان سے اٹھا کر تمھیں تخت سلطنت پر بٹھا دیں۔ شاہزادہ فتح خاں نے شیخ طاہر کابلی اور اپنی ماں سے اس رائے کو ظاہر کیا۔ طاہر اور بیگم دونوں نے شاہزادے کو نصیحت کی اور اسے اس بات پر راضی کر لیا کہ شاہزادہ ان بداندیشوں کے نام سلطان سکندر پر ظاہر کر دے شاہزادے نے اس نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ اس گروہ کی مکاری اور بدخواہی سے آگاہ ہو گیا۔ سلطان سکندر نے اپنے دوسرے امیروں کے شعور سے ان بداندیش اُمرا میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی طرف جلا وطن کر کے رفتہ رفتہ انھیں برباد کر دیا۔ شاہزادہ میں بادشاہ نے سبیل کا بیج کیا اور چار سال کامل وہاں سیر و شکار اور چوگان بازی میں صرف کئے اسی جگہ اصغر حاکم دہلی کی بداعمالی اور بدکرداری کی خبر بادشاہ کو ہوئی۔ اس نے خواص خاں حاکم ماچواڑہ کو حکم بھیجا کہ دہلی جائے اور اصغر کو قید اور

پابہ زنجیر کر کے بادشاہ کے حضور میں بھیج دے۔ خواص خاں شاہی حکم کے مطابق
 دہلی روانہ ہوا۔ اصغر خاں نے خواص خاں کے آنے کی خبر سنی اور قبل اس کے کہ
 خواص خاں پہنچے خود ماہ صفر ۹۸۷ء میں شنبہ کی شب کو قلعے سے باہر نکلا
 اور سلطان کے پاس سنبھل چلا گیا اور وہاں قید کر لیا گیا۔ خواص خاں دہلی پر قبضہ
 کر کے شہر میں حکومت کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ ایک ہندوئی یوومن ہنسی میں بڑھاتا تھا
 ایک روز اس زنا دار نے مسلمانوں کے سامنے اس بات کا افسار رکھا کہ
 مذہب اسلام حق ہے اور میرا مذہب بھی سچا ہے۔ ہندو کا یہ قول شہرور ہوا اور علمائے شہر
 نے بھی یہ سنا۔ قاضی پیارے اور شیخ بدر جو لکھنؤتی میں مقیم تھے ان لوگوں نے
 ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ دیا۔ اعظم ہالیوں بن خواجہ بایزید حاکم لکھنؤتی نے
 ہندو کو مع قاضی اور شیخ مذکور کے بادشاہ کی خدمت میں سنبھل بھیج دیا۔ بادشاہ کو غلطی
 تذکرہ کرنے سننے کا یہ حق تھا۔ اُس نے نامی علما کو ہر چار طرف سے بلوایا اور
 بحث کی مجلس منعقد کی۔ ان علما کے نام یہ ہیں میاں قادر بن شیخ خواجہ۔
 میاں عبداللہ بن اللہ داد دہلوی۔ سید محمد بن سعید خاں دہلوی۔ ملا قطب الدین
 اور ملا اللہ داد صالح سرہندی اور سید امان۔ سید برہان اور سید حسن تنوچی۔ مذکورہ العبد
 علما کے علاوہ شاہی دربار کے فاضل یعنی صدر الدین تنوچی۔ میاں عبد الرحمان
 ساکن سیکری اور میاں عزیز اللہ سنبھلی وغیرہ بھی جو ہر وقت بادشاہ کے ساتھ رہتے تھے
 اس مجلس میں حاضر ہوئے ان تمام علما کا اتفاق اسی رائے پر ہوا کہ یوومن کو قید
 کر کے اُسے مسلمان ہونے کی تلقین کی جائے اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کرے تو
 اُسے قتل کر دیا جائے۔ یوومن نے دین اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور فتویٰ
 کے موافق مارا گیا۔ بادشاہ نے عالموں کو انعام دیکر اُن کو اپنے اپنے وطن رخصت
 کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد خواص خاں حاکم دہلی اپنے بیٹے اسمیل خاں کو دہلی میں
 چھوڑ کر بادشاہ کے حکم کے موافق خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی
 نوازشوں سے سرفراز کیا گیا۔ اسی زمانے میں سعید خاں شردانی بھی لاہور سے شاہی
 بارگاہ میں حاضر ہوا چونکہ بہشت دہلی امیر بھی بدخواہوں میں تھا اس لئے بادشاہ نے
 سعید خاں کو تانہا خاں قمرلی۔ محمد شہ کو دی اور بقیہ غداروں کو گجرات کے اطراف

میں آوارہ وطن کر دیا۔ اسی سال یعنی ۷۹۵ھ میں گویا راجہ رائے مان سنگھ نے نہال نام خواجہ سرا کو ایٹمی بنا کر تحفوں اور بیش قیمت ہریوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ خواجہ سرا سخت گواہ و بد زبان تھا۔ بادشاہ اس کے آنے سے ناخوش ہوا اور نہال کو رخصت کر دیا اور اپنے درود اور قلعے کی تسخیر کے ارادے سے راجہ کو ڈرایا۔ اسی زمانے میں خانخانان قمرلی حاکم بیانیہ کے وفات کی خبر پہنچی۔ بادشاہ نے تھوڑے دنوں بیانیہ کی حکومت خانخانان کے دونوں پوتوں یعنی احمد اور سلیمان کے سپرد کی۔ چونکہ بیانیہ کا شہر قلعے کے استحکام اور مضبوطی سے محروم تھا اور وجہ سے فساد اور بغاوت کا مرکز ہو رہا تھا بادشاہ نے بیانیہ کی حکومت احمد اور سلیمان سے لیکر خواص خاں کو حاکم شہر مقرر کیا۔ اس کے تھوڑے دنوں کے بعد صفدر خاں آگرے کے انتظام کے لیے جو اندنوں بیانیہ کے مضامین میں سے تھا مقرر کیا گیا۔ احمد اور سلیمان بیانیہ سے سنبھل آئے اور شمس آباد۔ جالیر سنبھل اور شاہ آباد وغیرہ یکنوں کے جاگیر دار بنائے گئے۔ بادشاہ نے عالم خاں حاکم میوات اور خانخانان حاکم ایٹمی کو حکم دیا کہ یہ دونوں امیر خواص خاں کے ساتھ ملکر قلعہ دھولپور کی ہم کو انجام دیں اور قلعے کو سر کر کے آئے۔ رائے بنایک دیو کے قبضے سے نکال لیں۔ رائے نے مخالفت کی اور ان امیروں کے مقابلے میں صف آرا ہوا خواجہ بہن جوشاہی امیروں میں بڑا بھادر اور صفت شکن تھا اس محکمے میں شہید ہوا اور اس کے علاوہ ہر روز ہزاروں آدمی میدان جنگ میں کام آنے لگے۔ بادشاہ نے یہ واقعات سنے اور چھبیس رمضان ۷۹۵ھ میں جمعہ کے دن سنبھل سے دھولپور روانہ ہوا۔ بادشاہ حریف کے نزدیک پہنچا اور رائے بنایک دیو نے قلعہ اپنے متعلقین کے سپرد کیا اور خود گویا راجہ روانہ ہو گیا۔ رائے کے بھی خواہ سکندری فوج کے مقابلے کی تاب نہ لائے اور آدمی رات کو قلعے سے باہر نکل کر چلے گئے بادشاہ صبح کے وقت حصار کے اندر گیا اور دو رکعت نماز شکر یہ کی ادا کر کے فتح کے لوازمات بجا لایا۔ لشکریوں نے تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور نواح دھولپور کے باغات کو جن کا سایہ سات کوں تک پھیلا ہوا تھا وہ بھی نیست و نابود کر دیا۔ ایک مہینے کے بعد شاہی لشکر گویا راجہ روانہ ہوا۔ بادشاہ نے آدم خاں لودھی کو بقیہ امیروں کے ساتھ

وہیں چھوڑا اور خود دریا کے پھل کو عبور کر کے اسی دریا کے کنارے جو سید کی کے نام سے مشہور ہے خیمہ زن ہوا۔ بادشاہ نے دو مہینے اس جگہ قیام کیا بانی کی خرابی سے شاہی ملازموں میں بیماری پھیلی اور وہاں اور طاعون نے لشکر میں اپنا گھر کیا گوالیار کے راجہ نے سرجھکایا اور صلح کی گفت و شنید شروع کی راجہ نے سید خاں بابو خاں اور رائے کنبس کو جو بادشاہ سے بھاگ کر راجہ کے پاس پناہ گزیں تھے اپنے سے علیحدہ کیا اور اپنے بڑے بیٹے بکرماجیت کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا سلطان سکندر نے بکرماجیت کو گھوڑے اور خلعت سے سرفراز کر کے اسے رخصت کیا اور خود واپس آیا۔ بادشاہ دھولپور پہونچا اور یہ شہر بھی بنا یکدیو کے سپرد کر کے آگہ آیا۔ اس زمانے میں آگہ بیانے کے ماتحت تھا اور اس سے بیشتر مسلم اور غیر مسلم زمانوں میں سمجھی پائے تخت نہ تھا سلطان سکندر نے گوالیار اور زور کو فتح کرنے کے ارادہ سے حصار سیری کو جو دہلی نو کے نام سے مشہور تھا ترک کیا اور آگہ کو دار الخلافت بنایا۔ بادشاہ نے برسات کا زمانہ نہیں بسر کیا اور رمضان سال ۸۱۳ھ میں ستارہ بھیل کے طلوع کے بعد مندرائیل کا قلعہ سر کرنے کی نیت سے آگہ سے روانہ ہوا بادشاہ نے ایک مہینے دھولپور کے نواح میں قیام کیا اور گوالیار اور مندرائیل کے نواح میں اپنے لشکر روانہ کئے فوجوں نے ان اطراف کو خوب جی کھول کر تاراج کیا اس کے بعد بادشاہ نے خود دھولپور قلعہ مندرائیل کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ نے امان طلب کی اور قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ سکندر نے مندرائیل کے بت خانے اور کنائس تباہ اور برباد کیے اور مسجدیں تعمیر کرا کے قلعہ ایک مقعد کے سپرد کیا اور خود واپس ہوا بادشاہ دھولپور پہونچا اور قلعہ کی حکومت بنا یکدیو سے لیکر فتح محمد الدین کے سپرد کی اور خود بھر آگہ واپس آیا اور امیروں کو ان کی جاگیروں پر جانے کی اجازت دی۔ تیسری صفر ۸۱۳ھ کو اتوار کے دن آگہ میں عظیم اٹان زلزلہ آیا۔ اس بمبوچال سے پھاڑل گئے اور بڑی بڑی عمارتیں گر پڑیں۔ زندہ لوگ یہ سمجھے کہ قیامت آگئی اور مردوں کو معلوم ہوا کہ میدان خستہ پیا ہو گیا۔ اس زلزلہ کے بعد سے اس وقت تک کبھی ایسا بمبوچال ہندوستان میں نہیں آیا اور نہ کسی کو یاد ہے اور نہ کوئی ایسے واقعے کا نشان دیتا ہے۔ اتفاق سے اسی دن ہندوستان کے اکثر شہروں میں

زلزلہ آیا۔ تارکھ پہل کے طلوع کے بعد بادشاہ نے اسی سال گوالیار کا سفر کیا بادشاہ نے ڈیڑھ مہینے دھوپور میں قیام کیا اور وہاں سے دریائے خنبل کے کنارے لو کہہ گھاٹ کے قریب خیمہ زن ہوا۔ سکندر لودھی نے چند مہینے اس گھاٹ پر گزارے اور شاہزادہ ابراہیم و جلال کو دوسرے معتبر امیروں کے ساتھ یہاں چھوڑ کر خود غیر مسلموں سے لڑنے اور شہروں کو تباہ کرنے کے لیے سوار ہوا۔ بادشاہ نے بہت سے غیر مسلموں کو جو جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپے ہوئے تھے تہ تیغ کیا اور اس طرح بے شمار مال غنیمت لودھیوں کے ہاتھ آیا۔ چونکہ پنجابوں کی آمد و رفت نہیں رہی تھی اور غلے کی کمی نے لشکریوں کو زیادہ تکلیف دینی شروع کی تھی۔ بادشاہ نے اعظم ہمایوں احمد خاں لودھی اور مجاہد خاں کو رسد لانے کے لیے روانہ کیا۔ گوالیار کے راجہ نے اگرچہ راستے ہی میں ان امیروں کو روکا لیکن ناکام واپس گیا اور سکندر کی لشکر میں غلبہ پہنچ گیا۔ بادشاہ سیر کرتا ہوا گوالیار کے مقامات موضع ہنور میں پہنچا اور اس مقام سے طلائیہ لشکر کے دس کوس آگے فوج کی نگہبانی کے لیے مقرر کیا گیا۔ لشکر غنیم کی طرف روانہ ہوا اور طلائیہ نے اہل فوج کی نگہبانی میں پوری جانفشانی سے کام لیا۔ لوٹتے وقت راجہ گوالیار کی فوج نے کہیں گاہ سے عسکر سکندر کی لشکر پر دھاوا کیا ایک سخت اور خونریز لڑائی کے بعد خان جہاں بن خانخاناں قرملی کے بیٹوں داؤد اور احمد کی جوانمردی اور کوشش سے ہندوؤں کو شکست ہوئی اور بہت سے راجپوت لڑائی میں کام آئے اور بہترے قید ہوئے۔ بادشاہ نے لوٹتے وقت ان دونوں بھائیوں پر بڑی مہربانی فرمائی اور داؤد خاں کو ملک داؤد خطاب عطا کر کے آگرہ واپس آیا اور برسات کا موسم اسی جگہ بسر کیا۔ ۹۱۲ھ میں بادشاہ نے قلعہ اودیت نگر کا رخ کیا۔ بادشاہ دھوپور پہنچا سکندر شاہ نے دھوپور میں قیام کر کے عماد خاں قرملی اور مجاہد خاں کو کئی نہار سوار اور سوار تھیلوں کے ساتھ قلعہ اودیت نگر کی مہم پر مقرر کیا اور حاجب کا عہدہ قاضی عبد الواحد پسینچ طاہر کابلی ساکن قصبہ تھانئیر اور شیخ ابراہیم کے سپرد کیا گیا محمود خاں کے مرنے کے بعد کالپی کی حکومت اس کے بیٹے جلال خاں کے سپرد کی گئی تھی۔ جلال خاں کے بھائی بھیکن خاں اور حاجی خاں اس سے برسر پیکار تھے بادشاہ نے

کابلی کی حکومت جلال خاں سے لیکر فیروز اودغان کو حاکم شہر مقرر کیا۔ اودغان ایک قبیلے کا نام ہے جو افغانوں سے بہت ملتا جلتا ہے۔ سلطان سکندر نے مجاہد خاں کو دھولپور میں چھوڑا اور خود دریائے خیبر کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اسی جگہ خواص خاں اور بھگین خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہی غنائتوں سے سرفراز کیے گئے۔ بادشاہ نے اودبت نگر پر جو تیکر قلعے کا محاصرہ کر لیا سلطان سکندر جانتا تھا کہ اس قلعے کی فتح گوالیر کے حصار کی کچی ہے بادشاہ نے تمام سپاہیوں کو حکم دیا کہ لڑنے اور جان دینے کے لیے تیار رہیں اور قلعے کے سر کرنے میں پوری کسر فرشتی سے کام لیں بادشاہ نے نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں خود میدان جنگ میں قدم رکھا اور چاروں طرف سے لڑائی شروع کر دی نووی لشکر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح قلعے پر چھا گیا اور ہر سپاہی نے مردانگی اور ہمت سے کام لیا سلطان سکندر کو فتح ہوئی اور ملک علاء الدین کی جانب قلعے کی دیوار ٹوٹ گئی۔ سکندری فوج قلعے کے اندر گھس گئی اور اگرچہ اہل قلعہ نے بہتر ارجان کی امان چاہی لیکن کسی نے ان کی فریاد نہ سنی اور قلعے کو سر کر لیا۔ راجپوت سپاہی اپنے گھروں اور مکانوں میں لڑ رہے تھے اور اپنے بال بچوں کو قتل کرتے اور جلاتے تھے اور بہت سے ہندو راجپوت مارے گئے اسی درمیان میں ایک تیر ملک علاء الدین کی آنکھ میں لگا اور اس کی ضرب سے علاء الدین کی آنکھ جاتی رہی بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور شہر کے بچانوں کو ڈھا کر ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کرائیں اور قلعے کی حکومت بھگین خاں ولد مجاہد خاں کے سپرد کر دی۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مجاہد خاں نے ہنونت گدھ کے راجہ سے رشوت لیکر بادشاہ کو واپس کر دینے کا اس سے اقرار کیا تھا اس سبب سے علاء الدین نے مجاہد خاں کے یہی خواہ ملازمین علیحدہ قید کر کے اسے تاج الدین کنہوہ کے سپرد کیا اور دھولپور میں مقیم رہا۔ امیروں کو حکم دیا کہ مجاہد خاں کو گرفتار کریں۔ بادشاہ خود لاگرہ روانہ ہوا راستے کی نامہواری کی وجہ سے ایک دن راستے میں قیام ہوا اور بانی کی گئی کی وجہ سے بہت سے انسان اور جانور اس روز ہلاک ہوئے۔ بادشاہ کے حکم سے لاشیں گئی گئیں اور معلوم ہوا کہ آنکھ سو جانیں تلف ہوئیں ایک کونہ بانی کی قیمت پندرہ تھلے ہوئی تھی بادشاہ اس جگہ سے

دھولپور روانہ ہوا اور چند دنوں وہاں قیام کر کے آگرہ واپس آیا اور موسمِ برسات کا وہیں بسر کیا۔ سلطانہ میں ستارۂ ہیل کے طلوع کے بعد مالوہ کے مضافات قلعہ زور پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا بادشاہ نے جلال خاں حاکم کپاہی کو حکم دیا کہ پہلے زور پر پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کرے اور اگر اہل قلعہ صلح کے خواہاں ہوں تو ان کی درخواست قبول کرے۔ جلال خاں زور پہنچا اور اس نے حصار کا محاصرہ کر لیا۔ بادشاہ بھی اس کے پیچھے زور پہنچ گیا اور دوسرے روز قلعہ دیکھنے کے لئے سوا ہوا جلال خاں نے اپنا لشکر آراستہ کر کے فوج کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ پیادوں کا ایک ہاتھیوں کا اور ایک سواروں کا مرتب کر کے فوج کے تینوں حصوں کو سرراہ کھڑا کیا اور چاہا کہ فوج کے ساتھ بادشاہ کا مجری کرے۔ سکندر لودھی نے جلال خاں کے لشکر کی کثرت کو دیکھا اور اپنے دل میں سوچ لیا کہ اس کو رفتہ رفتہ کر کے خراب اور تباہ کرے۔ بادشاہ نے اس قلعے کو جس کا دور آٹھ کوس کا تھا ایک سال کامل گھیر رکھا ہر روز سپاہی لڑنے جاتے اور جنگ میں کام آتے تھے۔ آٹھ مہینے کے بعد بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شاہی لشکر کے بعض متبر لوگ اہل قلعہ سے کچھ اقرار کر چکے ہیں بادشاہ کو اس سازش کی یوں اطلاع ہوئی کہ ایک روز بادشاہ محل کے کوٹھے پر کھڑا ہوا سیر دیکھ رہا تھا کہ قلعے کے ایک طرف کی دیوار میں شگاف ہوا اور اہل قلعہ نے اندر سے پھر فوراً اسے بھر دیا۔ بادشاہ اس واقعے کو امیروں اور اہل قلعہ کی سازش سمجھا اور سب سے پہلے جلال خاں کے بہترین آدمیوں کو اپنے قبضے میں کر کے بادشاہ نے دو فرمان صادر کئے۔ ایک فرمان ابراہیم خاں لودھانی اور سلیمان خاں قرملی کے اور ملک علاء الدین جلوانی کے نام جنہیں جلال خاں کے گرفتار کرنے کا حکم تھا اور دوسرا فرمان شیر خاں کے نظر بند کرنے کے بارے میں میاں بھورہ سعید خاں اور ملک آدم کے نام لکھا گیا۔ مذکورہ بالا امیروں نے جلال خاں اور شیر خاں کو قید کر کے شاہی حکم کے موافق دونوں امیروں کو ہینونت گڑھ کے قلعے کو روانہ کر دیا اور خود پوری حفاظت کرنے لگے۔ اس واقعے کے بعد اہل قلعہ پانی اور غلے کی کمی سے بید پریشان ہوئے اور انھوں نے بادشاہ سے اماں طلب کی۔ اہل قلعہ اپنی جامیں بچا کر حصار سے نکل گئے اور بادشاہ نے چھ مہینے

قلعے کے نیچے قیام کر کے تنجا نے سہار کے اور ان کی جگہ مسجدیں بنا کر متقی اور خطیب مقرر کیئے اور عالموں اور طالب علموں کے وظیفہ مقرر کر کے ان لوگوں کو وہاں بسایا اسی زمانے میں شاہزادہ شہاب الدین بن سلطان ناصر الدین بادشاہ مالوہ نے اپنے باپ سے رنجیدہ ہو کر سلطان سکندر کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ شاہزادہ مضامات مالوہ یعنی قصبہ سیرمی میں پہونچا اور بادشاہ نے اُس کے لئے اسب اور خلعت روانہ کر کے اسے پیغام دیا کہ اگر شاہزادہ چند ہری کو بادشاہ کے سپرد کرے تو اُس کی ایسی مدد کی جائیگی کہ سلطان ناصر الدین کو اس پر غلبہ نہ ہو لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ شاہزادہ شہاب الدین کسی وجہ سے اپنے باپ کے ملک کی سرحد سے باہر قدم نہ رکھ سکا۔ سلطان سکندر رودی نے شعبان ۷۹۸ھ میں نرور کے قلعے سے کوچ کیا۔ بادشاہ سندھ کی کے کنا سے پہونچا اور اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ قلعہ ہی مضبوط ہے اگر اتفاق سے اس پر غسی دشمن کا قبضہ ہو جائے گا تو قلعے کا ہاتھ آنا دشوار ہوگا۔ اس خیال کی بنا پر بادشاہ نے ایک دوسرا حصار قلعے کے گرد کھینچوا ہے اور زیادہ مستحکم کیا۔ بادشاہ نے اب اپنے ارادے کو پورا کرنا چاہا اور قصبہ بہاریں پہونچ کر وہاں ایک مہینے قیام پذیر رہا اسی مقام پر قطب خاں لودھی کی زوجہ سماء نعمت خاتون جو شاہزادہ جلال خاں کی دایہ تھی شاہزادہ کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بادشاہ ان لوگوں کے دیکھنے کے لئے گیا اور ان کی تسکین کر کے سرکار کا پی شاہزادے کی جاگیر میں عنایت کی اور ایک سو بیس گھوڑے اور پندرہ ہاتھی اور کچھ نقد دولت بھی شاہزادہ کو عطا کی اور اُسے نعمت خاتون کے ہمراہ کا پی جانے کی اجازت دی ۷۹۸ھ میں گوالیار سے بادشاہ نے دارالخلافت کا رخ کیا۔ اور بلکہاٹ پہونچا اور اس نواح کے سرکشوں پر فوج روانہ کر کے ملک کے اُس حصے کو باغیوں کے وجود سے بالکل پاک و صاف کیا اور جا بجا تھانے بٹھا کر اگر پہونچا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ احمد خاں بہر مبارک خاں لودھی حاکم لکھنؤنی غیر مسلموں کی صحبت میں مرتد ہو کر مذہب اسلام سے منحرف ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے احمد خاں کے چھوٹے بھائی محمد خاں کے نام فرمان بھیجا اور محمد خاں نے احمد خاں کو پاب زنجیر کر کے

بادشاہ کے پاس مسجد یا بادشاہ نے کمسنوتی کی حکومت احمد خاں کے منجھلے بھائی
 سعید خاں کے سپرد کی۔ اسی زمانے میں محمد خاں نبیرہ سلطان ناصر الدین مالوہی
 اپنے دادا سے خوف زدہ ہو کر بادشاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ بادشاہ نے
 مالوہ کا ایک شہر یعنی سرکار چندیری محمد خاں کی جاگیر میں عنایت کیا اور شاہزادہ
 جلال خاں کو حکم دیا کہ محمد خاں کی مدد ہر وقت کرتا رہے اسانہ ہو کہ مالوہی فوج سے
 اُسے کسی طرح کا نقصان پہنچے۔ اس زمانے میں بادشاہ نے سیر و شکار کی غرض
 سے دھولپور کا سفر کیا۔ اس سفر میں بادشاہ نے آگرہ سے دھولپور تک ہرنزل
 میں عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اسی دوران میں محمد خاں ناگوری کو اپنے عزیزوں یعنی علی اور
 ابوبکر خاں پر جو محمد خاں کے خون کے پیاسے تھے غلبہ حاصل ہوا اور یہ دونوں مغلوب
 امیر سلطان سکندر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد خاں ناگوری نے دشمنوں کو
 سلطان سکندر جیسے عالی شان فرمانروا کے پاس دیکھ کر عاقبت اندیشی سے کام لیا
 اور بادشاہ کی خدمت میں اخلاص آئینہ رقیبے اور تحفے اور ہدیے روانہ کر کے
 اپنے شہر میں خطبہ اور سکہ بادشاہ کے نام کا جاری کر دیا بادشاہ نے محمد خاں کے لئے
 خلعت روانہ کیا اور خود آگرہ واپس آیا سلطان سکندر نے تھوڑے دنوں آگرہ میں
 عیش و عشرت اور سیر باغات میں بسر کیئے اور اس کے بعد بھر دھولپور کی طرف
 روانہ ہوا۔ بادشاہ نے میاں سلیمان خان خاناں قرملی کے چھوٹے بیٹے کو حکم دیا کہ
 اپنے لشکر و فوج کے ساتھ ہنوت گڑھ جائے اور حسین خاں نو مسلم کی مدد کرے۔
 سلیمان نے غذ کیا اور کہا کہ میں بادشاہ سے دور نہیں رہنا چاہتا۔ سلیمان کا یہ جواب
 بادشاہ کو ناگوار گزرا اور اس نے سلیمان کو اپنی بارگاہ سے دور ہونے کا حکم دیا۔
 سلطان سکندر نے سلیمان کو حکم دیا کہ اپنے مال و متاع میں سے جو کچھ اٹھا سکے
 اس کو صبح تک لشکر گاہ سے لے جائے اور چونچ رہے وہ عام غارتگری کے نذر
 کیا جائے اور پرگنہ ریڑھی اُس کی جاگیر میں مقرر کیا جائے۔ شاہی حکم کے موافق
 سلیمان ریڑھی روانہ ہوا اور وہیں ساکن ہوا۔ اسی زمانے میں بہت خاں حاکم خیر
 نے جو باپ دادا کے وقت سے سلاطین مالوہ کا فرمانبردار تھا سلطان محمود مالوہی
 کی کمزوری اور زوال سلطنت کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور تحفے اور ہدیوں کے

دریے سے سلطان سکندر کے بھی خواہوں میں داخل ہوا۔ بادشاہ نے عہد الملک
پدہ کو جس کا نام احمد تھا چند یری روانہ کیا تاکہ عہد الملک بھیت خاں کی مدد سے
اس نواح میں بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھوائے۔ اس واقع کے بعد بادشاہ اگرہ
والیں آیا اور اپنی مقررہ عادت کے موافق اس نے اپنے مالک محروسہ میں
ہر چار طرف بھیت خاں کی اطاعت اور چند یری میں اپنے نام کا خطبہ جاری ہونے
اور تازہ فتوحات حاصل کرنے کا شہرہ فرامین کے دریے سے بھیجایا اور اس طرح
مشہور آفاق ہوا اس زمانے میں بعض ملکی مصلحتوں کے اعتبار سے بادشاہ نے
چند امیروں کی جاگیروں میں مناسب تغیر و تبدل کیا اور سعید خاں مبارک خاں لوبی
کے منجھلے فرزند اور شیخ جمال قرملی اور راجہ بک سین کچھو اہیا اور خضر خاں اور احمد خاں کو
چند یری بھیجا۔ ان امیروں نے چند یری کا ملک اپنے قبضے میں کر کے پورا استقلال
حاصل کیا اور شاہی حکم کے موافق شاہزادہ محمد خاں بنیرہ سلطان ناصر الدین لوبی کو
شہر بند کر کے اس ملک کی حکومت برائے نام اسی سے تعلق رکھی بھیت خاں حاکم
چند یری نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اپنا قیام وہاں مناسب نہ سمجھا اور مجبوراً ہاشم
خدمت میں حاضر ہو گیا اس زمانے میں بادشاہ کا مزاج حسین خاں قرملی حاکم سائرنگ کی
طرف سے برگشتہ ہوا۔ اس نے حاجی سائرنگ کو اس طرف بھیجا حاجی سائرنگ نے
حسین خاں قرملی کے لشکر کو ملا لیا اور ان کو خود قید کرنے کی تدبیریں کرنے لگا قرملی کو
حاجی سائرنگ کے ارادے سے اطلاع ہو گئی اور اپنے چند بھی خواہوں کے ساتھ
کھنٹوتی بھاگا اور علاء الدین شاہ بنگالہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ مسئلہ میں
علی خاں ناگوری نے جو سرکار سیو پور کا حاکم تھا سلطان محمود لوبی کے ایک ہوا خواہ
شاہزادہ دولت خاں حاکم رچپور سے دوستی کی راہ و رسم پڑھائی اور اسے ترغیب دی
کہ وہ سلطان سکندر کی اطاعت کرے۔ علی خاں نے شاہزادہ دولت خاں سے
ملے کیا کہ شاہزادہ بادشاہ سے ملاقات کر کے قلعہ اُسی کے سپرد کر دے۔ علی خاں کا
ایک خط اسی مضمون کا سکندر لودھی کے پاس پہنچا۔ بادشاہ اس نوید سے بیخوش
ہوا اور اس طرف روانہ ہوا۔ اور بیانے کے نواح میں چارہینے میر و شکار اور شایخ کبار
خصوصاً سید نعمت اللہ اور شیخ حسینی کی صحبت میں جو اپنے مکاشفوں اور عرفان کی

وجہ سے بید مشہور تھے بسر کیے اسی درمیان میں شاہزادہ دولت خاں اور اس کی ماں کو جو قلعہ رپٹور کے خود مختار حاکم تھے بادشاہ نے خوش گوار وعدوں سے ایسا اپنا والدہ و شہید بنایا کہ دولت خاں نوراً بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا سلطان سکندر نے تمام امیروں کو اس کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور بڑی عزت کے ساتھ اس کو لشکر گاہ میں داخل کیا۔ ملاقات کے وقت بادشاہ نے شاہزادے پر تل اپنے بیٹوں کے مربیانہ نوازش فرمائی اور چند عدد ہاتھی اسے عنایت کیے اور عہد کے موافق اس سے رپٹور کے قلعے کی سپردگی چاہی لیکن اتفاق سے اسی علی خاں ناگوری نے جس کی کوششوں سے یہ سب کچھ ہوا تھا بادشاہ کے ساتھ دغا کی اور شاہزادہ دولت خاں کو سمجھا دیا کہ قلعہ بادشاہ کے سپرد کرے۔ بادشاہ اس واقعے کی تہ کو پہنچ گیا اور سرکار سیو پور کی جاگیر علی خاں سے لیکر اس کے بھائی البوبکر خاں کے سپرد کی اور اپنے غلطی رحم کی وجہ سے اس کے سوا اور کوئی عتاب علی خاں پر نہیں کیا۔ اس واقعے کے بعد بادشاہ تھاکو کے راستے سے قصبہ باڑی پہنچا اور اس پر گنہ کو مبارک خاں کے بیٹوں سے لیکر اسے شیخ زادہ بھسکین خاں کے سپرد کیا اور خود دار الخلافت واپس آیا۔ اگرچہ پہونچکر بادشاہ نے اپنی عادت کے موافق فتوحات کے فرامین ممالک محروسہ میں ہر چار جانب روانہ کیے بادشاہ نے بہت سے سرحدی امیروں کو طلب کیا کہ گوالیار پہونچکر جس طرح ممکن ہو قلعہ فتح کریں لیکن انجام کار دنیا نے اپنی عادت کے موافق سلطان سکندر لودھی کو بھی اپنی آغوش سے جدا کرنا چاہا اور بادشاہ ایک مہلک مرض کا شکار ہوا سرچند بادشاہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے اس مرض کا خیال نہ کیا اور اسی بیماری کی حالت میں دربار عام اور سوامری کرتا رہا لیکن رفتہ رفتہ مرض نے اس قدر طول کھینچا کہ بادشاہ کی حلق سے تھم نہ اترنے لگا اور سانس لینے کی راہ بند ہوئی اور ساتویں تاریخ ذیقعدہ ۸۱۳ھ کو اتوار کے دن سلطان سکندر نے جنت کی راہ لی۔ نظام الدین احمد اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ اگرچہ بعض تاریخوں میں سلطان سکندر لودھی کی تشریف اس طرح لکھی گئی ہے کہ اس طرح کا بہت بڑا حصہ مبالغہ سمجھا جاسکتا ہے لیکن اس میں سے جو کچھ کہ قرین قیاس اور قابل قبول ہے درج کیا جاتا ہے۔ موصوفین لکھتے ہیں کہ یہ نیک سیرت بادشاہ ظاہری حسن و جمال اور باطنی خوبیوں سے آراستہ تھا اس کے دومان حکومت میں ارزانی

اور رہا کو امن و امان حاصل تھا۔ بادشاہ ہر روز دربار عام کرتا اور خود اپنی ذات سے خلق خدا کی فریادیں سن کر کبھی کسی صبح سے شام بلکہ سونے کے وقت تک مہات سلطنت کے انجام دینے میں مشغول رہتا تھا اور پانچوں وقت کی نماز ایک ہی مجلس میں ادا کرتا تھا۔ سلطان سکندر کے زمانے میں ہندوستان کے زمینداروں کا زور بہت گھٹ گیا اور سب کے سب بادشاہ کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے ضعیف اور قوی سب کی ایک حالت تھی اور بادشاہ ہر کام میں انصاف کو ہاتھ سے نہ دیتا اور اپنی خوشنوائی کو دخل نہیں دیتا تھا۔ یہ فرمانروا خدا سے ڈرتا اور مخلوق پر مہربانی کرتا تھا۔ سلطان سکندر جس زمانے میں اپنے بھائی بابر یک شاہ سے برسرِ پیکار تھا اسی دوران میں ایک دن ایک فقیر میدان جنگ میں آیا اور اُس نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تیری فتح ہے بادشاہ نے اپنا ہاتھ مجھے میں اس سے جھڑایا اور جواب میں کہا کہ جب دو مسلمان برسرِ پیکار ہوں تو ایک طرف حکم نہ کرنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جس میں اسلام کی جہلائی ہو خدا ہی کرے۔ بادشاہ سکندر کو دوی سال میں دو مرتبہ تمام فقیروں اور حاجت مندوں کی ایک نہرست طلب کرتا تھا اور ہر شخص کی حیثیت کے مطابق چھ مہینے کا وظیفہ عنایت کرتا تھا۔ بادشاہ ہر جاڑے میں فقیروں کو کپڑے اور شال عنایت کرتا تھا اور ہر جمعہ کو شہر کے تمام فقیروں کو روپیہ بھیجتا تھا اور ہر روز کئی جگہ کچی منس اور بچہ کھانا تقسیم کروا تا تھا اور کوئی سال ایسا نہ گزرتا تھا کہ جس میں چند مرتبہ فتوحات اور اپنی کامیابیوں کے شکر یہ کا بہانہ کر کے دولت کثیر فقیروں کو نہ عنایت کرتا ہو۔ سلطان سکندر کے امرا میں جو رئیس کہ مسکینوں اور محتاجوں کو وظیفے اور روزینے مقرر کرتا تھا اس امیر کی بادشاہ کی نگاہ میں بید وقعت ہوتی تھی اور بادشاہ اس سے کہتا کہ تم نے خیر کی بنیاد رکھی اس میں تمہیں کبھی نقصان نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے اکثر لوگ شریعت کے موافق اپنا مال مستحقوں کو بھیجتے تھے تاکہ بادشاہ کے سامنے معزز اور مکرم رہیں۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب سلطان بہلول دی نے وفات پائی اور امیروں نے سکندر کو دی کو بہلول کی جانشینی کے لیے بلایا تو جس دن سکندر دی سے روانہ ہوا اسی روز حضرت شیخ بہاء الدین کی خدمت میں جو اپنے وقت کے بڑے کمال تھے دعائے خیر کے لیے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے حضرت شیخ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کتاب میزان آپ سے پڑھوں اور یہ کہہ کر کتاب کھولی اور پڑھنا

شروع کیا اُتادنے کہا کہ بد اس حدک الشد فی الدارین (جان تو کہ بیگفت کرے اس شہنشاہ کو دین و دنیا میں) بادشاہ نے کہا کہ اسی جلد کو پھر فرمائے جب تین مرتبہ اُس کی تکرار اُتاد نے کر لی تو سلطان نے حضرت شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اس دعا کو فال نیک سمجھ کر روانہ ہوا۔ بادشاہ کو مذہب کا بڑا پاس و لحاظ تھا بادشاہ نے عورتوں کو مزاہلت پر جانے کی ممانعت کی اور ممالک محروسہ کی تمام مسجدوں میں قاری خطیب اور جارب کش مقرر کیے اور اُن کے وظیفے اور تنخواہیں جاری کیں۔ سلطان سکندر کے مبارک عہد میں علم کا بول بالا ہوا اور امیر اور سپاہی اور ارکان دولت غرضکہ ہر طبقہ علم کی تحصیل کی طرف مائل ہوا بلکہ غیر مسلم رعایا بھی فارسی لکھنے اور پڑھنے کی طرف جس کا اس سے پیشتر ان لوگوں میں کبھی دستور نہ تھا مائل ہوئی اور فن سپاہ گری کو بھی رونق ہوئی۔ جو شخص کہ بادشاہ کے پاس نوکری کے لیے آتا بادشاہ اُس سے اُس کا نسب پوچھ کر اُس کے حسب حیثیت اُس پر نوازش کرتا تھا اور بغیر اس کے کہ کسی شخص کے پاس گھوڑا یا سامان سواری ملاحظہ کرے اسے جاگیر عطا کر دیتا تھا اور کہتا کہ جاگیر کی آمدنی سے یہ شخص سب چیزیں درست کر لے گا۔ بادشاہ کو اپنی رعایا اور فوج سے ہر وقت اس قدر واقفیت رہتی تھی کہ لوگوں کے گھروں کا خانگی حال بھی اُس پر عیاں نہ رہتا تھا اور کبھی کبھی بادشاہ لوگوں سے اُن کی نعلوت کا حال بیان کرتا تھا اور لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کوئی جن بادشاہ کا دوست ہے جو اُسے غیب کی باتوں سے آگاہ کرتا ہے جب کبھی کہ بادشاہ کہیں لشکر روانہ کرتا تو روز و فرمان فوج کے نام صادر ہوتے تھے ایک فرمان صبح کو روانہ ہوتا تھا جس کا مضمون یہ ہوتا تھا کہ فلاں جگہ قیام کریں اور دوسرا فرمان ظہر کے وقت روانہ ہوتا جس میں فوج کو کام کرنے کی ہدایت ہوتی تھی بادشاہ کے اس دستور العمل میں کبھی فرق نہیں آیا اور ڈاک چوکی کے گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جس سرحدی امیر کے نام کوئی فرمان صادر ہوتا تھا وہ شخص چوتھے کے نیچے اتر کر فرمان کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتا اور اُسے سر پر رکھتا تھا اگر یہ حکم ہوتا کہ فرمان دیں پڑھا جائے تو دیسا ہی ہوتا اور اگر یہ حکم ہوتا کہ مسجدیں بالائے منبر پڑھا جائے تو دیسا ہی کیا جانا اگر سلطان اُس امیر کے نام یا اُس کے بائبہ خاص طور پر ہوتا تو پوشیدہ طور پر پڑھا جاتا تھا۔ سکندر لودی کے دربار میں بادشاہ علاء الدین خلجی کی طرح ہر روز نئی اجناس اور

مالک محمود کے واقعات کا روزنامہ پیش ہوتا تھا لشکر کا قیام واقعی حال بادشاہ کو معلوم ہوتا تھا اگر ذرہ برابر بھی شاہی حکم اور قوانین کے خلاف کہیں عمل درآمد ہوتا تو فوراً اس کا تدارک کر دیا جاتا تھا بادشاہ زیادہ وقت جنگوں کے طے کرنے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے اور ملک اور رعایا کی رفاہ کی تدابیر کرنے میں صرف کرتا تھا اس کے علاوہ سکندر لودی کی فہم و فراست کی تہنزی اور جودت کی بابت بھی بہت باتیں مقول ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دو بھائی جو گوالیار کے رہنے والے تھے اپنے افلاس سے تنگ آئے اور ایک لشکر میں جو کسی جہم پر جا رہا تھا ملازمت کر کے فوج کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ حریف کو غارت اور تاراج کرنے میں کچھ روپیہ اور پیش قیمت کپڑے اور دو عدد وطل ان دونوں کے بھی ہاتھ آئے۔ دونوں بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ ہمارا مقصد حاصل ہو گیا اب ہم کیوں زیادہ تکلیف اٹھائیں بہتر ہے کہ گھر واپس چلیں اور آرام سے زندگی بسر کریں۔ دوسرے نے کہا کہ نہیں ہم کو اور کوشش کرنی چاہیئے جب پہلی ہی مرتبہ یہ دولت ہمارے ہاتھ آئی ہے تو ممکن ہے کہ دوسری بار اس سے بہتر چیزیں حاصل ہوں پہلے شخص نے انکار کیا اور کہا کہ میں اب کہیں نہ جاؤں گا غرض کہ دونوں بھائیوں نے مال غنیمت آپس میں تقسیم کر لیا اور بڑے بھائی نے اپنا حصہ چھوٹے کو سپرد کیا تاکہ یہ مال اُس کی جورو کو بھونچا دے چھوٹا بھائی گھر آیا اور اُس نے سواحل کے اور تمام جزیرے بھائی کی جورو کو دیدیں۔ دو سال کے بعد بڑا بھائی واپس آیا اور اُس نے مال غنیمت کو دیکھا تو اُس میں لعل نہ تھا اُس نے چھوٹے بھائی سے پوچھا کہ لعل کیا ہوا۔ چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ میں نے تمہاری جورو کو دیدیا۔ بڑے بھائی نے کہا کہ عورت انکار کرتی ہے چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ اُس پر تھوڑی سختی کر دوہ اقرار کر لگی بڑے بھائی نے اپنی عورت سے سخت باز پرس کی عورت نے کہا کہ مجھے آج کی رات مہلت دو کل صبح کو میں لعل حاضر کر دوں گی صبح کو وہ عورت بادشاہ کے بڑے نامی امیر اور میر عدلیاں بھوسے کے پاس گئی اور سارا قصہ بیان کیا۔ میاں بھوسے نے اُس کے شوہر اور شوہر کے بھائی دونوں کو طلب کیا اور اُن سے واقعہ پوچھا شوہر کے بھائی نے کہا میں نے لعل بھی اس عورت کو دیا ہے میاں بھوسا لے پوچھا کہ اس کے گواہ ہیں اس شخص نے

کہا کہ ہاں گواہ موجود ہیں میاں بھورا نے کہا کہ تمہارے کتنے گواہ ہیں اُس نے جواب دیا کہ دو برہمنوں کو گواہی میں پیش کر سکتا ہوں میاں بھورا نے گواہ طلب کیے یہ شخص تمہارا غلام ہیں گیا اور دو جواری برہمنوں کو کچھ روپیہ دیکر اُس نے ان کو اس بات پر راضی کر لیا کہ اُس کی گواہی دیدیں۔ یہ برہمن عدالت میں آئے اور انہوں نے چھوٹے بھائی کے موافق گواہی دیدی۔ میاں بھورا نے عورت کے شوہر سے کہا کہ بھلاؤ اور جس طرح ممکن ہو مل اپنی جوڑ سے وصول کرو مختصر یہ کہ عورت میرے عدالت سے نکلے اور اُس نے کسی نہ کسی طرح اپنے کو بادشاہی دیوان خانے تک پہنچایا اور خود بادشاہ سے انصاف کی طلب گار ہوئی۔ بادشاہ نے اُس عورت کو بلایا اور ماجرا پوچھا عورت نے سارا قصہ بادشاہ سے بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میاں بھورا کے پاس کیوں نہیں گئی۔ عورت نے جواب دیا کہ وہ میاں بھورا کے پاس گئی لیکن وہاں اس کی داد خواہی نہ ہوئی۔ بادشاہ نے سمجھوں کو اپنے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا اور ہر ایک کو جدا جدا اپنے پاس بلا کر سمجھوں کو ایک ایک ٹکڑا سوم کا دیا اور عورت کے شوہر اور اور شوہر کے بھائی دونوں سے کہا کہ محل کی شکل بناؤ ان لوگوں نے اُس کے موافق محل کیا۔ بادشاہ نے اُس کے بعد گواہوں کو بلایا اور ان سے محل کی شکل تیار کرائی۔ پھر شخص نے ایک دوسرے سے مختلف شکل بنائی۔ بادشاہ نے ان تمام شکلوں کو اپنے پاس رکھا اور عورت کو بلایا اور اس کو بھی محل کی شکل بنانے کا حکم دیا عورت نے کہا کہ جس چیز کو میں نے دیکھا ہی نہیں اُس کی شکل کیونکر بناؤں بادشاہ نے ہر چند عورت سے اصرار کیا لیکن وہ محل کی شکل بنانے پر راضی نہ ہوئی۔ بادشاہ نے میاں بھورا کو غائب کر کے گواہوں سے کہا کہ اگر تم سچ کہہ دو گے تو تمہاری جان بچے گی ورنہ اگر جھوٹ بولو گے تو قتل کیے جاؤ گے۔ گواہوں نے لاچار ہو کر سارا قصہ صحیح بیان کر دیا۔ بادشاہ نے عورت کے شوہر کے بھائی کو بلا کر اس پر بھی سختی کی اور اُس نے بھی سچ کہہ دیا۔ عورت نے ہمت سے نجات پائی اور بادشاہ کی عقل و دانش ظاہر ہوئی سکندر لودی کی طبیعت موزوں تھی۔ بادشاہ عمدہ اشعار نظم کرتا اور لکھنوی مجلس کرتا تھا شیخ حالی نے بادشاہ کا ندیم اور معاصی تھا۔ فرہنگ سکندری اور دوسری کتابیں اسی بادشاہ کے عہد میں لکھی گئیں۔ صاحب فرہنگ سکندری لکھتا ہے کہ سکندر لودی نے

اٹھائیس برس پانچ مہینے حکومت کی۔

ابراہیم لودی بن سلطان سکندر لودی بیٹا ابراہیم لودی جو پسندیدہ اخلاق اور عقل و فہم دانش و بہادری کا مجسم نمونہ تھا باپ کی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ ابراہیم لودی نے باپ و داد کی روش کے خلاف اپنے عزیزوں اور افغانوں سے برتاؤ رکھا اور اس حسن سلوک میں تغیر کر کے یہ اعلان عام کیا کہ بادشاہوں کے عزیز و اقارب نہیں ہوتے جو کوئی بھی ہے وہ بادشاہ کا نوکر ہی ہے اس لیے سب کو بادشاہوں کی خدمت کرنی چاہیے افغان امیر جو سلطان پہلول اور سلطان سکندر کے زمانہ حکومت میں مجلس شاہی میں بیٹھتے تھے وہ اب ابراہیم لودی کے دور حکومت میں مجبوراً تخت کے سامنے کھڑے رہنے لگے۔ بادشاہ کے اس سلوک سے افغان امیر اس سے بیزار ہو گئے اور بجائے خلوص و اتفاق کے اُن کے دلوں میں انحراف اور نفاق پیدا ہو گیا۔ ان افغانوں نے بلاوجہ باہم یہ طے کر لیا کہ ابراہیم لودی دہلی کے تخت پر بیٹھ کر دارالخلافت سے جو پور تک حکمرانی کرے اور شاہزادہ جلال خاں جو پور میں سندھکالی پر جلوس کر کے مالک شرتیہ پر حکومت کرے۔ امیروں کے مشورے کے موافق شاہزادہ جلال خاں جو پور و کالپی کے جاگیرداروں کے ساتھ مالک شرتیہ کو روانہ ہوا جو پور میں تخت حکومت پر بیٹھ کر وہاں مستقل فرما رہا ہو گیا جلال خاں نے فتح خاں بن عظیم خاں کو وکیل سلطنت مقرر کر کے اُس نواح کے تمام امیروں کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنایا۔ اس دوران میں خان جہاں لوہانی راری سے سلطان ابراہیم لودی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے شاہی درباروں اور وکیلوں کو بیعت و ملامت کی اور کہا کہ بادشاہی کو دو شخصوں میں مشترک رکھنا بہت بڑی خطا اور عظیم الشان غلطی ہے۔ ارکان دولت اپنی غلطی کی تلافی کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے مصلحتاً یہ طے کیا کہ جو کچھ بھی شاہزادہ جلال خاں کی حکومت پائیدار نہیں ہوئی ہے اس لیے مناسب ہے کہ اس کو جو پور سے دہلی بلا لیا جائے۔ بہت خاں گرگ انداز شاہزادہ کو دہلی لانے کے لیے بھیجا گیا اور بادشاہ نے ایک مہر انگیز فرمان اس مضمون کا جلال خاں کو لکھا کہ مصلحت و وقت کا تقاضہ یہی ہے کہ جلد سے جلد اپنے کو دہلی پہنچاؤ شاہزادہ جلال خاں صحت خاں کی

چاہلوسی سے سمجھ گیا کہ اس طلب میں کرا اور دغا پہنا ہے اُس نے بھی معقول جواب دیکر اپنی رودہنگی کو ہیبت و ہل میں ڈال دیا ہیبت خاں نے سارا ماجرا ابراہیم لودی کو دکھا۔ بادشاہ نے شیخ زادہ محمد قمرلی پسر شیخ سعید قمرلی۔ ملک آئینل سپر ملک علاء الدین جلدانی اور قاضی محمد الدین حجاب اور سعید حجاب کو شاہزادہ کی طلب میں روانہ کیا ان امیروں کا بھی افسوس کا رگ نہ ہوا اور شاہزادے نے دہلی جانے پر رضامندی نہ ظاہر کی۔ ان تدبیروں میں ناکام ہونے کے بعد ابراہیم لودی نے دربار کے تجربہ کار اور دانشمند امیروں کی رائے سے مالک شرقیہ کے جاگیرداروں اور امرا کے نام فرمایاں روانہ کئے اور ہر شخص اس کے مرتبے کے مطابق مضمون لکھا گیا۔ لیکن ہر نامے کا خلاصہ یہ تھا کہ شاہزادے جلال خاں سے کنارہ کش رہیں اور اُس کے پاس نہ جائیں۔ ان فرامین کے ساتھ بعض عالی مرتبہ امیروں کو جو تیس تیس چالیس چالیس ہزار سواروں کے مالک تھے مثلاً دریا خاں لوہانی حاکم بہار۔ نصیر خاں حاکم غازی پورا اور شیخ زادہ محمد قمرلی حاکم اودھ و لکھنؤ وغیرہ کو خلعت خاص و اسب و کمر و خنجر بھی اپنے معتبر ہمراز آدمیوں کے ہمراہ دار الخلافت سے روانہ کئے گئے اور ان امیروں کی اچھی طرح دلجوئی کی گئی شاہی فرمان ان امیروں کے پاس پہنچے اور ان امرائے شاہزادہ جلال کی اطاعت سے انکار کیا اسی درمیان میں سلطان ابراہیم نے ایک جڑاؤ اور جو اسہر نگار تخت تیار کیا اور اُس تخت کو دیوانخانے میں نصب کر کے پندرہویں ذی الحجہ ۱۰۲۳ھ کو جوہر کے دن اس تخت پر جلوس کر کے دربار عام کیا اور ملازمین اور ارکان شاہی کو اُن کے مرتبے کے موافق خلعت اور کمر و خنجر نمائش اور اسب و نیل منصب و جاگیر کے مختلف عطیوں سے سرفراز کیا اور سب کو اس تازہ انعام و اکرام سے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ فقیروں اور سکینوں کو بھی خیرات و صدقات سے مالا مال کیا اور اُن کے وظیفے مقرر کئے۔ بزرگوں کے وظائف میں ترقی کی اور گوشہ نشینوں اور متوکلوں کو نذرانے اور ہدیے بھیج کر اپنی حکومت کو تازہ رونق دی۔ شاہزادہ جلال خاں نے ابراہیم لودی کی عظمت و شان اور شرفی امیروں کی مخالفت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ سمجھ لیا کہ اب ابراہیم لودی کے سایہ عاطفت میں اس کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ شاہزادہ جلال جو پہلے سے کاپی پہنچا اور اُس نے بادشاہ کی مخالفت کا اعلانیہ اظہار کیا۔ جلال خاں نے

اپنے ہی خواہوں کی ایک جماعت کے ساتھ کاپی پر قبضہ کر کے وہاں خطبہ و سکا اپنے نام کا جاری کیا اور لشکر کی محافطت اور زمینداروں کی تسلی میں ہمہ تن مصروف ہو کر اپنے کو بادشاہ جلال الدین کے نام سے مشہور کیا۔ جلال الدین نے اعظم ہایوں خروانی کے پاس جس نے شاہزادہ جلال الدین کے ماتحت قلعہ کالنجر کا ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ محاصرہ کر رکھا تھا چند قاصد روانہ کیے اور اُسے پیغام دیا کہ تم بجائے میرے باپ اور چچا کے ہو۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ اس جھگڑے میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ ابراہیم لودی نے خود عہد شکنی کر کے جو تھوڑا بہت موروثی ملک میرے قبضے میں آیا تھا اُس سے بھی مجھے محروم کرنے کی تدبیریں سوچیں ہیں اور صلہ رحم کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم حق کو ہاتھ سے نہ جانے دو گے اور مظلوم کی اعانت کو اپنے آپ کو واجب سمجھ کر جو ہم میں سے راستی پر ہوگا اس کی مدد کرو گے۔

اعظم ہایوں ابراہیم لودی سے معرت ہو چکا تھا اس کے علاوہ شاہزادہ جلال کی فریاد اور اس کے عجز و انکسار نے بھی اُس کے دل پر اپنا اثر کیا اعظم ہایوں نے قلعہ کالنجر سے ہاتھ اٹھایا اور شاہزادہ جلال کے پاس پہنچ گیا۔ اعظم ہایوں اور شاہزادہ میں کچھ عہد و پیمان ہوئے اور یہہ قرار پایا کہ سب سے پہلے جو بیورو اور اس کے نواح پر قبضہ کیا جائے اس کے بعد دوسری طرف نگاہ دوڑائی جائی۔ اعظم اور جلال جلد جلد سفر کی سرنگسٹ لے کر تے ہوئے سعید خاں سپہ مبارک خاں لودی حاکم اودھ کے سر پر پہنچ گئے۔ سعید خاں ان کے حملے کی تاب نہ لا کر کھٹنوا چلا گیا اور سلطان ابراہیم کو اُس نے پوری حقیقت سے اطلاع دی۔ سلطان ابراہیم نے ارادہ کیا کہ ایک منتخب لشکر ساتھ لے کر اس قلعے کو فرو کرے۔ ابراہیم لودی نے اپنے ہی خواہوں کے مشورے سے اپنے قیدی بھائیوں کو نظربندی سے آزاد کیا اور اسمٹیل خاں حسین خاں اور محمود خاں وغیرہ اسیر شاہزادوں کو قید خانے سے نکال کر دولت خاں لودی کے سپرد کیا۔ بادشاہ نے دودھم ہر شاہزادہ کی خدمت کے لئے مقرر کیے اور اُن کے کھانے اور لباس اور دوسری ضروریات زندگی کا پورا انتظام کر دیا۔ ان واقعات سے فارغ ہو کر جوہن دی الجی سلسلہ کو بختیہ کے دن شاہی لشکر مشرقی ممالک کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اعظم ہایوں اپنے بیٹے فتح خاں کے ساتھ شاہزادہ جلال سے آزر دہ ہو کر علی ہو گیا ہے

اور بادشاہ کی خدمت میں آ رہا ہے۔ ابراہیم کو اس خبر سے بید تقویت ہوئی غم ہاپوں قریب پہونچا اور ابراہیم لودی نے اپنے تمام امیروں کو اس کے استقبال کے لئے روانہ کیا۔ اعظم ہاپوں بادشاہ کی خدمت میں پہونچا اور ابراہیم لودی نے اُسے شاہانہ نوازش سے سرفراز فرما کر اُس کو ممتاز و سرفراز کیا۔ بادشاہ اعظم ہاپوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ اس زمانے میں چترتولی پر گنہ گول کے ایک زمیندار سی جے چند نے عرفاں بیک خاں سے جنگ کر کے اُسے قتل کر دیا تھا اس لئے ملک قاسم حاکم مصل نے جے چند پر فوج کشی کر کے اسے تلوار کے گھاٹ اتارا اور ناگہانی فتنے کو نوراً فرو کر دیا اور صنوج میں بادشاہ سے آ ملا۔ اس دوران میں جو پور کے اکثر امیر اور زمیندار یعنی سعید خاں اور شیخ زادہ قمر علی وغیرہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کے ہی خواہوں میں داخل ہو گئے ابراہیم لودی نے اعظم ہاپوں شردانی۔ اعظم خاں لودی۔ نصیر خاں لوعانی وغیرہ کو ایک بہت بڑے ٹکڑا در کوہ بیکر ہاتھیوں کے ہمراہ شاہزادہ جلال خاں کے مقابلے میں بھیجا۔ شاہزادہ ان امیروں کے پہونچنے کے قبل نعمت خاں اور قطب خاں لودی کے ہی خواہوں اور اپنے متعلقین اور غلام الملک اور ملک بدر الدین کو کاپلی کے قلعے میں مجبور کر لیں ہزار آزمودہ کار سواروں اور منتخب ہاتھیوں کی ایک فوج اپنے ساتھ لے کر آگے کی طرف بڑھا۔ شاہی امیروں نے کاپلی کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ شاہزادہ اگرہ پہونچا اور اس نے چاہا کہ کاپلی کا بدلہ لینے کے بعد آگے کو بھی تاراج کرے۔ اس کے بعد ملک آدم جو بادشاہ کی طرف سے آگے کی حفاظت کے لئے مقرر ہوا تھا آگے کے نواح میں پہونچا۔ ملک آدم نے جلال خاں کو شیریں باتوں میں اس تاراج سے باز رکھنا چاہا۔ ملک آدم کے بعد ملک سبیل پسر علام الدین جلوانی اور کبیر خاں لودی اور بہادر خاں لودی اور دوسرے چند اور امیر بھی فوراً ایک جوار لشکر کے ساتھ پہونچ گئے۔ اس تازہ لشکر کے پہونچنے سے ملک آدم کو تقویت حاصل ہوئی اور اس نے شاہزادہ کو یہ پیغام دیا کہ اگر باطل ہوا دہوس سے باز آ کر خبر و آفتاب گیر اور نوبت و نقارہ دوسرے لوازمات بادشاہی سے کنارہ کشی کر کے امیرانہ روش اختیار کرو تو میں تمھارا تصور بادشاہ سے معاف کر دوں گا اور تم بدستور سابق کاپلی کے جاگیردار مقرر کر دیئے جاؤ گے۔ شاہزادہ جلال اس پر راضی ہو گیا اور اس نے سارا سامان بادشاہی ملک آدم کے پاس بھیج دیا۔

ملک آدم نے یہ سارا سامان بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر کے ان کو سارے ماجے کی اطلاع دی۔ اس زمانے میں بادشاہ کا لہی کو فتح کر کے لٹوے کے نواح میں مقیم تھا۔ بادشاہ نے اس صلح کو قبول کیا اور شاہنلوے کے تباہ اور برباد کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ شاہزادہ جلال نے سریشان ہو کر راجہ گوالیار کے دامن میں پناہ لی۔ بادشاہ آگرہ میں قیام پذیر ہوا اور سلطنت جو سلطان سکندر کے بعد کمزور ہوئی تھی پھر از سر نو مضبوط ہوئی اور امیروں نے مخالفت سے تو بہ کر کے خلوص کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت مائل کی۔ ابراہیم لودی نے ہیست خاں گرگ اندازہ کریم واد توغ اور دولت خاں اندارہ کو دہلی کی مخالفت کے لئے روانہ کیا اور شیخ زادہ محمد کو خبر دی کہ قلعہ چندی کی حفاظت کرے۔ اور شاہزادہ محمد خاں کو سلطان ناصر الدین مالوی کے نواسے کی بارگاہ میں اپنا وکیل سلطنت بنا کر روانہ کیا۔ اسی زمانے میں بادشاہ ابراہیم اپنے باپ سلطان سکندر کے نامی امیر اور وزیر میاں بھورہ سے بلا سبب ناراض ہو گیا تھا۔ میاں بھورہ اپنی سابقہ خدمتوں کے بھر دے پر بادشاہ کے دل سے غبار دور کرنے کی تدبیر نہ کرنا تھا اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم لودی نے میاں بھورہ کو پاہ زنجیر کر کے قید کر دیا اور قیدی امیر کو ملک آدم کے سپرد کیا۔ ابراہیم لودی نے میاں بھورہ کی جگہ اس کے بیٹے کو عنایت کی اور گوالیار کا قلعہ فتح کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ اور اعظم ہمایوں حاکم کرڑہ کو جو بادشاہ کا امیر الامرات تھا تیس ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کی جمیعت سے گوالیار روانہ کیا۔ اعظم ہمایوں کے بعد بادشاہ نے آٹھ اور امیروں کو ایک بہت بڑے لشکر اور چند ہاتھیوں کے ساتھ خروانی کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ شاہزادہ جلال خاں ڈورا اور گوالیار سے بھاگ کر سلطان محمد غلجی کی خدمت میں ملائے پہنچ گیا۔ بادشاہی لشکر نے گوالیار پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حسن اتفاق سے راجہ مان سنگھ راجہ گوالیار جو شجاعت اور تدبیر میں شہرہ آفاق تھا مدد کا تقاضا کیا اور اس کا بیٹا بکراجیت اس کا قائم مقام تھا۔ راجہ بکراجیت قلعے کو محکم کرنے میں بڑی کوشش کر رہا تھا۔ شاہی لشکر روانہ اپنے ہتھیار میدان میں آتا اور قلعہ گیری کی تدبیریں کرتا تھا۔ راجہ مان سنگھ نے قلعے کے نیچے ایک عالی شان عمارت بنوائی تھی اور اس کے گرد ایک مضبوط حصار کھینچ کر اس مکان کو بادل گدھ کے نام سے موسوم کیا تھا۔ ایک مدت کے بعد

مسلمانوں نے نقیب کا سلسلہ اُس عمارت تک پہنچایا اور نقیب میں بارود پھیر کر اسے اُڑایا قلعے کی دیوار گر گئی اور مسلمان سپاہی حصار میں داخل ہو کر اُس عمارت پر قابض ہو گئے امیروں نے گائے کی ایک لوسہ کی سورت جو حصار میں نصب تھی اور جس کی ہندو پرستش کیا کرتے تھے قلعے سے لیکر شاہی حکم کے موافق آگے بھڑکی۔ بادشاہ نے اُس سورت کو دہلی روانہ کر دیا سورت دروازہ بلند اور نصب کر دی گئی اور اکبر بادشاہ کے زمانے تک یہ سورت دروازہ مذکور پر نصب رہی۔ اس زمانے میں شانہزادہ جلال خاں سلطان محمود غلی مالوہی کی خدمت میں پہنچا لیکن مالوہی کے طرز سلوک سے بخیرہ ہو کر وہاں سے بھی بھاگا اور راجہ گڑھ کے پاس پہنچا۔ گونڈوں کا ایک گروہ شانہزادہ جلال کو گرفتار کر کے لے آیا اور بادشاہ نے شانہزادہ کو ہانسی کے قلعے کو روانہ کیا لوگوں نے راستے ہی میں شانہزادہ کو قتل کر دیا۔ ابراہیم لودی اپنے باپ کے امیروں سے بھی بدگمان ہوا اور اکثر سکندر شاہی امیروں کو اُس نے تباہ کیا۔ ابراہیم لودی نے اعظم ہمایوں اور اُس کے بیٹے فتح خاں کو جو قریب تھا کہ قلعہ فتح کر لیں آگے بلوایا اور دونوں باپ بیٹوں کو قید کر دیا۔ اعظم ہمایوں کا دوسرا بیٹا جو کٹے میں تھا اور اسلام خاں کے خطاب سے معروف تھا۔ کٹے سے کسی دوسری جگہ بدل دیا گیا۔ اسلام خاں نے باپ کے قید ہونے کی خبر سنی اور اُس نے علانیہ مخالفت کر دی۔ اسلام خاں نے احمد خاں شہدائے کشت دی۔ اسی زمانے میں قلعہ گوالیار کی فتح کی خبر پہنچی اور یہ قلعہ سو سال کے قریب ہندوؤں کے قبضے میں رہ کر پھر مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بادشاہ مطمئن ہو کر کٹے کے قلعے کو فرو کرنے کی تدبیر بنائی جو چنے لگا کہ دفعۃً اعظم ہمایوں لودی اور مبارک خاں کا بھلا بیٹا سعید خاں جو نامی امیر تھے گوالیار کے لشکر سے بھاگ کر اپنی جاگیر لکھنؤ پہنچے اور اسلام خاں سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کر کے انھوں نے خساد کی آگ کو اور زیادہ مشتعل کیا۔ سلطان ابراہیم نے رنگ بگڑا ہوا دیکھ کر ہر طرف سے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ اور احمد خاں اعظم ہمایوں لودی کے بھائی پر مہربانی فرما کر چٹائی امیروں میں ایک جزائر اور منتخب لشکر کے ساتھ اُس باغی جماعت کے مقابلے میں اُسے روانہ کیا۔ یہ لشکر نواح تنوچ یعنی قصبہ بانگر مو کے قریب پہنچا۔ اعظم ہمایوں کا غلام اقبال خاں اعظم ہمایوں کے پانچ ہزار سوار خاصہ اور چند عدد آہنی ہمراہ لیکر کین کاہ

علا اور احمد خاں کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ اقبال خاں بہت سے آدمیوں کو زخمی اور
مقتول کر کے بھاگ گیا۔ یہ خبر بادشاہ کو پہونچی بادشاہ امیروں سے بہت ناخوش ہوا
اور انھیں لکھا کہ جب تک اس ملک کو سرکشوں سے پاک نہ کرو گے تم لوگ خود
میر کی نگاہ میں باغی بنے ہو گے۔ ابراہیم نے احتیاطاً ایک لشکر اور مدد کے لئے روانہ
کیا۔ دشمن بھی جالیں نہرا سلع سواروں اور پانچ سو ہاتھیوں کی جمعیت سے ایک جگہ
اکٹھا ہوا فریقین ایک دوسرے کے نزدیک پہونچے اور قریب تھا کہ لڑائی شروع
ہو جائے کہ شیخ راجو بخاری نے جو اس زمانے کے مقتدا تھے درمیان میں آکر طرفین کو
لڑنے سے باز رکھنا چاہا۔ حریفین نے کہا کہ اگر بادشاہ اعظم ہمایوں کو رہا کر دئے تو ہم
ابراہیم لودی کی سلطنت سے کنارہ کش ہو کر کسی دوسرے فرمانروا سے برسرِ پیکار
ہو جائیں۔ بادشاہ نے اس شرط کو منظور نہ کیا اور نصیر خاں لوحانی اور شیخ زادہ قمرلی
حکم بھیجا کہ یہ امیر بھی اپنی جاگیروں سے روانہ ہو کر دشمن کو تباہ و تاراج کریں۔ دونوں لشکر
جمع ہوئے اور لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ حریفوں نے بادشاہی طالع کی قوت کا اندازہ
نہ کیا اور شاہی لشکر سے دست و گریباں ہو گئے۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد
چونکہ بغاوت کا صلہ محکمت اور تباہی ہے آخر کار باغیوں کو میدانِ جنگ سے
بھاگنا پڑا اقبال خاں مارا گیا اور سعید خاں گرفتار ہوا اور ان کا قلعہ فرو ہو گیا اور ان کا
ملک و مال بادشاہ کے قبضے میں آیا۔ اس کے بعد بھی بادشاہ کی طبیعت سکندر شاہی
امیروں سے صاف نہ ہوئی اور بادشاہ کی ظاہری اور باطنی مخالفت امیروں کے
ساتھ حد سے بڑھ گئی بادشاہ نے قیدی امیروں کو رہا نہ کیا جب اعظم ہمایوں اور میاں بھورا
جیسے نامی امیروں نے حالتِ قید میں وفات پائی تو امیروں کے دلوں پر اور
زیادہ خوف طاری ہو گیا۔ دریا خاں لوحانی حاکم بہار۔ خان جہاں لودی میاں حسن قمرلی
وغیرہ امیروں نے بادشاہ کی اطاعت سے انکار کیا۔ بادشاہ کے اشارے سے چندیری کے
شیخ زادوں نے حسن قمرلی حاکم چندیری کو ایک رات قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کی اس
ادانے اور زیادہ لوگوں کو خوف زدہ کر دیا امیر بادشاہ سے ایک بارگی مایوس ہو گئے
تھوڑے دنوں کے بعد دریا خاں لوحانی حاکم بہار فوت ہوا اور اس کا بیٹا بہادر خاں
باپ کا جانشین ہو کر بادشاہ سے بالکل برشتہ ہو گیا۔ بہادر خاں نے اپنے وصال کے

نام سے مشہور کر کے بہار میں خلیفہ اور سکھ اپنے نام کا جاری کیا۔ جو دوسرے امیر کہ بادشاہ سے منحرف ہو گئے تھے وہ بھی محمد شاہ سے جا ملے۔ بہادر خاں کے پاس ایک لاکھ کے قریب فوج جمع ہو گئی اور بہار سے سنبھل تک سارا ملک اُس کے قبضے میں آ گیا۔ اس زمانے میں نصیہ خاں حاکم غازی پور بھی بادشاہی فوج سے شکست کھا کر بہادر خاں سے جا ملا۔ کئی مہینے بہار میں سلطان محمد کے نام کا سکھ اور خلیفہ جاری رہا اس درمیان میں کئی مرتبہ ان امیروں سے بادشاہی لشکر سے لڑائی ہوئی اور امیر بہر مرتبہ غالب آ گئے۔ اسی زمانے میں غازی خاں بسروہٹ خاں لودی لاہور سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن بادشاہ سے بدگمان ہو کر بھرا اپنے باپ کے پاس لاہور چلا گیا۔ دولت خاں کو اب کسی طرح بھی بادشاہ کے قہر و غضب سے نجات پانا ممکن نظر نہ آیا ناچار اُس نے بغاوت برپا کی اور حضرت فردوس مکانی سے جو کابل میں مقیم تھے درخواست کی کہ فردوس مکانی اب ہندوستان کو فتح کرنے کے لیے ادھر کا رخ کریں۔ دولت خاں نے سب سے پہلے علاء الدین براہویر لودی کو جو اُس زمانے میں باری حلقہ گجوشوں میں داخل تھا عاجزی اور التجا کے ساتھ اپنے پاس بلایا اور اکثر اپنے عزیزوں اور نوکروں کو علاء الدین کے ساتھ کر کے دولت خاں نے اسے دہلی روانہ کیا تاکہ اُس نواح کو فتح کر لے۔ سلطان علاء الدین دہلی روانہ ہوا اسماعیل جلوانی اور دوسرے لودی امیر جو ابراہیم لودی سے مایوس ہو چکے تھے اور اپنے اپنے پرگنوں میں مقیم تھے سلطان علاء الدین سے آ ملے۔ علاء الدین کا لشکر چلینڈر سمباروں کا ہو گیا۔ اور سب کے سب ایک دل ہو کر دہلی روانہ ہوئے۔ دہلی پہنچ کر ان لوگوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم لودی کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اس وقت کے محتاج کے لیے روانہ ہوا۔ جب مجھہ کو اس کا فاصلہ رہ گیا تو سلطان علاء الدین نے ابراہیم لودی کے لشکر پر خون مارا اور صبح ہوتے ہوئے تمام شاہی لشکر کو درہم و برہم کر دیا۔ ابراہیم لودی کے بعض امیر بھی اسی رات علاء الدین سے مل گئے لیکن سلطان ابراہیم لودی نے ہمت نہ ہاری اور اپنے چند خاص امیروں کے ساتھ سرپردہ کے قریب کھڑا رہا اور لڑائی میں مشغول نہ ہوا جب صبح کی روشنی نمودار ہو گئی اور علاء الدین کا لشکر لوٹ مار میں مصروف ہوا تو ابراہیم لودی نے حریف پر دھاوا کیا اور پہلے ہی حملے میں

دشمن کو سامنے سے بھگا دیا حریت کا جو سپاہی جہاں تھا وہیں سے اُس نے راہ فرار اختیار کی غرض کہ سلطان علاء الدین اور شکست خوردہ امیر پنجاب روانہ ہوئے اور ابراہیم لودی نے دہلی میں قیام اختیار کیا یہاں تک کہ سلسلہ میں فردوس مکانی نے دہلی پر لشکر کشی کی اور جیسا کہ آگے چل کر مفصل بیان ہوگا موضع پانی پت میں دونوں بادشاہوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک شدید خونریزی لڑائی کے بعد فردوس مکانی کو فتح ہوئی اور ابراہیم لودی میدان جنگ میں کام آیا اور دہلی اور آگرہ کی حکومت اطلا صاحبقران امیر تیمور میں منتقل ہو گئی ابراہیم لودی نے بیس سال فرمانروائی کی۔

سلاطین منغل کے حالات

فردوس مکانی ظہیر الدین جس وقت کہ سلطان ابوسعید میرزا عراق میں شہید ہوا اُس نے محمد بابر بادشاہ غازی سلطان محمد میرزا سلطان محمود میرزا شاہخ میرزا۔ انغ بیگ میرزا

عمر شیخ میرزا۔ ابا بکر میرزا۔ سلطان مراد میرزا۔ سلطان خلیل میرزا۔ سلطان عمر میرزا اور سلطان میرزا ان گیارہ بھائیوں میں سے چار نے مرتبہ فرمانروائی حاصل کیا اور باپ کی زندگی ہی میں ہر ایک کسی نہ کسی ملک میں حکمرانی کا ڈھکا بچا لے لگا۔ انغ بیگ میرزا اکابر کا سلطان احمد میرزا سمرقند کا۔ سلطان محمود میرزا احضار و قندز اور بدخشاں کا اور عمر شیخ میرزا اند جان اور فرغانہ کا حاکم تھا۔ یونس خاں حاکم خوارزم نے بجز انغ بیگ میرزا کے بقیہ تینوں فرمانروا بھائیوں کو اپنی دامادی میں قبول کیا جس زمانے میں کہ عمر شیخ میرزا انصاف پروری کے ساتھ فرغانہ پر حکومت کر رہا تھا اُس کے گھر میں شہنشاہ میں قلق نگار خانم دختر یونس خاں کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ باپ نے اس اقبال مند بیٹے کو محمد بابر میرزا کے نام سے موسوم کیا۔ حسامی قرا کوئی نے تاریخ ولادت کہی اندر شمس محمد زادان شہنشاہ کو مولدش ہم اندیش خرم ابوسعید میرزا کا سلسلہ نسب امیر تیمور صاحبقران گورگانی تک اس طرح پہنچتا ہے ابوسعید میرزا بن سلطان محمد میرزا ابن میراں شاہ میرزا ابن امیر تیمور صاحبقران خان

بابر میرزا نے بارہ برس کے سن میں باپ سے اندجان کی حکومت پائی جو چھی رمضان
 دو شنبے کے دن ۹۹۸ھ میں عمر شیخ میرزا نے کبوتر خانے کے کوٹھے پر سے گزر جان دی
 اور بابر نے ارکان دولت کے شورے سے اپنے لیے ظہیر الدین کا لقب اختیار کر کے
 فرغانے کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ عمر شیخ کے مرتے ہی سلطان احمد میرزا اور
 سلطان محمود بن پوس خاں (بابر کے چھٹی چچا اور ماموں دونوں) نے اپنا اپنا بدلہ
 لینے کے لیے دو طرف سے فرغانے پر لشکر کشی کی۔ عمر شیخ میرزا نے اپنی اداوا لغزنی سے
 بھائی اور سالے دونوں پر بارہا فوج کشی کر کے اُن کے ملک کو تباہ و برباد کیا تھا
 عمر شیخ میرزا کے طغا امیر شیرم نے چاہا کہ اس طوفان واروگہ میں بابر میرزا کو آوار کندھے
 پہاڑوں میں ایجا کر پناہ گزین ہو جائے تاکہ اگر بابر امیر اور ارکان دولت بیوفائی کر کے
 سلطان احمد میرزا کا دم بھی بھرنے لگیں تو بھی فرغانے کے نو عمر فرمازاد کو کوئی مضرت نہ پہنچے
 لیکن مولانا قاضی نے جو شیخ بہان الدین ٹہنی کی یادگار اور شرفائے اندجان کے سلسلے کی
 ایک بیش بہا کڑی تھے امیر شیرم کو اس ارادے سے روکا اور ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے ساتھ
 جس کا نام نامی اب اس کتاب میں صراحتہ مذکور نہ ہوگا اور ہمیشہ فردوس مکانی کے
 لقب سے یاد کیا جائے گا حصار اندجان میں قلعہ بند ہو گیا۔ امیروں اور ارکان دولت
 نے حصار کو دشمن کی زد سے بچانے کے لیے اُس کے برج و بارہ کو خوب مضبوط اور مستحکم کیا۔
 اس درمیان میں حسین یعقوب اور امیر قاسم قوچین جو قرقندستان کی تسخیر کے لیے تقرر کیے گئے
 تھے واپس آئے اور بیدخلوص کے ساتھ خدمت شاہی میں مشغول ہوئے اسی دوران
 میں اندجان کا ایک شہور رکن محمد درویش اپنی مخالفت کی وجہ سے فردوس مکانی کی
 بارگاہ سے معقوب ہوا۔ سلطان احمد میرزا نے جو فردوس مکانی کا چچا تھا
 نجد اور فرغانہ کو فتح کر کے اندجان کے اندر بھی جا کر کس حصہ شہر پر قبضہ کر لیا فردوس مکانی
 نے مولانا قاضی زوزن حسن اور خواجہ حسین کو سلطان احمد میرزا کے پاس بھیجا اور اُسے
 پیغام دیا کہ ظاہر ہے کہ حضرت سلطان خود اندجان میں قیام نہ فرمائیں گے
 ایسی صورت میں اگر اس خطے کی حکومت اپنے برادر زادے کو جو بہتر فرزند کے ہے
 سپرد فرمائیں تو میں بھی تمام عمر دائرہ اطاعت سے باہر قدم نہ رکھوں گا سلطان احمد فردوس مکانی
 کے اس پیغام سے کچھ پسپا اور اس نے چاہا کہ صلح کرے لیکن اُس کے ارکان دولت صلح پر

راضی نہوئے اور بے منی باتیں کر کے قلعے کی تسخیر میں جان و دل سے کوشش کرنے لگے اس پریشانی میں فردوس مکاں کے طالع بلند نے اپنا اثر دکھایا اور ستر قندیوں کے لشکر میں وہاں اسپ پھیلی۔ طویلے کے طویلے اس بیماری کے نذر ہونے لگے اور گھوڑوں کی کمی سے سپاہی اور اہل لشکر پریشان ہونے لگے۔ ستر قندیوں کے لشکر کا نظام درہم و برہم ہو گیا اور سلطان احمد نے صلح کا مصمم ارادہ کر لیا۔ حکومت سمرقند کی طرف سے امیر دردیش محمد صلح کی گفت و شنید پر مامور ہوا اور فردوس مکانی کی جانب سے حسن یعقوب کو یہ خدمت سپرد کی گئی۔ دونوں امیر عید گاہ کے میدان میں جمع ہوئے اور صلح کے شرائط خیر و خوبی کے ساتھ طے ہو گئے سلطان احمد مقرر شدہ روانہ ہوا لیکن قضائے الہی سے راستے ہی میں فوت ہو گیا۔ دوسری طرف سے سلطان محمود بن بوسقان نے فرغانہ پر لشکر کشی کی۔ سلطان محمود اسی پہونچا جہاں گیر میرزا فردوس مکانی کے باوجود حقیقی نے اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ پائی اور دردیش علی میرزا قتل کو کھٹا ش۔ محمد باقر۔ شیخ عبداللہ بیگ۔ آقا اویس لاغری اور میر غیاث الدین طغای وغیرہ اپنے قابل بھروسہ امیروں کو ساتھ لے کر قصبہ کاسان کی طرف بھاگا۔ کاسان اویس لاغری کا پرگنہ تھا اور ناصر میرزا فردوس مکانی کا سب سے چھوٹا بھائی یہاں کا حاکم تھا محموداں نے جہاں گیر میرزا کا تعاقب کیا اور جہاں گیر و ناصر دونوں بھائیوں نے اسی میں خیر و دیکھی کہ کاسان سلطان محمود کے سپرد کر دیں سلطان محمود کاسان پر قبضہ کر کے پھر چلی واپس آیا۔ اسی میں سلطان محمود کی کچھ کار باری نہ ہو سکی اور نیزہ کہ ایسے ایک عارضہ بھی پیدا ہو گیا محمود نے مجبوراً اپنے ملک کی راہ لی۔ اسی زمانے میں شیخ ابوبکر حاکم کاشغر و ختن نے اوزکنہ کے حدود میں لشکر کشی کی اور اہل شہر کی تباہی اور شہر کی ویرانی اور بربادی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ مولانا قاضی اور دوسرے نامی امیر اس کے مقابلے کے لئے مامور کیے گئے۔ حاکم کاشغر بھی زیادہ نہ ٹھہر سکا اور وہ بھی اوروں کی طرح صلح کر کے اپنے وطن کو واپس گیا۔ فردوس مکانی فرغانہ آئے اور حسن یعقوب کو سیاہ و سپید کا مالک بنا کر اسے اندجان کا حاکم مقرر فرمایا سنہ ۸۱۴ھ میں حسن یعقوب کے اطوار و حالات سے مخالفت کے آثار نمایاں ہونے لگے اور فردوس مکانی لشکر براہ لیکر وقتہ اندجان کی طرف روانہ ہوئے۔ فردوس مکانی اندجان پہونچے تو معلوم ہوا کہ

حسن یعقوب شکار کو گیا ہے۔ حسن بادشاہ کے پوچھنے سے خبردار ہوا اور سر قند کے
 باہر نکل گیا۔ فردوس مکانی نے امیر قاسم قوچین کو حسن کا قاتل مقام مقرر کیا اور ایک
 گروہ حسن کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ حسن نے اُسی کے نواح میں اس گروہ پر شیون
 مارا لیکن اندھیری رات میں اپنے ہی ایک نوکر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اپنی مڑا کو پوچھا
 اسی سال قلعہ اشیرہ کا حاکم ابراہیم ساہو باجی ہوا اور اُس نے بانیسقر میرزا بن سلطان محمود میرزا
 کو اشیرہ کا حاکم تسلیم کر کے اُس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ فردوس مکانی نے نور اشیرہ پر
 دھاوا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس روز کے بعد ابراہیم ساہو متوجہ وکٹن باندھکر قلعے
 کے باہر نکلا بادشاہ نے اُس کا جرم معاف کیا اور اشیرہ سے خجند روانہ ہوئے
 خجند کے حاکم نے بلاچون دچرا کے قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا اور فردوس مکانی خجند سے
 شاہرخیہ گئے تاکہ اپنے حقیقی ہاموں سلطان محمود بن یونس خاں سے جو اُسی سے لوط کر
 شاہرخیہ میں مقیم تھا ملاقات کریں۔ فردوس مکانی سلطان محمود کی مجلس میں حاضر ہوئے
 محمود نے بھانجے کی سروسرود تعلیم دی اور فردوس مکانی نے بھی لحاظ و آداب کو مدنظر
 رکھا اور سلطان محمود کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے۔ سلطان محمود نے فردوس مکانی کو
 سینے سے لگایا اور خاطر داری اور مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ دو تین روز
 کے بعد فردوس مکانی اند جان واپس آئے۔ بانیسقر میرزا کے بابت معلوم ہو چکا ہے
 کہ سمرقند کا فرمانروا ہو گیا تھا لیکن زمانے نے اُس کا ساتھ نہ دیا اور براگندگی نے
 اُس کے تمام کاموں کو منتشر اور پریشان کر رکھا تھا۔ فردوس مکانی نے اراپتہ پر لشکر کشی
 کی۔ یہ صوبہ پہلے فردوس مکانی کے باپ عمر شیخ میرزا کے قبضے میں تھا لیکن مذکورہ بالا
 طوفان وار و گیر میں اراپتہ پر بانیسقر میرزا قابض ہو گیا تھا۔ شیخ ذوالنون نے جو بانیسقر میرزا کی
 طرف سے آراپتہ کا دار و قلعہ تھا قلعہ بند ہو کر مدافعت شروع کی۔ اس مدافعت نے تھوڑا
 طویل کھینچا اور جاڑے کا زمانہ آگیا غلے کی کمی ہوئی اور فردوس مکانی نے قلعے کی تسخیر سے
 ہاتھ اٹھا کر اند جان کی طرف رخ کیا دوسرے سال فردوس مکانی نے پھر سمرقند پر
 لشکر کشی کی۔ سمرقند کے قلعے کے نیچے فردوس مکانی اور سلطان علی میسنرا برابر
 بانیسقر میرزا بن سلطان محمود میرزا میں ملاقات ہوئی سلطان علی میرزا کو خود ہی کشورستانی کا
 دعوے تھا فردوس مکانی اور سلطان علی میرزا میں باہم یہ طے پایا کہ سال آئندہ دونوں

فرماں روال کر حملہ آور ہوں اور سمرقند کو بانیسقر میرزا کے دائرہ حکومت سے نکال ملیں۔ اس قرار داد کے موافق فردوس مکانی اور سلطان علی میرزا دونوں کشور کشا اپنے اپنے ملک کو واپس آئے۔ سلطان علی میرزا فردوس مکانی کے پیونچنے کے قبل ہی سمرقند آ پہنچا۔ حملہ آور ہوئے سلطان علی میرزا فردوس مکانی کے مقابلے میں صفت آرائی کی۔ اور خیمے نصب کر کے میدان جنگ میں مقیم ہوا۔ اس اثنا میں فردوس مکانی بھی سمرقند کے نزدیک پہنچ گئے۔ سمرقندیوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کھیلے میدان میں مقابلہ نہ کریں اور رات ہی رات میدان جنگ سے کوچ کر کے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے اسی رات التون خواجہ مغل جو فردوس مکانی کے لشکر کا پیش رو تھا سمرقندیوں کے سر پر پہنچ گیا۔ خواجہ مغل نے اکثر اہل سمرقند کو مجروح و مقتول کیا۔ فردوس مکانی نے راتے میں اشیاء کے قلعے پر بھی قبضہ کر لیا اور جلد سے جلد سمرقند پہنچ گئے۔ اسی دن فریقین میں لڑائی شروع ہوئی اور خواجہ مولانا صدر برادر خواجہ کلاں بیگ کی گردن میں ایک تیر لگا اور اس فاضل اور نشئی بے بدل نے اس تیر کے زخم سے وفات پائی۔ سمرقندیوں نے بھی جان توڑ کوششیں کیں اور دونوں حریفوں سے شمشیر بازی کرتے رہے اس جنگ کا کچھ نتیجہ نہ نکلنے پایا تھا کہ فصل خریف اگئی اور سلطان علی میرزا بخارا روانہ ہوا اور فردوس مکانی نے میدان جنگ سے واپس ہو کر خواجہ دیدار کے قلعے میں قیام کیا تاکہ قلعہ مذکورہ میں تلاق کر کے تلاق اُس چھاؤنی کو کہتے ہیں جہاں جاٹے کا نہانہ بسر کیا جاتا ہے) جاٹے کا زمانہ گزرنے کے بعد پھر نواح سمرقند پر لشکر کشی کر کے شہر کا محاصرہ کریں اس فرصت کے زمانے میں بانیسقر میرزا نے حاکم ترکستان شیبانی خاں کے پاس مکرر قاصد بھیج کر اُس سے مدد و طلب کی شیبانی خاں بانیسقر میرزا کی مدد کو روانہ ہوا۔ ترکستانی لشکر خواجہ دیدار کے قریب پہنچا اور فردوس مکانی نے اس فوج سے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا لیکن شیبانی خاں راہ کتر کر دوسری طرف سے سمرقند پہنچ گیا۔ شیبانی خاں بانیسقر میرزا کی بدسلوکی سے رنجیدہ ہو کر ترکستان واپس آئے۔ بانیسقر میرزا شیبانی خاں کی مدد سے ایسا ناامید ہوا کہ دو یا تین سو سواروں کی جمیعت سے خسرو خاں حاکم قندر کے پاس چلا گیا فردوس مکانی کو بانیسقر میرزا کے سفر کا حال

معلوم ہو گیا اور سمرقند پر پھر باری فوج نے حملہ آوری کر دی۔ فردوس مکانی نے آخر بیچ الاول سنہ ۳۳۵ھ میں سمرقند کے تحت حکومت پر جلوس کر کے اپنے پرانے جاں نثار امیروں کو شاہانہ لوازشوں سے سرفراز کیا جن میں سلطان بنیل کو سب سے زیادہ انعام و اکرام عطا کیا چونکہ سمرقند پر بلا لڑے قبضہ ہو گیا تھا سپاہیوں کو کچھ مال غنیمت نصیب نہوا۔ سپاہی اس محرومی سے بے سروسامان ہو گئے اور گردہ کے گردہ فوجیوں کے ادھر ادھر منتشر ہونے لگے۔ سب سے پہلے مغلوں نے جن کا سردار ابراہیم چک تھا فوجی ملازمت سے کنارہ کشی کی۔ جان علی اور سلطان احمد بنیل بھی اُسی چلے گئے اور ان لوگوں نے نوزن جن حاکم اُسی سے موافقت کر کے جہانگیر میرزا کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور فردوس مکانی کو یہ پیغام دیا کہ چونکہ سمرقند فردوس مکانی کے قبضے میں آ گیا ہے لہذا بہتر ہے کہ اُسی کی حکومت جہانگیر میرزا کے سپرد کر دی جائے فردوس مکانی اس پیغام سے بید غضبناک ہوئے اور جواب میں ایسے کلمات زبان سے نکالے جو اُس جماعت کی خواہش کے بالکل خلاف تھے۔ سلطان احمد اور نوزن نے بھی مخالفت پر کمر باندھی اور جہانگیر میرزا کے ساتھ اند جان پر حملہ آور ہو گئے۔ فردوس مکانی نے التون خواجہ کو ان لوگوں کے پاس نصیحت کے لئے بھیجا لیکن مخالفوں نے ایک گردہ کو بھیج کر راستے ہی میں خواجہ نفل کا کام تمام کر دیا۔ علی دوست طغانی اور مولانا قاضی نے اند جان کو مضبوط اور محکم کر کے فردوس مکانی کو واقعات کی اطلاع دی اتفاق سے اُس زمانے میں فردوس مکانی کا مزاج نا سار ہو گیا اور طبیعت کا انحطاط آنا بڑھا کہ بادشاہ کو ضعف کی وجہ سے بات کرنے کی بھی طاقت نہ رہی اور رونی کے پھاسے سے ہونٹوں پر پانی ٹپکایا جانے لگا۔ لیکن بادشاہ کو اس بیماری سے صحت ہو گئی اور مزاج درست ہونے کے بعد حکام اند جان کی عرضیاں طلب امداد میں کثرت سے زیادہ موصول ہوئیں۔ فردوس مکانی نے سمرقند سے ہاتھ اٹھایا اور اند جان پر لشکر کشی کی لیکن قبل اس کے کہ بادشاہ اند جان تک پہنچے علی دوست طغانی وغیرہ امرائے اند جان نے بادشاہ کی مایوس کن علالت کی خبریں سن کر شہر حریفوں کے سپرد کر دیا تھا۔ دشمنوں نے مولانا قاضی کو تلوار کے گھاٹ اتار کر جہانگیر میرزا کا خطبہ شہر میں جاری کیا تھا۔ فردوس مکانی چونکہ حال ہی میں سمرقند سے دست بردار ہو چکے تھے

اب اندجان کے بھی محل جانے سے اور زیادہ پریشان ہوئے اور امیر قاسم توہین کو اپنے ماموں سلطان محمود خاں بن یونس خاں کے پاس تاشکند روانہ کیا اور اسے اپنی مدد کے لئے اندجان بلایا۔ سلطان محمود جلد سے جلد اندجان روانہ ہوا فردوس مکانی نے جگہ اسنگران میں سلطان محمود سے ملاقات کی اور دونوں فرما کر اندجان کی طرف بڑھے اسی اثنا میں جہانگیر میرزا کے ایلچی بھی سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے جہانگیر کے قاصدوں نے سلطان محمود کے ارکان دولت کو کچھ ایسا ہوا کر کیا کہ محمود بھانجون کو ایک دوسرے سے دست و گریبان چھوڑ کر خود تاشکند واپس آیا۔ اس زمانے میں اکثر سپاہی فردوس مکانی سے پھر گئے اور بادشاہ کے گرد تقریباً دو سو سواروں کا فوج رہ گیا۔ فردوس مکانی فوج واپس ہوئے اور اراپہ سے ایک قاصد محمد حسین گورگانی کے پاس دو غلات روانہ کیا اور اُسے پیغام دیا کہ مجھ میں مجھے قیام کرنے کا موقع نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ جاڑے کا موسم قریہ ساغر میں بسر کروں۔ محمد حسین گورگانی نے فردوس مکانی کی اس خواہش کو قبول کیا اور باری فوج نے ساغر میں اپنے ڈیرے ڈالے۔ چند روز کے بعد لشکر میں اضافہ ہو گیا اور شاہی امیروں نے ایلات (وہ چھائی جہاں گرمی کا زمانہ بسر کیا جاتا ہے) کا رخ کیا اور کچھ قلعے جنگ سے اور کچھ اپنے حسن تدبیر سے اپنے قبضے میں کیے لیکن ان حملوں کے فتح ہونے سے کچھ کار براری نہ ہوئی اور فردوس مکانی کا مطلع امید اسی طرح تیرہ ہزار رہا۔ بادشاہ حالت امید و بیم میں مبتلا ہی تھا کہ علی دوست طغانی کا قاصد شہر دست لے کر قریہ ساغر پہنچا۔ علی دوست کے عزیزینے کا مضمون یہ تھا کہ میں اپنے گزشتہ گناہوں پر عید نامہ اور دست بستہ معافی کا خواستگار ہوں فرشتان کا قلعہ اس وقت میرے قبضے میں ہے اگر بادشاہ ادھر کا قصد فرمائیں تو میں قلعے کو شاہی محافظت میں سپرد کر کے تنہا ہاں تیاروں کی طرح حق خدمت ادا کروں۔ فردوس مکانی اس خط کو آئندہ فتوحات کا مقدمہ سمجھ کر فرشتان روانہ ہو گئے۔ فردوس مکانی فرشتان پہنچے اور دیکھا کہ علی دوست طغانی دروازہ قلعہ بادشاہ کا منتظر کھڑا ہے علی دوست نے بادشاہ کی ملازمت کی اور قلعہ بادشاہ کے سپرد کیا اور دوسرے شیشکشی بھی شاہی ملاحظہ میں گزرائے۔ فردوس مکانی نے امیر قاسم توہین کو کوہستان اندجان کی طرف

اور ابراہیم سار وادیس لاغری کو نوح انسی میں روانہ کیا۔ ان امیروں کی روانگی کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو واقعات سے مطلع کر کے ان کو بادشاہ کا مطیع بنائیں۔ فردوس مکانی کو اس تدبیر میں کامیابی ہوئی اور اطراف اند جان کی رعایا مطیع ہوئی ابراہیم سار وادیس لاغری کے قلعہ باب اور دو ایک قلعے اور بی فتح کر لیے۔ اس درمیان میں سلطان محمود خاں کا لشکر بھی فردوس مکانی کی مدد کو روانہ ہوا۔ زوزن حسن اور سلطان احتشیل کو فرغستان کی فتح اور کئی لشکر کی روانگی کی اطلاع ہوئی اور یہ دونوں بابر کی مخالفت جہانگیر میرزا کے پاس فرغستان روانہ ہو گئے۔ زوزن حسن اور احمد نے قلعہ فرغستان کو فتح کر کے ایک گروہ کو انسی روانہ کیا۔ اس گروہ سے سلطان محمود کا لشکر دو چار ہوا اور جہانگیر میرزا کے سپاہی بہت سے اس لڑائی میں کام آئے اور پانچ یا چھ آدمیوں سے زیادہ زندہ نہ بچے۔ زوزن حسن اس خبر سے بید پریشان ہوا اور چونکہ اُس کے خود سپاہی بھی ایک ایک کر کے فردوس مکانی کے لشکر میں داخل ہونے لگے تھے زوزن حسن جہانگیر میرزا کو ساتھ لے کر اند جان روانہ ہوا۔ زوزن حسن کا ایک عزیز ناصر بیگ نامی اند جان کا حاکم تھا۔ ناصر نے عاقبت اپنی سے کام لیا اور دیدہ بصیرت سے بابر کی اقبال کی جھلک دیکھ کر اند جان کو خوب مضبوط اور مستحکم کیا اور فردوس مکانی کی خدمت میں ایک قاصد بھیج کر بابر کو اند جان آنے کی دعوت دی۔ حریف اقبال بابر کی کا برابری سے حیران اور سرسیمہ ہو کر ادھر ادھر پھرتے ہوئے زوزن حسن انسی کی طرف بھاگا اور جہانگیر میرزا اور سلطان احتشیل نے اوش کی راہ لی۔ فردوس مکانی اند جان میں داخل ہوئے اور ناصر بیگ اور دوسرے بھی خواہوں کو شامانہ نوازش سے سرفراز کیا۔ اس واقعے سے دارالملک فرغانہ جو عرصے سے دشمنوں کے قبضے میں تھا ماہ ذی قعدہ سن ۹۹۶ھ میں پھر فردوس مکانی کے تحت حکومت میں آگیا چونکہ روز فردوس مکانی فرغانہ سے انسی روانہ ہوئے اور زوزن حسن امان حاصل کرنے کے بعد قلعے سے باہر آیا اور حصار روانہ ہو گیا۔ فردوس مکانی قاسم عجب کو انسی کا داروغہ مقرر کر کے اند جان واپس آئے۔ زوزن حسن کے اکثر ملازم اس سے منہرت ہو کر فردوس مکانی کے ساتھ ہو گئے۔ ارکان دولت نے فردوس مکانی سے عرض کیا کہ اکثر ہی خواہوں کا مال اسی گروہ

نارت کیا ہے اور مولانا قاضی جیسے جاں نثار نے انھیں لوگوں کے ہاتھوں سے موت کا پیالہ پیا ہے اگر ان لوگوں کو جان و مال کی امان دیدی گئی ہے تو کم از کم اپنے گھنواروں کی نارت کردہ دولت تو ضرور ان لوگوں سے ہمیں واپس دلادیکئے فردوس مکانی نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ جو شخص اپنا مال زورنی ملازموں کے پاس دیکھے نور اُس کو ضبط کرے مثل اس حکم سے برآشتہ ہوئے اور اُن کا پورا گردہ فردوس مکانی کی رفاقت سے ترک کر کے اور کینڈا چلا گیا۔ ان رگشتہ مغلوں نے سلطان احمد تنہیل سے اپنی نارنگی کا اظہار کیا۔ سلطان احمد تنہیل اور جہانگیر میرزا باری خاںوں کے پاس پہونچے اور اندجان بر حملہ آور ہو گئے۔ فردوس مکانی نے قاسم قوین کو ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ فریقین میں خونریز معرکہ آرائی ہوئی لیکن امیر قاسم کو شکست ہوئی اور بتغیر سے باری امیر قتل ہوئے اور بعضے حریفوں کے قیدی بنے دشمن فوج کو پسپا کر کے اندجان کے حدود میں داخل ہوئے اور ایک جہینہ کامل قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے میدان میں پڑے رہے لیکن جب کاربراری نہ ہوئی تو مجبوراً اوش واپس گئے۔ ششہ میں فردوس مکانی نے ایک فوج تیار کی اور اوش پر حملہ آور ہوئے۔ دشمن سامنے نہ ٹھہر سکے اور دوسرے رات سے اندجان چلے گئے اور شہر کے تمام مواضع کو ان لوگوں نے تباہ اور ویران کیا۔ جب لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا تو فردوس مکانی نے ایک مضبوط قلعے پر دھاوا کیا۔ یہ قلعہ بادور کے نام سے موسوم اور سلطان احمد تنہیل کے بھائی سلطان خلیل کے زیر حکومت تھا۔ سلطان خلیل نے مدافعت میں جاں توڑ کوشش کی لیکن تقدیر نے اس کا ساتھ نہ دیا اور چند خونریز معرکوں کے بعد عاجز ہو کر اُس نے امان طلب کی اور قلعہ فردوس مکانی کے سپرد کر دیا۔ فردوس مکانی نے اپنے ہی خواہ قیدیوں کے معاوضے میں سلطان خلیل اور اُس کے اسی عدد عاشیہ نشینوں کو نظر بند کر کے اندجان روانہ کر دیا۔ اس درمیان میں سلطان احمد نواح اندجان میں پہونچا اور اُس نے چاہا کہ زینے لگا کر قلعے کے اندر داخل ہو لیکن اہل قلعہ اس کے ارادے سے باخبر ہو گئے اور سلطان احمد تنہیل کو اپنی کوشش میں کامیابی نہ ہوئی اس درمیان میں فردوس مکانی بھی اندجان سے ایک کوس کے فاصلے پر پہونچ گئے سلطان احمد تنہیل فردوس مکانی کے آتے ہی اندجان سے

بھاگا اور دریا کے کنارے ایک مقام پر خیمہ زن ہوا۔ فردوس مکانی نے بھی سلطان احمد شہل کے مقابلے میں ڈیرے ڈالے اور کچھ دنوں میدان میں بڑے بہے چالیس روز کے بعد قرظیہ خوجان کے نواح میں جو اندجان سے تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے دونوں حریفوں میں سخت معرکہ آرائی ہوئی اور میدان میں خون کی ندیاں بہنیں فردوس مکانی کو فتح حاصل ہوئی اور سلطان احمد شہل اور جہانگیر میرزا میدان جنگ سے بھاگے۔ فردوس مکانی منظر و منظر اندجان میں داخل ہوئے۔ اسی دوران میں فردوس مکانی کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود کے پانچ یا چھ ہزار سوار جہانگیر میرزا کی مدد کے لیے آگئے ہیں اور حریفوں نے کاسان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔ بادشاہ نے عین موسم سرما میں جبکہ ہارے کی وجہ سے بدن میں خون اور زمین پر پانی تک جم گیا تھا کاسان کا رخ کیا۔ امدادی لشکر فردوس مکانی کے آنے کی خبر سننے ہی واپس گیا سلطان احمد شہل مغلوں کی ملاقات کے لیے آ رہا تھا اور اُسے معلوم نہ تھا کہ اس کے حلیف بابر ترمذی تلوار سے خوف زدہ ہو کر بغیر لڑے معرکہ جنگ سے منہ موڑ چکے ہیں۔ سلطان احمد بلا علم و ارادہ فردوس مکانی کے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ اور اُسے معلوم ہوا کہ دوستوں کے بدلے دشمن سے آملاتے اور اب بلا لڑتے چٹکارا ناخنچ سلطان احمد شہل نے اپنا سفر وہیں ختم کیا اور ارادہ کیا کہ دوسرے دن لڑائی چھیڑ دے لیکن ایسا بے حواس ہوا کہ بغیر لڑے اسی رات میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ فردوس مکانی نے سلطان احمد شہل کا تعاقب کیا۔ سلطان احمد شہل نے قلعہ بنگار کے نیچے قیام کیا اور بادشاہ نے بھی اس کے مقابلے میں اپنے خیمے نصب کئے مین چار روز کے بعد علی دوست طغانی اور قنبر علی نے جو افسران فوج میں سب سے زیادہ معزز اور زبان و دل سے فردوس مکانی کے موافق نہ تھے صلح کی گفتگو شروع کی۔ ان امیروں کی تنگ و دود سے شرائط صلح طے ہوئے اور یہ قرار پایا کہ دریائے خجند سے انہی تک جہانگیر میرزا حکومت کرے اور اندجان اور اردکن کے مضافات پر فردوس مکانی کا قبضہ رہے اور جس وقت سمرقند پر بادشاہ کا قبضہ ہو جائے تو اندجان بھی جہانگیر میرزا کے زیر حکومت دے دیا جائے یہ عہد و پیمان کر کے سلطان احمد شہل اور جہانگیر میرزا فردوس مکانی سے ملنے کے لیے آئے اور

طرفین کے قیدیوں نے رہائی پائی۔ اس واقعے کے بعد فردوس مکانی اند جان تشریف لائے اور علی دوست طغانی نے جو خیل چشم کی زیادتی اور دوست کی کثرت کی وجہ سے تمام ہم چشموں میں ممتاز و پہلے ہی سے تھوڑا سرکش تھا حد سے زیادہ بدسلوکیاں کرانی شروع کیں۔ طغانی نے بلا اطلاع بادشاہ کے ایلطیفہ کو خارج البلد کر دیا اور برابر ہم سارو اور ادیس لاغری سے سخت باز پرس کی اور اس کے بیٹے محمد دوست نے شانہ نہ روش اختیار کی۔ فردوس مکانی نے دشمن کے قریب وجہ پر نظر کر کے اس کی تنبیہ مناسب نہ فرمائی۔ اس اثناء میں سلطان علی میرزا حاکم سمرقند کا ایک معتبر امیر محمد مرید ترخاں اپنے بادشاہ سے خوف زدہ ہو کر جان میرزا ولد سلطان محمود میرزا سے جا ملا محمد مرید ترخاں نے جان میرزا کو ابھارا کر اسے سمرقند کے میدان جنگ میں لاکھڑا کیا لیکن جان میرزا کو شکست ہوئی اور محمد مرید ترخاں میدان سے بھاگا۔ اس شکست کے بعد مرید ترخاں نے فردوس مکانی کو تنہا سمرقند کی دعوت دی۔ فردوس مکانی اس موقع کو شمیم سمجھے اور شہر پر حملہ آور ہوئے۔ شاہی ملازمین محمد مرید ترخاں شاہی لشکر سے آگاہ اور فردوس مکانی نے امیروں کے مشورے سے ایک شخص کو خواجہ قطب الدین کی قدس سرہ کے پاس بھیجا۔ حضرت خواجہ نے جن کے ہاتھ میں حکومت سمرقند کی باگ تھی جواب دیا کہ جب باری فوج تلے کے نواح میں پہنچ جائے گی تو بادشاہ کی مرضی کے موافق کام انجام پائے گا لیکن فردوس مکانی کے ایک امیر سسی سلطان محمود دلدی نے بلا وجہ باری لشکر کی وفات ترک کر دی اور سمرقند پہنچ کر اس نے اہل شہر کو خواجہ کی جہی کے ارادے سے آگاہ کر دیا اور اس وقت اس تدبیر سے کچھ کار براری نہ ہو سکی۔ اس زمانے میں فردوس مکانی کے پڑا نے غلام جو علی دوست طغانی کی شامت اعمال سے جدا ہو کر دھروا دھروا ترش ہو گئے تھے پھر فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ ملازمت میں داخل ہونے لگے۔ ان قدیم نگہواروں نے علی دوست کی بابت ایسی پریشان خبریں فردوس مکانی کو سنائیں کہ بادشاہ کا خراج یک لخت اس سے منحرف ہو گیا۔ فردوس مکانی نے علی دوست کو اپنی حضوری سے محروم کیا علی دوست نے اپنے بیٹے محمد دوست کے سلطان احمد نیل کی بارگاہ کا مقرب و باری بنا لیکن قضاے الہی سے چند ہی دنوں

میں فوت ہو گیا۔ جب شیبانی خاں نے بنجارا کو فتح کر کے سمرقند کی طرف نگاہ دوڑائی تو سلطان علی میرزا نے اپنی ماں کی تحریک سے سمرقند بلائے شیبانی خاں کے حوالے کر دیا فردوس مکانی نے راستے میں یہ خبر سنی اور بلائے کش روانہ ہو گئے اور کش سے خضار پہنچے۔ محمد مرید ترخان اور دوسرے امیر سمرقند کی تسخیر سے ناامید ہوئے اور چغانیاں میں فردوس مکانی سے علیحدہ ہو کر خسرو شاہ کے پاس چلے گئے۔ فردوس مکانی کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور خدا پر بھروسہ کر کے خسرو شاہ کے ملک سے ہوتے ہوئے سمرقند کی طرف چلے۔ اس سفر میں فردوس مکانی بڑی دقتوں سے تنگ اور تجربیلے راستوں کو طے کر کے ولاق (وہ چھاؤنی جہاں گرمی کا زمانہ بسر کیا جاتا ہے) پہنچے۔ راہ میں بہت سے گھوڑے اور اونٹ ضائع ہوئے چونکہ پرانے ملازم فردوس مکانی سے جدا ہو چکے تھے دوسو چالیس سواروں سے زیادہ کی جمیعت پاس نہ رہی۔ فردوس مکانی نے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ اس مشورے میں یہ طے پایا کہ چونکہ شیبانی خاں نے حال ہی میں سمرقند پر قبضہ کیا ہے اس لئے ابھی اہل سمرقند اور بکوں کے اچھی طرح موافق ہوئے ہوں گے بہتر یہ ہے کہ فردوس مکانی خفیہ طور پر سمرقند میں داخل ہوں اور چونکہ سمرقند ہمارا سورونی ملک ہے اس لئے امید ہے کہ اگر اہل سمرقند ہماری مدد نہ کریں گے تو ہمارے مخالفین اور دشمن بھی نہایت ہوں گے اس کے بعد اگر خدا اس میں فتح دے تو اس کی مرضی کے موافق سارے واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔ فردوس مکانی اسی ارادے پر متعلق ہوئے اور رات ہی رات دھاوا کر کے پورٹ خاں میں پہنچ گئے لیکن یہ معلوم کر کے کہ اہل شہر باری درود سے باخبر ہو گئے ہیں فردوس مکانی نے شہر سے تھوڑی دور ہٹ کر قیام کیا۔ اسی رات فردوس مکانی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ناصر الدین عبد اللہ قدس سرہ فرنگہ یاری میں تشریف لائے فردوس مکانی نے حضرت خواجہ کا استقبال کیا اور ان کو حد مجلس میں بٹھایا۔ اسی درمیان میں حضرت خواجہ کے سامنے ایک دسترخوان (جو مناسب حال نہ تھا) بچھایا گیا۔ حضرت خواجہ اس حرکت سے خوش نہ ہوئے اور ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ خواجہ نے فردوس مکانی کی طرف دیکھا اور بادشاہ نے اشارے سے حضرت خواجہ سے معذرت کی اور ان بزرگ کو تعین دلایا کہ

اس گستاخی کا مجرم خوان سالار ہے۔ خواجہ نے فردوس مکانی کے غدر کو قبول کیا اور بارگاہ سے اٹھ کر باہر تشریف لے چلے بادشاہ بھی حضرت خواجہ کے ساتھ چلا۔ جب حضرت ناصر الدین دالان خانے میں پہنچے تو یکبارگی انھوں نے بادشاہ کو گود میں لے لیا اور فردوس مکانی کو اس زور سے اٹھایا کہ بادشاہ لے پاؤں زمین سے کچھ بلند ہو گئے۔ یہ خواب دیکھ کر بادشاہ جاگا اور اُسے یقین ہو گیا کہ مطلب دل حاصل ہو گیا۔ فردوس مکانی نے سمرقند پر پھر حملہ کیا اور آدھی رات گئے پل مناک پر پہنچ گئے اسی سپاہیوں کو اگے روانہ کیا اس مشین ردِ جماعت نے غار عاشقان کی طرف سے زینے فصیل تک لگائے اور شہر کے اندر داخل ہو گئے یہ لوگ دروازہ فیروز تک پہنچے اور قاصد ترخان محافظ دروازہ اور چند دوسرے نوکرین کو قتل کر کے انھوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی فردوس مکانی دو سو چالیس سواروں کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے گلی اور کوچے میں شور و ہنگامہ مچ گیا اور جو راہ گیر کہ اُس وقت جاگتے تھے انھوں نے غلوں کے ساتھ فردوس مکانی کا خیر مقدم کیا تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر میں مشہور ہو گیا کہ سمرقند کا حقیقی دارث شہر میں داخل ہو گیا اور لوگوں نے اوزبکوں کو جہاں پایا وہیں تہ تیغ کرنا شروع کر دیا جان و فانیہ را حاکم شہر اوزبکوں کی ایک خونخوار جماعت کے ساتھ خواجہ قطب الدین یحییٰ کے مکان سے باہر نکلا اور شیبانی خاں سے جو سات یا آٹھ نہراں اوزبکی سواروں کے ساتھ قلعہ دیدار کے نواح میں مقیم تھا جا ملا۔ جان و فانیہ سارا قلعہ شیبانی خاں کو سنایا۔ شیبانی خاں نے اسی وقت دھاوا کر دیا اور ایک سو چالیس سواروں کے ساتھ عین صبح تڑا کے ہمنیں دروازے پر پہنچ گیا لیکن یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ تیر کمان سے محل چکا اور اب کوشش بے کار ہے۔ شیبانی خاں مایوس اسی وقت واپس گیا۔ سمرقند کے اعیان دولت اور ارکان سلطنت فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سمجھوں نے فتح کی مبارک باد دی۔ مولانا ثنائی شاعر جو اس وقت شیبانی خاں کے ملازم تھے اور خواجہ ابوالبرکات سمرقندی جو آخر میں دکن آکر شاہ طاہر کے درباریوں میں داخل ہوئے تھے اور اپنی علمی فصیلت اور آداب مجلس جاننے کی وجہ سے مشہور آفاق تھے

فردوس مکانی کی مجلس ہمایوں میں باریاب ہوئے۔
 واقعات باری میں جو ترکی زبان میں خود فردوس مکانی کی تصنیف ہے لکھا ہے
 کہ جس طرح میں سمرقند پر قابض ہوا بعینہ اسی طرح حسین میرزا نے حریفہ کو غافل پاکر ہرات پر
 تصرف کر لیا تھا لیکن ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ میری اور حسین میرزا کی فتح میں
 بڑا فرق ہے (میری کامیابی کے امتیازی وجوہات حسب ذیل ہیں)
 اول یہ کہ سلطان حسین میرزا بڑا تجربہ کار اور جنگ آزمائہ فرمانروا تھا۔
 دوسرے یہ کہ اس کا حریف یا وگرنہ میرزا سترہ یا اٹھارہ سال کا نو عمر فرمانروا تھا
 اور دنیا کے نشیب و فراز سے زیادہ واقف نہ تھا۔

تیسرے یہ کہ حسین میرزا کو تو دایر علی میرا خور نے جو عظیم کے پاس موجود اور اس کے
 تمام حالات سے واقف تھا ہرات پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی تھی۔
 چوتھے یہ کہ قبضے کے وقت ہرات بالکل خالی تھا اور بادشاہ محمد باغ زاغان
 میں بادہ لوشی میں مشغول تھا۔ باغ کے دروازے پر صرف تین شخص محافظ موجود تھے اور
 وہ بھی مالک کی طرح نشے میں سرشار اور مدہوش تھے۔
 پانچویں یہ کہ حسین میرزا نے اپنے پہلے ہی دھاوے میں حریفہ کو غافل پاکر شہر پر
 قبضہ کر لیا۔

(حسین میرزا کے ان واقعات سے میرے حالات کا مقابلہ کیا جائے تو بین کھان کا
 فرق نظر آتا ہے) میں اس فتح کے وقت انیس سالہ نوجوان اور میدان جنگ میں
 نو آموز حریفہ تھا اور میرا فرق مقابل شیبانی خاں جیسا تجربہ کار اور نبرد آزمائہ فرمانروا تھا
 مجھ کو نہ سمرقند کے حالات سے اطلاع تھی اور نہ مجھے کسی نے تسخیر کی دعوت دی تھی اگرچہ
 اہل سمرقند میری جانب مائل تھے لیکن شیبانی خاں کے دُرسے کسی کی مجال نہ تھی کہ
 مجھے کسی قسم کی تحریک کر سکے شہر میں داخلے کے وقت جان و فاسا خونخوار امیر سردجو
 رتم داسفند یا کو بی اپنا غاشیہ بردار سمجھتا تھا چھ سو خونخوار اوزبکوں کے ساتھ قلعے کے اندر
 موجود تھا میں نے عین حالت محافظت میں قلعے پر دھاوا کیا اور شہر پر قبضہ کر کے
 ایسے جگہ جاکم کو قلعے کے باہر نکالا پہلی مرتبہ جب میں نے دھاوا کیا تو سمرقند ہی
 میرے ارادے سے واقف ہو گئے اور اُن کی باخبری کی حالت میں مجھے دوسرے

دھارے میں خدا نے فتح عنایت کی اس عبارت سے مجھے کسی کی حقیر متلو نہیں ہے بلکہ ایک بیان واقعی ہے جو زبان قلم سے نکل گیا۔ سوخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ فردوس مکانی جو فتح سمرقند میں حاصل ہوئی وہ امیر تیمور صاحبقران گورگانی کی ایک تسخیر سے بالمشابہہ مذکورہ بالا تیموری تسخیر سے مراد بلدہ قرشی کی ہم ہے جسے صاحبقران گورگانی نے دوستوینا الیس سواروں کی جمیعت سے ایک رات میں سر کر لیا تھا لیکن فردوس مکانی نے پاس ادب سے صاحبقران کی ہم کا ذکر قلم انداز کر دیا ہے اس لئے کہ یہ ثابت ہے کہ جب صاحبقران گورگانی نے قرشی کو فتح کیا اس وقت شہر میں کوئی فرمانروا موجود نہ تھا اور امیران سلطنت میں میر حسین اور میر موسیٰ جیسے معزز ارکان دولت شہر کے باہر مقیم تھے شہر کے اندر میر موسیٰ کا خود سال بیٹا محمد بیگ قیام پذیر تھا دوسرے یہ کہ سمرقند بڑا منضبوط اور مستحکم شہر ہے اور ہمیشہ کسی نہ کسی خود مختار فرمانروا کا بائے خلافت رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج تک سمرقند کو بلدہ محفوظ کہتے ہیں بخلاف قرشی کے جو ایک حقیر موضع اور بالکل ذرا امیروں کا صدر مقام ہے۔

الغرض جب فردوس مکانی سمرقند پر قابض ہو گئے تو شیبانی خاں بخارا چلا گیا۔ محمد مرید ترخان نے موقع پا کر قلعہ قرشی اور خضار کو اور زنجوں سے لے لیا اور بلخس میرزا نے مردا و کرکس سے دھاوا کر کے قراکول پر قبضہ کر لیا۔ فردوس مکانی نے سلطان حسین میرزا اور دوسرے اطراف دلول کے فرمانرواؤں کے پاس لٹھی بھیجی اور ان سے مدد و طلب کی تاکہ شیبانی خاں کو ماوراء النہر کے باہر نکال دیا جائے سلطان حسین میرزا بدلیع الزماں میرزا اور خسرو خاں وغیرہ نے جو نول سمرقند کے بہترین فرمانروائے فردوس مکانی کے پیغام پر کچھ لحاظ نہ کیا اور دوسروں نے جو لشکر بھجوا وہ اپنی کمی کے لحاظ سے اس قابل نہ تھا کہ شیبانی خاں جیسے حکمران کے مقابلے میں صفت آرا ہو سکے شیبانی خاں نے جاڑے کے زمانے میں فوج کی ایک جمیعت فراہم کی اور قراکول اور دوسرے موضعوں پر قبضہ کر لیا فردوس مکانی نے شوال ۹۷۷ھ اپنا لشکر جمع کیا اور امدادی فوج کو بھی اپنے ہمراہ لیکر شیبانی خاں سے لڑنے کے لئے سمرقند سے باہر نکلے۔ کاروزن کے نواح میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا مگر میرزا نے جان توڑ کوششیں کیں چونکہ امدادی لشکر جو محمود خاں بن یونس خاں اور جہانگیر میرزا

کے بھیجے ہوئے آئے تھے پریشان ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور فردوس مکانی کے ہمراہ صرف دس یا پندرہ آدمی معرکہ جنگ میں رہ گئے اس مجبوری کی وجہ سے فردوس مکانی نے بھی لڑائی سے ہاتھ اٹھایا اور سرفند واپس آئے فردوس مکانی کے بہت سے معزز ہمراہی کام آئے اور ابراہیم ترخان ابراہیم سارو۔ ابو القاسم کوہ۔ حیدر قاسم۔ میر قاسم قوچیں۔ فدائی رومی اور سلطان احمد نیل کا بھائی سلطان خلیل جیسے نامی امریشیائی خاں کی تلوار کا تھمہ چل بنے شیبانی خاں نے قلعہ سرفند کے نیچے ڈیرے ڈالے اور لڑائی کی ابتدا کی۔ فردوس مکانی نے افغ بیگ میرزا کے مدرسے میں قیام کیا تاکہ جس طرف مدد کی ضرورت ہو اسی سمت کی خبر لجائے۔ اکثر اوقات اہل قلعہ اور شیبانی گروہ میں لڑائی ہوا کرتی تھی۔ توج بیگ۔ توامان کلکاش اور کل نظر طغانی وغیرہ بابر سواروں نے اس لڑائی میں بڑی جانبازی سے کام کیا لیکن محاصرے کے کونین چار ہفتے گزر گئے اور شیبانی خاں نے اہل قلعہ کو ستانے میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا۔ محاصرے کے اس قدر طول کھینچنے سے سرفند میں قحط کی بلاتوہار ہوئی۔ اہل شہر بھوک کی آگ سے جلنے لگے اور غلے کا میسر نامحال ہو گیا زمین میں دانے کا نام حنقا اور روغن اکیر کی طرح نایاب ہو گیا۔ گھوڑوں کے یٹے چارہ اور تازی پتیاں بھی میسر نہ آتی تھیں اور بابر ہی سوکھی لکڑیوں پر زندہ کرتے تھے اور اس طرح جو تراشہ لکڑیوں کا بنم ہو جاتا تھا اس کو یانی میں جھگو کر زم کرتے تھے اور بجائے گھاس اور چارے کے یہی تراشہ گھوڑوں کو کھلاتے تھے۔ دوران محاصرہ میں فردوس مکانی نے بار بار خراسان قندز۔ بقلان اور مغلستان کے حاکموں کے پاس نامے بھیج کر ان سے مدد طلب کی لیکن ان بندگان خدا نے ایک نہ سنی اب فردوس مکانی بھی بالکل لاچار ہو گئے۔ شہر کے شروع میں ایک روز رات بید تیر و تار تھی فردوس مکانی آدھی رات گئے جبکہ چاروں طرف ہوکا عالم تھا خواجہ ابوالکلام اور دوسرے معزز مقربوں کے ساتھ جن کی تعداد سو سے زیادہ نہ تھی سمرقند سے نکلے اور اند جان بیچ میں چھوڑتے ہوئے تاشکند روانہ ہوئے۔ اس وقت جہانگیر میرزا بھی سلطان احمد نیل سے جدا ہو کر بھائی سے آ ملا۔ فردوس مکانی تاشکند پہونچے سلطان محمود خاں بن یونس خاں نے اپنے بھانجے کی بڑی تعظیم کی اور پوری جہان نوازی

خاطر داری کی۔ رخصت ہوتے وقت سلطان محمود نے اراپتہ فردوس مکانی کے سپرد کیا تاکہ جاڑے کا موسم وہیں بسر کریں شروع موسم بہار میں شیبائی خاں نواح اراپتہ میں آیا اور اطراف و جوانب کو لوٹ کر واپس گیا۔ اس زمانے میں فردوس مکانی عسرت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے تھے اراپتہ میں زیادہ قیام نہ کر سکے اور سلطان محمود بن یونس خاں کے پاس تاشکندہ واپس چلے گئے۔ اور ایک مدت تک تاشکندہ میں مقیم رہے آخر کار سلطان محمود خاں اور اس کا بھائی احمد خاں المشہور بہ بالیجہ خاں فردوس مکانی کی مدد کے لیے روانہ ہوئے تاکہ غلام کو سلطان احمد نسیل کے قبضے سے نکال کر اُسے پھر فردوس مکانی کیے حوالے کریں۔ سلطان احمد نسیل غائبانہ جہانگیر میرزا کو فرغانہ کا بادشاہ جانتا تھا۔ احمد نسیل نے ہشتی اور نرمی سے فرغانہ سلطان محمود کے سپرد کرنے سے انکار کیا اور میدان جنگ میں صف آرا ہو کر مقابل ہوا۔ مغل سرداروں نے فردوس مکانی کا ساتھ دیا اور سلطان احمد نسیل کو آتش کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ فردوس مکانی نے آتش پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور کندہ اور فرغتستان کے باشندوں نے اپنے حاکم کو شہر بدر کیا اور فردوس مکانی کے مطیع ہو گئے اوس اور فرغانہ پر قابض ہو کر فردوس مکانی نے اندجان کا بیج کیا۔ سلطان احمد نسیل نے یہ خبر سنی اور مغل سرداروں کا دیسا ہی خونخوار لشکر ہمراہ لے کر اندجان کی طرف بڑھا۔ راستے ہی میں دونوں سرداروں میں ٹد بھیر ہوئی فردوس مکانی کے سپاہی تاخت و تاراج میں مشغول تھے۔ سلطان احمد نے موقع پا کر لڑائی چھیڑ دی اور فردوس مکانی شکست کھا کر زخم خوردہ آتش روانہ ہوئے۔ سلطان احمد اطمینان کیساتھ اندجان میں داخل ہوا اور قلعے کے برج و بارہ کے مستحکم اور مضبوط کرنے میں مشغول ہوا سلطان احمد حفاظت قلعہ میں سرگرم ہی تھا کہ فردوس مکانی کے مغل سردار جو احمد نسیل کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے نواح اندجان میں پہونچ کر وہیں مقیم ہوئے فردوس مکانی نے سرداروں کا حال سُن کر اپنے کو بھی جلد سے جلد ان تک پہونچا یا۔ چند دنوں کے بعد اُسی کے باشندوں نے فردوس مکانی کو اپنے شہر میں بلا کر اُسی کی حکومت بادشاہ کو سپرد کر دی اور مغل سرداروں نے نواح اندجان سے کوچ کر کے ایک مناسب اور محفوظ جگہ پر قیام اختیار کیا۔ اسی دوران میں شیبائی خاں نے ایک لشکر نواح ہماو لیکر

انہی کا رخ کیا۔ فردوس مکانی اپنے بھائی کے ہمراہ قلعے سے باہر نکل کر سرداروں سے
 آئے اور بادشاہ اور امیر اور لشکر ساتھ ملکر شیبائی خاں کے استیصال کے لئے
 آگے بڑھے۔ فردوس مکانی اور شیبائی خاں میں خونریز لڑائی ہوئی۔ اس معرکہ میں
 فردوس مکانی کو شکست ہوئی اور سلطان محمود خاں بن یونس خاں اور اس کا
 بھائی احمد خاں دونوں دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ فردوس مکانی منولستان
 روانہ ہو گئے اور تاشکند بھی شیبائی خاں کے قبضے میں آگیا اور اس کی عظمت
 اور استقلال انتہائی مرتبہ کو پہنچ گئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد شیبائی خاں کو
 سابقہ حقوق یاد آئے اور اُس نے سلطان محمود اور اس کے بھائی کو قید سے
 آزاد کر دیا۔ سلطان محمود اپنے وطن واپس گیا اور گھبر ہو کر مختلف اور بڑا بیمار
 شکار ہوا۔ ایک دن محمود کے بغض درباریوں نے اُس سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ
 شیبائی خاں نے تمہیں زہر دیا ہے اگر حکم ہو تو زہر کا مجرب تریاق جو کبھی خطا نہیں کرتا
 اور بالفعل موجود بھی ہے کھانے کے لئے حاضر کیا جائے۔ اس فرمانروا نے یہ سن کر
 ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا سچ ہے کہ شیبائی خاں نے مجھے زہر کا پیالہ
 پلایا ہے لیکن وہ زہر معمولی سم نہیں ہے جس کا علاج موجودہ تریاق سے ہو سکے
 میری جان لینے والا زہر یہ ہے کہ شیبائی خاں دیکھتے ہی دیکھتے اس عظیم الشان مرتبہ
 پہنچ گیا کہ ہم دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے ہم پر یہ بار احسان رکھا کہ بلا کسی سیاست
 کے ہم کو قید سے آزادی بخشی اسی ننگ و عار کا سم قاتل میرے رنگ و ریشہ میں
 سرایت کر گیا ہے اور اسی نے مجھے مختلف امراض کا شکار بنا رکھا ہے اگر اس
 زہر کا کوئی تریاق تم لا سکتے ہو تو لاؤ میں اُسے خوشی سے کھانے کو تیار ہوں
 فردوس مکانی منولستان سے خضار اور شامان آئے اور یہاں سے حقیۃ الرجال
 یعنی شہر ترند کو روانہ ہوئے۔ امیر محمد باقر حاکم ترند جسے اوزبکوں کے خون سے لاقوں کو
 چین سے سونا نصیب نہ ہوا تھا فردوس مکانی کا پہنچنا باعث برکت سمجھا اور خلوص
 کے ساتھ حاضر ہو کر اُس نے بادشاہ کی خدمت میں ہدیہ اور تحفے پیش کیے۔
 فردوس مکانی نے محمد باقر سے اپنے آئندہ عزم فتوحات کی بابت مشورہ کیا اور
 کہا کہ اب تک قسمت نے مجھے چوگان روزگار کے ہاتھ میں گئے میدان بنا رکھا ہے

اور دشمنوں کے سوار و پیادے واسطے فرزین کی کشتوں سے شاہ شطرنج کی طرح خانہ بجاہ گشت کرتا اور ہوا کی طرح کوچہ کوچہ پھرتا ہوا اپنی عزت بجا رہا ہوں لیکن اس محکمہ و دو کاتیجہ سوا حیرانی اور پریشانی کے اور کچھ نہیں بھٹکتا جاں نیک سوچتا ہوں سوا گردش تقدیر کے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ میں تم سے غلطانہ رائے طلب کرتا ہوں جو کچھ تمہاری سمجھ میں آئے مجھ سے دوستانہ بیان کرو تاکہ اُس پر عمل کروں شاید کہ تمہاری ہی رائے سے میرے دن بچیں اور کچھ دنوں مجھے آرام و آسائش نصیب ہو۔ امیر باقر نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ چونکہ شیبانی خاں نے مالک ماوراء النہر پر قبضہ کر کے فتنہ و فساد کی آگ روشن کر دی ہے اور اسی آتش سوزاں کی جنگاریاں بادشاہ کے خرمن اطمینان پر شعلہ فشانیاں کر رہی ہیں اس لیے مناسب ہے کہ اب ہم کسی دوسرے ملک میں زمانے سے لڑیں اور کابل کو فتح کر کے اوزبکوں کی گرفت سے دور جا کر اپنی تقدیر آسانی کریں۔ فردوس مکانی کو یہ رائے عید بند آئی اور شہرہ میں کابل روانہ ہوئے۔

اٹھانے سفر میں فردوس مکانی کا گزرخسرو شاہ کے مسکن پر ہوا خسرو شاہ اپنے سابقہ تصور کی تلافی اور تدارک کے لیے فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوا فردوس مکانی نے خیمہ ملو پر خسرو شاہ کے ملازموں کو جو سوار اور پیادے ملا کر قریب آٹھ ہزار کے تھے اپنا گرویدہ بنالیا۔ خسرو شاہ کو اپنے نوکروں کے انحراف کی اطلاع ملی اور اُس نے جان کی سلامتی کو غنیمت جان کر اپنا تمام اسباب اور لوازمہ شاہی گھر میں چھوڑا اور خود دو یا تین نوکروں کو ساتھ لے کر بھاگا اور بدیع الزماں کے دامن میں جا کر اُس نے پناہ لی تین یا چار ہزار نسل گھرانے جو خسرو شاہ کے رفیق تھے فردوس مکانی کے حلقہ بگوش بنے خسرو شاہ کا سالار مال و اسباب یعنی تین یا چار اونٹ نقد و جنس اور بیش قیمت جو اسرات اور نفیس تھنوں سے لدے ہوئے فردوس مکانی کے ہاتھ آئے جب خدانے پھر لوازمہ بادشاہی عطا کیا تو فردوس مکانی کابل میں داخل ہوئے ابو سعید میرزا کی وصیت کے مطابق یہ شہر انج بیگ میزبان کے حکومت تھا انج بیگ نے شہرہ میں وفات پائی اور ایک خرمسال لڑکا سہمی عبدالرزاقی میزبان اپنی یادگار چھوڑا انج بیگ کا نو عمر بیٹا باپ کا جانشین ہوا اور سلطنت کے

تھام کاروبار کی نام ایک منسل سردار کی رائے سے انجام پانے لگے۔ دوسرے
کابل امیر کی سے برگشتہ ہو گئے اور عین عید قرباں کے دن دشمنوں نے اس کے
گلے پر بھی چھری بھری۔ اس جنگ میں کابل کا نظام سلطنت بگڑ گیا اور سرکام میں
اتری پڑ گئی۔ امیر فوانون کے چھوٹے بیٹے محمد تقیم حاکم گرم سیر نے ہزارہ اور کلدور کا
ایک لشکر ہمراہ لے کر کابل پر حملہ کیا۔ عبدالرزاق میرزا محمد تقیم کے مقابلے میں میدان
میں نہ ٹھہر سکا اور کابل کو چھوڑ کر نواح لغمان کے افغانستان کے پاس جا کر اس نے
پناہ لی۔ محمد تقیم نے کابل پر قبضہ کر کے انج بیگ میرزا کی لڑکی سے اپنا نکاح کر لیا۔
غرض کہ فردوس مکانی نے اپنے غیبی لشکر کے ساتھ کابل پر فوج کشی کی پہلے تو محمد تقیم
قلعہ بند ہوا لیکن آخر کو مجبور ہو کر اس نے فردوس مکانی سے امان طلب کی اور قلعہ
بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ فردوس مکانی نے کابل کی عثمان حکومت ہاتھ میں لی اور
اچڑے ہوئے شہر کو نئے سرے سے بسایا اور آباد کیا۔ ماہ محرم ۱۱۹۱ھ میں
فردوس مکانی کی والدہ قلی نگار خانم نے رحلت کی اور اسی سال کابل میں ایک
دوسری آسمانی بلانازل ہوئی اور ایک مہینے روزانہ زلزلہ آتا رہا اس ناگہانی مصیبت
نے شہر کی اکثر عمارتوں کو مسمار کر دیا۔ بادشاہ نے منہدم مکانوں کی دوبارہ مرمت
کرائی اور رعایا کو از سر نو آسودگی اور فایز الہی میرزا کی فردوس مکانی نے قلعہ قلات پر
جو قندھار کے ماتحت تھا جلد سے جلد وھا دا کر کے ارغون کے ہی خواہوں کے قبضے سے
نکال کر اپنے زیرِ حکم کیا اور بلیغ الزماں میرزا سے جو اولاد ارغون کی امداد کے لیے آیا تھا
صلح کر کے کامیاب و بامراد کابل واپس آئے۔ اسی سن کے وسط میں فردوس مکانی
نے قشقات اور ہزار جات پر حملہ کیا اور وہاں کے سرکشوں کی قرار و انعی گونہ مالی
کر کے دار الخلافت کی طرف لوٹے۔ فردوس مکانی نے غزنی کی حکومت جہانگیر میرزا
کے سپرد کر کے بھائی کو ادھر روانہ کیا لیکن تھوڑی ہی مدت کے بعد جہانگیر میرزا بادشاہ
کے صدمہ مفارقت کا بہانہ کر کے کابل واپس آیا۔ فردوس مکانی نے دشمنوں کی
فتنہ انگیزی کے لحاظ سے جہانگیر میرزا کی اس بے اجازت واپسی پر ناراضگی کا اظہار
کیا۔ جہانگیر میرزا فردوس مکانی کی ناراضگی سے بدظن ہو کر کابل سے نکل گیا اور
حوالی غزنی میں اویا قلات اور ہزار جات کے درمیان میں زندگی کے دن بسر کرنے لگا۔

بادشاہ محمد سلطنت میں فردوس مکانی نے خراسان کا ارادہ کیا۔ حسین میرزا نے
 جو شیبانی خاں کی قوت سے ہراساں ہو کر گزشتہ غفلتوں پر نام ہو رہا تھا قاصد بھیج کر
 اپنے بیٹوں اور سارے کنبے کو بلایا۔ فردوس مکانی کو بھی چونکہ بدلہ لینا منظور تھا
 بادشاہ نے بھی کابل سے کوچ کیا۔ اٹھائے بادشاہ میں فردوس مکانی کو خیال پیدا ہوا
 کہ جہانگیر میرزا کی خبر بھی پتے ملیں۔ فردوس مکانی نے راستے ہی سے باگ موڑ دی
 احشام کے باشندوں نے انجام پر نظر کر کے جہانگیر میرزا کی کچھ پروا نہ کی اور
 فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گئے۔ جہانگیر میرزا
 اس واقعے سے بید پریشان ہوا اور فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ
 کے ساتھ خراسان روانہ ہوا فردوس مکانی شہر نیمروز پر پہنچے اور بادشاہ نے
 سنا کہ سلطان حسین میرزا نے دنیا سے کوچ کیا۔ واقعات باری میں فردوس مکانی
 لکھتے ہیں کہ اس خبر کو سن کر بھی میں نے ناندان حسین میرزا کی رعایت کو ہاتھ سے
 جانے نہیں دیا اور خراسان کی طرف بڑھا۔ اگرچہ اس سفر رعایت میں میری خود مرضی
 بھی شامل تھی اور اسی کے ساتھ حسین میرزا کے داروں کے ایچی پے در پے پیرے
 پاس آتے اور مجھے خراسان آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ فردوس مکانی کو
 خود بھی اوزبکوں سے معرکہ آرائی کرنے کا بیحد اشتیاق تھا۔ بادشاہ نے مطالب کی
 طرف جواز بکوں کا اجتماعی مقام تھا توجہ کی اور آٹھویں جمادی الآخر کو لشکر گاہ کے
 قریب پہنچ گئے۔ مظہر حسین میرزا اور ابو الحسن میرزا بدیع الزماں میرزا کا حکم پاتے ہی
 فردوس مکانی کے استقبال کے لیے روانہ ہوئے۔ فردوس مکانی ان دونوں
 شاہزادوں کے ساتھ لشکر گاہ میں آئے اور بدیع الزماں سے ملے چند روزانہ زبان
 شہزادوں نے اپنے فرمانروا جان کی خاطر وضیافت میں عیش و عشرت میں بسر کیے
 اور اس کے بعد اوزبکوں سے معرکہ آرائی تموڑے دنوں ملتوی کی اور جاڑے
 کے شروع ہوتے ہی ہر شہزادہ قسلاک کا بہانہ کر کے اپنی اپنی چھاؤنی کو واپس گیا۔
 فردوس مکانی بدیع الزماں کے ہمراہ ہرات آئے اور جاڑے کے بڑھتے ہی کابل
 روانہ ہو گئے۔ چونکہ راستہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اس سفر میں تکلیف اٹھانی پڑی
 اور بڑی محنت کے ساتھ فردوس مکانی ہزارہ آئے اور یہاں دشمنوں کی سرکوبی

کرتے ہوئے آگے بڑھے بادشاہ کو معلوم تھا کہ فردوس مکانی کی عدم موجودگی میں محمد حسین گورگانی اور سبیر لاس اور دوسرے انغالی امیروں نے بادشاہ کے چچا اور خالہ زاد بھائی جان میرزا کو کابل کا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے اور مملکت میں نقشہ و فساد برپا ہے۔ فردوس مکانی نے راستے ہی سے اپنی سلامتی اور داپسی کی خبر سے اہل کابل کو آگاہ کیا۔ کابل کے باشندوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ سلطان حسین میرزا کی اولاد نے فردوس مکانی کو قلعہ اختیارالدین میں نظر بند کر دیا ہے فردوس مکانی کا خط پاتے ہی شہر کے باشندے بے چین خوش ہوئے اور جو گروہ کہ اربک کابل میں قلعہ بند تھا اس خبر سے تقویت پا کر قلعے کے باہر نکلا اور فردوس مکانی کے کابل پہنچتے ہی یہ حصار بند گروہ بادشاہ سے جاملے۔ اس گروہ نے فردوس مکانی کے ہمراہ دشمنوں کے مقابلے میں خوب داد مردانگی دی اور ان کو شکست دے کر جان میرزا اور حسین گورگانی کو گرفتار کر لیا۔ فردوس مکانی نے ازراہ مروت ان دونوں کو آزاد کر دیا اور اجازت دی کہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ جان میرزا امیر ذوالنون کی اولاد کے پاس چلا گیا اور محمد حسین گورگانی نے قراہ اور سیستان کی راہ کی۔ اس واقعے کے بعد بھی فردوس مکانی کا سب سے چھوٹا بھائی ناصر میرزا حاکم پششاں شیبانی خاں سے شکست کھا کر کابل پہنچا اور چونکہ فردوس مکانی کا دوسرا بھائی جہانگیر میرزا خراسان سے لوٹتے وقت کثرت خراب کی وجہ سے اسہال دہمی (خونی دست) کا شکار ہو چکا تھا بادشاہ نے ناصر میرزا کو بھائی کی جگہ مرحمت کی۔ سلاطین میں فردوس مکانی انغالیوں کی کسے قبائل کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے اور اس قوم کی خاطر خواہ غارت گری کی لاکھ بکریاں اور دوسری متعدد چیزیں بابرہی سپاہیوں کے ہاتھ آئیں اور بادشاہ کابل واپس ہوا۔ اس زمانے میں ارغون کے امیر اذربکوں کے غلبے سے یہی تنگ ہوئے اور انہوں نے فردوس مکانی سے خادمانہ التجا کی کہ اگر بادشاہ اُس کی مدد کے لیے اُن تک پہنچے تو ارغونی تہذیب کی حکومت بھی کابل کے فرمانروا کے سپرد کریں گے فردوس مکانی نے اس درخواست کو قبول کیا اور امرائے ارغون کی مدد کے لیے روانہ ہوئے۔ فردوس مکانی قلات سے گزرنے اور جان میرزا نے اگر بادشاہ کی دست بوسی کی۔ فردوس مکانی نے بھی جان میرزا پر نوازش فرمائی اور قدم آگے بڑھایا

تھوڑی دیر مل کر بادشاہ نے محمد تقیم ارغون اور شاہ بیگ وغیرہ کو لکھا کہ میں تمہارا طلبیہ یہاں آیا ہوں تمہیں بھی چاہئے کہ غلوں کو ہاتھ سے نہ دو اور میری بارگاہ میں حاضر ہو۔ ارغونی امیر اپنی درخواست پر ہر مند ہوئے اور پہلے تو قلعہ بند ہو گئے لیکن آخر کار میدان میں آئے اور قرعہ تنک کے نوح میں صف آرا ہوئے۔ قندھار کے قریب معرکہ آرائی ہوئی اور دونوں بھائی فردوس مکانی سے شکست کھا کر بھاگے چونکہ شکست کے بعد حصار بند ہونے کا پھر موقع نہ ملا اس لئے شاہ بیگ ^{۱۱۱۱} بسا دل طین اور محمد تقیم زمین داور کی طرف بھاگے۔ قندھار کا قلعہ فتح ہوا اور امیر ذوالنون کے کے خزانے اور جواہرات فردوس مکانی کے ہاتھ آئے۔ فردوس مکانی نے مال غنیمت امیروں کو تقسیم کیا اور قندھار اور زمین داور کی حکومت ناصر میرزا کے سپرد کر کے خود مظفر منصور کابل واپس آئے۔ محمد تقیم زمین داور سے شیبانی خاں قیام گاہ داری میں پہنچا شیبانی خاں نے محمد تقیم کے اغوا سے قندھار پر دھاوا کیا۔ ناصر میرزا قلعہ بند ہوا اور فردوس مکانی کو تمام حالات لکھ کر روانہ کئے فردوس مکانی نے جواب میں لکھا کہ حتی المقدور قلعے کی حفاظت کی جائے اور حصار دشمن کی زور سے بچایا جائے اور اگر کسی طرح بھی قابو نہ چلے تو مناسب شرائط پر صلح کر کے ناصر میرزا کابل واپس آئے تاکہ اپنی تمام اجتماعی قوت ملائک ہندوستان کے فتح کرنے میں صرف کی جائے۔ چونکہ شیبانی خاں کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا اور فردوس مکانی کو اس سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی بادشاہ نے اپنے امیروں سے مشورہ کیا کہ شیبانی خاں کے دغے سے کس طرح اپنے کو محفوظ رکھا جائے ظاہر اس حفاظت کی یہی صورت معلوم ہوتی ہے کہ یا تو بدخشان فتح کر کے دہاں اپنا نشیمن بنائیں اور یا ملائک ہندوستان کی تسخیر کے بعد سرزمین ہند کو ملجا اور ماسن قرار دیں اس لئے کہ اب کابل میں چین سے بیٹھنا بید دشوار ہے۔ امر کے ایک گروہ نے بدخشاں کا انتخاب کیا اور دوسری جماعت نے ہندوستان کو پسند کیا۔ فردوس مکانی نے بھی ولدادگان ہند کی رائے سے اتفاق کیا اور ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ آٹھائے راہ میں بعض وجوہات ایسے منع آئے کہ فردوس مکانی نے تو ان ^{۱۱۱۱} شکستیں قیام کیا اور بے سروسامانی کی وجہ سے

قحطوں سے دنوں اور ہندوستان کی ہمہ التوا میں پرگئی فردوس مکانی پھر کابل واپس
 آنے اور ناصر میرزا بھی قندھار کا قلعہ دشمنوں کو سوئپ کر بھائی سے آملہ شیبانی خان نے
 قندھار کا قلعہ فتح کر کے حصار ارک کا محاصرہ کیا لیکن بعض اخبارات ایسے اُس کے
 کانوں تک پہنچے کہ عبداللہ سلطان اور امیر ذوالنون کی اولاد کو محاصرے میں
 چھوڑ کر خود خراسان واپس ہوا۔ اسی درمیان میں قندھار کا قلعہ پھر ارغونیوں کے
 قبضے میں آگیا اور عبداللہ سلطان اپنے ملک کو لوٹ گیا اور کابل کے باشندے
 پھر رات کو بین سے اپنے بستر پر سوئے گئے۔ اسی سال شب شنبہ چہارم ذیقعد ۱۲۱۱ھ کو
 ارک کابل کے قلعے میں شانراؤدہ ہمالیوں پیدا ہوا شاہ فیروز بخت شد نایب نے ولادت کا
 تاریخی مصرعہ ہے۔ سلسلہ میں فردوس مکانی نے ہندی افغانوں پر حملہ کیا اس زمانے
 میں بہت سے مغل سرداروں نے خسرو شاہ کی طرف سے مطہرین ہو کر عبدالرزاق میرزا
 بن سلطان الغ بیگ میرزا کو تخت سلطنت پر بٹھادیا اور تقریباً تین یا چار ہزار کا جمع
 عبدالرزاق کے گرو جمع ہو گیا اور ملک میں ایک دوسرا فتنہ رونما ہوا۔ فردوس مکانی
 کے پاس پانچ سو سے زیادہ کی جمعیت نہ رہی عبدالرزاق میرزا کے بھی خواہ کابل
 روانہ ہوئے فردوس مکانی نے اس پریشانی میں استقلال کو ہاتھ سے جانے نہیں
 دیا۔ اور جلد سے جلد کابل پہنچ کر مخالفوں کے مقابلے میں صف آرا ہو گئے۔ اس معرکے
 میں فردوس مکانی نے وہ جوہر شجاعت دکھائے کہ لوگ (فرسیاب و اسفندیار کی
 داستانیں بھول گئے) اس لڑائی میں بادشاہ نے اپنے دست و بازو سے وہ کام لیا
 کہ بہادران روزگار کے اوسان خطا ہو گئے اور علی شیب کو علی سیستانی نظر بہادر اور بک
 یعقوب تیز خنگ اور اور بک بہادر جیسے دشمنوں کے پانچ نامی سرداروں کو
 یکے بعد دیگرے تلوار کے گھاٹ آٹارا۔ ان سرداروں کے مارے جانے سے حریف کے
 لشکر میں الجھن مچ گئی اور میرزا عبدالرزاق فردوس مکانی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا بادشاہ
 نے اس وقت کو عبدالرزاق سرزاک جاب بخشی کی لیکن جب اس پر بھی اُس نے
 فساد کی آگ پھر گرم کی تو قتل کیا گیا جس کا تفصیلی بیان آگے آئے گا جب خسرو شاہ کی
 سلطنت بھی اذنبوں کے قبضے میں آئی تو اہل پختشاں نے حکمرانوں کے خلاف
 بغاوت کی اور ہر گوشے میں ایک نیا سردار پیدا ہو گیا۔ ان خود ساختہ سرداروں میں

زبیر نامی ایک شخص جس کو راعی کے لقب سے یاد کرتے تھے سب سے زیادہ قوی ہوا۔ جان میرزا نے اپنی بڑی ماں شاہ بیگم کے اتفاق رائے سے سلطنت کا سودا خریدا اور بدخشاں کی طبع میں بادشاہ سے رخصت ہو کر روانہ ہوا۔ جان میرزا کی ماں قدیم شاہان بدخشاں کی نسل سے تھی یہ بیگم حوالی بدخشاں میں پہنچی اور اُس نے پشترانے بیٹے جان میرزا کو زبیر راعی کے پاس بھیجا اور خود بیٹے کے پیچھے بدخشاں روانہ ہوئی راستے میں میرزا ابابکر کا شغری کا لشکر آ رہا تھا۔ کا شغری سپاہیوں نے شاہ بیگم کو گرفتار کر کے اُسے ابابکر میرزا کے پاس بھیج دیا۔ جان میرزا زبیر راعی کے پاس پہنچا زبیر راعی نے ایک شخص کو جان میرزا کے پاس رہنے دیا اور شاہزادے کو مثل قیدیوں کے اپنی حراست میں رکھا جان میرزا کے قدیم نوکر سی پوسٹ علی گلکاش نے سترہ آدمیوں کو بھار کیا اور ایک رات راعی پر حملہ کر کے اسے قتل کیا اور جان میرزا کو بدخشاں کا فرمانروا تسلیم کر لیا۔ واقعات بابر میں مرقوم ہے کہ شاہ بیگم کے آباد اجداد یعنی قدیم شاہان بدخشاں اپنے کو سکندر فیلقوس کی نسل سے بتاتے ہیں۔ سلاطین میں غیبانی خاں کی دست سلطنت اتنی بڑھی کہ اس کے قلمرو اور شاہ اسماعیل صفوی بادشاہ ایران کی مملکت کے ڈانڈے مل گئے۔ اور بچی سپاہی قزلباشوں کے مزاحم ہونے لگے۔ شاہ ایران نے غیبانی خاں کو لکھا کہ سرزمین عراق کی غارت گری سے باز آئے اور خطا میں یہ شعر بھی درج کیا۔

نہال دوستی نبشاں کہ کام دل بیا آرد، وخت دہنی برکن کہ رنج بے شمار آرد
 غیبانی خاں نے شاہ کو جواب میں لکھا کہ حکمرانی کا دعوئے کرنا اور فرمانرواؤں کا
 مد مقابل ہو کر اُن سے نامہ و پیام جاری کرنا اس شخص کو زیب دیتا ہے جس کے آباد اجداد
 نے حکومت کے ڈنکے بجائے ہوں ان قوت قبیلے کے ترکمانوں سے قربت کر کے
 سلطنت کا دعویٰ باطل کرنا ہرگز سزاوار نہیں ہے تمہارے کو اس حکومت کی آواز تو
 اس وقت چار دانگ عالم میں گونج سکتی تھی جب مجھ سامعی سلطنت اور
 وارث جہاں کشائی تمہارے سر پر وجود نہ ہوتا۔ غیبانی خاں نے خط کے ساتھ عصائے فقیری
 اور کاسہ گدائی بھی شاہ اسماعیل کی خدمت میں تحفے کے طور پر روانہ کیئے اور کہلا بھیجا کہ
 تمہارے باپ کی میراث اور تمہارا کام یہ ہے۔ اگر اپنی حد کے باہر قدم رکھو گے تو

سرکوتن سے جدا درتن کو خاک و خون میں غلٹا دیکھو گے۔

عروس ملک کسے درکنار گیر و جست پا کہ بوسہ برب نمشیر آہار زند
شاہ اسماعیل نے اس خطا کے جواب میں شیبانی خاں کو لکھا کہ اگر سلطنت میلٹ ہی
سے پہنچتی تو پیش وادیوں سے کیا نہیں تک اور کیا نہیں ہے گھر گھر موتی ہوئی چنگیز تک نہ پہنچتی
اور خود تیرے گھر میں بھی نہ آتی میرا دلیفہ بھی وہی شعر ہے جو تو نے اپنے نامے میں
لکھا ہے کہ۔

عروس ملک کسے درکنار گیر و جست پا کہ بوسہ برب نمشیر آہار زند
میں مری سرکوتی کے لیے آتا ہوں اگر تجھے ہمت ہوئی اور میرے مقابلے میں
میدان میں آیا تو تیری بقیہ باتوں کا جواب تلوار سے دینگا میں بھی تیرے لیے چڑھ اور
سوت بیجنا ہوں ان چیزوں کو قبول کر اور جو تیرا کام ہے اسی میں زندگی کے دن بسر کرو
بس تجربہ کر دیم دیں دیر کا فاسد ہو یا آل نبی ہر کہ در افتاد بر افتاد
شیبانی خاں کو نامے کا جواب دیکر شاہ اسماعیل صفوی خود بھی روانہ ہوا اپنی سرحد کے
باہر قدم رکھتے ہی شاہ نے اذہر بھی خاکوں کو خراسان سے باہر نکالنا شروع کیا شاہ اسماعیل
نے اس اخراج کے سلسلے کو مرد و تک برابر جاری رکھا شیبانی خاں نے اس وقت
لڑنا مناسب نہ سمجھا اور مرد و کے غلے میں حصار بند ہو گیا لیکن جب شاہ اسماعیل کا
تہدید آمیز خط پہنچا تو شیبانی خاں شرمندہ و خلاق ہو کر مجبوراً قطعے سے باہر آیا اور
شاہ اسماعیل کے سامنے صف آرا ہوا۔ اس موقع پر شیبانی خاں کو شکست ہوئی اور
میدان جنگ سے بھاگتے وقت پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ جو سب کے سب
امیرزادے اور فرمانروائے ایک ایسی چار دیواری کے اندر گیا جس میں نکل جانے کا
راستہ نہ تھا قریباً شوں نے یہاں بھی اس کا پھینا چھوڑا اور چار دیواری میں داخل
ہو کر شیبانی کو مع تمام اس کے ہمراہیوں کے قتل کیا۔ جان میرزا نے ان واقعات
کی فردوس مکانی کو بد نشان میں اطلاع دی اور خود تندر روانہ ہو گیا۔ جان میرزا کے
خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس وقت کو ہاتھ سے نہ جانے وہ اور جلد سے جلد پہنچ کر
فرغانہ وغیرہ ممالک سورودی پر قبضہ کر لو۔ شاہ اسماعیل نے فردوس مکانی جلد سے جلد
خضار روانہ ہوئے اور جان میرزا کے ساتھ دریا کو بہر کر کے حوالی خضار میں پہنچے

اوزبکوں نے خضار کو بہت مضبوط اور محکم کر رکھا تھا اور فردوس مکانی نے بلا بس و پیش کے قدم آگے بڑھا دیا اور قندزیں داخل ہوئے قندزیں فردوس مکانی کی بہن خانزادہ بیگم جو سمرقند کے محاصرے میں غیبیاتی خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر اُس کے نکاح میں آگئی تھی بھائی کے پاس پہنچ گئی شاہ اسماعیل نے اس بیگم کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ مردوسے قندزہ بھجوا دیا۔ فردوس مکانی نے جان میزبانہ بیش قیمت تحفوں کے ساتھ شاہ اسماعیل کی خدمت میں براست بھیجا اور بادشاہ سے مدد و طلب کی اور خود پھر خضار واپس آئے۔ چونکہ اس زمانے میں سلاطین اذربک کا متحشہ میں جواب قمرشی کے نام سے شہور ہے زبردست مجمع تھا فردوس مکانی نے ان سے لڑنے میں فائدہ نہ دیکھا اور دریائی مالک میں داخل ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب لشکر چھا خا صاحب ہو گیا تو اذربکوں سے مقابلہ کر کے اُن پر غالب آئے۔ اوزبکوں کو شکست دیکر فردوس مکانی نے حمزہ سلطان اور مہدی سلطان کو جو لڑائی میں قید ہوئے تھے یا ساجھوایا اور جان میرزا پرچس نے اوزبکوں کی اس لڑائی میں جاں نثاری کی تھی عید نوازش فرمائی۔ اسی درمیان میں احمد سلطان صوفی علی۔ علی قلی خاں۔ اور شاہ نج خاں انشا شاہ اسماعیل صفوی کے فرستادہ فردوس مکانی کی مدد کو پہنچے۔ ان سرداروں کے پہنچنے سے خضار قندزہ اور بقتان فتح ہوئے اور فردوس مکانی کے پاس ساٹھ ہزار کی اچھی خاصی جمیعت ہو گئی فردوس مکانی نے بخارا پر دھاوا کیا اور عبداللہ خاں اور جانی بیگ سلطان جیسے نامی اوزبکی سرداروں کو شہر سے باہر نکال کر بخارا پر بھی قابض ہو گئے۔ بادشاہ وسطا رجب میں بخارا سے سمرقند آیا اور تیسری مرتبہ پھر سمرقند میں اپنے نام کا خطبہ اور سکھ جاری کیا۔ فردوس مکانی نے سمرقند میں تھوڑا سا قیام کیا اور ناصر میرزا کو کابل کی حکومت سپرد کر کے شاہ اسماعیل کے لشکر کو بید اعزاز و اکرام کے ساتھ نصرت کیا۔ بادشاہ نے آٹھ مہینے کابل سمرقند میں بسر کئے۔ خزاں کا زمانہ ختم ہوا اور موسم بہار کی گل کاریاں نمودار ہوئیں اوزبکوں کا جو لشکر ترکستان گیا ہوا تھا وہ پھر تروتازہ ہو کر مقابلے کے لئے سامنے آیا اور غیبیاتی خاں کا قائم مقام امیر تیمور خاں عبداللہ خاں اور جانی بیگ سلطان کو ساتھ لے کر بخارا کی طرف بڑھا۔ فردوس مکانی نے ان

سرداروں کا تعاقب کیا اور خود بھی جلد سے جلد بخارا روانہ ہوئے۔ نواح بخارا میں دلوں
 لشکروں کا مقابلہ ہوا اور فردوس مکانی شکست کھا کر بخارا کے شہر میں داخل ہو گئے
 لیکن اوزبکوں کے انتہائی تعصب نے بادشاہ کے پیروں نہ دیئے اور بخارا سے سمرقند
 اور سمرقند سے خضار و شادماں میں آکر دم لینا پڑا۔ اسی واقعے کے قریب ہی قریب
 قزلباشوں کا سردار بنجم الثانی اصفہانی پنج کو فتح کرنے کے لئے آیا ہوا نواح شہر میں
 مقیم تھا۔ فردوس مکانی نے اس سردار سے ملاقات کی اور پھر موروثی ملکوں پر قبضہ
 کرنے کی آرزو دل میں پیدا ہوئی بنجم الثانی نے تھوڑی ہی توجہ میں قراش کا قلعہ
 اوزبکوں سے لے لیا اور قتل عام کا حکم جاری کیا ان مقتولوں کی تعداد پندرہ ہزار تک
 پہنچ گئی جن میں مولائشی شاعر بھی شامل تھے۔ اس فتح کے بعد بنجم الثانی موجیوں پر
 تار و دیتا ہوا بادشاہ کے ساتھ نجد و ان پہنچا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اوزبکوں کی تہام
 فوج بخارا سے نجد و ان آئی اور اصفہانی کے مقابلے میں صفت آرا ہوئی بنجم الثانی
 اور اس کے بہت سے قزلباش تہ تیغ کیے گئے اور فردوس مکانی اپنے لشکر کے
 ہمراہ خضار و شادماں واپس آئے بغل امیر جو فردوس مکانی کے ہمراہ تھے انھوں نے
 بیوفائی کی اور ایک رات فردوس مکانی پر حملہ آور ہوئے۔ بادشاہ ننگے بدن باہر نہ
 خیمے سے باہر نکل آیا فردوس مکانی نے دودانڈی سے کام لیا اور دشمنوں کی تلاش کو
 نظر انداز کر کے حصار میں داخل ہو گئے۔ ان باغیوں نے لشکر گاہ کی تمام چیزوں کو
 لوٹ لیا اور ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اس واقعے کے بعد فردوس مکانی نے اس نواح
 میں ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا اور کابل چلے آئے۔ بادشاہ نے ناصر میرزا کو غزنی کی حکومت
 سپرد کی اور خود سلطنت میں سوادیکوہ کا جو یوسف زئی افغانیوں کا بلجا و مسکن تھا
 رخ کیا۔ ان افغانوں نے اطاعت سے انکار کیا اور فردوس مکانی نے سرکشوں کو
 تہ تیغ کر کے ان کے زن و فرزند کو اسیر کیا اور وہاں کی حکومت خواجہ کلاں کو سپرد کر کے
 خود کابل واپس آئے اس عرصے میں سلطان سکندر لودی فوت ہو چکا تھا اور اس کا
 بیٹا ابراہیم لودی باپ کا جانشین ہو کر ہندوستان پر فرمانروائی کر رہا تھا۔ لودی کے
 افغان امیر جو بڑے صاحب اقتدار اور قوی ہو گئے تھے بادشاہ کے ساتھ نفاق بہتے
 تھے اور جیسا کہ چاہیے بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے تھے۔ ان افغانوں کے نفاق

اور غرور سے سلطنت کے کاموں میں اتبری پڑی ہوئی تھی۔ فردوس مکانی نے ان حالات کی خبر پاتے ہی اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ہندوستان کی تسخیر کا مصمم ارادہ کر لیا۔ بادشاہ کو پہلے چار حملوں میں ناکامی ہوئی لیکن پانچویں حملے میں اپنے مقصود میں کامیاب ہو کر دارالملک دہلی کے شہنشاہ کہلائے۔

(۱) ۱۲۱۲ء میں فردوس مکانی نے دریائے سندھ کے کنارے تک جو تاج کل تہلاب کے نام سے مشہور ہے فاتحانہ سیر کی اور ان اطراف کے جن باشندوں نے اطاعت سے انکار کیا ان کو قتل اور قید کی مناسب سزائیں دیکر دریائے سندھ کو عبور کیا اور پنجاب کے ایک مشہور برگنہ پیرہ تک اپنی فاتحانہ تسخیر کا سلسلہ جاری رکھا چونکہ یہ حدود اکثر آل تینور کے زیر حکم رہ چکے تھے لہذا ان ممالک کو زیر نگین کرنے میں زیادہ وقت نہیں اٹھانی پڑی اور یہاں کی رعایا نے خوشی سے اطاعت قبول کر لی اور تاخت و تاراج کی مصیبت سے محفوظ رہی فردوس مکانی نے اس فتح سے بھی اچھا فائدہ اٹھایا اور چار لاکھ شاہرنی خزانے میں جمع کیں اور ایک ایلچی مسمی مولانا مرشد کو ابراہیم لودی کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ چونکہ مقبوضہ ممالک اکثر حاجتبران گورگانی کی اولاد یا اس کے دوستوں یا ان کے قبضے میں رہے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ ابراہیم لودی برگنہ پیرہ کو مع اس کے ملحقات کے فردوس مکانی کے سپرد کر دے تاکہ شہنشاہ دہلی کے دوسرے مقبوضات کچھ دنوں کے لئے فاتحانہ حملے سے محفوظ رہیں۔ ان فتوحات کے اثناء میں فردوس مکانی کے گھمبیس لڑکا پسرا ہونے کی خبر پہونچی بادشاہ نے اپنے ہندوستانی چلے کی رعایت سے بیٹے کا ہنلال میزا نام رکھا اور مفتوحہ حصے کی حکومت حسین بیگ انکو کے سپرد کر کے خود کھردوں کی آبادی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہاتھی کھرنے پر ہالہ میں قلعہ بند ہو کر لڑائی شروع کی اور سورج ڈھلنے کے قریب قلعے سے نکل کر ایک ایسے مقام پر صف آرا ہوا کہ اس مقام سے ایک سوار سے زیادہ گزرنے کا راستہ نہ تھا ہاتھی نے فردوس مکانی کے ایک سردار دوست بیگ سے شکست کھائی اور چونکہ شکست کے بعد اسے قلعے میں جانے کا پھر موقع نہ ملا ہاتھی کھرد کو ہستان میں جا چھپا قلعے کا خزانہ اور دینیہ فردوس مکانی کے قبضے میں آیا اور بادشاہ نے سندھ اور پیرہ کے درمیانی حصہ ملک کی حکومت

محمد علی خانک کے سپہرکی اور خود کابل واپس آئے۔

(۲) ۱۲۵ھ کے آخری حصے میں فردوس مکانی نے لاہور کی تسخیر کا ارادہ کیا کابل سے روانہ ہونے کے بعد راستے میں یوسف زئی قبیلے کی تفسیر ضروری سمجھی گئی اور فردوس مکانی نے اس قبیلے کو تافت و تاراج کر کے ان کی زراعت کو تباہ ویرباد کیا۔ بادشاہ آگے بڑھا اور پشا در پہونچکر اور قلعے کی تعمیر کر کے چاہتا تھا کہ آگے بڑھے اور دریائے سندھ کو عبور کر کے لاہور پر حملہ آور ہو کہ ناگاہ خبر پہونچی کہ سلطان سعید کا شغریہ خشاں کی تسخیر کے لئے آرہا ہے۔ فردوس مکانی نے قلعہ لاہور کا ارادہ ملتوی کیا اور میرزا محمد سلطان بن سلطان اویس بالقرامی بن منصور بن عمر شیخ بن امیر تیمور گورگانی کو چار ہزار سواروں کی جمیعت سے لاہور روانہ کیا اور خود کابل واپس چلے۔ اثنائے راہ میں معلوم ہوا کہ سلطان سعید اپنے وطن واپس گیا۔ فردوس مکانی نے اطمینان کے ساتھ خضر خیل افغانیوں پر چنچوں نے راہ پائی کو اپنا پیشہ اختیار کر رکھا تھا حملہ کر کے کثیر جماعت کو تہ تیغ کیا اور بیشمار غنیمت حاصل کر کے کابل پہونچے۔

(۳) ۱۲۶ھ میں فردوس مکانی نے بھرہند وستان کا غازیانہ سفر کیا۔ اس سفر میں بادشاہ ہر منزل پر سرکش افغانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈھکڑنہر دیتا تھا۔ بابر ہی لشکر باغیوں کو تباہ کرتا ہوا سیالکوٹ پہونچا۔ اہل سیالکوٹ نے بادشاہ سے عاجزانہ امان طلب کی اور اس طرح اپنی جان و مال اور اپنے ناموس کو محفوظ رکھا۔ بابر ہی لشکر بگڑنہر پہونچا۔ یہاں سے باشندوں نے اپنی شامت اعمال سے شاہی لشکر کا مقابلہ کیا اور چغتائی تلوار کی خون آشامی سے ان ناعاقبت اندیشوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اور میں ہزار غلام اور لونڈی اس قبیلے سے گرفتار ہو کر فردوس مکانی کے لشکر میں داخل کیے گئے اور بیشمار مال غنیمت ہاتھ آیا سید پور کے غیر مسلموں کا چودھری جو افغانی امیروں کا ہم آواز بنکر فردوس مکانی کی اطاعت سے انکار کرتا تھا گرفتار ہوا اور شاہی تیغ سیاست کے نذر کیا گیا۔ فردوس مکانی ان واقعات کے بعد دارالخلافہ واپس آئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد فردوس مکانی نے قندھار کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اس قلعے کا محاصرہ کر لیا اثنائے محاصرہ میں میزخاں کی

وفات کی خبر پہنچی اور فردوس مکانی نے شہزادہ ہمایوں کو بدخشاں کی حکومت سپرد کی اور تمام ولایت گرم سیر پر اپنا قبضہ کیا، اس زمانے میں خراسان کی حکومت شہزادہ طہاسپ سے تعلق تھی اور امیر خاں شہزادے کا اتالیق تھا۔ شاہ بیگ انھوں نے فردوس مکانی کے مقابلے میں شہزادہ طہاسپ کی اطاعت کا اظہار کیا۔ امیر خاں نے شاہ بیگ کی امداد قرین مصلحت سمجھ کر فردوس مکانی سے ترک محاصرہ کی درخواست کی۔ فردوس مکانی نے امیر خاں کی التجا قبول نہ کی اور تین سال برابر محاصرے کا سلسلہ جاری رکھا۔ شاہ بیگ عاجز ہو کر قلعے سے بھاگا اور سندھ کے مضافات شہر کھڑیں پناہ گزیں ہوا۔ قندھار بھی سلسلہ میں مع مضافات کے حکومت باری میں شامل ہو گیا اور شہزادہ کامراں میرزا وہاں کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اس اثناء میں دولت خاں لودی سلطان ابراہیم لودی سے اور زیادہ مغرت ہوا اور اپنے چند معتد بہی خواہوں کو فردوس مکانی کی خدمت میں روانہ کر کے بادشاہ سے ملک ہندوستان پر دھاوا کرنے کی درخواست کی اور پرزور الفاظ میں اپنے کو باری علیہ السلام کا مخلص اور اطاعت گزار امیر ظاہر کیا۔

(۴) سلسلہ میں فردوس مکانی نے چوتھی مرتبہ ہندوستان کا سفر کیا۔ اور دار الخلافت سے روانہ ہو کر کھکروں کے ملک سے ہوتے ہوئے لاہور سے چھ کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہوئے۔ نیاز خاں۔ مبارک خاں لودی اور بھکن خاں لوحانی نے جو پنجاب کے نامی امیر تھے فردوس مکانی کی مخالفت میں اسی سخت داروگیر کی کہ پنجاب کی سرزمین کو میدان قیامت کا نمونہ بنا دیا۔ یہ امیر خشرنگیز لشکر لے کر فردوس مکانی کی طرف بڑھے اور مقابلے میں اگر صرف آرا ہوئے ایک سخت خونریز لڑائی کے بعد امیران پنجاب نے شکست کھائی اور میدان جنگ سے بھاگے۔ فردوس مکانی کامیاب و بامراد شہر لاہور میں داخل ہوئے چنگیز خانی رسم کے موافق شگون ہیک لینے کے لیے شہر میں آگ لگائی گئی اور فردوس مکانی نے تین یا چار روز کے بعد قلعہ دیپالپور کی راہ لی۔ بادشاہ نے یہ قلعہ بھی فتح کیا اور قلعے کے باشندے تہ تیغ کیئے گئے۔ دولت خاں لودی جو سلطان ابراہیم لودی سے بغادت کر کے بلوچوں کے دامن میں پناہ گزیں تھا اپنے بیٹوں علی خاں۔ غازی خاں اور

دلاور خاں کے ہمراہ فردوس مکانی کے حضور میں حاضر ہوا۔ دولت خاں جاننہر اور سلطان پور وغیرہ مختلف پرگنوں کا صوبہ دار ہو کر فردوس مکانی کے حلقہ امرا میں داخل ہوا۔ میں نے دکن کے معتبر اور بوڑھے آدمیوں سے سنا ہے کہ دولت خاں مذکور اسی دوست خاں لودھی کی نسل سے تھا جس نے سلاطین میں چند روز دہلی کی شہنشاہی کا ڈنکہ بجایا تھا۔ مختصر یہ کہ دولت خاں نے فردوس مکانی سے عرض کیا کہ اسماعیل جلوانی اور بن جلوانی دوسرے جلوانی اتحادوں کے ساتھ مل کر تھارہ میں جمع اور لڑنے کے لئے تیار ہیں اگر تھوڑی فوج دہاں بھیج کر ان مفسدوں کی سرکوبی کر دی جائے تو مناسب ہوگا۔ فردوس مکانی نے اس رائے کو پسند کیا اور لشکر روانہ کرنے کا حکم دیا۔ اس مہم پر فوج روانہ ہونے ہی کو تھی کہ ایک دولت خاں کے چھوٹے بیٹے دلاور خاں نے راستی کے ساتھ فردوس مکانی سے عرض کیا کہ اس کا باپ اور اس کا بھائی دونوں مل کر کرکڑ کا جال بچھا رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس طرح لشکر کو فردوس مکانی سے دور کر کے پوری دغا بازی سے کام لیں۔ فردوس مکانی نے اس بات کی تحقیقات کی اور دلاور خاں کو بجا پا کر دولت خاں اور غازی خاں دونوں کو نظر بند کر لیا۔ فردوس مکانی نے دیاپلے کو عبور کر کے نوشہرہ میں قیام کیا اور چند روز کے بعد دونوں قیدیوں کی خطامعات کر کے سلطان پور جو لودھی خاں کا آباد کیا ہوا قصبہ اور اس کا مسکن تمام اس کے مضامعات کے دوست خاں کی جاگیر میں مرحمت کیا۔ اس طرح دونوں باپ بیٹے رہا ہو کر سلطان پور پہنچے اور اپنے اہل و عیال کو لے کر کوہ لاہور کے دامن میں قیام پذیر ہوئے۔ فردوس مکانی نے دلاور خاں کو خان خانانا کا خطاب دیکر دولت خاں اور غازی خاں دونوں باپ بیٹوں کی جاگیر دلاور خاں کو مرحمت کی دوست خاں کی اس فتنہ انگیزی سے فردوس مکانی آگے نہ بڑھ سکے اور سر ہند سے لاہور واپس آئے۔ فردوس مکانی نے عبدالغفر میر آخور کو لاہور کا داروغہ مقرر کیا اور سیا لکوٹ خرم کو کل تاش کو اور دیبا پور باماشقہ مغل اور سلطان علاء الدین لودی کو جو حال ہی میں فردوس مکانی کی خدمت میں باریاب ہوا تھا سپرد کیا۔ اس کے علاوہ کلانور کی حکومت محمد علی خٹک خٹک کو مرحمت کر کے کابل واپس آئے۔

فردوس مکانی کے عدم موجودگی میں دولت خاں اور غازی خاں نے ہزاروں عیلوں اور بیاتوں سے دلا درخاں کو قید کر کے دیباپور پر لشکر کشی کی اور علاء الدین لودھی اور بابا تنقہ مثل سے فیروزپور کے میدان میں صف آرا ہو کر بابر امیروں کو شکست دی اور دیباپور پر قابض ہو گئے۔ سلطان علاء الدین لودھی نے کابل میں اور بابا تنقہ مثل نے لاہور میں پناہ لی۔ دولت خاں نے پانچ ہزار افغانی سوار یا لکوٹ پر قبضہ کرنے کے لیے مقرر کیے۔ عبدالغفر زلیخوڑ اور دوسرے لاہوری امیروں کو اس کی اطلاع ہو گئی یہ لوگ خسرو کو کل تاش کی مدد کے لیے سیالکوٹ روانہ ہوئے۔ بابر امیروں نے دولت خاں کو شکست دی اور کامیاب اور فتح مند لاہور واپس آئے اسی اثناء میں سلطان ابراہیم لودھی کی فوج جو دولت خاں اور غازی خاں کی سرکوبی کے لیے نامزد کی گئی تھی ان کے سر پر آپہونچی اور حوالی ہند میں خیمہ زن ہوئی دولت خاں کو اب مثل امیروں سے دست و گریباں ہونے کا موقع مل سکا اور جلد سے جلد لودھی سپاہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ لودھی خاں نے ابراہیم کی فوج کے سامنے پھونکے میس اپنے ڈیرے ڈالے اور اپنی سیاسی تدبیروں سے شاہی لشکر کے افسر اعلیٰ کو اپنا ہم خیال بنایا۔ افسران فوج کو اس سازش کی خبر ہو گئی اور سارا لشکر آدمی رات کو کوچ کر کے دہلی روانہ ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں پہنچ کر امیروں نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ اس واقعے کے ساتھ ہی ساتھ سلطان علاء الدین لودھی جو کابل میں پناہ گزیں تھا امرائے مثل کے نام ایک فرمان اس مضمون کا لے کر لاہور آیا کہ بابر امیروں نے علاء الدین کی معیت میں دہلی جانے اور ابراہیم لودھی کے مقابلے میں صف آرا ہو کر دہلی کو فتح کرے اور شہر علاء الدین کے سپرد کر دے دولت خاں اور غازی خاں نے بھی فرمان کا مضمون سنا اور اس حکم کی تہ کو پہنچ کر انھوں نے قاصد فردوس مکانی کے پاس بھیجا اور کہا کہ علاء الدین لودھی ہمارا شہزادہ ہے اور ہماری کوششوں کا یہی منشا ہے کہ علاء الدین انھوں پر حکمرانی کرے ہماری التجا ہے کہ ہمارے شہزادے کو ہماری حفاظت میں دیدیا جائے۔ تاکہ ہم اسے دہلی کے تحت سلطنت پر بٹھائیں ہم اقرار کرتے ہیں کہ اس ملک سے لے کر سرہند تک تمام شہر ہم خوشی سے فردوس مکانی کے

زیر حکومت چھوڑ دیں گے۔ چونکہ اس عہد پر دولت خاں اور غازی خاں نے
 خدیوہ میں کھائی تھیں اور ایک دستاویز اسی مضمون کی لکھی قاضیوں اور اعیان شہر
 کی گواہی اس پر ثبت کر کے قاصد کے ہمراہ بھیج دی تھی اس لئے لاہور کے
 امیروں نے دولت خاں کو راست گفٹا رہجکر علاء الدین لودی کو غازی خاں
 کے پاس روانہ کر دیا۔ غازی خاں اس بات کو بہت بڑی فتح سمجھا اور اس نے
 علاء الدین کو اپنے دوسرے بھائیوں اور چند افغانی امیروں کے ساتھ دہلی روانہ
 کیا اور خود مصلحت وقت کا لحاظ کر کے پنجاب میں مقیم رہا۔ علاء الدین لودی نے
 ابراہیم لودی سے معرکہ آرائی کی لیکن حریف سے شکست کھا کر پریشان حال پنجاب
 واپس آیا۔ غازی نے بد عہدی کی اور اپنا لشکر ساتھ لے کر کلاں نور پر حملہ آور ہوا
 محمد علی خٹک اس کے حملے کی تاب نہ لاسکا اور بھاگ کر لاہور میں پناہ گزین
 ہوا۔ غازی نے کلاں نور پر قبضہ کر کے بیرسر^{۱۵} میں قیام کیا لیکن جب اس نے باری
 آمد کی خبر سنی تو پریشان ہو کر لوٹ بھاگا۔ غازی خاں نے اپنے اہل و عیال اور
 اپنے بھائیوں کو گولہ ٹٹ میں چھوڑا اور خود دہلی پہنچ کر سلطان ابراہیم لودی کی
 خدمت میں باریاب ہوا غازی خاں نے پھر دہلی کے باہر قدم نہیں رکھا بلکہ
 کہ فردوس مکانی اور ابراہیم لودی کی لڑائی میں سلطان ابراہیم کی طرف سے لڑکر
 معرکہ جنگ میں کام آیا۔ ان تازہ حوادث کے دوران میں فردوس مکانی
 کابل ہی میں مقیم رہے اور چونکہ زمانہ بہار کا تھا بادشاہ کو سو مجلس عیش منفقہ کرنے
 اور صبح سے شام تک بادہ و ساقی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے دوسرے کام نہ تھا۔
 مختصر یہ کہ بہار کا موسم گزر گیا اور بادۂ تاب کے بجائے نشہ کشور کشائی نے پھر
 نوجوان بادشاہ کے دماغ کو سرشار کیا۔ فردوس مکانی نے سنا کہ علاء الدین نے
 ابراہیم لودی سے شکست کھائی اور غازی خاں اور دوسرے سرکش افغان ملک
 میں طوفان دار و گیر مچا رہے ہیں۔ بادشاہ نے فاتحانہ عزم پر بکر باندھی اور پانچویں مرتبہ
 یکم صفر روز جمعہ ۸۳۳ھ کو کابل سے کوچ کر کے قرۃ یعقوب میں اپنے خیمے ڈالے
 فردوس مکانی کے پہنچنے کے بعد خواجہ حسین دیوان لاہور کا خزانہ دار جو خالصتاً
 محصول فردوس مکانی کی خدمت میں پیشتر بھیج چکا تھا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

شہزادہ محمد ہایوں بھی اس انشاء میں بدخشاں سے اپنے ہمراہ ایک جہاز
 فوج ساتھ لے کر باپ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ خواجہ کلاں بیگ بھی جو باری
 ارکان دولت میں بڑے پایہ کا امیر تھا اسی زمانے میں غزنی سے آکر بادشاہ کی
 باریابی سے سرفراز ہوا۔ ان لوگوں کے پہنچنے کے بعد فردوس مکانی نے
 ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا اور ہر ہی خواہ کو انعام و خطابات وغیرہ مملکت نواز کیا
 سے خوش اور راضی کر کے قریب یعقوب سے لاہور روانہ ہوئے۔ آٹھائے راویں
 بادشاہ کو کرگدن کے شکار کا شوق ہوا۔ سیستان اور بدخشاں کے فوجی امیر اور
 سر قند و خراسان کے نوادار و رئیس بھولانے کرگدن کا نام تو سنا تھا لیکن اس
 جانور کی صورت نہ دیکھی تھی بادشاہ کے ساتھ حیدر گنی میں مشغول ہوئے۔ ان
 امیروں نے کئی کرگد ز زندہ گرفتار کئے اور بہتوں کو تیر و خمیر سے زخمی اور مجروح کیا
 یکم ربیع الاول سنہ ۸۱۶ کو فردوس مکانی نے دریائے سندھ کو عبور کیا۔ بختیار
 نے خاصے کے سوار اور پیادوں اور امیروں اور منصبداروں کا شمار کیا۔ بادشاہ کو
 معلوم ہوا کہ کل دس ہزار جان نثار ہمراہ رکاب میں۔ فردوس مکانی دریائے سندھ
 کے پار اتر کے سیاکو پہنچے۔ سلطان علاء الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر
 ہوا اور فردوس مکانی نے علاء الدین کی سرور و تعظیم دے کر اس کی شوکت اور
 وجاہت کو اور دوبا لایا۔ محمد علی تنگ تنگ اور خواجہ حسین بھی سیاکوٹ میں
 بادشاہ سے آئے۔ دولت خاں اور غازی خاں جو اپنے کو سلطان ابراہیم لودی کا
 ٹکڑا سمجھتے تھے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ لاہور کے نزدیک دریائے راوی
 کے کنارے خیمہ زن ہوئے۔ دولت خاں اور غازی خاں نے فردوس مکانی کے
 قریب پہنچنے کی خبر سنی اور پریشان ہو کر بے لڑے ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ دولت خاں
 اپنے بیٹے علی خاں کے ساتھ ٹوٹ کے قلعے میں پناہ لیں ہوا اور غازی خاں
 کوہ پایہ کی طرف بھاگ گیا۔ فردوس مکانی نے ٹوٹ کا محاصرہ کیا اور اب
 دولت خاں کو سوا ان طلب کرنے کے اور کوئی چار ڈکان نظر نہ آیا۔ دولت خاں
 قلعے سے باہر نکلا اور فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ اس سے
 قبل دولت خاں فردوس مکانی سے لڑنے کے لیے دو لکھو ایس کمر میں باندھا

اور دون کی لیا کرتا تھا جب دولت خاں قلعے سے نکل کر بادشاہ کی خدمت میں آنے لگا تو فردوس مکانی کے ملازموں نے وہی دونوں تلواریں دولت خاں کے گلے میں لٹکائیں اور اسی طرح اسے بادشاہ کے حضور میں لے آئے دولت خاں فردوس مکانی کے سامنے ادب سے دوڑا نوٹھینے میں پس و پیش کرتا تھا فردوس مکانی کے ملازموں نے اُس کی گردن میں ہات دیکر اُسے جبراً بادشاہ کے روبرو دوڑا نوادب کے ساتھ بٹھلایا۔ ہر چند فردوس مکانی نے دولت خاں سے خبریں دریافت کیں لیکن فرما ہیبت سے یہ گنہگار کچھ جواب نہ دیکھا۔ فردوس مکانی نے باوجود ناقابلِ عفو تقصیرات کے اُس کے گناہوں کو معاف کیا۔ فردوس مکانی کے عوام الناس لشکری قلعے پر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا بادشاہ نے افغانیوں کی عزت و آبرو کا پاس کیا اور خود سوار ہو کر قریب آئے۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے چند تیر اپنے لشکریوں پر پھینکے اور اتفاق سے بادشاہ کا ایک تیر شہزادہ ہمایوں کے کسی ملازم کے لگا۔ شہزادہ کا نوکر اس تیر سے ہلاک ہوا اور لوگ بادشاہی مخالفت سے آگاہ ہو کر اپنے لشکر گاہ کو واپس آئے اور افغانیوں کے اہل و عیال صبح و سالم قلعے سے باہر نکل گئے۔ فردوس مکانی قلعے کے اندر داخل ہوئے اور بیشمار دولت اور قیمتی بیش قیمت تحفے بادشاہ کے ہاتھ آئے۔ فردوس مکانی کو ان جواہرات اور نقد پانے سے کہیں زیادہ غازی خاں کے کتب خانے پر قابض ہونے کی مسرت ہوئی۔ غازی خاں بڑا علم دوست اور خود جید عالم تھا اور شاعری کا اچھا مذاق رکھتا تھا۔ اس نے ہر قسم کی عمدہ کتابیں خوش خط اپنے کتب خانے میں جمع کی تھیں۔ فردوس مکانی نے ان کتابوں میں سے بعض تو اپنے لیے خاص کر لیں اور ایک حصہ ان کتابوں میں سے شہزادہ ہمایوں کو دیا اور کچھ کتابیں شہزادہ کا مران میرزا کے لیے کابل روانہ کیں اس نصیر کے بعد فردوس مکانی نے دوسرے ہی دن کوچ کر دیا اور غازی خاں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ غازی خاں کے چھوٹے بھائی دلاور خاں خان خاناں نے جو فردوس مکانی کی رفاقت کے جرم میں باپ اور بھائیوں کے ہاتھوں زنداں میں پابہ بنجیر ہوتا موقع پا کر اپنے کو قید سے آزاد کیا اور فردوس مکانی کی ملازمت سے ہاریا بہرہ کر

شاہانہ نوازش سے مسرور اور سرفراز کیا گیا۔ فوجی پیادے فوج کے آگے آگے چل رہے تھے اور غازی خاں کے لشکر پر ہر طرف سے چھاپہ مارتے تھے۔ ان سپاہیوں کی یورش سے غازی خاں تنگ آگیا اور اُسے راستے میں کسی جگہ آرام لینا نصیب نہ ہوا مجبور ہو کر ابراہیم لودی کی خدمت میں چلا گیا اور دولت خاں لودی نے اسی اثنائیں وفات پائی۔ فردوس مکانی نے ان داتعات کے رونما ہونے سے سمجھ لیا کہ افغانی لشکر تباہی کی حالت میں مبتلا اور اپنے مالک سے بالکل بگڑتے ہوئے اور اس کا یقین ہوتے ہی بادشاہ نے ہندوستان پر دھاوا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور دہلی کی طرف روانہ ہوئے اسی اثناء میں شاہ علاء الملک شیرازی مولانا محمد نصیب اور لودی کے خان خاں کا قاصد بنکر فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور مذکورہ صدر ہندی امیروں کے عریضے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے ان خطوط میں بھی فردوس مکانی کو ہندوستان کی تسخیر کی ترغیب اور دعوت دی گئی تھی بادشاہ کے ارادے میں اور بھنگی پیدا ہو گئی فردوس مکانی نے کابل سے کوچ کیا اور دریائے ہکمر کے کنارے پہونچ کر یہ سنا کہ حاکم حصار فیروزہ کا ایک امیر مہر سی حمید خاں کابلی فوج کی مزاحمت کے لئے راستے میں آدھ بہ پیکار ہے فردوس مکانی نے شاہزادہ محمد ہمایوں اور برنغار کے تمام سرداروں یعنی خواجہ کلاں۔ سلطان محمد دلدی۔ جان بیگ خروبیگ ہندوبیگ۔ عبدالعزیز۔ اور محمد علی خنگ خنگ وغیرہ کو حمید خاں کے مقابلے میں روانہ کیا۔ حمید خاں ان سرداروں کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکا اور شاہزادہ فتحیاب ہو کر باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ یہ معرکہ شاہزادہ ہمایوں کی زندگی کی سب سے پہلی فتح تھا فردوس مکانی نے خوش ہو کر حصار فیروزہ اور جالندھر کے تمام قصبے شاہزادے کو جاگیر میں عنایت کیے اس واقعے کے دو ہی تین روز کے بعد بین افغان جلوانی جو ابراہیم لودی کے مقبرہ سرداروں میں تھا دو یا تین ہزار سواروں کے ساتھ باہری فوج سے آٹلا اور خلوص اور محبت کے ساتھ فردوس مکانی کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گیا لشکر کشور کشا اور شاہ آباد کے درمیان صرف دو منزل کا فاصلہ رہ گیا اور بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ابراہیم لودی اپنی تمام قوت کے ساتھ دہلی سے متعلقہ کرنے کے لئے روانہ ہوا ہے۔ اور داؤد خاں اور حاتم خاں ستائیس ہزار سوار لیکر

تین چار کوس بادشاہ کے آگے آگے آ رہے ہیں تاکہ راستے ہی میں فردوس مکانی کے مزاحم ہو کر باری فوج کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ فردوس مکانی نے حسین تیمور سلطان مہدی خواجہ۔ محمد سلطان میرزا عادل سلطان میرزا کو مع تمام جرنیالوں کے امیروں کے حریف کے مقدمہ لشکر کے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا سلطان غنیمت برلاس اور شاہ حسین برلاس بھی اسی پیشرو فوج کے ہمراہ ہوئے اور یہ جزار لشکر صبح کے وقت غنیم کے سر پر جا پہنچا۔ ایک خوزیز لڑائی کے بعد لودی لشکر کو شکست ہوئی حاتم خاں معرکہ جنگ میں کام آیا اور ایک بڑا گروہ ہندی سپاہیوں کا اور سات صد کوہ پیکر اور نامی ہاتھی مغلوں کے ہاتھ آئے۔ باری فوج سات ہاتھی اور نظر بندوں کی جماعت کو ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ فردوس مکانی نے محض عبرت کے لئے اسیران لشکر کو مختلف طور پر قتل کیا اور ان امیروں کی فتح گاہ میں چھ روز قیام کر کے استاد علی قلی خاں کو حکم دیا کہ رومی طریقے کے موافق اربوں رسیوں سے باندھ کر توپ کی پیادوں کے لئے ایک حصار تیار کرے۔

ابراہیم لودی کے لشکر کی تعداد تقریباً ایک لاکھ سپاہیوں تک پہنچتی تھی اور ایک ہزار جنگی ہاتھی اس کے ہمراہ تھے۔ فردوس مکانی کے ساتھ صرف بارہ ہزار سوار تھے اور پانچ ہزار سوار ابراہیم لودی کے لشکر پر چھاپہ مارنے کے لیے تھوڑی دور آگے روانہ ہو چکے تھے لودی سپاہی اس بلا سے واقف ہو چکے تھے اور فردوس مکانی کا مقدمہ لشکر بے نیل مرام واپس آیا۔ سلطان ابراہیم لودی اس کارروائی سے اور دلیر ہو گیا اور لشکر مرتب کر کے اور جلد سے جلد پانی پت روانہ ہوا فردوس مکانی نے بھی اس خبر کو سن کر اپنے لشکر کو مرتب کیا اور حریف کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے باری لشکر میدان جنگ میں پہنچا اور پانی پت کے سامنے حریف کی فوج سے چھ کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا۔ سلطان ابراہیم کو غنیم کا سر پہنچنا معلوم ہو گیا اور اسی دن افغانی لشکر کی طرف بڑھا۔ دوسرے دن یعنی دسویں رجب روز جمعہ افغانی فوج بھی تیار ہو کر پانی پت کی طرف بڑھی فردوس مکانی نے برانغار شہزادہ ہالیوں اور خواجگان بیگ۔ سلطان محمد دولہی۔ ہندو بیگ۔ ولی بیگ اور پیر قلی سیستانی کے سپرد کیا اور جرنیالوں کی حفاظت محمد سلطان میرزا مہدی خواجہ

غازی سلطان اور جید برلاس کے ہاتھ میں دگئی۔ قول کے دست راست کی طرف حسین تیمور میرزا۔ میرزا مہدی کو کلتاش۔ شاہ منصور اور دوسرے نامی امیر مقرر کیے گئے۔ قول کے دست چپ پر میر خلیفہ تردی بیگ اور محب علی خلیفہ دیگر متعین کیے گئے۔ خسرو کو کلتاش اور محمد علی خٹک خٹک میرزا سلیمان بن خان میرزا کی ماتحتی میں مقدمہ لشکر دیا گیا۔ عبد الغزیز امیر آخوند چند دوسرے عائدین کے ساتھ طرح میں اور ولی قراول اوج برانغار پر مقرر کیے گئے اور قراقرزی بہادر اوج جانا پر متعین کیا گیا۔ ملک تاسم تیوقہ برانغار اور علی بہادر تیوقہ جانا پر بنا گئے۔ فردوس مکانی کا لشکر مرتب ہوا اور ادھر سلطان ابراہیم کی فوج معرکہ کارز میں پہنچ گئی۔ ہندوستانی تاعدے کے موافق لودیوں نے غنیم سے دست وگریباں ہونے میں بڑی بھرتی دکھائی اور حریت کے سامنے آتے ہی ان کی ہمت اور سرعت میں کمی پیدا ہو گئی۔ تیوقہ کے جانا ز سپاہی داسنے اور بایں دھوٹ سے ہٹ کر حریت کی پشت پر آگئے اور مینہ اور میرہ کی فوج نے بھی ایکبارگی حملہ کر دیا قول کے اکثر سپاہی جانا اور برانغار کی اعانت کے لئے بڑھے مختصر یہ کہ دو گھڑی دن چڑھے سے ٹیک دو بھر تک میدان میں شمشیر و نیزہ کی لگاتار بوجھار ہوتی رہی اور زمین پر خون کی ندیاں بگیں آخر کار اقبال باری نے لڑائی کا خاتمہ کیا اور سلطان ابراہیم لودی پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا۔ ہندی فوج میدان جنگ سے بھاگی لیکن چونکہ سلطان ابراہیم لودی کا قتل مشتبہ تھا فتح فوج نے قراری سپاہیوں کا پھینکا اور جیسے جہاں پایا وہیں اُسے تلوار کے گھاٹ اتارا۔ باری سپاہی حریت کو قتل کر کے ہاتھوں کے گردہ کے گردہ گرفتار کر کے اپنے لشکر میں لانے لگے۔ فردوس مکانی معرکہ کارز سے آگے بڑھے اور ابراہیم لودی کے لشکر اور اس کے اسباب سلطنت کا معائنہ کرنے کے لئے دیرائے جتنا کے کنارے خیمہ زن ہوئے اس جگہ ابراہیم لودی کا بیٹا بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش ہوا۔ یہ بات تحقیق کے ساتھ ثابت ہوئی ہے کہ معرکہ کارز میں تعاقب اور مقابلہ دونوں صورتوں میں سولہ ہزار افغان مقبول ہوئے لیکن ہندی روایات سے مقتولوں کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچی ہے جس میں سے پانچ ہزار

سلطان ابراہیم لودی کے ساتھ ایک ہی جگہ فنا ہو گئے۔ شہنشاہ ہند محمد ہمایوں خواجہ کلاں شاہ منصور اور ادلی خازن جلد سے جلد خزانے پر قبضہ کرنے کے لیے آگرہ روانہ ہوئے اور محمد سلطان میرزا مہدی خواجہ اور سلطان جلیند برلاس مال کی حفاظت کے لیے دہلی بھیجے گئے۔ فردوس مکانی بھی ان لوگوں کے کچھ دنوں بعد رجب کی بارہویں سہ شنبہ کے دن دہلی میں تشریف لائے اور جمعہ کے دن شیخ زین صدر نے بادشاہ کشور کشا کے نام کا خطبہ پڑھا۔ بادشاہ نے قلعہ کی سیر کی اور شہر کی اور دوسری عمارتوں کو دیکھ کر ہندوستان کے مشاہیر اولیاء اللہ اور فرمانرواؤں کے مزارات پر فاتحہ خوانی کر کے آگرہ روانہ ہوئے۔ بائیس رجب یوم جمعہ کو دار السلطنت آگرہ میں پہنچے۔ آگرہ کا قلعہ ابھی سلطان ابراہیم لودی کے متوسلین کے قبضے میں تھا۔ فردوس مکانی نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ بکرماجیت راجا گولیار کے ملازم موجود تھے۔ یہ راجہ سلطان ابراہیم لودی کے ہمراہ پانی پت کے میدان میں کام آچکا تھا۔ راجہ کے ملازم شہنشاہ ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے ایک الماس جس کا وزن آٹھ مثقال تھا اور سلطان علاؤ الدین غازی کے خزانے سے ان لوگوں کے ہات لگا تھا شہنشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ جوہریوں نے اس الماس کی قیمت تمام دنیا کی ایک دن کی آمدنی کے برابر لگائی تھی۔ شہنشاہ نے الماس مذکور بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ فردوس مکانی نے شہنشاہ کے کاہر قبول کر کے یہ نادر تحفہ پھر شہنشاہ کو واپس کر دیا۔ آگرے کے قلعہ بند یعنی داؤد گرائی۔ فیروز خاں سورا۔ اور ماور سلطان ابراہیم لودی وغیرہ نے فردوس مکانی سے امان طلب کی اور محاصرہ کے پانچویں دن قلعہ بادشاہ کے سپرد کیا۔ فردوس مکانی نے اپنی کتاب واقعات بابری میں لکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے اس وقت تک تین فرمانروائے اسلام ہندوستان آئے اور ملک ہند پر قابض ہوئے اول سلطان محمود غزنوی کہ عرصہ تک اس بادشاہ کی اولاد ہندوستان پر حکومت کرتی رہی دوسرے شہاب الدین غوری جس کے کنار گرفتہ فرزندوں نے بڑے جاہ و جلال کیساتھ حکمرانی کا ڈھنگ بجایا۔ اور تیسرے میں لیکن میرا حال میرے دونوں پیشرو فرمانرواؤں سے

بالکل مخالف ہے ظاہر ہے کہ محمود غزنوی اپنے ہندوستانی حلوں کے وقت ماورائے نہر، خوارزم اور خراسان کا فرزند تھا اور غزنوی فوج کی تعداد کسی طرح ایک لاکھ سے کم نہ تھی اس کے علاوہ ہندوستان کی یہ حالت تھی کہ یہاں کوئی عظیم الشان فرزند نہ تھا بلکہ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے راجہ حکمرانی کرتے تھے۔ سلطان شہاب الدین غوری اگرچہ خود خراسان کا بادشاہ نہ تھا۔ لیکن اس کا بھائی مقتدر فرزند تھا۔ غوری ایک لاکھ بیس ہزار سوار لیکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا غزنوی کی طرح غوری کے وقت میں بھی ہندوستان میں طوائف الملوکی تھی۔ میرا حال یہ ہے کہ جب میں پہلے بار ہندوستان آیا تو ڈیرہ ہزار سے دو ہزار سوار تک میرے ہمراہ تھے اور بدخشاں کابل اور قندھار کی حکومت میرے قبضے میں تھی ان شہروں سے نصف خراج بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا تھا بعض مملکت ایسی تھی کہ غنیم کے جوار کی وجہ سے بالکل مدد کی محتاج تھی ہندوستان کا یہ حال تھا کہ پیرہ سے بہار تک افغانوں کے زیر نگین تھا۔ ہندی قوت کے لحاظ سے میرے ساتھ پانچ لاکھ فوج ہونی چاہئے تھی۔ ابراہیم لودی کا لشکر ایک لاکھ پاسبانوں کا تھا اس کے علاوہ ایک ہزار جنگی ہاتھی اس بادشاہ کے ہمراہ تھے، ان دشمنوں پر مستزاد یہ تھا کہ اوزبک سے زبردست غنیم کو اپنے پیچھے چھوڑ کر لودی جیسے خونخوار حریف سے میں نے معرکہ آرائی کی لیکن خدا کا بھر و سا کام آیا اور ان تمام مشکلات کے باوجود میری کوشش ضائع نہ ہوئی اور میں ہندوستان پر قابض اور متصرف ہوا۔ میں اپنی اس کامیابی کو اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ نہیں سمجھتا یہ فتح محض خدا کی عنایت اور کرم کی وجہ سے مجھے حاصل ہوئی جس کا مجھے پورا یقین ہے۔ اتیس رجب کو فردوس مکانی نے شاہان ہند کے خزانوں اور دینوں کا معائنہ کیا۔ بادشاہ نے ساڑھے تین لاکھ روپیہ نقد اور ایک سرب بہر خزانہ پورا شاہزادہ ہمایوں کو عنایت کیا اور محمد سلطان میزاکو چار اور ایک کنہاؤڈ مشیر مرصع اور ایک لاکھ روپیہ دیا۔ اسی طرح دوسرے میزراؤں اور امیروں اور لشکریوں حاضر و غائب سب کو اور طالب علموں بلکہ سوداگروں اور تمام ہمایوں لشکر کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے علاوہ فردوس مکانی نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو

سمرقند و خراسان اور کاشغر اور عراق میں تھکے اور ہریے روانہ کئے اور کھمبہ منظمہ و مدینہ منورہ کے بلائے محلے بچھ اشراف شہد مقدس اور دیگر قطبات عالیات اور خزاںات سمرقند و خراسان پر بندریں چڑھایا اور فقہ را اور حاجت مندوں کو تقسیم کرنے کے لئے روپیہ روانہ کیا۔ کانبل کے تمام باشندے چھوٹے بڑے فقیر و عورت و مرد غلام و آقا سب شاہی انعام سے سرفراز کیئے گئے اور ہر شخص کے لئے ایک شاہرنخی جس کا وزن ایک مثقال چاندی تھا بحساب سرشماری ہندوستان سے روانہ کی گئی۔ غرض کہ جو کچھ پرانے بادشاہوں نے برسوں میں جمع کیا تھا اس فقیر نش فرما زدانے ایک مجلس میں لٹا کر اپنی بے نیازی کا سکہ دلوں پر بٹھا دیا۔

چونکہ ہندوستان کے باشندے مغلوں کی حکومت اور ان کی سیاست سے ڈر گئے تھے اس لئے فردوس مکانی کے ابتدائی عہد میں لوگوں کے دلوں میں رعایت کا خیال تک نہ گزرا بلکہ جہاں تھا وہیں اپنی ہمتی برقرار رکھنے کی فکر کیا جانے والے سے سرگرم ہو کر بادشاہ کی مخالفت کا دم بھرنے لگا۔ چنانچہ قاسم خاں نبل میں علی خاں قرطبی میوات میں محمد زیتون دیباپور میں۔ تانا خاں بن مبارک خاں گویا میں حسین خاں لہجانی رابری میں قطب خاں اٹامہ میں عالم خاں کاپلی میں اور نظام خاں بیانہ میں خود مختاری کا ڈھکا بجانے لگے۔ دیباپور میں لگا کے اس بار کے علاقے پر زبردست افغان امیر یعنی نصیر خاں لوہانی اور معروف خاں علی قابض ہو گئے تھے اور اگرچہ امیر ابراہیم لودی کے پورے مطیع اور فرماں بردار تھے لیکن پانی پت کے معرکہ کے بعد انھوں نے مصلحت وقت کا خیال کر کے بہار خاں ولہ دیا خاں لودی کو سلطان محمد کا لقب دے کر اسے بادشاہ تسلیم کر لیا تھا اور ایک جہاز فروج اپنے ساتھ لے کر فوج سے آگرہ کی سمت روانہ ہوئے اور دو تین منزل چل کر ایک جگہ پر خیمہ زن تھے۔ اسی درمیان میں بین خاں جلوانی فردوس مکانی سے نخرت ہو کر سلطان محمد سے جا ملا۔ قصبات اور شہروں کے باشندوں نے مخالفت پر آمادہ ہو کر رہنمی اور ڈاکہ بکریاں بھی اور یہاں تک اپنے اس پیشے کو فروغ دیا کہ لوگوں کی روزی اور چوپایوں کا

چارہ اور دانہ بھی شکل سے دستیاب ہونے لگا۔ اتفاق سے اس سال گرمی بھی معمول سے زیادہ پڑی اور لوں کی تیزی سے مغل سردار ہلاک ہوئے ان واقعات دیکھ کر خواجہ کلاں اور دوسرے معزز سرداروں نے فردوس مکانی سے کہا کہ خیریت اسی میں ہے کہ بادشاہ اس وقت پنج کو شمیت بمحکمہ جلد سے جلد کابل واپس چلے فردوس مکانی اس بات کو سن کر بی غضبناک ہوئے اور کہا کہ جس ملک کو ایسی مشقت سے نفع کیا ہے اُس کو اس طرح چھوڑ کر کابل جیسے خانہ شہنشاہ میں بیٹھنا میرے غم جہاں کشائی سے بعید ہے ارکان سلطنت نے اس غضب آلود جواب پر بھی اپنے معروضہ پر اصرار کیا اور فردوس مکانی نے تمام امیروں کو ایک مجلس میں جمع کر کے اُن سے کہا کہ میرا ارادہ ہندوستان میں قیام کرنے کا ہے جس امیر کا جی چاہے میرے ہمراہ ہند میں ٹھیرے اور جس کا دل وطن کا شتاق دیدار ہو وہ کابل کی راہ لے۔ امیروں کو جب معلوم ہوا کہ بادشاہ اب ہندوستان پر پورا قبضہ کیے بغیر افغانستان کا رخ نہ کرے گا ناچاران لوگوں نے بھی ہندوستان کا قیام اختیار کیا۔ ان امیروں میں خواجہ کلاں سرترین ہند سے بالکل نیراز ہو چکا تھا اور اگرچہ ہندوستان کی کامیابیوں میں بہت بڑا حصہ اس کا تھا لیکن اب وہاں کی ناواقفیت اور اپنی بیاری کی وجہ سے یہ امیر کابل جانے پر قطعی آمادہ ہو گیا۔ بادشاہ نے بھی خواجہ کلاں سے اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور کابل اور غزنی کی حکومت خواجہ کلاں کے سپرد کر کے اُسے افغانستان روانہ کیا۔ خواجہ کلاں نے چلتے وقت دہلی کی عمارتوں میں سے کسی عمارت کی دیوار پر یہ شعر لکھ دیا۔

اگر آخر سلامت گذر ز سندانم بویاہ روئے شوم گر ہوائے ہندنم

فردوس مکانی کے تیور سے اس بات کا پتہ چلتے ہی کہ یہ شیردل فرمانروا اپنے جدا امیر تیور کی طرح ہندوستان چھوڑ کر اپنی موروثی سلطنت پر قناعت نہ کرے گا۔ چند ہی صوبہ داروں نے حلقہ اطاعت میں آنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے شجاع پورن دو یا تین ہزار سپاہیوں کے ہمراہ میان دو آب سے آگرے میں آیا اور شاہی ملازمت کے سلسلے میں داخل ہو گیا۔ علی خاں قمرلی اپنے بیٹوں کے بلانے سے جو اس درمیان میں فردوس مکانی کے قیدی تھے میوات سے

اگر سے آیا اور باری امیروں میں شامل ہو کر نوبت و تقارہ و دیگر سامانِ شہمت سے ہم چشموں میں متاثر ہوا۔ علی قرملی اپنے بدن کی فریبی میں ضربِ اشل تھا۔ یہ امیر پان کا بڑا شائق تھا ہر وقت اس کا منہ لال اور کمر مشیر بندرتی تھی۔ قرملی سیر کو بھی اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا۔ علی قرملی کے بعد فیروز خاں اور شیخ بایزید قرملی اپنے اپنے لشکر کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جاگیر اور منصب سے سرفراز کیے گئے۔ محمود خاں لوحانی اور قاضی حبیب بھی باری سلسلہ ملازمت میں داخل ہو کر صاحبِ منصب و جاگیر ہوئے۔ ان سرداروں کے حلقہِ بگوش ہونے سے اطمینان اور امن پیدا ہوا اور بہت سے پرگنے اور قصبے شاہی دائرہ حکومت میں داخل ہو گئے۔ اسی دوران میں بن خاں افغان نے سنبل کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور قاسم سنبل نے اطاعت کا اظہار کر کے ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور مدد کی درخواست کی فردوس مکانی نے میرزا مہدی کو کلتاش کو قاسم کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ مہدی کے دریائے جنا کو عبور کر کے بن سے معرکہ آرائی کی اور اُسے شکست دیکر سنبل کی حدود سے باہر کر دیا۔ قاسم سنبل نے اس احسان کے معاوضہ میں قلعہ کو کلتاش کے سپرد کیا اور خود باری امیروں میں داخل ہو گیا فردوس مکانی نے سنبل شہزادہ ہایوں کے سپرد کیا اور شہزادہ کو شرقی افغانوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ ہمایوں قنوج کے حوالی میں پہونچا شرقی افغان جن کی تجداد چالیس ہزار تھی ہلائے جو پور کی طرف بھاگے صرف ان افغان امیروں میں فتح خاں شیروانی شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شہزادہ نے شیروانی کو بیدلی دی اور اُسے مہدی خواجہ کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ بادشاہ نے فتح خاں پر بید ہلالی کی اور اُسے مجلسِ نشاط میں بلا کر اپنا خاص لمبوس مرحمت کر کے عمدہ جاگیر بھی اُسے مرحمت کی۔ بابر کی اس مہر انجیر ویش نے افغانوں کو فردوس مکانی کا گردیدہ بنانا شروع کیا اور ایک ایک کر کے چغتائی خاندان کے آگے تسلیم چھکانے لگے نظام خاں حاکم بیان بھی جو رانا سنگا سے دل میں خوف زدہ تھا بادشاہ کا پیشوا فردوس مکانی نے نظام خاں سے قلعہ حوالہ کرنے کی گفتگو کی نظام خاں نے

اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ فردوس مکانی نے بابا قلی بیگ کو قلعے کی مہم پر نامزد کیا اور مندرجہ ذیل قطعہ قلعہ کو نظام خاں کے پاس روانہ کیا۔

باترک ستیزہ کن اے میر بیانہ پوچا لاکی دمرانگی ترک بیان ہست
گزرد نیائی ویت یعنی گوش بچ آں جا کہ عیا نیست چخت بیان آت

نظام خاں نے اطاعت نہ کی اور قلعے سے باہر نکل کر بابا قلی بیگ سے برسر پیکار ہوا اور اسے شکست دیکر پھر قلعہ بند ہو گیا۔ رانا سنگا نے اس واقعے کی خبر پاتے ہی موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور نظام خاں کی تباہی کے درپے ہوا۔ اب نظام خاں نے عاجز ہو کر فردوس مکانی سے اپنے تصور کی معافی مانگی بادشاہ نے اس کا قصور معاف کیا نظام خاں قلعہ بادشاہی امیروں کو سپرد کر کے خود بادشاہ کی ملازمت خاص اور میان دو آب کے محافل سے بیس لاکھ تنگہ کے منصب سے سرفراز ہوا۔ اسی دوران میں منکٹ رائے جو گوالیار کے قدیم راجاؤں کا ہم خاندان تھا ایک باغی خان جہاں نام کی موافقت سے گوالیار پر حملہ آور ہوا اور تاتار خاں کا محاصرہ کر لیا۔ تاتار خاں قلعہ گوالیار کا حاکم تھا اس نے زمینداروں کی سرکشی دیکھ کر بادشاہ کی اطاعت کا اقرار کیا اور فردوس مکانی سے اعانت کا طلبگار ہوا۔ تاتار خاں نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ اگر بادشاہی امیر گوالیار پہنچ جائیں تو تاتار خاں قلعہ ان کے سپرد کر دے گا۔ فردوس مکانی نے جیم دادا اور شیخ گھورن کو تاتار خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا ان امیروں نے تاتار خاں کو منکٹ رائے کی مصیبت سے نجات دی۔ تاتار خاں نے بد عہدی کی اور شاہی امیروں کو قلعے کے اندر نہ آنے دیا حضرت شیخ محمد غوث آجو گوالیار کے مشورہ بزرگ اور صاحب ارشاد تھے اور اپنے مریدوں کی ایک بہت بڑی جماعت رکھتے تھے ان بزرگ نے جیم دادا کو پیغام دیا کہ کسی جیلہ سے قلعے کے اندر آ جائے اس سے تاتار خاں کا علاج آسانی کے ساتھ ہو جائے گا۔ جیم دادا نے حضرت شیخ کے قول کے موافق تاتار خاں کو پیغام دیا کہ شاہی فوج منکٹ رائے کے شیخوں کی وجہ سے خطرے میں ہے اگر تاتار خاں اجازت دے تو جیم دادا اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعے کے اندر آکر پناہ گزین ہو جائے اور بقیہ لشکر بیرون قلعہ مقیم رہے۔ ساگر

تاتار خاں یہ درخواست قبول کر لیا تو رحیم داد تمام عمر اس کا احسان مند رہے گا۔
 تاتار خاں نے رحیم داد کا کہنا مان لیا اور رحیم داد چند آدمیوں کے ہمراہ قلعے میں
 داخل ہوا اور اپنے ایک خادم کو تاتار خاں کے مشورے کے موافق دربانوں کے پاس
 پہنچا دیا تاکہ یہ شخص رحیم داد کے خاص آدمیوں کو پہچان کر قلعے کے اندر لے آئے
 تاتار خاں پر غور کا ایسا نشہ سوار ہوا کہ احتیاط اور ہوشیاری کو بالائے طاق رکھ کر
 اس رات غافل ہو کر سویا۔ قلعے کے دربان جو اکثر حضرت شیخ گوالیار کی کے مرید تھے
 رحیم داد کے پیادے سے مل گئے اور بعض ضروری چیزیں لانے کا بہانہ کر کے
 اسی رات قلعے کے باہر گئے اور ایک بہت بڑی جماعت کو حصار کے اندر لے آئے
 صبح کو تاتار خاں پر حقیقت کھل گئی۔ تاتار خاں نے سوا سکوت کے اور کوئی چارہ کار
 نہ دیکھا اور قلعے کو رحیم داد کے سپرد کر کے خود اگرہ پہنچا اور بابر امیروں کے
 گردہ میں داخل ہوا اور دربار شاہی سے بس لاکھ تئلے بطور انعام کے حاصل کیئے۔
 محمد زیتون بھی دھوپور سے آکر امراء میں داخل ہوا حمید خاں اور سارنگ خاں اور
 دوسرے افغان سرداروں نے حصار غیر ذرہ کے نواح میں فساد برپا کیا۔ حسین قہر سلطان
 اور ابو الفتح ترکمان نے حصار مذکور پر چکر باغیوں کو قرار داتی سزا دی۔ سلسلہ میں
 خواجگی اسد جو کابل سے شاہلہاں صفوی کے پاس ایچی بنکر عراق گیا ہوا تھا
 سلیمان نامی ترکمان کے ساتھ واپس آیا۔ خواجگی اسد بہت سے سوغات ایران سے
 لایا جن میں دو کنواری چرخس کنیزیں بھی تھیں۔ بادشاہ کو ان لونڈیوں کے ساتھ
 حد درجہ محبت ہو گئی۔ اس درمیان میں بادشاہ ابراہیم کی ماں نے جو بہت
 صاحب اقتدار اور مقرب ہو گئی تھی احمد چاشنی گیر اور دوسرے بادچیوں سے
 جو دراصل بادشاہ ابراہیم کے ملازم تھے سازش کر کے بادشاہ کے کھانے
 میں جو اس دن خشک اور خمر گوش کا قلیہ تھا زہر کی آمیزش کرادی کھانا کھاتے کھاتے
 بادشاہ کا دل کچھ دھڑکنے لگا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ بار بار قہقہے کر کے
 زہر کو پیٹ سے نکالا اور اس بلا سے نجات پائی۔ واقعہ کی تحقیقات کی گئی اور
 چاشنی گیر اور بادچیوں نے اہل ماجرا بیان کر دیا۔ کھانے کا امتحان کیا گیا اور
 اسی مشتبہ طعام سے چند نفعے ایک کتے کے آگے ڈال دیئے گئے کھانا کھاتے ہی

کتے کا سارا جسم بچھل گیا اور غریب جانور ایک شبانہ روز اپنی جگہ سے نہ ہل سکا۔ اس کے علاوہ دو خدمتگاروں نے بھی آزمائش کے طور پر تھوڑا کھانا کھایا اور بڑی شکل سے اُن بیچاروں کی جان بچی۔ فردوس مکانی کے حکم سے چاشنی گیر کی کھال کھینچی گئی اور دوسرے بادرجہ بدترین عذاب سے تہ تیغ کر کے سلطان ابراہیم کی ماں کا گھر تاراج کیا گیا اور خود یہ بے وفایم قید خانہ کے سپرد کی گئی فردوس مکانی نے سلطان ابراہیم کے فرزند کو کامران میرزا کے پاس کابل روانہ کر کے باطل اطمینان حاصل کر لیا۔ اسی اثنائیں شانزادہ محمد ہمایوں نے جو جو پور پر قبضہ کرنے کی غرض سے گیا ہوا تھا اپنا کام پورا کر کے شہر کو جنید برلاس کے سپرد کیا۔ اور خود آگرہ کی طرف لوٹا۔ شانزادہ کاپلی پیونچا اور عالم خاں حاکم کاپلی ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہو کر شانزادہ کے ساتھ آگرہ پیونچا اور شاہی عنایتوں سے سرفراز ہوا رانا سنگا کا قصہ حسب ذیل ہے۔ رانا سنگا ہندوستان کے ہندو فرما نرواؤں میں سب سے بڑا راجہ تھا۔ ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا سیلاب آنے سے بہت پیشتر امارت اور حکومت اس کے خاندان میں چلی آتی تھی یہ راجہ دینیت کا حاکم تھا۔ دہلی اور اجمیر کے راجہ جو سلطان قطب الدین ایبک کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہوئے رانا سنگا کے ہم قید تھے اور دو چار پشتوں کے بعد ان سب کا سلسلہ نسب باہم مل جاتا ہے۔ فردوس مکانی کے حملہ ہندوستان کے وقت قریب ایک لاکھ راجپوت کے رانا کے زیر حکم تھے۔ اس کے علاوہ سلطان ابراہیم لودی کے بہت سے وہ امیر بھی جو اب تک فردوس مکانی کے حلقہ اطاعت میں داخل نہ ہوئے تھے رانا کے ہی خواہ تھے محمود خاں سلطان سکند کا بیٹا بھی دس ہزار سواروں کی جمعیت سے رانا سے جاملہ مارواڑ کے تمام راجہ برم دیو۔ نرسنگی دیو۔ میدنی رائے راجہ چندیری۔ رادل دیو ولد داو سنگ راجہ وکرم پور رائے چند رہبان جو بان۔ مانچند جو بان اور رائے دیب وغیرہ بھی پچاس یا ساٹھ ہزار راجپوت سواروں کی جمعیت سے رانا سنگا کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے حسن خاں میواتی بھی دس ہزار سواروں کے ساتھ رانا کا مددگار بناغرض کہ یہ سارے سردار دو لاکھ سواروں کی جمعیت سے فردوس مکانی سے لڑنے اور ہندوستان کو

مغلوں کے پنجہ حکومت سے چھڑانے کے لیے اگرہ روانہ ہوئے۔ فردوس مکانی کو بعضے ہندوستانی امیروں پر بھروسہ نہ تھا۔ بادشاہ نے ایسے ناقابل اعتبار امیروں کو سرحدی شہروں کے فتح کرنے اور ان کا انتظام درست رکھنے کے لیے ادھر ادھر روانہ کر دیا اور اپنے مغل سپاہیوں کے ہمراہ جو کابل سے ساتھ لایا تھا اور چار ہندوستانی امیروں یعنی سلطان علاء الدین کے دونوں بیٹے کمال خاں اور جلال خاں اور علی قمرلی خاں اور نظام خاں حاکم بیانہ کے ساتھ اگرہ سے روانہ ہوا۔ فردوس مکانی بیانہ کے مضافات موضع کانوہ میں پہونچے۔ بادشاہ سے غیر مسلموں سے معرکہ آرائی کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ شہزادہ ہمایوں جو اب تک شراب کے مزے سے آشنانہ تھا مجلس سلطانی میں طلب کیا گیا اور بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک ساغر شاہزادہ کو عنایت کیا۔ بیانہ کے فوج میں دونوں لشکروں کی مدد بھیڑ ہوئی۔ شاہی قراول جو خبر رسائی کے لیے گئے ہوئے تھے زخمی اور شکست خوردہ واپس آئے۔ قلعہ بیانہ کے رہنے والے بھی حصار سے نکل کر صف آرا ہوئے اور حریف کے ہاتھ سے شکست کھا کر بھر قلعہ بند ہو گئے۔ غرض کہ لوگوں کے دل تو ہات اور ترود سے پھر پریشان ہونے لگے۔ میت خاں نیازی سنبل کی طرف بھاگ گیا اور حسن خاں میوانی دشمن سے جا ملا۔ ملک بکے ہر گوشے سے وختناک خبریں روزانہ آنے لگیں۔ محمد شریف نجم جو قابل اعتبار فاضل تھا اور زیادہ لوگوں کے خوف و ہراس کا باعث ہوا یہ بخوبی ہر وقت ہی کہتا کرتا تھا کہ مریخ مغرب کی طرف طالع ہے جو فرقہ کہ اس طرف سے جنگ کریگا دشمن کے ہاتھ سے شکست کھائیگا۔ بادشاہ نے مجلس مشورہ منعقد کی اور لڑائی کے بارے میں رائے دریافت کرنے لگا۔ اکثر درباریوں نے کہا کہ دشمن کا غلبہ ظاہر ہے بہتر یہ ہے کہ اور بڑے قلعے معجز امیروں کے سپرد کر کے بادشاہ خود پنجاب روانہ ہو جائیں اور وہاں تائید علی کا انتظار فرمائیں۔ فردوس مکانی نے تھوڑے غورا در تامل کے بعد کہا کہ میری اس بزدلی پر دنیا کے اسلامی فرمانروا مجھے کیا کہیں گے۔ ظاہر ہے کہ سچوں کا ہی خیال ہوگا کہ محض اپنی جان کی خیر مانگ کر اتنے بڑے وسیع ملک کو اس طرح ہاتھ سے کھو بیٹھا میرے نزدیک ہی بہتر ہے کہ

شہادت کی سعادت کو مد نظر رکھوں اور مردانگی کے ساتھ معرکہ کارزار میں دل و جان سے کوشش کروں۔ اہل مجلس نے بادشاہ کی یہ تقریر سنی اور ہر گوشے سے بالاتفاق جہاد کا نعرہ بلند ہوا بادشاہ کی تقریر کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ ہر شخص نے تسلیم خم کر کے بالاتفاق یہی کہا کہ شہادت سے زیادہ اور کوئی سعادت محبوب ہو سکتی ہے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا قول ہے کہ مارا تو فازی اور مرے تو شہید ہم سب قسم شرمی کھاتے ہیں کہ معرکہ کارزار سے منہ موڑنے کا خیال تک۔ دل میں نہ لائیے۔ امیروں نے مزید اطمینان کے لئے اپنے عہد و پیمان کو حلف سے اور زیادہ مضبوط کیا بادشاہ نے جس کا یہ حال تھا کہ کسی وقت بھی اسے بلا ساقی و شراب پین نہ تھا مصلحت و وقت کے لحاظ سے بادہ نوشی بالکل ترک کر دی بلکہ تمام مکرہات یہاں تک کہ ریش تراشی سے بھی توبہ کر لی اور نئے مالک محروسہ کے مسلمانوں کو بخشے اور اس بارے میں تمام قلم و میں فرمان جاری کیئے۔ نویں جہادی الآخرہ شنبہ کے روز جو نوروز کا دن تھا جنگ کی صفیں ترتیب دیں اور رومی قواعد جنگ کے مطابق آشناباری کے ارابے آراستہ کر کے فوج کے آگے نصب کرائے اور دشمن کی طرف جوین کوس کے فاصلے پر مقیم تھا روانہ ہوا۔ ایک کوس مسافت طے کرنے کے بعد بادشاہ نے راستے میں قیام کیا جتنا کہ ہمارے جوانوں نے جن کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے ملک قاسم اور بابا قسقبہ مغل کی ماتحتی میں دشمن کے قہر دلوں کو مارنے اور بھگانے کی قابل قدر خدمتیں انجام دیں۔ تیرھویں جہادی الآخر کو اس مقام سے بھی کوچ ہوا اور حسب دستور سابق ایک کوس مسافت طے کرنے کے بعد پھر بیانہ کے مضافات موضع کا نوہ میں قیام ہوا جتنا کہ فرشتوں نے ابھی فیجی بھی نصب نہ کیئے تھے کہ حریف کا لشکر مورد و ملع کی طرح کوہ پیکر ہاتھیوں کو ساتھ لے کر سامنے سے نمودار ہوا۔ محمد شریف نجم نے پھر لڑائی سے روکا اور اپنے دعوے پر دلیں بھی لایا لیکن بادشاہ نے ایک نہ سنی اور اپنے لشکر کو جو میں نہرا سواروں سے زیادہ نہ تھا پانی بت کے معرکہ کی طرح صفیں مرتب کرنے کا حکم دیا۔ جو غیر مسلم سردار اور راجہ فردوس مکانی سے لڑنے کے لئے آئے تھے ان میں سے ہر ایک ہندوستان کے کسی نہ کسی گوشے میں ہندوؤں کے

ایک گروہ کا سردار تھا۔ غرض کہ ہندوستان کے ان دسویں دشمنوں نے مسلمانوں کی تباہی پر کمر بستہ ہو کر اپنی صفیں مرتب کیں اور لشکر کے مینہ میرہ اور قلب کو درست کر کے خونریزی اور نبرد آزمائی کے نشہ میں سرشار میدان میں آئے۔ مسلمانوں کے لشکر کی ترتیب نظام الدین علی خلیفہ کے ذمہ کی گئی اور نظام خلیفہ نے فوج کو آراستہ اور مرتب کرنے میں پوری کوشش اور جہاں کا ہی سے کام لیا اور لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ بادشاہ تول میں قیام کرے اور ٹول کے داہنے جانب حسین تیمور سلطان۔ سلیمان شاہ۔ خواجہ دوست خازن۔ یونس علی بیگ۔ شاہ منصور برلاس۔ مددش محمد ساربان۔ عبداللہ کتاب دار اور دوست بیگ آقا متین کیے گئے۔ تول کا جانب چپ عالم خاں بن سلطان پہلول لودی شیخ زین صدر۔ محب علی۔ تردی بیگ شیرکھن آرائش خاں خواجہ حسن دیوان وغیرہ کے سپرد کیا گیا۔ برانغار کا شاہزادہ ہمایوں نے کمان کی اور شاہزادہ کے داہنے جانب قاسم حسین سلطان۔ احمد یوسف۔ ہندو بیگ خسرو کوکل تاش۔ ملک قاسم۔ بابا شمس المل۔ قوام بیگ ولد شاہ ولی خازن میرزا فخر علی۔ پیر علی شیبانی۔ خواجہ پہلوان بدخی۔ عبدالشکور۔ سلیمان آقا لہجی عراق اور حسین خاں لہجی سیستان نے مناسب جگہیں پائیں برانغار کے بائیں طرف۔ میر شاہ محمد کوکل تاش۔ خواجگی اسد سر جاہ۔ خان خانان ولد دولت خاں لودی۔ ملک داؤد گرانی اور شیخ گھورن وغیرہ شخص شاہی حکم کے موافق اپنی اپنی جگہ پر مستعد کارزار ہوا۔ برانغار سید خواجہ کے حوالہ کیا گیا اور سید خواجہ کے چپ و راست محمد سلطان میرزا عادل سلطان عبدالغفر میراخور۔ محمد علی خنگ خنگ۔ قتل قدم۔ امیر حاجی میرزا علی خاں بیگ کنگہ جلال خاں و کمال خاں بادشاہ علاء الدین کے یادگار۔ علی خاں شیخ زادہ قمر علی اور نظام خاں بیانوی مقرر کیے گئے۔ تردی بیگ۔ مومن بیگ۔ آنکہ رستم ترکمان تینوں بہادر ایک گروہ کے ساتھ تہہ بوقتہ برانغار کے محافظ بنے اور قلعہ برانغار بھی دوسرے امیروں اور منصبداروں کے سپرد کیا گیا۔ سلطان محمد بدخی لشکر نواحیوں اور یسادلوں کے ساتھ احکام بادشاہی سننے کے لیے فردوس مکانی کے سامنے کھڑا ہوا دن کا ایک پہر اور دو گھنٹی گزری تھیں کہ ہندو اور مسلمان دن اور رات کی طرح ایک دوسرے سے گلے ملنے کے لیے آگے بڑھے۔ طرفین کی شان و شوکت

اور وہ بے نے زمین اور آسمان میں ہل چل ڈال دی۔ سب سے پہلے ہندو تیری کے ساتھ مسلمانوں کے برانغار پر دھاوا کر کے خسرو کو کلتاش اور ملک قاسم پر حملہ آور ہوئے۔ حسین تیمور سلطان بادشاہ کا حکم پاتے ہی برانغار کی مدد کے لیے آگے بڑھا۔ حسین تیمور نے ہندوؤں کو ان کے عقب لشکر تک سپا کر دیا اور میدان اسی کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد فردوس مکانی کی فوج نے چغتائی قلعہ کے مطابق ہر جہاں سے جنگ شروع کر دی جس جانب مدد کی ضرورت پیش آتی تھی لشکر کا زیادہ حصہ اُسی طرف جھٹک جاتا تھا۔ اُستاد علی قلی رومی اور دوسرے ہندوؤں نے آتش باری کے آلات سے کام لینے میں بھی اپنے خوب جوہر دیکھائے غرض کہ لڑائی کا بازار تقریباً چار بجے دن تک گرم رہا۔ ہندو سپاہی بھی میدان جنگ میں ثابت قدمی کے ساتھ داد مردانگی دیتے رہے بادشاہ نے حریف کی جرات اور ان کے استقلال کو دیکھ کر خود اپنے لشکر تول کو ساتھ لیکر دشمن پر حملہ کیا۔ شہید اور غور لڑائی کے بعد ہندوؤں کو شکست ہوئی اور سپاہی میدان جنگ سے منہ موڑنے لگے۔ حسین خاں میواتی جس کے باپ دادا دوسو برس سے بڑے استقلال کے ساتھ حکومت کر چکے تھے تنگ کی ضرب سے مارا گیا۔ رائے راؤل دیو چندر سان جہا مانچند چوہان اور کرم سنگہ راجپوت جن میں ہر ایک اپنی جگہ پر صاحب شان و شوکت سردار تھا معرکہ کارزار میں کام آئے رانا سنگا جو غرور کے نشے میں بدست ہو کر لڑائی کا مرد میدان بن کر آیا تھا بڑی شکل سے جان بچا کر معرکہ جنگ سے بھاگا۔ اس یادگار زمانہ فتح کے بعد سے تمام فرماں فردوس مکانی کو غازی کے لقب سے یاد کرنے لگے اور فتح بادشاہ اسلام اس معرکہ کی تاریخی یادگار قرار پائی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو میدان کارزار تھا ایک مینار ڈھنوں کے سر سے تعمیر کرایا جائے۔ فردوس مکانی نے محمد شریف نجم کو اس کی لایینی پشتیبانی پر بیعت نصحت اور ملامت کی اور اسے ایک لاکھ تنگہ انعام دے کر مالک محروسہ سے شہر بدر کر دیا محمد علی خان جنگ اور عبدالملک تورچی اور شیخ گھولن اپنی اپنی جاگیروں پر تھے یہ تینوں امیر باہم ساتھ ہو کر ایاس خاں کی تنبیہ کے لیے جس نے میان دوا آب میں فحاشیت برپا کر رکھی تھی روانہ ہوئے۔ ان امیروں نے ایاس خاں کو قتل کیا اور میوات

فتح کرنے کے لیے بڑھے۔ باہر خاں ولد حسن خاں میواتی نے سوائے اطاعت کے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا اور شہر کو خالی کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ فردوس مکانی نے میوات اور اُس کے مضامات کی حکومت حسین تیمور کو عطا کی اور حسین تیمور بادشاہ کی طرف سے برادر کے خطاب سے سرفراز تھا اسے میوات اور اُس کے نواح کا جاگیر دار بنا کر اُس ملک کو روانہ کیا۔ اگرہ لوٹتے وقت فردوس مکانی نے شہزادہ محمد ہمایوں کو کابل اور بدخشاں کے انتظام اور بلخ کے فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ بادشاہ نے شہزادہ کے ساتھ بہت بڑا خزانہ اور فتح نامہ بھی روانہ کیا۔ محمد علی جنگ جنگ چندر وار اور رابری کے دونوں سرکشوں یعنی حسین خاں اور دریا خاں کی سرکوبی اور اٹاؤہ کے باغی قلعہ خاں افغان کی تنبیہ کے لیے نامزد کیا گیا۔ حسین خاں بلا معرکہ آرائی کیے ہوئے فسرار ہوا اور دریائے جنا کو پار کرتے وقت غرقاب ہو کر راہی عدم ہوا اور دریا خاں جنگلوں کی خاک چھاننے لگا۔ محمد سلطان میرزا بن افغان کی گوشمالی کے لیے قنوج پہونجا اور باہلی افغان قنوج چھوڑ کر خیر آباد بھاگ آیا۔ نوین دی الجی سلطان کو بادشاہ نے شکار کی نیت سے کول اور سنبل کا سفر کیا اور اس نواح کے سیر و تماشا سے بہت مغلوظ ہو کر اگرہ واپس آیا۔ اس درمیان میں بادشاہ کو باری کا بخار آنے لگا لیکن تھوڑے دنوں میں مرض جاتا رہا اور فردوس مکانی میدنی رائے کو تباہ کرنے کی نیت سے چندیری روانہ ہوئے۔ میدنی رائے دوسرے راجپوتوں کے ساتھ قلعہ ارک میں حصار بند ہوا۔ مسلمانوں نے دہاں پہونچتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ دوسرے دن قلعہ فتح ہوا اور پانچ یا چھ ہزار راجپوت قتل کیے گئے اور ہندوؤں کا ایک گروہ اپنی اولاد اور ہم قوموں کے ساتھ میدنی رائے کے مکان میں جو قلعے کے اندر تھا آکر پناہ گزیں ہوا۔ ہندوؤں نے قلعے کا دروازہ بند کر کے لڑائی کا راستہ کھول دیا راجپوتوں نے دیکھا کہ کام ہاتھ سے جا چکا اور اپنی پرانی رسم کے موافق تلکی تلوار ایک شخص کے ہاتھ میں دی اور ایک ایک کر کے خوشی کے ساتھ اپنی گردنیں تلوار کے نیچے رکھ کر اپنے ہاتھوں خود اپنا سر قلم کر دیا۔ اور اس طرح راہی عدم ہوئے میدنی رائے کا بھی یہی حشر ہوا اور ارک کے قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور اُس نواح کا

ملک سارا فتح ہو گیا۔ فردوس مکانی نے چندیری سانلیک ورتنپور اور راسین کی مسجدوں اور خانقاہوں کو
جورانا اور میدنی رائے کے حکم سے ہندوؤں کے ہاتھوں حیوانات کا سکن بنگر گوبر سے
لیجی گئی تھیں پھر ان کی اصل حالت پر بحال کیا اور شیخ زین صدر کے اہتمام سے تمام بامست
ان مقدس گھروں سے دور ہوئی۔ بادشاہ نے ان مسجدوں اور خانقاہوں میں موزن
اور جارب و بکش مقرر کیئے اور ان کے مصارف کے لیے وظیفہ عطا کر کے مفتوحہ شہروں کو
پھر از سر نو اسلام آباد کیا شیخ زین صدر نے فتح دار الحرب اس معرکے کی تاریخ بھی لیکن فردوس مکانی نے
فی البدیہہ اس تاریخ کو ذیل کے دو شعروں میں نظم کر دیا۔

بود چند سے مقام چندیری بزرگوار و دار حربی ضرب

فتح کردم بہ حرب قلعه آن بزرگشت تاریخ فتح دار الحرب

فردوس مکانی نے چندیری کی حکومت اُس کے قدیم وارث ملک یعنی احمد شاہ
بن محمد شاہ بن ناصر الدین مندوی کو جو اس وقت بادشاہ کے ساتھ تھا سپرد کی۔
اسی زمانے میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ امیروں کا وہ گردہ جو شرقتی افغانوں کی تنبیہ
کے لیے نافزد ہوا تھا وہ حریت سے بلا ضرورت جنگ کر کے شکست کھا چکا ہے
فردوس مکانی یہ خبر سنے ہی جلد سے جلد قنوج روانہ ہوئے۔ رابری میں شکست خوردہ
امیر بھی بادشاہ سے آئے۔ فردوس مکانی گنگا کے کنارے پہنچے اور ورپا پر
تیس یا چالیس کشتیوں کا بیل باندھا جسین تیمور سلطان اور دوسرے امیروں نے
دریا کو پار کرنا شروع کیا۔ افغانوں نے ٹھہرنے میں خیریت نہ دیکھی اور فراری ہونا
شروع ہوئے جسین تیمور سلطان نے ان افغانوں کا پیچھا کیا اور انھیں آوارہ وطن
کر کے ان کے زن و فرزند کو اسیر کیا۔ بادشاہ حوالی گنگا میں شکار کر کے آگرہ واپس
آیا۔ فردوس مکانی نے محمد زماں میرزا ولد بدیع الزماں میرزا کو جو بلیج سے بھاگ کر
آگرے آگیا تھا اکبر آباد کا حاکم مقرر کیا اور خود پانچویں محرم ۹۷۳ھ کو اطمینان سے
ساتھ گوالیار روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے گوالیار کا قلعہ اور تنگی پاتھی اور بکر باجیت
اور مان سنگھ کی تباہ کردہ عمارتوں کا جو قلعے کے اندر تھیں تماشاً دیکھ کر باغ اور حیم داد
کی تباہ کردہ حوض کی سیر کی۔ اس باغ میں سُرُخ رنگ کا گلاب کا پھول جو بہت
کم یاب ہے بادشاہ کی نظر سے گندا فردوس مکانی نے حکم دیا کہ اس درخت کی

ایک شاخ اگرے میں نصب کی جائے اس لیے کہ اس نواح میں یہ پھول اکثر شقائق نگ کا نظر آتا ہے اور آتش رنگ کا یہ پھول کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بادشاہ نے سلطان شمس الدین التمش کی مسجد جامع کو جو گوالیار میں تعمیر کرائی گئی تھی زیارت کی اور بار بار سلطان مرحوم کی مغفرت کی دعا مانگی۔ بادشاہ گوالیار سے آگرہ واپس آیا۔ واقعات بابری میں فردوس مکانی خود لکھتے ہیں کہ تیسویں صفر ۹۳۷ھ کو مجھے اپنے بدن میں ایسی شدید سحرارت محسوس ہوئی کہ میں نے جمعہ کی نماز مسجد میں شکل سے ادا کی۔ اس کے تیسرے روز یعنی یکشنبہ کے دن مجھے جاڑا دیکر بخارا یا اس زمانے میں میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ دلہ یہ نظم کر رہا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر میری یہ خدمت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں مقبول ہوئی تو مجھے اس مرض سے اسی طرح ضرور شفا ہو جائیگی جس طرح تصید بردہ کے مصنف نے اپنی نظم کے مقبول ہونے سے مرض فالج سے نجات پائی تھی۔ میں نے اس رسالہ کو مل مسدس مجنون کے اکی دزن میں جس میں حضرت مولانا جامیؒ کا سجدہ ہے نظم کر کے ختم کیا۔ اگرچہ میری طبیعت کا خاصہ ہے کہ اس قسم کے امراض مجھے ہمیشہ تیس چالیس دن تک برابر ستاتے تھے لیکن اس مرتبہ آٹھویں ربیع الاول کو میں نے اس بیماری سے نجات پائی اور خدا کی درگاہ میں سجدہ شکر ادا کر کے باغ ہشت بہشت میں میں نے جشن عشرت منعقد کیا۔ اس بزم عشرت میں تمام اطراف کے ایلمی قریب باش اوزبک اور ہندو حاضر ہوئے اور میں نے چاندی اور سونا بٹا بھر بھر نگران سب کو عنایت کیا اسی طرح دوسرے حقداروں اور سادات کو بھی اپنی بخشش سے فیض پہنچایا اور خدیو مولف کتاب جیب السیر اور مولانا شاہ باب الدین کھانی اور میرزا ابراہیم تافوی جو اپنے اپنے فن کے بے نظیر استاد تھے اور ہرات سے ہندوستان میں تازہ وارد ہوئے تھے اسی جشن عشرت میں بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہو کر شاہی نوازشوں سے مالا مال کیے گئے اور بابری مقربوں میں داخل ہوئے بادشاہ کے علاوہ دوسرے امیروں اور سرداروں نے بھی خلوص و مسرت کے ساتھ خوشی کے شادمانے بجالائے۔ اسی سال شاہزادہ عسکری لٹان سے فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوا شاہزادہ نصرت خاں پر دھوا کر نے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ

نصرت شاہ نے اچھیکر بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر لی۔ اسی سلسلہ میں برہان نظام شاہ بھری دالی احمد گرنے فتوحات سابقہ اور موجودہ کی تہنیت اور مبارکبادیں ایک عریضہ روانہ کر کے اپنے خلوص اور فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ اسی سال کے آخر میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود ولد سلطان سکندر لودی نے بہار پر قبضہ کر لیا ہے اور بلوچوں نے اتفاق کر کے ملتان میں بغاوت شرعی کر دی فردوس مکانی نے ملتان کی مہم کو تھوڑے دنوں میں کر کے بہار کا رخ کیا۔ بادشاہ کڑے پہونچا اور جلال الدین شاہ شرقی نے بادشاہ کی مہانداری کی پیشکش کر دی کہ شاہی مہربانیوں سے سرفراز ہوا۔ فردوس مکانی نے محمد زماں میرزا کو بہار کی مہم پر نامزد فرمایا۔ محمد زماں میرزا جلد سے جلد سلطان محمود کے سر پر چاہی پہونچا۔ سلطان محمود مقابلہ نہ کر سکا اور سامنے سے فرار ہو گیا۔ چند ہی دنوں کے بعد بہار پر افغانوں نے قبضہ کر لیا۔ ایک بڑی جمعیت تیار کی اور لڑنے کے ارادے سے لنگا کے کنارے پہونچ گئے۔ بادشاہ نے اس مرتبہ بھی عسکری میرزا کو ایک جرار فوج کے ساتھ گذر بدری کی طرف بھیجا تاکہ شاہزادہ دریا کو عبور کر کے دشمنوں کے سر پر پہونچ جائے۔ فردوس مکانی نے خود دریا کو عبور کرنے کا ارادہ کیا۔ سین تہمور سلطان اور توفتہ توغا سلطان سب سے پہلے دریا کے پار اتر کر ساتھ یا ستر آدمیوں کے ساتھ غنیم کی طرف بڑھے اور ادھر میرزا عسکری اپنے لشکر کے ہمراہ لنگا کو عبور کر کے دشمنوں کے سامنے ظاہر ہوا۔ افغانوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور یکبارگی سامنے سے فرار ہو گئے۔ نصرت شاہ نے شاہی اطاعت قبول کر کے اس نواح کے افغانوں کی مہات کا بیڑہ اٹھایا اور اس درمیان میں برسات کا موسم بھی آگیا۔ بادشاہ نے اس جماعت کی مہم کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اور ان اطراف کے تمام انتظام سلطان جنید برلاس کے سپرد کر کے خود اگرہ کی طرف لوٹا۔ فردوس مکانی قبضہ میر پہونچے اور حضرت شیخ شرف الدین غنی نیری کے والد حضرت شیخ محی کے مزار کی زیارت کر کے بہت زیادہ خیرات کی اور کباب دبا مردار اظلافت پہونچ گئے اگرے پہونچ کر فردوس مکانی نے شہزادہ ہالوں کو بخشاں سے طلب کیا۔ ہالوں نے بدخشاں کی حکومت اپنے بانی ہندل میرزا کے سپرد کی اور باپ کی خدمت میں پہونچا۔ اس دوران میں سلطان سعید حاکم

آدرکندر نے اچھا موقع پا کر بدخشاں کی آئینہ کار ارادہ کر لیا۔ سلطان سعید نے میرزا حیدر دو غلات کو اپنے آگے روانہ کر کے خود بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ ہندال میرزا قلعہ بند ہو گیا۔ سلطان سعید نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان سعید کو کچھ کار براری نہوئی اور بدخشاہیوں کی مدد سے جنھوں نے اس کو شہر فتح کرنے کی دعوت دی تھی سلطان سعید کو مایوسی ہوئی۔ سلطان سعید نے غصب میں اگر شہر کو خوب تاخت و تاراج کیا اور اپنے ملک کو واپس آ گیا۔ سلطان سعید کی واپسی کی خبر اگرک پہونچی بھی نہ تھی کہ فردوس مکانی نے وہاں کی حکومت میرزا سلیمان ولد میرزا خاں کے سپرد کر کے سلطان سعید کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسا امر جو مخالفت کا باعث ہو اب تک معلوم نہیں ہوا بہت سے سابقہ اور موجودہ حقوق ایک دوسرے کے ذمے ہیں اگر تمھیں ہندال میرزا کی خاطر غریب نہیں ہے تو میں سلیمان میرزا کو جو میرزا اور تمھارا دونوں کا فرزند ہے بدخشاں کی امارت پر مقرر کر کے بھیجتا ہوں اور مجھے یقین کال ہے کہ سلیمان میرزا کی اعانت تم بھی ویسی ہی کرو گے جیسی کہ مجھے منظور ہے۔ سلیمان میرزا بدخشاں پہونچا اور اُس نے میدانِ حریف سے خالی پا کر با در و سری کے بدخشاں کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ میرزا ہندال ہندوستان واپس آیا اس زمانے سے آج تک میرزا سلیمان کی اولاد بدخشاں میں حکمران ہے جن کا حال ان کی جگہ معروض تحریر میں آئے گا۔ رجب ۱۰۳۳ھ میں بادشاہ بیمار پڑا اور مرض روز بروز بڑھنے لگا۔ علاج نے الٹا اثر کرنا شروع کیا یہاں تک کہ بادشاہ کو اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ شہزادہ ہمایوں ان دنوں قلعہ کا انجری مہم پر گیا ہوا تھا۔ فردوس مکانی نے شہزادے کو کالنجہر سے بلا کر اپنا جانشین مقرر کیا اور با پنجویں جمادی الاول ۱۰۳۳ھ کو دوشنبہ کے دن اس جہان فانی سے رحلت کی فردوس مکانی کی وصیت کے موافق لاشیں کابل میں لائی گئی اور قندگاہِ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بیوند خاک کر دی گئی۔ بہشتِ روزی باد فردوس مکانی کی تاریخِ وفات ہے یہ فرماؤ دار بارہ برس کے سن میں تحت حکومت پر بیٹھا اور اتریس سال اس نے حکمرانی کی۔ سخاوت اور مروت اُس کی شہرت میں داخل تھی اس کے نوکروں نے بار بار اس کے ساتھ بے وفائیاں کیں بلکہ بعض مرتبہ اس کی جان کے بھی درپے ہوئے لیکن اس صاحبِ مروت تاجدار نے اُن پر قابو پا کر

بھی ان سے بدلہ نہ لیا بلکہ اُن کو انعام و احسان سے مالا مال فرمایا۔ فردوس مکانی
 حنفی المذہب مجتہد تھے۔ اس بادشاہ نے نازکبھی قضا نہیں کی اور ہر جہد کو روزہ
 رکھتا تھا۔ علم سیاحت اور شاعری علم الملا اور انشائیں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ اپنے عہد حکومت
 کے واقعات ایسی شستہ اور فصیح ترکی زبان میں لکھے ہیں کہ اس زبان کے
 بڑے بڑے ماہرین نے اُس کی انشا بہدازی کا لوہا مان لیا۔ اکبر کے عہد میں خان خاں
 ولد بیرم خاں نے اسی ترکی نسخے کا زبان فارسی میں ترجمہ کیا جو آج تک اُسی طرح
 رائج ہے۔ اس بادشاہ کی شکل و صورت مرغوب اور دل پسند تھی خوش گفتاری
 اور خندہ رودی نے حسن پر اور چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس بادشاہ کا ادراک ایسا
 قوی تھا کہ جب شیخ زین صدر نے اس سے ملاقات کی تو بادشاہ نے پوچھا کہ
 تمہارا سن کیا ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ آج ہے سات سال پہلے میں چالیس سال کا
 تھا اور اس سے دو سال پہلے بھی میرے پاس چالیس تھے اور اس وقت بھی
 چالیس کا مالک ہوں۔ بادشاہ فوراً شیخ کا مطلب سمجھ گیا اور اُس کی عید تعریف کی۔
 اس کے انصاف کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ملک خطا کا ایک قافلہ شہر اندجان میں
 وارد ہوا۔ قافلہ پر کبلی گری اور سوائے دو آدمیوں کے سارا مجمع ہلاک ہو گیا۔ بادشاہ کو
 اس واقعے کی اطلاع ہوئی۔ فردوس مکانی نے اپنے ملازمین کے ایک گروہ کو حکم
 دیا کہ قافلے کا تمام ساز و سامان جمع کیا جائے۔ باوجودیکہ اہل قافلہ کا کوئی وارث
 اُس وقت موجود نہ تھا لیکن بادشاہ نے تمام مال کو احتیاط سے اپنے پاس رکھا
 اور اطراف و جوانب میں لوگوں کو بھیج کر مردوں کے وارثوں کو اپنے پاس بلوایا۔
 یہ وارث دو سال کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور فردوس مکانی نے
 اُن کے مورثوں کا مال اُن کے سپرد کر دیا۔ اگرچہ اس بادشاہ کی ساری زندگی لشکر کشی
 اور معرکہ کارزار میں گزری لیکن عیش و عشرت کا نشہ کبھی اس کے سر سے نہ اُترا
 اور اس کی بزم نشاط میں ہمیشہ سینوں کا جھرمٹ رہا۔ فردوس مکانی نے کابل کے
 اندر ایک بہشت منظر مرغزار میں تچر کا ایک حوض کھدوایا تھا۔ بادشاہ نے اس
 حوض کو شراب ارغوانی سے بلباب بھرا دیا تھا۔ اور خوش طبع اور سمجھ دار دوستوں
 کے ساتھ حوض کے کنارے رنگ رلیاں چاتا تھا۔ بابر نے اپنا نظم کردہ منہ جودیل

شعر حوض پر کندہ کرا دیا تھا۔
 نوروز و نو بہار مئے دلبری بخش است و ہا بر بخش کوش کہ عالم دوبارہ نیست
 بیتائش کی وہ طناب جس سے بادشاہ کے پس پشت سے لشکار اور سفر میں
 زمین کو ناپتے ہوئے اُسے ساتھ ساتھ لیے چلتے ہیں اسی بادشاہ کی بے نظیر یاد گاہ ہے
 بابر نے سوطناب کی ایک طناب بنائی تھی اور ہر طناب چالیس گز کی اور گز نوٹھی کا
 ہوتا تھا۔ سکندری گز جو اس سے پہلے ہندوستان میں رائج تھا سو فٹ ہوا اور بابر کی گز کا
 ہندوستان میں طین ہوا۔ بابر کی گز نورالدین جہانگیر کے ابتدائی زمانہ تک سارے
 ہندوستان میں برابر جاری رہا۔ چونکہ ہندوستان کی عنان حکومت اب ہاتھوں ہاتھ
 منتقل ہوتی ہوئی آل تیمور کے قبضہ اقتدار میں آگئی ہے اس لیے ضروری ہے کہ
 فردوس مکانی کے نسب کا بھی تھوڑا حال اس کتاب میں درج کر دیا جائے۔
 چنگیز خاں بن یو کا بہادر بن پرتان کے چار بیٹے تھے۔ چنگیز خاں نے اپنی زندگی میں
 ہر بیٹے کے لیے قوم اور قبیلہ امرا اور ممالک علیحدہ علیحدہ نامزد کر کے چار مختلف
 اقوام بنادی تھیں۔ چنگیز خاں نے ایک قانون وضع کر کے جسے زبان ترکی میں
 تورہ کہتے ہیں بیٹوں کی ہدایت کے لیے ان کے درمیان میں چھوڑا تھا چنگیز خاں
 کے بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

اوکتائی قاآں۔ چغتائی خاں۔ جوچی خاں۔ اور تولی خاں۔ اوکتائی قاآں اگرچہ پرنسزنگبر
 نہ تھا لیکن چونکہ عدالت اور پسندیدہ صفات میں تمام بھائیوں سے بہتر تھا باپ کے
 حکم سے چنگیز خاں کا جانشین ہوا اور قراقرم اور کلوران میں جو چنگیزیوں کا اہلی وطن ہے
 فرمانروائی کرنے لگا۔ یہ بادشاہ کثرت شراب کے باعث سلاطین میں فوت ہوا۔
 چغتائی خاں چنگیز کا منجھلا بیٹا تھا۔ چغتائی اپنے باپ کی وصیت کے موافق چھوٹے
 بھائی کی پوری اطاعت کرتا تھا اور اوکتائی قاآں بھی بڑے بھائی کے حفظ مراتب
 میں کوتاہی نہ کرتا تھا یہاں تک کہ اوکتائی قاآں نے اپنے بیٹے کیوک کو چغتائی خاں کا
 ملازم مقرر کروایا۔ چغتائی چنگیز خاں کی احکام کی بنا پر ماورائہ نہر ترکستان۔ بلخ بدخشان پر
 حکمران تھا اور ہیبت شاہی اور سیاست اور تورۂ چنگیز خاں کے معلومات اور
 فرمانروائی کے کرب جاننے میں تمام بھائیوں میں ممتاز تھا۔ قراچار نویاں یعنی

امیر تیمور صاحب قراں کا جب پنجم جنگیز خاں کے حکم سے اسی چغتائی خاں کا امیر لایا تھا چغتائی خاں عیش و عشرت اور شکار اٹنی میں زندگی بسر کرتا تھا اور انھیں چیزوں کا پلاوہ تھا اور قراچا رنویاں مہات سلطنت کو انجام دیتا اور ملک کی ضرورتوں کو پورا اور چغتائی قبیلہ کی نگہداشت کے سامان جیسا کرتا تھا۔ جنگیز کا سب سے بڑا بیٹا جوجی خاں تھا۔ جوجی خاں باپ کی تقیم کے مطابق تبحاق - خوارزم - خزر - بلخار - سقین - آلان - اس - اوس - اور حدو شمالی پر سلطنت کرتا تھا۔ جوجی خاں اور اوکتائی خاں اور چغتائی خاں میں باوجود اس کے کہ تینوں بھائی ایک ہی ماں کے بطن سے تھے مخالفت تھی اور چغتائی اور اوکتائی جوجی خاں کے نسب پر طعن کرتے تھے۔ ان تینوں شہزادگی ماں کا نام بورہیہ توہین تھا اور یہ بیگم بادشاہ مصر کی بیٹی تھی۔ جوجی خاں نے جنگیز خاں کے فوت ہونے پر چھ مہینے پیشتر اوائل ۱۲۲۷ء میں وفات پائی۔ اور ایک خاں وشت تبحاق کا ساتواں فرمانروا اسی جوجی خاں کی نسل سے ہے۔ یہ بادشاہ عادل اور نیک خدا پرست مسلمان تھا۔ تمام اوزبکی قوم اسی نامی فرمانروا کی طرف منسوب ہے اور اسی نیک دل حکمران نے مذہب اسلام کا دشت تبحاق میں رواج دیا۔ جنگیز خاں کا سب سے چھوٹا اور تمام بیٹوں میں لاڈلا فرمانروا تولی خاں تھا۔ تولی خاں اپنے سب بھائیوں سے زیادہ صداقت شعار تھا۔ اوکتائی قاآں کے عہد میں ملک خطا کے قتلے نے ۹۲۸ء میں اس کا کام تمام کیا۔ تولی خاں کا ایک بیٹا قبلہ قاآں ملک خطا کا فرمانروا تھا۔ اس بادشاہ نے شہر خان بایغ کو بسایا اور ہندوستان کے مشہور بندر گاہ دریائے زیخون سے ایک بڑی نہر نکالی یہ نہر چالیس دن کی راہ طے کرتی ہوئی خان بایغ میں آکر بہتی تھی۔ تولی خاں کا دوسرا فرمانروا ہلا کو خاں اپنے بھائی منکو قاآں کے حکم سے ایران کے سیاسی انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ جنگیز خاں حالات اس قدر معلوم ہونے کے بعد یہ جانتا بھی ضروری ہے کہ امیر تیمور کا سلسلہ نسب قراچا رنویاں تک اس طرح پہنچتا ہے کہ امیر تیمور بن امیر طراغانی بن امیر برکل بن امیر لنگزہا بن آجیل نویاں بن قراچا رنویاں اور قراچا رنویاں کا شجرہ الانقواء تک اس طرح مرقوم ہے کہ قراچا رنویاں بن سوغونجی بن ایراکی برلاس بن امیری برلاس بن قاجولی بہادر بن تو منائی خاں بن بانیقر خاں بن قیدو خاں بن توئین بن بوتائی

بن بوزجہ بن الانقو۔ الانقو کی ماں بہرام چوہینہ کی دختر تھی اور بہرام چوہینہ یلہ دز کی
 بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور بلد دز خاں توہم برلاس سے تھا چنگیز خاں کا سلسلہ نسب
 بھی جیسا کہ کتابوں میں مذکور ہے بوزجہ تک پہنچتا ہے۔ امیر تیمور کے چار فرزند تھے
 (۱) میرزا جاکمیر جو باپ کے سامنے ہی سمرقند میں فوت ہوا (۲) میرزا شاہجہاں حاکم ہرات
 (۳) میرزا عمر شیخ حاکم اندجان (۴) میرزا میراں شاہ حاکم تحت ہلاکو خاں۔ تیمور کے
 ان چار بیٹوں سے چار مختلف تیموری خانوادے قائم ہوئے۔ اور ان چاروں برادر
 میں سے ہر بھائی موت تک حکمرانی کرتا رہا چنانچہ اس کتاب کی تالیف کے وقت
 بھی چوتھا خانوادہ یعنی میراں شاہیہ صاحب تخت و تاج ہے اور اسی قبیلے کے
 اراکین ہندوستان۔ کابل۔ غزنی۔ قندھار۔ غور اور بامیاں میں حکمرانی کا ڈنگ
 بجا رہے ہیں۔

نصیر الدین محمد ہایوں بادشاہ نصیر الدین ہایوں طبیعت کا لطیف اور بندیدہ اخلاق فرمانروا تھا
 کا پہلی بار تخت پر اس بادشاہ کو عیش و عشرت کے ذوق و شوق کے ساتھ۔
 بیٹھا اور غیر سناو کے علم ریاضی اور نجوم سے براہِ شوق و اہل ان علوم میں بھی دستگاہ
 غیبی کی وجہ سے ایران جانا تھی۔ ہایوں نے کرہ ارض کا مع عناصر اور افلاک کی مختلف
 شکلوں اور پردوں کے ایک خاکہ تیار کیا تھا۔ اور اس خاکے کے

ہر حصے کو مناسب رنگوں سے رنگ کر ہر فلک کے کواکب اُن کی جگہ پر جڑوائے
 تھے اسی طرح پہلے میں سات مجلس ترتیب دی تھیں پہلی مجلس میں جو قمر سے منسوب ہے
 اہل مسافر اور قاصدوں کا مجمع رہتا تھا دوسری مجلس جو عطار دسے منسوب تھی
 انشا پر دازوں اور اہل علم کے مجمع سے معمور رہتی تھی۔ اسی طرح سات رنگوں میں کسی کسی
 ایک رنگ سے جو اُس مغل کے شایاں اور مناسب تھا ہر مغل کو آرائش دی جاتی
 تھی اور ہر مجلس میں حاضرین بزم اُسی مغل کے رنگ کے مطابق کپڑے پہن کر حاضر و بار
 ہوتے تھے بادشاہ ہر روز ایک مجلس میں بیٹھتا اور اہل دربار سے کلمہ و کلام کر کے
 ان کی قدر افزائی کرتا تھا اس عالی حوصلہ فرمانروا کو ہم اس کتاب میں جنت ایشیانی
 کے نام سے یاد کریں گے غرض کہ جنت ایشیانی کے نام کا سکہ و خطبہ ملک میں
 بڑھا گیا اور بادشاہ کے بھائی کامراں میرزا نے پنجاب پر قبضہ کرنے کے لیے

جنت آشیانی کی مزاج پر سی اور تخت نشینی کی مبارکباد کو بہانہ بنایا اور کابل سے ہندوستان روانہ ہوا۔ جنت آشیانی کی صلح کن طبیعت نے بھائی کی اس پے مردی سے بالکل چشم پوشی کی اور کابل اور قندھار کی حکومت پر پنجاب سے پیشا در اور افغانان کی حکومت کو اضافہ کر کے ان ممالک کی حکمرانی کا فرما دیا۔ کامران میرزا کے نام روانہ کر دیا۔ ہندال میرزا کو میوات کا اور عسکری میرزا کو بجل کا صوبہ دار مقرر کیا۔ ۱۹۳۸ء میں جنت آشیانی نے قلعہ کالج پراشکر کشی کر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانے میں محمود خاں ولد سلطان سکندر لودی نے بن افغان کی اعانت اور اتحاد سے بنوہ پر قبضہ کر کے اس نواح میں قلعہ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی تھی ناچار جنت آشیانی نے قلعے کی فتح سے ہاتھ اٹھایا اور راجہ کالنجہ سے جنگشیں حاصل کرتے ہوئے جوہو پور پہنچے ایک خونریز لڑائی کے بعد افغانوں کو شکست دی اور برانے طریقہ کے موافق اس ولایت کی حکومت، جہاں برلاس کے سپرد کر کے آگرہ واپس آئے۔ دارالحکومت پہونگر بادشاہ نے ایک بڑا جشن منعقد کیا اور نظام الدین احمد بخاری روایت کے مطابق بارہ ہزارہ صوبوں کو مریض اور جوانرگار خلعت سے سرفراز فرمایا۔ جشن سے فارغ ہو کر جنت آشیانی نے ایک قاصد شیر شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور چٹار کا قلعہ اس سے واپس مانگا۔ شیر خاں نے قلعہ حوالے کرنے سے انکار کیا بادشاہ نے اس نواح کا سفر کیا لیکن چونکہ اس زمانے میں بہادر شاہ گجراتی نے بہت سہ اٹھا رکھا تھا اور اس نواح میں ہر چار طرف قلعہ و فساد کا بازار گرم تھا بادشاہ نے صلح قلعہ چٹار شیر خاں کے زیر حکومت چھوڑ کر اس سے مناسب شرائط پر صلح کی اور آگرہ کی طرف ہٹا جنت آشیانی ابھی آگرہ پہونچے بھی نہ تھے کہ مطب خاں ولد شیر خاں جو باپ کی طرف سے بادشاہ کا ملازم تھا لشکر سے جدا ہو کر چٹار کی طرف بھاگ گیا اسی زمانے میں محمود زباں میرزا نسبہ سلطان حسین میرزا نے چغتائی امیروں کے ایک گروہ کے شور سے یہ سازش کی کہ جنت آشیانی کو تخت سلطنت سے اتار کر خود حکمرانی کا دھمکے بجا لائے۔ بادشاہ کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی اور اس مرتبہ اس کا گناہ معاف کیا اور اسے قرآن شریف کا حلف دیکر دوبارہ اس قسم کی غداری نہ کرنے کی قسم لے کر چھوڑ دیا لیکن چونکہ قلعہ و فساد کا برپا کرنا اس گنہگار کو باپ کی طرف سے بطور میراث ملا تھا

محمد زماں کی قلعہ انگیر طبعیت نے اصلاح نہ قبول کی اور اُس نے مخالفانہ کارروائیاں شروع کر دیں جنت آشیانی نے اس مرتبہ محمد زماں کو گرفتار کر کے یادگار بیگ جغتائی کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ اُسے قلعہ بیانہ میں نظر بند کرے۔ سلطان حسین میرزا کے نواسے محسنی محمد سلطان اور نخوت سلطان جو بڑے نامی امیر اور مشہور مغل شاہزادے تھے اور محمد زماں کی سازش میں شریک اور اُس کے مشیر تھے حکم ہوا کہ ان دونوں کی آنکھوں میں لوہے کی سلائی پھیر دی جائے۔ جو شخص اس کام پر مامور ہوا تھا اُس نے نخوت سلطان کو تونا مینا کر دیا لیکن محمد سلطان کے معاملے میں خیم پوشی کرتا رہا۔ محمد زماں میرزا نے قلعہ بیانہ کے ملازمین سے سازش کر لی اور قلعے سے نکل کر گجرات کی طرف بھاگا اور محمد سلطان جو اندھا بنا ہوا قید خانہ میں گرفتار تھا اُسے بھی اہالیان قلعہ کے ایک گروہ کو اپنا بنایا تھا اور اپنے بیٹوں کو یعنی الخ میرزا اور شاہ میرزا کو ساتھ لے کر قنوج روانہ ہو گیا۔ محمد سلطان میرزا قنوج کے ایک چھوٹے سے حصے پر قبضہ کر کے قریب قریب پانچ یا چھ ہزار مغل اور راجپوت سپاہیوں کا سردار بن گیا۔ جنت آشیانی نے پہلے ایک شخص کو بہادر شاہ کے پاس بھیجا اور اُس سے محمد زماں میرزا کو طلب کیا۔ بہادر شاہ نے بجائے اقبال احکام کے غرور و تکبر کے نشے میں سرشار ہو کر کلمات نامناسب زبان سے نکالے۔ جنت آشیانی نے بہادر شاہ کو اُس بے ادبی کی سزا دینی ضروری سمجھی اور سامان سفر کی تیاریاں کرنے لگے۔ اسی اثنائیں بہادر شاہ نے قلعہ جتوڑ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ حصار کا حاکم رانا بکراجیت کے دامن میں پناہ گزیں ہو کر اُس سے مدد کا طلبگار ہوا۔ جنت آشیانی نے بہادر شاہ کی تیجہ اور رانا کی مدد کے لئے دہلی سے کوچ کیا۔ بادشاہ نواح گوالیار میں پہونچا اور کچھ شدید ضرورتیں ایسی پیش آئیں کہ دو مہینے گوالیار میں ٹھہر کر اگرے واپس آیا۔ رانا بکراجیت جنت آشیانی کی امداد سے مایوس ہوا اور اُس نے تاج مرصع اور دو سر پیکش بہادر شاہ کو نذر دیکر قلعے کو محاصرے کی زد سے بچایا۔ شہر سندھ اور چور کی تیج سے بہادر شاہ کا دماغ آسمان پر چڑھ گیا۔ اور محمد زماں میرزا کی بہت زیادہ عزت اور توقیر کرنے لگا۔ بہادر شاہ نے اپنی سیاسی تدبیر سے علاء الدین ولد سکندر لودھی کو بھی جو اُس کے پاس ہی موجود تھا بڑی تقویت دی اور دہلی کے فتح کرنے کا سودا اُس کے سر میں سما گیا۔

تاتار خاں ولد علاء الدین خاں کو جالیں نہرا رافغان سواروں کا سردار بن کر جنت آشیانی نے ہلاک فتح کرنے اور اُن کو تاج راج کرنے کے لیے روانہ کیا۔ تھوڑے ہی زمانے میں بیان فتح ہو گیا اور مفتوح شہر سے لے کر اگرہ تک سارا ملک منلوں کا جولا نگاہ بن گیا۔ جنت آشیانی نے میرزا ہندال کو نخل امیروں کی ایک جماعت کے ساتھ تاتار خاں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ حریت کے اکثر سپاہی مثل فوج کے آنے کی خبر سُن کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ تاتار خاں کو اب سواروں نے کئے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا اور مجبوراً دس نہرا سپاہیوں کے ساتھ ہندال میرزا کے مقابلے میں صفت آرا ہوا ہندال میرزا کو فتح ہوئی اور تاتار خاں تین سو افغانوں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا میرزا ہندال نے لگے ہاتھوں بیانہ کو بھی فتح کیا اور کامیاب واپس آیا۔ ۹۳۷ء میں بہادر شاہ نے دوبارہ چور فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اپنی فوج اُس طرف روانہ کی۔ جنت آشیانی نے اقیانوس کو مد نظر رکھ کر ایک نہایت مضبوط قلعہ دیا جس کے کنارے تعمیر کرایا اور حصار کو دین پناہ کے نام سے موسوم کیا۔ قلعے کو مستحکم کر کے بہادر شاہ نے حصار کی حکومت معتبر امیروں کے سپرد کی اور خود سارنگ پور روانہ ہوا۔ سارنگ پور بہادر شاہ برائی کے زیر حکومت تھا جنت آشیانی نے مندرجہ ذیل دو شعر نظم کر کے بہادر شاہ کے پاس روانہ کیئے۔

اے کہرتی غلیم شہر چور پور کا فراں راجہ طور میگیری

بادشاہے رسید بر سر توپ توشت چور میگیری

بہادر شاہ نے بھی نرمی کو نظر انداز کر کے مندرجہ ذیل دو شعروں میں ترکی بہر کی جواب دیا۔

من کہرتی غلیم شہر چور پور کا فراں راجہ طور میگیری

ہر کہ بکند کماہیت چور پور تو بہر میں کش چہ طور میگیری

کہتے ہیں کہ بہادر شاہ نے جنت آشیانی کو یہ نالامع جواب بھیج کر اپنے ارکان دولت سے لڑائی کی بابت مشورہ کیا۔ اکثر امیروں نے کہا کہ جنت آشیانی عظیم الشان فرماؤ ماہیں پہلے اس مہم سے فراغت حاصل کر لی جائے۔ اُس کے بعد چور کو ہاتھ لگایا جائے لیکن چند درباریوں نے کہا کہ ہمایوں بڑا پابند خیر عیت ہے

غیر مسلموں کی حمایت کرنے کی بدنامی اپنے سر نہ لینگا اور بت پرستوں کے ساتھ
 بہار سے مقابلے میں نہ آئیگا بہتر یہ ہے کہ پہلے غیر مسلموں سے معرکہ آرائی کی جائے
 اور جس قلعے کا بدلتوں سے ہم محاصرہ کیئے پڑے ہیں اس کو جلد سے جلد فتح
 کیا جائے۔ حصار کو فتح کر کے پھر دوسرا کام شروع کرنا بہتر اور مناسب ہے۔ بہادر شاہ
 نے دوسرے گروہ کی راہ کو باضابطہ دانا اور اہل قلعہ پر اور زیادہ سختیاں کرنے لگا
 جنت آشیانی نے بھی سارا قصہ سنا اور سازگپور میں اتنا توقف کیا کہ بہادر شاہ نے
 قلعہ فتح کر لیا۔ بہادر شاہ کے زوال کی تاریک گھٹائیں چھا چکی تھیں اس نے کسی طرح
 بھی سر نہ جھکایا اور دہلی کے عظیم الشان فرمانروا سے لڑائی کی راہ کھول دی۔ ۹۹۷ھ
 میں بہادر شاہ نے کوچ در کوچ جنت آشیانی کے لشکر کی طرف سفر کیا اور اپنے کو
 آپ محنت کی مصیبت میں گرفتار کیا۔ جنت آشیانی بہادر شاہ کو اپنی مردست سے
 بہت کچھ منون کر چکے تھے۔ بادشاہ کو اس ناقص شناس کی طرف سے اس بے ادبی کا
 دہم و گمان بھی نہ تھا لیکن بے وفا بہادر کی داستان سن کر جنت آشیانی کو بوجہ غصہ
 آیا اور اس کی سرکوبی کے لئے آگے بڑھے۔ مندسور کے نواح میں دونوں لشکروں کا
 مقابلہ ہوا۔ بہادر شاہ جس نے بہت بڑا توپخانہ جمع کیا تھا اپنے توپ خانے کے
 سردار رومی خاں کی مدد سے لشکر کے گرد خندق کھدوا کر اور آتشازی کے الزامے کھینچ کر
 اپنی طاقت پر بھروسہ مند ہوا اور دو مہینے کا ل جنت آشیانی کے روزانہ کچھ نہ کچھ چیر چھاڑ
 کرتا رہا۔ بہادر شاہ کا مقصد یہ تھا کہ جنت آشیانی فوج کو کسی نہ کسی ترکیب سے توپخانے کی
 زد پر لا کر تباہ کرے۔ جنت آشیانی فرمانروا بہادر شاہ کی گھات سے آگاہ ہو چکا تھا اور اپنے
 سپاہیوں کو پہلے ہی سے حکم دے رکھا تھا کہ توپخانوں کے سامنے نہ جائیں اور
 پانچ یا چھ ہزار غل تیر انداز تیار ہو کر لشکر گجرات کے اطراف و جوانب کو مانت و تاراج
 کریں اور غلہ اور چارہ گجراتیوں کے لشکر تک ہرگز نہ پہنچنے دیں۔ اس ترکیب سے
 بہادر شاہ کے لشکر میں قحط کی عالم گیر واپسلی اور انسان گھوڑے ہاتھی اور اونٹ
 غرض سارے جاندار ہلاک ہونے لگے۔ بہادر شاہ نے دیکھا کہ اب زیادہ قیام
 کرنا موجب ہلاکت ہے ایک رات پانچ آدمیوں کے ہمراہ جن میں مبارک شاہ فاروقی
 حاکم برہان پور قادر شاہ دانگی مالوہ اور صدر جہاں خاں بھی داخل تھے سراپوڑہ شاہی کے

پچھنے سے شادی آباد اور مندو کی طرف بھاگا۔ گجراتی لشکر اپنے بادشاہ کے فرار ہونے سے آگاہ ہوا اور ہر سپاہی بر سے حالوں کسی نہ کسی طرف آوارہ گردی کرنے لگا۔ جنت آشیانی نے بھی گجراتیوں کا پیچھا کیا اور مندو کی سرحد تک برابر چلے گئے جو گجراتی سپاہی جہاں نظر آتا تھا چغتائی تلوار و ہتھیاروں سے خاک و خون کا ڈھیر کر دیتی تھی بہادر شاہ نے قلعہ مندو میں پناہ لی۔ جنت آشیانی نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور ایک مدت تک اس محاصرے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جنت آشیانی نے سورج کو نکسیر کر کے پھر محاصرہ شروع کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد مین سورج ایک رات قلعے کے اوپر چڑھنے لگا۔ گجراتیوں پر مغلوں کا خوف پوری طرح چھا چکا تھا بغیر اس کے کہ یہ دریافت کریں کہ کتنے سوار ہیں مغلوں کی صورت دیکھتے ہی بھاگ گئے۔ بہادر شاہ بھی خواب غفلت سے جاگا اور حالت دگرگوں دیکھ کر خود بھی فرار ہو گیا اور پانچ لاکھ ہزار سواروں کے ساتھ جاپانیر کی طرف جو اُس زمانے میں گجراتیوں کا دار الحکومت تھا راہ لی۔ صدر جہاں جو اپنے وقت کا فاضل اور بہادر شاہ کا امیر الامرا تھا اُٹھائے آفتاب میں زخم کھا چکا تھا۔ صدر جہاں زخم خوردہ ہونے کی وجہ سے نہ بھاگ سکا اور ایک مندو کے قلعہ سوئنگر میں پناہ گزین ہوا۔ دوسرے دن صدر جہاں نے امان طلب کی اور حصار سے باہر نکل کر قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ جنت آشیانی تعاقب کے اثناء میں اس فاضل امیر کی شجاعت اور بہادری کا حال دیکھ چکے تھے۔ بادشاہ نے صدر جہاں پر نوازش فرمائی اور اُسے اپنے خاص مقربوں میں داخل کیا۔ اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ جس وقت جنت آشیانی بہادر شاہ کے تعاقب میں سرگرم تھے اور سیلاب کے مانند نشیب و فراز کا کچھ خیال باقی نہ تھا اسی اثناء میں بادشاہ کو ایک دن بہادر شاہ کی فوج نظر آئی جنت آشیانی نے اپنے بہادر سپاہیوں کے ساتھ گجراتیوں پر حملہ کیا۔ صدر جہاں نے اپنے کو بہادر شاہ کی سپہنشاہی ثابت قدمی اور استقلال سے کام لیا کہ اُس کا ایک بال بال بچ کر صبح سلامت معرکہ کارزار سے نکل گیا مورخین لکھتے ہیں کہ اس معرکہ میں جنت آشیانی نے خود بھی شمشیر بکفت ہو کر صدر جہاں سے مقابلہ کیا اور اپنی تلوار سے اُسے زخمی کر کے سامنے سے بھگا دیا۔ مختصر یہ کہ بادشاہ نے

مندو کے بلند اور سر ہلک قلعہ کو اپنے حلقہ بگوشوں کے سپرد کیا اور خود تیسرے دن بہادر شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا بہادر شاہ جب قدر زرو جو اہر حصار چھتا بادجا پانیہ لاسکا لایا اور وہاں سے بھی احمد آباد کی طرف فراری ہو گیا۔ جنت آشیانی نے جاپانیہ کو تاراج کر کے قلعہ محمد آباد کا محاصرہ دولت خواجہ برلاس کے سپرد کیا اور خود احمد آباد کا رخ کیا۔ بہادر شاہ جنت آشیانی کے تعاقب کی خبر سنا کر کپایت پہونچا۔ بادشاہ نے بھی کپایت کا رخ کیا اس خبر کو سنکر بہادر شاہ بے حد مضطرب ہوا اور جزیرہ دیویں جا کر اس نے پناہ لی۔ جنت آشیانی نے بہادر شاہ کے یوم فرار کے دن اپنی بھی باگ موڑ دی اور کپایت پہونچے۔ بادشاہ نے کپایت میں دو دن قیام کیا اور یہ معلوم کر کے کہ گجراتیوں کا سب سے معور اور گنجور خزانہ قلعہ جاپانیہ میں ہے پھر اس جانب کا رخ کیا اور جاپانیہ پہونچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ گجراتی حاکم قلعہ سے افسی اختیار فرماں نے بڑی ہوشیاری سے حصار کی حفاظت کی اور حریف کے دغ کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن باوجود اس کے کہ قلعے میں اس قدر سامان موجود تھا کہ برسوں کا فی ہوتا لیکن پھر بھی حرص و طمع کی وجہ سے جو انسان کی رشت میں داخل ہے حصار کے ایک طرف سے جس کے پاس ایک بہت بڑا جنگل تھا اس نواح کے زمینداروں کی مدد سے روغن غلہ اور چارہ طنائوں کے ذریعے سے کھینچ کر قلعے کے اوپر پہونچو آتا تھا۔ ایک دن جنت آشیانی قلعے کے گرد دھیر رہتے تھے ناگاہ بادشاہ کی نظر ایک جماعت پر پڑی جنگل سے قلعے کی طرف آرہی تھی یہ لوگ فوجی سپاہیوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور پھر جنگل میں پوشیدہ ہو گئے بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کے ایک گروہ کو ان روپوشوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ سپاہی چند آدمیوں کو گرفتار کر لائے قلعہ دار کا راز فاش ہو گیا اور بادشاہ نے خود اس مقام کو جا کر دیکھا جہاں سے غلہ قلعے کے اوپر کھینچا جاتا تھا۔ جنت آشیانی نے اس مقام کے ہر پہلو کو خوب ذہن نشین کر لیا اور اپنے لشکر کو واپس آئے۔ اور بیشمار فولادی پستیں تیار کرائیں اور بیٹنے کی جو دھویں رات کو قلعے پر ہر طرف سے حملہ کیا اور خود تین سو سواروں کے ساتھ اسی جگہ پر گیا جس کو پختیر سے ذہن میں جما رکھا تھا اور ہر طرف سے فولادی پتھریں پہاڑ میں مضبوط گاڑ دیں۔ اہل قلعہ حصار کے

اس رخ سے بالکل مطمئن تھے اور جنت آشیانی کی تدبیروں سے قطعاً آگاہ نہ ہو سکے۔ جب تمام سامان ہو چکا تو سب سے پہلے انتالیس آدمی جن میں سب سے آخری جانا نیزیم خاں تھا قلعے کے اوپر چڑھے اس کے بعد بادشاہ بھی سوار ہوا اور صبح ہوئے ہوتے ہی قلعے میں ہو سوار بھی حصار کی بلندی پر پہنچ گئے۔ ان سواروں کے قلعے پر پہنچتے ہی سرطوت سے فوج نے حملہ کر دیا اور جنت آشیانی نے اپنی فطری بہادری سے جس کی نظیر مشکل سے کسی فرمانروا کے کارنامے میں ملتی ہے بہادر بلند تکبیر کہی اور قلعے کا دروازہ اپنے سپاہیوں کے داخلے کے لئے کھول دیا اور ایسے سر بہ فلک مضبوط قلعے کو اس قدر آسانی کے ساتھ دیکھتے دیکھتے فتح کر کے اپنا نام ہمیشہ کے لئے دنیا میں یادگار چھوڑا۔ اختیار خاں اور اس کے متعلقین کے علاوہ جو قلعہ ارک موسوم بہ موئیسہ میں آگئے تھے بقیہ تمام اہالیان حصار قتل ہوئے۔ اختیار خاں کے بھی چنگے چھوٹ گئے اور جان کی امان طلب کر کے قلعے سے باہر نکلا چونکہ اختیار خاں تمام گجراتیوں میں اپنے علم و فضل میں ممتاز تھا جنت آشیانی نے اس کی پرورش فرمائی اور اس کو اپنے خاص ندیموں میں داخل کیا شاہان گجرات کا خزانہ جو سا لہائے سال سے جمع تھا چغتائیوں کے قبضے میں آیا اور تمام رومی فرنگی خطائی اور ہندی کپڑے اور مال و متاع جو کچھ کہ خزانہ شاہی میں اکٹھا تھا تاراج ہوا بہادر شاہ بندر دیو میں ہونچا اور چنگیز خاں مقتول کے باپ عماد الملک چرکس کو مالگزار سی اور دیگر محصول خاں وصول کرنے اور لشکر کے جمع کرنے کے لئے احمد آباد روانہ کیا۔ عماد الملک نے احمد آباد میں تھوڑا قیام کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پچاس ہزار سپاہی اپنے گرد جمع کر لئے اور ملک کی مالگزاری کی تحصیل شروع کی اور روز بروز اس کی قوت زیادہ ہونے لگی۔ ان حالات کی بنا پر جنت آشیانی نے قلعہ جاپانیر اور اس کے اطراف و نواح کے انتظام و اصلاح کا اہم کام تروی بیگ مغل کے سپرد کیا اور خود احمد آباد روانہ ہوئے۔ قلعہ محمود آباد کے نواح میں لشکر چغتائی کے مقدمہ الجیش مرزا عسکری اور عماد الملک سے معرکہ آرائی ہوئی۔ عماد الملک نے شکست کھائی اور بادشاہ احمد آباد کے بے نظیر شہر میں داخل ہوا احمد آباد کی حکومت مرزا عسکری کو مرحمت کی اور اسی طرح گجرات کے ہر حصے کو امیروں کی جاگیر میں

تقسیم کر کے برہان پور کو فتح کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ برہان نظام شاہ اور
 عباد شاہ وغیرہ حاکمان دکن نے پریشان ہو کر بادشاہ کے حضور میں عرض کیے روانہ کیے
 اور جنت آشیانی سے درخواست کی کہ ولایت خاندیس چغتائی سپاہوں کا جو لالچاہ
 نہ بنے دکنی حاکموں کے معروضے بھی پہنچے بھی نہ تھے کہ شیر شاہ کی بغاوت کا
 محفلہ اٹھا۔ جنت آشیانی برہان پور کے قریب آئے اور اس ملک کو زیر و زبر کر کے
 مندرجہ ارد ہوئے۔ اسی اثنا میں کتاب حبیب الہیہ کا مولف جو بادشاہ کے ہمراہ کتاب
 تمام اسبالی میں مبتلا ہو کر جہان فانی سے گزر گیا اور اس کی وصیت کے
 موافق اس کی لاش دہلی میں لائی گئی اور حضرت سلطان نظام الدین محبوب الہی
 اور حضرت امیر خسرو کے جوار میں پونڈ خاک کر دی گئی۔ عباد الملک اور دوسرے
 گجراتی امیروں نے دوسری مرتبہ لشکر فرام کیا اور احمد آباد روانہ ہوئے یا کا نازا میرزا
 حاکم شین اور قاسم حسین سلطان حاکم بھرج جو سلاطین کفہ اور قمر میں سے تھے دشمنوں
 کے غلبے سے تنگ اگر عسکری میزرا کے پاس آگئے۔ اتفاق سے ایک رات
 عسکری میزرا نے نشہ خراب میں سرشار ہو کر یہ جملہ کہا کہ ہم بادشاہ ظل اللہ ہیں
 مہدی قاسم خاں کے بھائی غضنفر نے جو میزرا کا کوکہ تھا آہستہ سے کہا کہ ہاں گھر
 خود نہیں ہو۔ پاس دالے سب اس لکھے پٹھن پرے اور میزرا اپنے ہم نشینوں کی
 ہنسی کی حقیقت کو سمجھ گیا اور غضنفر کو کہ کو نظر بند کر دیا۔ کوکہ چند دنوں بعد قید سے
 نجات حاصل کر کے بہادر شاہ گجراتی کے پاس جزیرہ دیو چلا گیا۔ کوکہ نے بہادر شاہ کو
 احمد آباد پر دھاوا کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ میں منلوں کے مشورے سے خوب
 واقف ہوں بھوں نے طے کر رکھا ہے کہ عظیم کے حملہ کرتے ہی شہر سے بھاگ جائیں
 اب صرت بھانے کے منتظر ہیں تم مجھے اپنے پاس قید رکھو اور مخلو پر حملہ آور ہو
 اگر میرے کہنے کے خلاف بجائے فراری ہونے کے وہ برسرِ مقابلہ آئیں تو مجھے
 مرادینا۔ بہادر شاہ گجراتی نے سورت کے زمینداروں کے اتفاق سے جی جی
 جمعیت حاصل کر لی اور احمد آباد چلا۔ اس زمانے میں امیر ہند و بیگ نے میزرا عسکری
 سے کہا کہ ملک کا سکھ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کر کے خود مختاری کا دُکھ بجائے
 تمام نوجی نوازش کے اسید دار جاں نثاری میں کمی نہ کریں گے۔ اگرچہ یہ صلی عسکری میزرا

کی دلی خواہش کے بالکل موافق تھی لیکن اُس وقت عسکری میزرائے اسے قبول نہ کیا بلکہ مشیر کو سخت دست الفغا سے یاد کیا۔ عسکری میزرا اپنے امیروں کے ہمراہ احمد آباد سے روانہ ہوا اور اساول کی پشت اور سر پہنچ کے سامنے اس نے اپنا لشکر گاہ مقرر کیا۔ اتفاق سے میزرا کے لشکر میں ایک توپ چلی جس کی ضرب کے صلہ میں سے بہادر شاہ کی بارگاہ سرنگوں ہو گئی۔ بہادر شاہ کو بھید غصہ آیا اور اس نے غضنفر کو کہہ کر اسے اپنے لیے سامنے طلب کیا۔ غضنفر نے جواب دیا کہ صفت الیٰٰلہ کی میری جان بخشی کرو مجھے خوب معلوم ہے کہ میزرا آج ہی کی رات یہاں سے فراری ہو جائیگا۔ رات کی سیاہی خوب بھیل گئی اور میزرائے اس ارادے سے کہ قلعہ جاپانیر اور وہاں کے شاہی خزانے پر قبضہ کر کے گجرات کا خطبہ دسکھ اپنے نام کا جاری کر لے اُس طرف کا رخ کیا۔ بہادر شاہ گجرات کی دو تین روز عسکری میزرا کا تعاقب کر کے واپس آیا۔ اس کے پیچھے تروی بیگ کو عسکری میزرا کے ارادوں سے اطلاع ہوئی تروی بیگ نے عسکری میزرا کی مدافعت کر کے اس کو مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ عسکری میزرا آج سے مایوس ہو کر اگرے روانہ ہوا اور لشکر و اسباب جنگ فراہم کرنے لگا۔ جنت آشیانی نے اس خیال سے کہ کہیں عسکری میزرا اگرے پہنچ کر عظیم الشان فتنہ نہ برپا کرے منہ دو کے انتظام سے دست بردار ہو کر فوراً اگرے کا رخ کر دیا۔ میزرائے دیکھا کہ بادشاہ اس طرف کو آ رہا ہے اپنی نفسانی خطاؤں اور شبیطانی ارادوں پر پشیمان ہوا عسکری میزرا بادکار ناصر میرزا اور قاسم حسین سلطان اور دوسرے امیروں کے ہمراہ جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ وہ گجرات کا انتظام نہ کر سکا اس لیے جان بچا کر اگرے چلا آیا۔ جنت آشیانی نے اس واقعے سے چشم پوشی کر کے منہ دو سے کچھ نہ کہا۔ تروی بیگ نے بھی بہادر شاہ سے صلح کر لی اور جاپانیر کا قلعہ اُس کے سپرد کر کے بادشاہ کے پاس چلا آیا اور مالوے اور گجرات کے سے ممالک جو ہزار مصیبت اور مشکلات سے ہاتھ آئے تھے قبضے سے جاتے رہے اور عظمت سلطانی میں فرق آ گیا۔ اس زمانے میں افیون کی کثرت استعمال سے بادشاہ کی خلوت نشینی زیادہ بڑھ گئی تھی اور دیوان داری بالکل کم ہو گئی۔ بادشاہ کی حالت دیکھ کر گھات میں آئے ہوئے حریفوں نے سراٹھایا۔ انھیں واقعات کے درمیان سلطان بنید برلاس

حاکم جنپور نے وفات پائی۔ یہ اس پرٹھا صاحب اقتدار تھا اور تمام شرقی افغانوں کو شیعہ تبدیل
 سے جہاں جیسا موقع ہوتا تھا وہاں رہتا تھا جنید برلاس نے سنہ ۹۴۳ھ میں حلیت
 کی۔ شیر خاں نے جو ان شرقی افغانوں میں سب کا سرغنہ تھا رہتاس کے نواح میں
 بڑی شان و شوکت پیدا کر لی اور اب انتہا سے زیادہ شوخیاں کرنے لگا جنت آشیانی
 نے اسکا یہی چارہ کار دیکھا کہ شیر خاں کی تنبیہ کے لئے خود سفر اختیار کریں اور اس وقت
 بادشاہ نے جنپور کا سفر کیا اس زمانے میں شیر خاں بنگال گیا ہوا تھا جنت آشیانی
 نے قلعہ چٹارہ کے پاس قیام کر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ غازی خاں سور قلعے کے ضابطہ دار
 نے بادشاہ کی مدافعت کی۔ محاصرہ چھ مہینے کامل جاری رہا اور بہت سے سپاہی ضائع
 ہوئے۔ جنت آشیانی نے رومی خاں کو جو بہادر شاہ بھراتی سے جدا ہو کر ہالویں کی
 خدمت میں چلا آیا تھا منتخب کر کے چٹارہ کی مہم اس کے سپرد کی۔ رومی خاں نے قلعے
 کے اطراف کو دیکھا اور اسے معلوم ہوا کہ تین طرف سے قلعہ دشمنی سے گھرا ہوا ہے
 اور ان اطراف سے قلعہ اس قدر مضبوط ہے کہ کسی طرح کا رہنمائی نہیں ہو سکتی قلعے
 کی جس سمت دریا اے گنگا کا ساحل تھا رومی خاں نے اسی طرف کو پسند کیا اور
 ایک بڑی کشتی بنائی اور اس پر سرکوب اٹھانا شروع کیا۔ جب یہ کشتی بوجھ نہ اٹھا سکی
 تو اس کے ادھر ادھر اور دوسری کشتیاں باندھیں اور سرکوب کو اور زیادہ بلند کیا۔
 جب پھر بوجھ زیادہ ہوا تو پھر جانیں میں کشتیاں باندھیں اور برابر اسی طرح
 کشتیوں کا اضافہ کرتا گیا یہاں تک کہ سرکوب کو قلعے کی دیوار سے ملا دیا اور اس
 تدبیر سے قلعے کو آسانی کے ساتھ فتح کر لیا۔ بادشاہ نے رومی خاں پر اس خدمت
 کے صلے میں بچہ نوازش فرمائی۔ اسی دوران میں سلطان محمود حاکم بنگالہ جلال خاں
 ولد شیر خاں کے مقابلے میں سرکہ کا زار سے بھاگ کر رضی بادشاہ کی خدمت میں
 پہنچا اور جنت آشیانی سے بنگالے پر فوج کشی کرنے کی درخواست کی۔ سلطان محمود
 کا عاجزانہ اصرار حد سے گذر گیا اور جنت آشیانی نے سنہ ۹۴۵ھ کے شروع میں بنگالے
 کو فتح کر لیا ارادہ کر کے اس نواح کا رخ کیا۔ شیر خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی
 اور اس نے اپنے بیٹے جلال خاں کو خواص خاں مشہور کے ہمراہ گڑھی کشی مانتھ
 کے لئے روانہ کیا۔ یہ گڑھی بنگال کے راستے میں ہے اور مملکت بنگالہ اور بہار

کے درمیان ایک مضبوط مقام ہے اس گڑھی کے ایک طرف ایک بلند پہاڑ ہے جس میں نہایت گنجان غار وار جھل ہے جس سے گزرا دوشوار ہے اور دوسری طرف دریائے گنگا بہتا ہے جس کے پار اوترا نہایت شکل ہے۔ جنت آشیانی نے راستہ ہی میں جہانگیر بیگ مغل کو گڑھی کی ہمراہ ہندال میزرا کو محمد سلطان اور اس کے بیٹوں کے قتلے کو فرو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جس دن جہانگیر بیگ گڑھی پر پہنچا اسی دن اس کے قدم رکھتے ہی جلال خاں اور خواص خاں دبا داکرتے ہوئے اس کے سر پر پہنچ گئے اور جہانگیر بیگ زخمی اور پریشان حال شاہی لشکر میں اگر نہ گریں ہوا۔ بادشاہ خود فوراً گڑھی پہنچ گیا اور جلال خاں اور خواص خاں شاہی حلقے کی تاب نہ لاکر کور کی طرف چلے گئے جنت آشیانی اطمینان کے ساتھ گڑھی سے گزر گئے۔ پھر خاں ان واقعات کو سن کر بے حد پریشان ہوا اور شاہان کور و بنگالے کا خزانہ جو اسے حال ہی میں لاس تھا ساتھ لے کر خود بھی کوہستان چھا رکھنے کی سمت راہی ہوا۔ جنت آشیانی بنگالے کے دار الخلافہ شہر کور میں داخل ہوئے اور اسے فتح کر کے اس کے ناگوار نام کو بدلا اور شہر کو جنت آباد کے اسم سے موسوم کیا۔ جنت آشیانی نے کور میں تین مہینے قیام کیا لیکن ملک کی خراب آب و ہوا اور نکان سفر سے گھوڑے اور اونٹ کثرت سے ضائع ہوئے اور انسان بھی بے حال ہو گئے۔ خوفِ خدا ایک عجیب حالت رونما ہوئی۔ اسی دوران میں ہندال میزرا نے محمد سلطان میزرا کی ہم سے ٹوکنارہ کشی کی اور سیدھا آگے پہنچا۔ ہندال میزرا نے اب علانیہ مخالفت شروع کی اور سب سے پہلے شیخ بہلول کو جو جنت آشیانی کے پیروم شدہ تھے اس بہانے سے کہ شیخ موصوف افغانوں سے ملے ہوئے ہیں تہ تیغ کیا۔ حضرت شیخ کو قتل کر کے ہندال لے آکرے میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور دہلی پہنچ کر شہر کو فتح کرنے کے ارادے سے اس کا محاصرہ کر لیا۔ بادشاہ کو ہندال کے رنج وہ اطوار سے صدمہ ہوا اور بنگالے کی اہم و نامی امیروں یعنی جہانگیر بیگ اور ابراہیم بیگ کے سپرد کر کے خود جلد سے جلد آگے روانہ ہوا۔ راستے میں محمد زماں میرزا جو بہادر شاہ گجراتی کی تحریک سے سندھ اور لاہور جا کر پھر گجرات واپس آکر ہمسٹا بادشاہ سے معافی قصور کا خواستگار ہو کر شاہی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد زماں میرزا کا قصور معاف کیا گیا۔ شہزادہ افغان ہندال میزرا کی مخالفت اور

چغتائی لشکر کی بے سرو سامانی سے آگاہ ہوا اور فوراً جزائر لشکر کے ساتھ رہتاس سے روانہ ہو گیا۔ شاہی لشکر جو سناٹا پہنچا اور شیر خاں چغتائی فوج کے سردار ہو کر تین مہینے کا مل بادشاہ کے مقابلے میں خیمہ زن رہا اور جو تکلیف کہ پہنچا سکا وہ پہنچائی اور جو رکاوٹیں کہ سد کر سکا وہ ظہور میں لایا۔ کامران میرزا نے بادشاہ کو اس سخت ترین شکل میں ہنسنا ہوا دیکھ کر دہلی کی حکمرانی کا خواب دیکھنا شروع کیا اور جنت آشیانی کی مدد کا بہانہ کر کے دس ہزار سواروں کو اپنے ساتھ لیا اور بہانہ ہوا راستہ طے کرتے لگا کر کامران میرزا دہلی پہنچا اور ہندال میرزا بھی جو دہلی کا پہلے ہی سے محاصرہ کیے ہوئے تھا اس سے مل گیا۔ کامران نے بھی شہر کو فتح کرنے کی نیت سے دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ فخر الدین کو تو ال قلعے سے فک کر کامران میرزا کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں اپنے مالک کی نیکوامی نہ کروں گا بہتر یہ ہے کہ آپ پہلے آگرے کو جو سلطنت مغلیہ کا دار الحکومت ہے فتح کریں اس کے بعد دہلی تو خواہ مخواہ آپ کے قبضے میں آجی جائیگی۔ ہندال میرزا کو تو ال کی یہ بات پسند آئی اور کامران میرزا کو ساتھ لیکر آگرہ روانہ ہوا آگرے کے نواح میں سپیکر دونوں بہائیوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔ ہندال میرزا پانچ ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کو ساتھ لیکر الور چلا گیا اور کامران میرزا آگرے میں قیام کر کے اپنی حکمرانی کا ڈھنگ بوجایا جنت آشیانی کا دل اور زیادہ پریشان ہوا اور جو سارے بارہا بھائیوں کے نام اس مضمون کے خطوط روانہ کئے تھے کہ اس فتنے کا بانی اور سرور شیر خاں بڑی قوت اور بیحد سامان کے ساتھ مقابلے میں خیمہ زن ہے اور حالت دیگر گوں ہو رہی ہے اس وقت لازم ہے کہ سب بہائی ملکر شیر خاں کو دفع کریں اور ہندوستان کی حکومت کو جسے فردوس مکانی نے بڑی مشکلوں سے حاصل کیا تھا اس طرح ضایع کر کے چغتائی گھرانے کو بالکل تباہ نہونے دیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ دشمن کی سرکوبی کے بعد ہندوستان کی حکومت ہم آپس میں تقسیم کر لیں گے اور میں تم بہائیوں کی مرضی کے خلاف ہرگز نہ کروں گا۔ جنت آشیانی کی یہ نصیحت بد نصیب میرزاؤں کو کچھ کارگر نہ ہوئی اور کہنے لگے کہ شیر خاں کا بادشاہ پر غالب آنا ہمارے سر کی سلامتی کا مضروبہ اور ہماری حکمرانی کی نوید ہے۔ جنت آشیانی کا قدم در میان سے اٹھنے کے بعد ہم شیر شاہ کو آسانی سے پامال کر کے دونوں بہانے استقلال اور اطمینان کے ساتھ

سارے ہندوستان میں حکمرانی کا ڈونکا بجائیں گے۔ اس زمانے میں شیر شاہ نے اپنے پیر و مرشد خلیل نام ایک درویش کو کمر اور حیلے سے بادشاہ کی خدمت میں بھجکریلے اور خواست کی جنت آشیانی نے قوی مصلحتوں پر لحاظ کر کے اس شرط پر صلح کر لی کہ رہتاس اور بنگالے پر شیر شاہ کا قبضہ رہے اور اس سے زیادہ وہ کبھی ہوس نہ کرے لیکن شیر شاہی بقوضات میں بھی خطبہ دسکہ جنت آشیانی ہی کے نام کا جاری رہیگا شیر شاہ نے ان شرائط کو منظور کیا اور کلام اللہ ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ ہمیشہ اس عہد پر قائم رہیگا۔ شیر شاہ کے اس عہد وہاں سے محل سپاہیوں اور انیسروں کو اطمینان ہو گیا لیکن دوسرے ہی دن شیر شاہ سلطانہ میں کبار کی لشکر چٹائی پر حملہ آور ہو گیا شاہی لشکر کو صفت آرائی کی ہہکت بھی نہ ملی اور افغانی فوج چاروں طرف سے اس پر حملہ کرنے لگی۔ شیر شاہ نے دیا کے تمام گھاٹ جہاں کشتیاں لنگر انداز تھیں بالکل بند کر دیئے اس پریشانی میں شاہ و گدا امیر و وزیر ہر شخص افغانیوں کے تعقب سے بدحواس ہو کر دریائے گنگا کے کنارے پہونچا اور بے اختیاری کے عالم میں پانی میں کود پڑا علاوہ ہندوستانی آدمیوں کے روایت ضعیف کے موافق سات یا آٹھ ہزار نسل سپاہی جن میں محمد زماں میرزا بھی شامل تھا غرق آب ہو کر رہی عدم ہوئے اور سارا دریا میدان قیامت کا نمونہ بن گیا۔ بادشاہ خود بھی پانی میں کود پڑا اور ایک سقہ مسمی نظام کی مدد سے ہزاروں مشکلوں اور شتتوں کے بعد ساحل نجات پر پہونچا جنت آشیانی نے اس سقے سے وعدہ فرمایا کہ اگر بے پہونچ کر آدھے دن کی بادشاہت عطا کروں گا جنت آشیانی نے اپنے اس قول کو پورا کیا اور نظام نے آدھے ہی روز کی بادشاہی میں اپنی قوم کو دولت دنیا سے مالا مال کر دیا۔ غرض کہ جن سپاہیوں کا رشتہ حیات مضبوط تھا وہ کسی نہ کی طرح دریا کو عبور کر کے بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ اور جنت آشیانی اپنے باقی ماندہ لشکر کے ساتھ آگے روانہ ہوئے۔ کاکران میرزا کو جب معلوم ہوا کہ جنت آشیانی آگے کے قریب پہنچ گئے تو ہندال میرزا کے پاس اور چلا گیا۔ افغانوں کے غلبے کی وجہ سے ان دونوں بھائیوں کو نواح اوریس چین سے بیٹھنے کا موقع نہ ملا اور دونوں خطا کار شرمندہ اور ہشیمان جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جہاں گیر بیگ اور ابراہیم بیگ بھی بنگالے سے اور محمد سلطان میرزا باغی معہ اپنے بیٹوں کے فوج سے اپنے اپنے ملک دشمنوں کے

جوائے کر کے تہیست اور غلٹس آگے بٹھ گئے۔ ان لوگوں کے آنے کے بعد مشورہ شروع ہوا۔ کامران میرزا کی طبیعت نے اب تک راستی کو قبول نہ کیا تھا اور نفاق کا سیاہ غبار اس کے دل پر ہنوز چھایا ہوا تھا غلٹس مشورہ کا منفق ہونا بھی بیکار اور بے سود ثابت ہوا۔ کامران میرزا نے دشمنی اور غداری کا دل میں تہیہ کر کے ساسی کو شش اس میں صرت کر دی کہ بادشاہ سے اسے لاہور واپس جانے کی اجازت مل جائے خواجہ کلاں بیگ جو لشکر چغتائی کا بہترین افسر تھا اور جو فردوس مکانی سے رخصت ہو کر کابل چلا گیا تھا اور پھر کامران میرزا کے ہمراہ ہندوستان آیا ہوا تھا لاہور واپس جانے میں بہت زیادہ مصراہ اور کوشاں تھا۔ جنت آشیانی اس درخواست کو منظور نہ کرتے تھے اور بار بار یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم سب ملکر شیر خاں افغان کو بامال نہ کریں گے تو ابکی دوبارہ اس کے ہاتھ سے سبھوں کو صدمہ پہنچے گا۔ بادشاہ کا یہ کہنا کچھ مفید نہ ہوا اور جبہ یعنی اسی لیت وٹل میں گذر گئے۔ اس کے بعد دفعۃً کامران میرزا بدرہنیری اور کھانے اور پینے کی بے احتیاطی سے بیمار پڑا اور مرض نے سوء التقریر کی صورت اختیار کر لی کامران اپنی بدیتی سے سمجھا کہ جنت آشیانی کے اشارے سے اُسے زہر دیا گیا ہے اور اُمی سمیت نے اُسے صاحب فرماش کر دیا ہے اس دہم میں مبتلا ہو کر کامران نے اپنے واپس جانے میں اور زیادہ اصرار کیا۔ جنت آشیانی نے مجبوراً اس شرط پر کامران کی درخواست منظور کی کہ خود میرزا تینہ لاہور جائے اور اُس کی فوج کا بہترین حصہ بادشاہ کی مدد کے لئے آگے ہی میں ٹھہرے۔ کامران میرزا نے خواجہ کلاں کو اس بہانے سے کہ وہ اپنی جاگیر پر جا کر اس نہم کے اخراجات کی تدبیر و انتظام کرے گا اپنے سے پیشتر ہی لاہور روانہ کر دیا اور اپنی فوج کا بہت بڑا حصہ یہ جیلہ کر کے کہ یہ سپاہی خواجہ کلاں بیگ کے ملازم ہیں غلٹہ کر لیا اور ہزار سپاہیوں کو سکندر سلطان کی ماتحتی میں آگے ہی میں چھوڑ کر خود بھی تھوڑے دنوں بعد لاہور روانہ ہو گیا۔ اس نامعابت اندیش شاہزادے نے ایسے وقت میں فوج میں ایسی بے مینی پیدا کی کہ جنت آشیانی کے اکثر لشکر بھی جو انغالوں کے قتلے سے سہمے ہوئے تھے کامران میرزا کے ساتھ چلے گئے کامران میرزا کے لوگوں میں میرزا صدر دو غلات نے جنت آشیانی کی ملازمت اختیار کر لی اور شاہی مقربوں میں داخل ہو گیا میرزا صدر اکثر مہموں میں

صاحب اختیار افسر رہا۔ شیر خاں کو بھائیوں کا نفاق اور ان کی نا اتفاقی کا حال معلوم ہوا اور ایک جہرا لشکر ساتھ لے کر دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ شیر خاں نے اپنے بیٹے قطب خاں کو بہت بڑی فوج کے ساتھ دریائے گنگا کے پار اتارا اور اس طرف کے ساحلی شہروں پر بھی قابض ہو گیا۔ جنت آشیانی نے یہ خبریں سنیں اور قاسم حسین کو یادگارناصر میرزا اور سکندر سلطان کے ساتھ اس مہم پر مقرر کیا۔ کالی کے نواح میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور ایک شدید خونریزی کے بعد غفلوں کو فتح ہوئی اور قطب خاں بہت سے انfanوں کے ساتھ میدان جنگ میں مارا گیا۔ قاسم حسین سلطان نے مقتول سردار کا سر آگرے روانہ کیا اور شیر خاں کے فتنے کو فرو کرنے کے لیے جنت آشیانی سے خود آنے کی درخواست کی۔ جنت آشیانی سامان سفر کی تیاریاں کر کے ایک لاکھ سواروں کے ہمراہ آگرے سے روانہ ہوئے اور نواح قنوج میں دریائے گنگا کو پار کر کے ایک ہینہ کال شیر خاں کے لشکر کے مقابل جس میں پچاس ہزار سواروں کی جمعیت تھی مقیم رہے اس وقت بھی محمد سلطان میرزا اور اس کے بیٹوں نے بیوفائی کی اور کنگا کا ٹیکہ مارتے پر لگا کر بے وجہ لشکر شاہی سے بھاگ گئے۔ ان بے وفادوں کے بھاگنے سے لشکر میں پریشانی پہلی چنانچہ کامران پیرا کے سارے آدمی لشکر سے جدا ہو گئے۔ جنت آشیانی کے سپاہی جو پہلے واقعے سے سہمے ہوئے تھے اور جنہیں بھاگنے کا سبق پہلے ہی سے یاد تھا موقع اور بے موقعہ شاہی لشکر سے فرار ہونے لگے۔ ماوھر سپاہیوں کا یہ عالم تھا ادھر برسات کا موسم آگیا اور سلطانی لشکر گاہ ایسا پانی سے لبریز ہو گیا کہ خیمے جاب کی طرح بالائے آب تیرنے لگے۔ مشورہ یہ طے پایا کہ یہ جگہ چوڑی جائے اور کسی اونچی جگہ شاہی لشکر خیمے نصب کرے۔ عاشور ۱۰۹۷ھ کا دن کوچ کے لیے مقرر ہوا اور ہنوز شاہی لشکر اپنی جگہ سے اچھی طرح اٹھا ہی نہ تھا کہ شیر خاں نے دھاوا کر دیا اور شدید لڑائی کے بعد اس مرتبہ بھی غالب آیا اور اب کی بار بھی شریف دامیر سبھوں نے لڑائی سے منہ موڑ کر دریا کا رخ کیا اور گنگا کے ساحل پر جو لشکر گاہ سے تین کوس کے فاصلے پر تھا جا کر سبھوں نے دم بھی نہ لیا تھا کہ ایسے قوی دشمن کے تعاقب کے خوف نے بے اختیار چغتائی سپاہیوں کو دریا کے حوالے کیا۔ جس شخص کی زندگی باقی تھی وہ صبح و سلامت بادشاہ کے ساتھ

پانی سے نکل کر کنارے آگیا۔ جنت آشیانی اگرے پہنچے اور جب غیم نزدیک آگیا تو
 اگرہ چوڑ کر لاہور چلے گئے۔ غرہ ربیع الاول ۹۴۷ھ کو تمام جغتائی میرزا اور خانان قبیلہ
 لاہور میں جمع ہوئے۔ شیر شاہ نے یہاں بھی بیچیانہ چھوڑا اور ادھر شیر خاں نے اب
 سلطان پور کو پار کیا اور ادھر بادشاہ غرہ رجب کو دریائے لاہور سے گزر کر ٹھٹھ اور
 بھکر کی طرف روانہ ہو گیا۔ کامران میرزا نے عسکری میرزا اور خواجہ کلاں بیگ کے
 ہمراہ نواح نوشہرہ سے کوچ کر کے کابل کی راہ لی۔ جنت آشیانی دریائے سندھ کو
 پار کر کے بھکر روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے راہ میں قصبہ لہری میں قیام کر کے ایک قاصد کو
 منع خلعت و اسب کے حاکم ٹھٹھ یعنی شاہ حسین ارغون کے پاس بھیجا اور اس سے
 مدد طلب کی۔ جنت آشیانی کا ارادہ تھا کہ شاہ حسین ارغون کے ساتھ مل کر گجرات پر
 قابض ہوں۔ میرزا شاہ حسین نے پانچ چھ مہینے مکرو حیلے میں گزارے اور اس طویل
 لیت و لعل میں شاہی سپاہی بادشاہ کے پاس سے جدا ہو گئے۔ میرزا ہندال
 رفاقت چھوڑ کر قندھار چلا گیا۔ ہندال میرزا کے جانے کا سبب یہ تھا کہ قراچہ خاں
 حاکم قندھار نے ہندال کو عریضہ لکھ کر اس سے مدد طلب کی تھی۔ اسی پریشانی میں
 یادگار ناصر میرزا نے بھی ترک رفاقت کا ارادہ کیا۔ جنت آشیانی نے اُسے تسکین اور
 دلاسا دیکر یہ طے فرمایا کہ یادگار ناصر میرزا بھکر جا کر وہیں قیام کرے اور بادشاہ خود
 سہوان کا رخ کرے۔ یادگار ناصر میرزا بھکر جا کر بلاڑے شہر پر قابض ہو گیا اور اُسے
 اچھی خاصی توسل بہم پہنچائی۔ بادشاہ نے قلعے سہوان کا محاصرہ کر لیا۔ ادھر محاصرہ سات
 مہینے تک جاری رہا۔ ادھر حسین ارغون کشتی پر سوار ہو کر رسد رسانی میں حال ہوا غلے
 اور چارے کی اتنی کمی ہوئی کہ سپاہیوں نے جانوروں کے گوشت سے پیٹ پانا
 شروع کر دیا۔ جنت آشیانی نے یادگار ناصر میرزا کو لکھا کہ قلعے کا فتح ہونا تہا سے آنے پر
 موقوف ہے۔ میرزا حسین ارغون نے یادگار ناصر کو بیٹی دیکر شہر میں ناصر میرزا کے
 نام کا سکھ اور خطبہ جاری کرنے کی خوشخبری دیکر ایسا اُس کو بہتر باغ دیکھا کہ ناصر میرزا
 شاہی اطاعت سے منہ موڑ کر بادشاہ کی طلبی پر بھی نہ آیا۔ ناصر میرزا کو اپنے دام میں گرفتار
 کر کے حسین ارغون اور زیادہ مطمئن ہو گیا اور شاہی لشکر کو مزید تکفیل پہنچانے کا جنت آشیانی
 نے ناچار قلعے سے ہاتھ اٹھایا اور بھکر واپس ہوئے اور میرزا سے کشتی طلب کی۔

میزرانے اہالیان ٹھٹھ کو اشارہ کر دیا اور کشتیوں کے مالک کشتیاں لیکر دوڑ پڑ گئے۔ صبح کو میزرا نے بھی غدر کر دیا اور بادشاہ کو کئی روز بیکار پڑا رہنا پڑا۔ آخر دین آدمیوں نے چند غرقاب کشتیاں دریا سے نکالیں اور جنت آشیانی لنگھا کو پار کر کے سال پر پہنچے۔ ناصر میزرا بہت شرمسار اور سرنگوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن اس فرشتہ صفت فرمانروا نے ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالا بادشاہ کے اس علم پر بھی ناصر کجخت نے شاہ حسین ارغون کا بتایا ہوا سبق پڑھنا شروع کیا اور اپنی چالیں شروع کر کے شاہی سپاہیوں کو اپنے دام میں گرفتار کرنے لگا یہاں تک کہ ایک روز بغیر کسی تحریک اور کسی سبب کے لڑائی کے قصد سے سوار ہو کر میدان میں آیا۔ جنت آشیانی نے بھی مجبوراً ناصر کو دفع کرنے کا تہیہ کیا آخر ایک گروہ نے میزرا کو ملامت کر کے اسے واپس کر دیا جنت آشیانی نے جب دیکھا کہ سپاہی روزانہ لشکر سے جدا ہو رہے ہیں اور بادشاہ خود بے سرو سامان ہیں اور محض اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناصر میزرا آگے چل کر کوئی نقصان پہنچائے جنت آشیانی نے یہ طے کیا کہ جیسلیئر کے راستے سے راجہ مالدیو کے پاس روانہ ہوں اس لئے کہ ہندو راجاؤں میں مالدیو سب سے زیادہ قوی راجہ تھا اور بارہا اس مضمون کی عرضیاں بھی خدمت میں پہنچ چکا تھا کہ جنت آشیانی اس کے ملک میں آئیں اور مالدیو ہر طرح پر ہندوستان فتح کرنے میں مدد اور جان نثاری کے لئے تیار ہے۔ راجہ جیسلیئر نے بے وفائی سے کام لیا اور ایک گروہ کو بھیکر بادشاہ کا سدراہ ہوا۔ جنت آشیانی نے راجہ کے دستے کو سامنے سے بھگادیا۔ اور دھاوا کر کے سیدھے مالدیو کی سرحد پہنچ گئے۔ بادشاہ نے خود سرحد پر قیام کر کے ایک قاصد مالدیو کے پاس بھیجا۔ مالدیو کو چغتائی لشکر کی بے سرو سامانی اور پریشانی سے کافی آگاہی تھی۔ بادشاہ کو اپنے پاس بلا کر دل میں شرمندہ ہوا اور اس فکر میں ہوا کہ جنت آشیانی کو گرفتار کر کے شیر شاہ کے حوالے کر دے اور اس طرح اپنے کو شیر خاں کے ہی خواہوں اور مخلصوں میں داخل کرے۔ راجہ کے ایک نوکر نے جو کسی زمانے میں جنت آشیانی کا کتاب دار رہ چکا تھا بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور جنت آشیانی اسی رات کو سوار ہو کر امر کوٹ روانہ ہو گئے۔ امر کوٹ ٹھٹھ سے بیس کوہوں کے

فاصلے پر ہے۔ راتے میں بادشاہ کا گھوڑا چلنے میں سستی کرنے لگا بادشاہ نے تروی بیگ سے ایک گھوڑا طلب کیا۔ تروی بیگ نے اسی حالت میں بھی بے مروتی سے کام لیا اور گھوڑے کے دینے میں عذر اور حیلے کرنے لگا۔ جنت آشیانی کو دم بدم یہ خبر مل رہی تھی کہ مالدیو کا لشکر جہاز گرفتار کرنے کے لئے پہلے آ رہا ہے ناچار اونٹ پر سوار ہوا ندیم کو کہ خود پیادہ چل رہا تھا اور ماں کو گھوڑے پر سوار لاتا تھا اُس نے اپنی ماں کو اونٹ پر سوار کیا اور گھوڑا جنت آشیانی کی نذر کیا۔ چونکہ یہ ملک تمام ریگستان تھا پانی کہیں دستیاب نہ ہوا اور لوگ پیاس کے مارے ترپنے لگے اور معرکہ کر بلا کا منو نہ آنکھوں کے سامنے نمودار ہوا ہندوؤں کے جلد سے جلد پہنچنے کی خبریں لگتا رہی آ رہی تھیں جنت آشیانی نے اپنے چند سرداروں کو جو ہمراہ تھے حکم دیا کہ وہ لوگ پیچھے چلے آ دیں اور خود اہل و عیال اور اسباب کو آگے کر کے پیچھے آ دیوں کے ساتھ آگے بڑھے۔ اتفاقات ہوتے ہی یہ سردار رات ببول گئے اور دوسری طرف جا بکھے۔ صبح ہوتے ہی ہندوؤں کے لشکر کی سیاہی دور سے نظر آئی۔ شاہی حکم پاتے ہی امیر شیخ علی دغیرہ جو میں آدمیوں سے زیادہ نہ تھے کلمہ شہادت پڑھ کر جان دینے پر تیار ہو گئے اور اطمینان کے ساتھ دشمنوں سے دست و گریباں ہو گئے۔ حسن اتفاق سے مسلمانوں کا پہلا تیرہندوؤں کے سردار کے سینے پر لگا اور غیر مسلم افسر گھوڑے سے زمین پر گر گیا اور بقیہ فوج میدان سے بھاگ گئی۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کا پیچھا کر کے بہت سے اونٹ گرفتار کیے۔ بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور ایک کنویں کے کنارے جس میں پانی بہت کم تھا خیمے نصب کرائے۔ گزشتہ امیر بھی یہاں بادشاہ سے آئے اور اس واقعے سے بادشاہ کے پریشان دل کو تھوڑا اطمینان حاصل ہوا۔ دوسرے دن یہاں سے کوچ ہوا اور تین نسل پانی باہل نہ ملا اور پیاس کی وجہ سے لوگوں کی حالت ناقابل بیان ہو گئی۔ چوتھے دن شاہی قافلہ ایک کنویں پر پہنچا یہ کنواں آنا گہرا تھا کہ ڈول کنویں سے نکالتے وقت ڈھول بجاتے تھے تاکہ چرسس کہنے والے بل آواز نہ کر ٹیہر جائیں اور پیاس کی شدت کی وجہ سے ہر دفعہ دس دس پانچ پانچ آدمی ایک ڈول پر گرتے تھے اور رسی ٹوٹ کر ڈول کنویں

میں گر پڑتا تھا۔ غرض کہ سپاہیوں کی جج و بچار نے آسمان کو سر پر اٹھالیا اور ایک گروہ نے تو بیاس سے بیتاب ہو کر اپنے کو کنویں میں گرایا اور اس طرح موت کے گھاٹ اتر گئے۔ دوسرے دن کوچ کر کے ایک نہر کے کنارے پہنچے اور اونٹ اور گھوڑوں نے چونکہ کئی روز سے پانی کی مشکل نہ دیکھی تھی اس قدر پانی پی لیا کہ پیٹ پھول گیا اور اسی میں ہلاک ہو گئے۔ مختصر یہ کہ جنت آشیانی بڑی مشکل اور جانکاح محنت کے بعد امر کوٹ پہنچے۔ راجہ امر کوٹ جو رانا کھلتا تھا بہت اچھی طرح پیش آیا راجہ نے خدمت گزاری اور ہمانداری کا حق اچھی طرح ادا کیا اور خدا خدا کر کے سپاہیوں کو آرام ملا۔ اسی امر کوٹ میں پانچویں رجب ۹۴۹ھ کو ششہرہ جلال الدین محمد اکبر حمیدہ بانو بگیم کے بطن سے بہترین ساعت میں پیدا ہوا۔ جنت آشیانی نے بیٹے کی ولادت پر خدا کا شکر یہ ادا کیا۔ جشن خوشی کے لوازمات کو انجام دیکر بادشاہ نے اہل و عیال اور اسباب کو امر کوٹ میں چھوڑا اور خود راجہ امر کوٹ کے ہمراہ بھکر کی مہم پر روانہ ہوئے لیکن تھوڑے ہی زمانے میں لشکریوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور کچھ کار براری نہ ہوئی اس سفر کے میں منعم خاں بھی فراری ہوا اور جنتائی فوج کا مشہور بہادر امیر تیج علی اسی میدان میں میرزا شاہ ازخون کے سپاہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جنت آشیانی نے مجبوراً قندھار کا رخ کیا اس وقت بیرم خاں بھی گجرات سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس اثناء میں کامران میرزا نے قندھار کا قلعہ ہندال میرزا سے لیکر عسکری میرزا کو وہاں کا حاکم بنایا تھا میرزا شاہ حسین ازخون نے عسکری میرزا کو کہا کہ بادشاہ اس وقت بہت پریشان ہے اگر تم اسے گرفتار کرنا چاہتے ہو تو یہی اس کا بہترین موقع ہے۔ عسکری میرزا نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھا اور جنت آشیانی کے سال دہستان پہنچے ہی بادشاہ پر دھاوا کر دیا۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی اور جنت آشیانی نے جلد سے جلد مریم مکانی کو سوار کرایا اور شانہ زادہ کو گری اور مصیبت سفر کے خیال سے لشکر ہی میں چھوڑا اور خود بائیس آدمیوں کے ساتھ جن میں بیرم خاں بھی شامل تھا بلا راستہ تعین کیے ہوئے خراسان روانہ ہوئے میرزا بد نصیب لشکر میں پہنچا اور جنت آشیانی کا پتہ نہ پا کر افسوس کرتا ہوا شاہی اسباب اور مال پر قابض ہوا اور تھنہ زادہ جلال الدین کو اپنے ہمراہ قندھار لے گیا۔ بادشاہ کو

اپنے نیک طینت بھائیوں کی وجہ سے کسی جگہ ٹھہرنے کا موقع نہ ملا اور اسی راہ روی میں سیستان کی سرحد پر پہنچ گیا۔ سید احمد سلطان شالمو نے جوشاہ ٹھہاسپ کی طرف سے سیستان کا حاکم تھاجنت آشیانی کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ شہر میں لایا۔ سید شالمو نے چند روز بادشاہ کی خدمت گزاری کی اور جو کچھ اس کا اندوختہ تھاسب کا سب جنت آشیانی کے سامنے پیش کر کے اپنی عورتوں کو نوٹڈیوں کی طرح مریم مکانی کی خدمت کے لئے مقرر کیا۔ جنت آشیانی نے بقدر ضرورت سامان اور نقد لے کر بقیہ سید شالمو کو واپس کر دیا۔ بادشاہ سیستان سے ہرات پہنچا اور شاہ کا سب سے بڑا فسزید سلطان محمد حاکم ہرات اپنے آتالیق محمد خاں ٹنگلو کے ہمراہ استقبال کے لئے آیا اور تعظیم و تکریم اور مراسم ٹھہانداری اس طرح بجالایا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ تھا۔ سلطان محمد نے سفر کا سامان ایسا خوب و درست کر دیا کہ شاہ کی ملاقات کے وقت تک جنت آشیانی کو کسی خیر کی ضرورت نہ پڑی۔ میر و تفریح کے بعد جنت آشیانی شہد مقدس پہنچے اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے آستانے کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ بادشاہ شہد مقدس سے آگے بڑھے اور شہر قزوین تک تمام راہ عراق کے سردار اور شرفا استقبال کو آئے اور بادشاہ ایران کی طرف سے جنت آشیانی کی دعوت اور مہانداری کرتے رہے یہاں تک کہ جنت آشیانی نے خود قزوین میں قیام کر کے بیرم خاں کو شاہ ٹھہاسپ کے پاس روانہ کیا۔

افغانوں کا دور دورہ

شیر شاہ افغان بن	شیر شاہ کا نام فرید خاں اور اس کے باپ کا نام حسن تھا
حسن سور	حسن خاں افغانان روہ کی نسل سے تھا۔ سلطان سلطول لودی کے عہد حکومت میں حسن سور کا باپ ابراہیم خاں ملازمت کی خواہش میں دہلی آیا۔ روہ کی تعریف جو افغانوں کا مکن ہے اس کتاب کے مقدمے میں مذکور ہو چکی ہے یعنی روہ وہ کوہستانی ملک ہے جن کا سلسلہ طویل میں سوادیکور سے لیکر مضافات بکرتک اور عرض میں حسن ابدالی سے لیکر کابل تک پھیلا ہوا ہے روہ میں افغانوں کے مختلف فرقے آباد ہیں جن میں سے ایک قبیلے کا

نام سور ہے۔ فرقہ سورا اپنے کوسلاطین غور کی نسل سے بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک غوری شہزادہ محمد سوری نام اپنے ملک سے جلاوطن ہو کر کسی زمانے میں افغانان روہ کے درمیان آکر آباد ہوا۔ ایک افغانی رئیس کو محمد سوری کی صحت نسب کا یقین ہو گیا اور باوجودیکہ اس قوم میں غیر کفو گھرانے میں لڑکی دینے کا رواج نہ تھا لیکن اس افغانی سردار نے اپنی بیٹی محمد سوری کو بیاہ کر اسے دامادی میں قبول کر لیا اس افغانی زوجہ سے محمد سوری کی اولاد پیدا ہوئی جو سوری افغان کے نام سے مشہور ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس کی بنا پر سوری قبیلے کو تمام افغانی قبائل سے برتر ہونا چاہیئے مختصر یہ کہ بھلول لودھی کے زمانہ حکومت میں ابراہیم خاں اپنے قبیلے سے جدا ہو کر نوکری کے لئے دہلی آیا اور ایک لودھی امیر کی ملازمت اختیار کی۔ ابراہیم کے کچھ دنوں حصار فیروز پور میں اور تھوڑے دن پرگنہ نارنول میں گزارے بھلول لودھی کے بعد اس کا بیٹا سلطان سکندر بادشاہ ہوا اور جمال خاں سکندر لودھی کا نامی امیر حاکم جنپور مقرر ہوا۔ جمال نے حسن بن ابراہیم سوری جو اس کا پرانا ملازم تھا عزت افزائی کی اور مضامات رہتاس میں سہرا سپور اور خواجہ پور ٹانڈہ حسن کو بطور جاگیر عطا کر کے پانصدی سواروں کا امیر مقرر کیا۔ حسن کے گھر میں آٹھ لڑکے پیدا ہوئے فرید اور نظام افغانی زوجہ کے بطن سے تھے اور دوسرے بیٹوں کی ماں حسن کی حرم متی حسن کو فرید کی ماں کے ساتھ انس نہ تھا اور اسی بنا پر فرید خود بھی دوسرے فرزندوں کی طرح باپ کا لاڈلانہ تھا۔ فرید باپ سے ناراض ہو کر جمال خاں کے پاس چلا گیا۔ حسن نے جمال خاں کو لکھا کہ فرید کو سمجھا بچھا کر حسن کے پاس بھیج دے تاکہ اس کی تعلیم و تربیت پوری ہو جائے جمال خاں نے ہر چند فرید پر زور دیا کہ باپ کے پاس چلا جائے لیکن فرید نے قبول نہ کیا اور کہا کہ بہرام پور سے زیادہ جنپور میں علم و جود ہیں میں یہیں قیام کر کے تحصیل علم کروں گا۔ فرید ایک مدت تک جنپور میں رہا اور اس زمانے کا مستاد دل درس زبان فارسی کا یعنی گلستان بوستان سکندر نامہ پڑھ کر کا فیہ اور اس کے حواشی اور دوسری علمی کتابوں کو پڑھا اور نظم و نثر اور علم تاریخ میں دستگاہ ماہل کر لی۔ دو یا تین برس کے بعد حسن جنپور آیا۔ اور سوری قبیلے کے دوسرے اراکین نے درمیان میں پڑ کر باپ بیٹوں میں ملاپ کرادیا۔ حسن نے

انہی جاگیر کی داروغگی فرید کے سپرد کی اور اُسے خدمت پر روانہ کرنے لگا۔ فرید نے جلتے وقت باپ سے کہا کہ دنیا کے ہر کام خصوصاً سرداری اور امیری کا مدار انصاف پر ہے اگر تم مجھے جاگیر بھیجتے ہو تو یہ کہے دیتا ہوں کہ میں عدل سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھوں گا۔ تمہارے نوکر اکثر تمہارے عزیز قریب ہیں جو شخص بھی انصاف کے راستے سے بھٹکے گا میں اُسے ضرور سزا دوں گا۔ غرض کہ فرید باپ سے اسی قسم کی باتیں کر کے رخصت ہوا اور جاگیر پر پہنچا۔ فرید نے جاگیر کو بخیر کاری اور کفایت شکاری سے کام لیکر غزنیوں کے درمیان عدل اور مساوات کا بڑا دھڑکھا اور بعض سرکش اور شوہنشاہت جو دھریوں کی تنبیہ کا ارادہ کر کے اپنے ملازمین سے مشورہ کیا۔ تمام ماتحتوں نے بالاتفاق یہی کہا کہ لشکر آجکے باپ کے ہمراہ ہے اور آپ کے والد یہاں سے بہت دور کسی مہم پر نامزد کیئے گئے ہیں تا وہاں پہنچیں جن خاں خاں کے صبر کرنا ہر طرح پر بہتر ہے۔ فرید نے حکم دیا کہ دو سو زمین تیار کرو فرید نے ہر موضع کے کھیا سے ایک گھوڑا عاریتہ مانگا اور گرد و نواح میں جو بیکار سپاہی پیادہ پڑے ہوئے تھے اُن کو بلا کر خرچ اور کپڑے سے اُس وقت تھوڑی بہت مدد کی اور آئندہ کے لئے انعام کا وعدہ کر کے ان سے بھرتی کیے ہوئے سپاہیوں کو مستعار گھوڑوں پر سوار کیا اور سرکش زمینداروں کے مسکن پر پہنچا اور ان شورہ پشتوں کے مواضعات کے قریب قیام پذیر ہوا۔ فرید نے اپنے گرد قلعہ بنا کر ہر روز جنگل کو کٹوانا شروع کیا یہاں تک کہ سرکش زمینداروں کے قلعہ تک پہنچا اور سرکوب تیار کر کے دشمنوں پر غالب ہوا اور بہت سے سرکش نظر بند اور مقتول ہوئے۔ اس واقعے سے فرید کی ہیبت ایسی دلوں میں بٹھکی گئی کہ سرزمین کے تمام سرکش فرید کے مطیع اور فرمانبردار ہو کر مال گزاری و دقت پر ادا کرنے لگے اور جاگیر کے سارے بد گئے معمر اور آباد ہو گئے۔ غرض کہ اس طرح پر فرید کو پوری قوت حاصل ہوئی اور اس کی شجاعت اور سیاست کا ہر طرف فہرہ ہو گیا۔ ایک مدت کے بعد حسن جاگیر پر آیا اور فرید کے انتظام اور سربہائی کے طریقے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بیٹے کی خوب تمغیں کیں جس کے گھر میں ایک کنیر بھی جس سے دو بیٹے سلیمان اور احمد پیدا ہوئے تھے۔ حسن اس نوٹھی پر جان و دل سے

فریقہ تھا۔ سلیمان اور احمد کی مان نے حسن سے کہا کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تیرے بیٹے جوان ہوں گے تو پرگنات کی داروغگی انہیں کو دی جائیگی۔ اب چونکہ سلیمان اور احمد دونوں سن تیز کو پہنچ چکے ہیں اپنا وعدہ پورا کرو جس سے یہ سمجھ کر کفر پائس کا بڑا بیٹا اور خلف ہے فرید کی رعایت کو مد نظر رکھ کر اپنی محبوبہ سے آپرے اور بیٹے کے بات کو ٹال دیا کرتا تھا۔ فرید اس بات کو سمجھ گیا اور پرگنات کی داروغگی سے علیحدگی اختیار کر لی حسن نے اپنی جاگیر سلیمان اور احمد کے سپرد کی اور فرید سے کہا کہ اس تغیر اور تبدل کا صرف یہ سبب ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح تم کام کر کے تجربہ کار اور کار کردہ ہو گئے ہو اسی طرح تمہارے بھائی بھی کام کرنے کے لائق ہو جائیں ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ میرے بعد میرا جانشین سوا تمہارے اور کون ہو گا غرض کہ پرگنات کی حکومت سلیمان اور احمد کے ہاتھ میں آئی اور فرید آزدہ ہو کر اپنے خیمے بھائی نظام کو ساتھ لیکر گئے پہونچا اور سلطان ابراہیم لودھی کے نامی امیر دولت خاں لودھی کی ملازمت اختیار کی۔ فرید ایک مدت تک لودھی امیر کے پاس رہا اور اپنی خدمتگاری سے اُسے اپنے سے بید راہی اور خوش کر لیا۔ ایک دن دولت خاں نے فرید سے اُس کا اصل مدعا دریافت کیا فرید نے کہا کہ میرا باپ ایک ہندی کنیز کے سحر محبت میں گرفتار ہے اور وہ عورت ایسا میرے باپ پر غالب ہو گئی ہے کہ اُس کی وجہ سے جاگیر بالکل خراب اور سہاری پریشان حال ہو رہے ہیں اگر باپ کی جاگیر ہم دونوں بھائیوں کو عطا ہو جائے تو ہم میں سے ایک بھائی پنج سو سواروں کے ساتھ ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہے گا اور دوسرا جاگیر کی دیکھ بھال کر کے سپاہیوں کے اخراجات اور رعیت کی نگہداشت کا انتظام اور باپ کی خدمتگاری کا سرانجام کریگا۔ دولت خاں نے ایک روز فرید کا معروضہ سلطان ابراہیم لودھی کے کانوں تک پہنچایا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ کیسا بد طینت شخص ہے جو اپنے باپ کی شکایت کرتا ہے دولت خاں نے فرید سے بادشاہ کا جواب بیان کر کے فرید کو تسلی دی اور کہا کہ کسی مناسب وقت پر بادشاہ سے پھر عرض کر کے تیری چارہ جوئی کروں گا۔ دولت خاں نے فرید کی تسلی کے بیٹھے اُس کے یوٹے میں اٹھانے کیا اور اس ہوشیار افغانی نے اپنی خوش خلقی۔ انس مکرّم اور مروت کی

وجہ سے سبھوں کے دل میں اپنی جگہ کر لی۔ دولت خاں بھی ہر بات میں فرید ہی کا ساتھ دیتا تھا یہاں تک کہ فرید کے باپ حسن سور نے دنیا سے رحلت کی۔ دولت خاں نے حسن کی وفات کی بادشاہ کو اطلاع دی اور حسن کے پرگنات کی وارونگی فرید اور نظام کے نام منتقل کرادی۔ فرید سہرام۔ خواصپور اور ٹانڈے کی حکومت کا فرمان لیکر جاگیر کو روانہ ہوا اور سپاہیوں اور رعایا کی نگہداشت میں مشغول ہوا سلیمان اپنے بھائی فرید سے مقابلہ نہ کر سکا اور پرگنہ چنپور کے حاکم محمد خاں سور کے دامن میں اُس نے پناہ لی۔ محمد خاں سور چند ہوسواروں کا مالک تھا۔ سلیمان نے محمد خاں سے فرید کی شکایت کی۔ محمد خاں نے جواب دیا کہ بابر بادشاہ ہندوستان آگیا ہے اور بہت جلد مغلوں اور افغانوں میں معرکہ آرائی ہونے والی ہے اگر ابراہیم لودھی کامیاب رہا تو میں تجھے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا کر تیری سفارش کروں گا۔ سلیمان نے جواب دیا کہ میں اتنا انتظار نہیں دیکھ سکتا میری ماں اور میرے ملازم حیران اور سرگردان پھر رہے ہیں۔ محمد خاں نے ایک قاصد فرید کی خدمت میں بھیج کر بجائیوں کے درمیان صلح کرانے کی ہدایت کی۔ فرید نے جواب دیا کہ جو رقم حصہ رسد سلیمان کو میرے باپ کی زندگی میں ملتی تھی اُسے دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے لیکن میں حکومت میں اُسے شریک نہیں کر سکتا اس لئے کہ مشہور ہے دو تاداریں ایک نیام میں اور دو حاکم ایک شہر میں نہیں رہ سکتے۔ سلیمان کا مطلب شرکت حکومت تھا وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ محمد خاں سور نے سلیمان کی دلجوئی کی اور کہا کہ تم مطمئن رہو میں تلوار کے زور سے حکومت فرید سے چھین کر تمہیں دوں گا۔ فرید کو حقیقت حال کی اطلاع ہوئی اور اپنے معاملے میں غور و فکر کرنے لگا فرید بابر اور ابراہیم لودھی کے باہمی معرکہ آرائی کے نتیجہ کا منتظر ہی تھا کہ ابراہیم لودھی کے قتل اور بابر کی فتح کی خبر سارے ہندوستان میں مشہور ہوئی فرید اس خبر کو سن کر فکر مند ہوا اور بہادر خاں ولد دریا خاں لوحانی کے پاس چلا گیا۔ بہادر خاں نے ان دونوں بہادر پر قبضہ کر کے اپنے کو سلطان محمد کے خطاب سے ملک بہار کا بادشاہ مشہور کر رکھا تھا فرید نے بہادر خاں کی ملازمت اختیار کر لی ایک دن سلطان محمد شکار کے لئے شہر سے باہر گیا۔ دفعۃً ایک شیر

سامنے سے نمودار ہوا فرید نے شیر کا سامنا کر کے تلوار سے اُسے ہلاک کیا۔ سلطان محمد نے فرید پر بے حد مہربانی کی اور اُسے شیر خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ مختصر یہ کہ شیر خاں نے رفتہ رفتہ سلطان محمد کے مزاج میں رسوخ پیدا کر کے ایک خاص خصوصیت حاصل کر لی۔ سلطان محمد نے شیر خاں کو اپنے چوٹے بیٹے لہلال خاں کا اتالیق مقرر کیا۔ ایک مدت کے بعد شیر خاں رخصت کے کر اپنی جاگیر کو واپس آیا اور اتفاق سے رخصت کی میعاد سے کچھ دنوں زیادہ اُسے یہاں ٹھیرنا پڑا۔ ایک دن سلطان محمد اپنی محفل میں شیر خاں کا گلہ کرنے لگا کہ یہ شخص وعدے کا سچا نہیں ہے اور اب تک حاضر نہیں ہوا۔ محمد خاں حاکم جوہور نے موقع پا کر بادشاہ سے کہا کہ شیر خاں بڑا دغا باز اور مکار ہے۔ سلطان محمود بن سکندر اودھی کی آمد کا انتظار دیکھ رہا ہے غرض کہ محمد خاں نے اسی طرح کی باتیں بنا کر سلطان محمد کا مزاج شیر خاں کی طرف سے برگشتہ کر دیا اور جب دیکھا کہ بادشاہ کی طبیعت پھر گئی تو عرض کیا کہ اس ناحق شناسی کا علاج یہ ہے کہ شیر خاں کی جاگیر اُس کے بھائی سلیمان کو جو حسن خاں کی زندگی ہی میں باپ کا قائم مقام ہو گیا تھا اور جو اہل شیر خاں سے بھاگ کر میرے دامن میں پناہ گزیں ہے عطا کی جائے یقین ہے کہ اس کا ردوائی سے شیر خاں دوڑتا ہوا بارگاہ میں حاضر ہو جائے گا۔ سلطان محمد نے شیر خاں کے ساتھ حقوق پر لحاظ کر کے بلا کسی جرم کے اس قسم کے تغیر کو جائز نہ رکھا اور محمد خاں سو سے کہا کہ جاگیر کو مناسب طریقے پر تمام بھائیوں میں تقسیم کر کے فتنے کو فرو کر۔ محمد خاں سو راہی جاگیر واپس آیا اور جوہور پہنچ کر اُس نے سادی نام ایک غلام کو شیر خاں کے پاس بھیجا اور اُسے پیغام دیا کہ سلیمان و احمد تمہارے دونوں بھائی عرصے سے میرے پاس مقیم ہیں اور اپنے حصہ میراث سے بالکل محروم ہیں بہتر یہ ہے کہ اُن کا حصہ انھیں غایت کرو۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ یہ سرزیں ملک وہ نہیں ہے جو کسی کی ملک ہو یہ ملک ہندوستان ہے جس کو بادشاہ سرنہر اڑکرتا ہے جاگیر کی تہ قبضے میں رہتی ہے۔ آج تک سلاطین ہندوستان کی یہی روش رہی کہ جو کچھ میت کا مال ہوتا ہے وہ اُس کے وارثوں میں حصہ رسدی تقسیم ہو جاتا ہے اور جو اس میں سے سرکاری کے لائق ہوتا ہے امارت اور حکومت اُسے دی جاتی ہے میں بھی

سلطان ابراہیم لودھی کے حکم سے سہرام اور خواصہو ٹاڈے پر قابض ہوں۔ ساوی غلام واپس آیا اور اس نے شیر خاں کا جواب محمد خاں تک پہنچا دیا۔ محمد خاں اپنے آپ سے باہر ہو گیا اور اُس نے ساوی سے کہا کہ میری تمام فوج کو ہمراہ لے اور سلیمان و احمد کے ساتھ جا اور تلوار کے زور سے جاگیر شیر خاں سے جبین کران دونوں بھائیوں کے سپرد کر اور ایک بڑی جماعت فوج کی ان کی حفاظت کے لئے سہرام میں چھوڑ کر واپس آ۔ اتفاق سے اس زمانے میں ملک سکھ نام غلام جو ملک خواجہ خاں کا باپ ہے شیر خاں کی طرف سے خواصہو ٹاڈے کا داروغہ تھا۔ شیر خاں نے حریفوں کی آمد کی خبر سن کر ملک سکھ کو لکھا کہ دشمن کی مدافعت اور مقابلے میں کوتاہی نہ کرے۔ ساوی غلام اور سلیمان و احمد خواصہو کے نواح میں پہنچے اور ملک سکھ ان کے مقابلے میں آکر لڑائی میں کام آیا۔ شیر خاں کا لشکر منتشر ہو کر سہرام واپس آیا۔ شیر خاں میں حریت سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی اور اُس نے کسی طرف بھاگ جانے کا قصد کیا۔ بعضوں نے یہ رائے دی کہ پھر سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہونا بہتر ہے شیر خاں نے جواب دیا کہ محمد خاں سلطان کا نامی امیر ہے مجھے تعین ہے کہ بادشاہ میری خاطر داری سے محمد خاں کو آزر دہ نہ کرے گا۔ شیر خاں نے اپنی صائب رائے سے کام لیا اور یہ طے کیا کہ اُسے فی الحال جنید برلاس کے واسطے میں پناہ یعنی چاہیئے۔ جنید برلاس اُس زمانے میں بابر کی طرف سے کڑھ انکیور کا حاکم تھا۔ شیر خاں کے بھائی نظام نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ مختصر یہ کہ شیر خاں نامہ و پیغام بھیجنے اور قول و قرار لینے کے بعد جنید برلاس کی خدمت میں حاضر ہوا اور رقم نذرانہ پیش کر کے برلاس کے مقربوں میں داخل ہو گیا۔ شیر خاں نے جنید برلاس سے آراستہ فوج کی کافی امداد لی اور اپنی جاگیر کو واپس آیا۔ محمد خاں سوشیر خاں سے مقابلہ نہ کر سکا اور رہتاس کے کوہستان میں جا کر پناہ گزیں ہوا۔ شیر خاں اپنے دونوں پرگنوں کے علاوہ جونپور اور اس کے مضافات پر بھی قابض ہو گیا۔ شیر خاں نے اپنے مددگاروں کی اچھی طرح خاطر داری کی اور روپیہ اور نقدی کے انعام و اکرام سے اُن کو خوش کر کے سپاہیوں کو زحمت کیا اور اُن کے ہمراہ سلطان جنید برلاس کیلئے بھی بیش قیمت تحفے اور ہدیئے روانہ کئے۔ شیر خاں نے اپنے قوم اور قبیلے کے

اُن لوگوں کو جو پہاڑوں میں جا چھپے تھے اپنے پاس بلایا اور اس طرح ایک ایچی خاصی جمیعت بہم پہنچائی۔ شیر خاں نے محمد خاں سور کو لکھا کہ میری عرض بھائیوں سے انتقام لینا تھی آپ کو اپنے چچا کی جگہ پر بٹھتا ہوں۔ میری عرض ہے کہ کوہستان کے تنگ قیام گاہ سے مشکل کر آپ اپنی جاگیر پر قبضہ کریں۔ مجھے میرے ذاتی پرگنات اور سلطان ابراہیم کے خالصہ کا وہ حصہ جو میرے ہاتھ آیا ہے باطل کافی ہیں۔ محمد خاں سور اپنی جاگیر کو واپس آیا اور شیر خاں کا ممنون احسان ہوا۔ شیر خاں کو اسلٹن سے پورا اطمینان ہو گیا اور اپنے بھائی نظام خاں کو پرگنوں کے انتظام کے لیے جھوڑ کر خود سلطان جنید برلاس کی خدمت میں کرہ میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس زمانے میں جنید برلاس بابر بادشاہ سے ملنے جا رہا تھا۔ جنید برلاس شیر خاں کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ شیر خاں فردوس مکانی کے حضور میں باریاب ہو کر دولت خواہان سلطنت میں داخل ہوا۔ چندیری کے سفر میں شیر خاں بھی باکر کیساتھ تھا۔ شیر خاں نے چند دنوں بابر کے لشکر میں بسر کیئے اور مغلوں کے اطوار و عادات اور ان کے طرز و روش سے اچھی خاصی واقفیت بہم پہنچائی۔ ایک دن شیر خاں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ مغلوں کو ہندوستان کے باہر کر دینا بہت آسان ہے مصاحبوں نے پوچھا کہ اس دعویٰ کی دلیل کیا ہے شیر خاں نے جواب دیا کہ اس قوم کا فرمانروا معاملات سلطنت پر خود بہت کم توجہ کرتا ہے اور ساری مہات کا دار و مدار وزیروں پر ہے۔ دزرا کی یہ حالت ہے کہ وہ رشوت سے ٹھیکیاں گرم کر کے شاہی حقوق پر پالی پھیرتے ہیں اور ہم افغانوں میں یہ عیب ہے کہ ایک دوسرے سے نفاق رکھتے ہیں اگر میری تقدیر یاوری کرے تو میں افغانوں کے دلوں سے نفاق کو دور کر کے اپنا کام خاطر خواہ پورا کروں۔ شیر خاں کے دوست اُس کے اس خیال پر جو اُن کو خیال نظر آتا تھا اُس پر ہنسے اور اُس کا مضحکہ کرنے لگے۔ ایک دن فردوس مکانی کے دسترخوان پر ایک طباق مایچہ کا شیر خاں کے سامنے بھی رکھا ہوا تھا شیر خاں نے دیکھا کہ وہ اس کو اس طرح کھا نہیں سکتا۔ سوری افغان نے مایچہ کو روٹی پر رکھا اور چھری سے اس کو ریزہ ریزہ کر کے پھر پیالے میں رکھا اور کھانا شروع کیا۔ فردوس مکانی یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ نے

میر خلیفہ سے کہا کہ اس پٹھان نے آج عجیب کام کیا۔ شیر خاں نے جو کچھ کہہ تھا اس کے ساتھ کیا تھا اس کی اطلاع پشتپوری سے بادشاہ کو ہو چکی تھی فردوس مکانی نے اس جملے سے اس کی فہم و فراست کی طرف اشارہ کیا۔ شیر خاں نے بھی بادشاہ اور میر خلیفہ کی گفتگو سنی اور اتنا سمجھ گیا کہ بادشاہ مجھے عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے شیر خاں پہلے ہی سے توہمات میں گرفتار تھا باہر کی اس گفتگو اور اشارے سے اور زیادہ پریشان ہوا اور اسی رات شاہی لشکر سے بھاگ کر اپنی جاگیر پر جا پہنچا۔ اپنے پرگنہ سنبہ پر پہنچ کر شیر خاں نے سلطان جنید برلاس کو لکھا کہ محمد خاں سورنہ میری طرف سے سلطان محمد کے خوب کان بھرے ہیں اور چاہتا ہے کہ میری جاگیر پر فوج روانہ کرے میں پریشان ہو کر بلا رخصت بیٹے ہوئے یہاں چلا آیا لیکن اپنے کو یہاں بھی یہی خواہ دولت سمجھتا ہوں۔ مختصر یہ کہ شیر خاں کو غلوں سے بالکل مایوسی ہو گئی اور اپنے بھائی نظام کو ساتھ لے کر دوبارہ سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمود نے شیر خاں پر نوازش کی اور اُسے پھر شاہزادہ جلال خاں کا امانت مقرر کیا شیر خاں کو پھر وہی تقرب حاصل ہو گیا۔ قضائے الہی سے سلطان محمود فوت ہوا اور اس کا خور و سال بیٹا جلال خاں باپ کا جانشین قرار پایا۔ لاؤد و ملکہ جلال خاں کی ماں نے مہات سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور شیر خاں کی مدد سے مہات ملک کو انجام دینے لگی۔ اسی دوران میں جلال خاں کی ماں نے بھی دنیا کو خیر باد کہا اور بہار کی سلطنت پوری طرح شیر خاں کے قبضے میں آگئی۔ حاکم بنگالہ کے ایک امیر محمد دوم عالم نے جو حاجی پور کا حاکم تھا شیر خاں کے ساتھ دوستی اور محبت کی راہ بڑھائی۔ سلطان محمود والی بنگالہ محمد دوم عالم سے اُس کی اس حرکت سے ناراض ہوا۔ سلطان محمود نے قطب خاں حاکم سنگیر کو ملک بہار کے فتح کرنے اور محمد دوم عالم اور شیر خاں کو تباہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔ شیر خاں نے بہتر سے ہاتھ پاؤں مار کے التجائیں کیں کہ صلح ہو جائے لیکن کوئی بات کارگر نہ ہوئی شیر خاں نے انجانوں کو ایک دل اور ایک زبان کیا اور جان سے ہاتھ دھو کر لڑنے پر تیار ہو گیا۔ فریقین ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوئے اور لڑائی کا بازار چہرے طرح گرم ہوا۔ شدید اور خونریز لڑائی کے بعد قطب خاں مارا گیا اور شیر خاں کو

فتح نصیب ہوئی۔ شیر خاں نے ٹھن کے ہاتھیوں خزانے اور دوسرے سامان
 حشمت پر قبضہ کیا اور اب پہلے سے بھی کہیں زیادہ صاحب قوت اور با اقتدار
 ہو گیا۔ شیر خاں کے اس اقتدار سے لوحانی پٹھان اُس پر شک کرنے لگے اور
 شیر خاں سے نفاق کر کے اس کی جان لینے کے درپے ہوئے ان پٹھانوں نے
 جلال خاں سے بھی جو ان کا ہم قوم تھا اپنے ارادے کے بابت شورہ کیا لیکن
 خود جلال خاں کے ملازموں نے شیر خاں سے سارا حال کہہ دیا۔ شیر خاں نے
 جلال خاں سے کہا کہ تمہارے امیر سبکی وجہ سے میرے ساتھ نفاق برتتے
 ہیں اُن کا جلد تدارک کرو ورنہ میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ جلال خاں نے جواب دیا
 کہ تم جو کچھ کہو میں اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔ شیر خاں نے کہا کہ اپنے
 امیروں کو دو گروہ میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو انگلزاری کی تحصیل کے لئے بنگالت پر
 روانہ کرو اور دوسری جماعت کو حاکم بنگالہ کے مقابلے کو بھیجو۔ اس کارروائی کے بعد
 شیر خاں نے اپنی حفاظت میں ایسی کوشش کی کہ جلال اور اس کے لوحانی سردار
 شیر خاں کا بال بھی بیکانہ کر سکے۔ ان لوحانی پٹھانوں نے اب یہ طے کیا کہ
 محمود شاہ بنگالی کی ملازمت اختیار کریں اور اسے بہار پر قبضہ کرنے کی ترغیب
 دیں۔ لوحانی سردار اور جلال خاں شیر خاں کو مغلیوں کا مقابلہ کرنے کے بہانے سے
 بہار میں چور کر خود سلطان محمود کے پاس گئے۔ سلطان محمود نے ابراہیم خاں ولد
 قطب خاں کو فوجی مدد دے کر شیر خاں کے مقابلے میں بھیجا۔ شیر خاں اپنے ٹپے کے
 بنائے ہوئے قلعے میں محاصرہ بند ہو گیا اور ہر روز ایک گروہ کو دشمن سے لڑنے
 کے لئے بھیجے گا۔ یہاں تک کہ ابراہیم خاں نے اپنے بادشاہ سے نئی مدد طلب کی
 شیر خاں حریف کی طلب امداد سے واقف ہوا اور اپنے سپاہیوں کی صفیں
 درست کر کے صبح کو لشکر ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکلا۔ بنگالی سپاہی بھی
 صف بستہ میدان میں آئے اور اُن کے سوار اور پیادے آتش بازی اور ہاتھی
 سب درست ہو کر شیر خاں کے مقابلے میں آکر کھڑے ہوئے۔ شیر خاں نے
 اپنی فوج کے ایک حصے کو حریف کے مقابلے میں کھڑا کیا اور منتخب سپاہیوں کے
 ایک گروہ کو پشتے کے پیچھے چھپا دیا اور سامنے والے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ

دشمن پر تیر کی بوچھاڑ کریں اور تھوڑی دیر کے بعد میدان جنگ سے منہ موڑ کر بھیگیں تاکہ غیم کے سواران کو بھیجا کرتے ہوئے اپنے توپ خانے کے باہر آجائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بنگالی سپاہی شیر خانی فوج کا تعاقب کرتے ہوئے زور برآ گئے اور فوج کے پوشیدہ حصے نے کیا رنگ اُن پر حملہ کر کے اُن کو خاک و خون میں ملا دیا۔ ابراہیم خاں بھی باپ کی طرح میدان جنگ میں کام آیا اور جلال خاں نیم جان معرکہ کارزار سے بھاگا اور سید صاحب گالے پہنچا۔ بنگالیوں کے ہاتھی اور توپخانہ شیر خاں کے ہاتھ آیا اور بہار کا ملک دشمنوں سے پاک ہوا اور اب شیر شاہ کو شہائی کرنے کی پوری قوت حاصل ہو گئی۔ موخین مکتے ہیں کہ اسی زمانے میں تاجخان نامی ایک شخص سلطان ابراہیم لودی کی طرف سے قلعہ چٹار کی حکومت کر رہا تھا۔ تاجخان کی ایک بیگم لاڈو ملکہ نام تھی۔ بیگم اگرچہ بانجھ تھی لیکن تاجخان دل و جان سے اُس پر نرفیتہ تھا۔ تاجخان کے بیٹے جو دوسری بیگموں کے بطن سے تھے لاڈو ملکہ پر عید حسد کرتے تھے۔ پسران تاجخان نے لاڈو ملکہ کے مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا ایک رات تاجخان کے بڑے بیٹے نے لاڈو ملکہ پر تلوار کا وار کیا۔ ملکہ کے کاری زخم لگا اور محل میں شور بلند ہوا کہ لاڈو مار ڈالی گئی۔ تاجخان بھی تنگی تلوار ہاتھ میں بیٹے ہوئے پہنچا اور بیٹے کی طرف چھٹا۔ بیٹے نے یہ سمجھ کر کہ باپ کے ہاتھ سے اب نجات شکل ہے تاجخان پر وار کیا۔ ناخلف بیٹے کا ہاتھ پورا پڑا اور تاجخان خاک و خون کا ڈبیر ہو گیا۔ تاجخان کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹے قلعے کا انتظام نہ کر سکے اور شیر خاں جو بالکل جا رہی میں تھا اس حقیقت سے آگاہ ہوا اور میر احمد ترکمان سے جو تاجخان کا بڑا معتبر ملازم اور لاڈو کا ماسوں تھا تاجخان کے ناخلف بیٹوں کی تعینہ کے لیے خط و کتابت جاری کی۔ نامہ و پیغام کے بعد طرفین میں یہ طے پایا کہ شیر خاں لاڈو ملکہ سے نکاح کر کے چٹار کے قلعے پر قبضہ کرے۔ اس قرارداد کے موافق شیر خاں نے لاڈو ملکہ سے عقد کر کے قلعے کو مع خزانوں اور دینیوں کے اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس اثنا میں محمد شاہ بن سلطان سکند لودی نے بابر ی تلویں کی زد سے تباہ ہو کر رانا سنگا کے دامن میں پناہ لی اور رانا سنگا حسن خاں میوانی اور دوسرے زمینداروں کے ساتھ فردوس مکانی بابر بادشاہ کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔

تبعہ جالوہ کے نواح میں لڑائی ہوئی اور محمود شاہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا جیسا کہ اپنی جگہ پر معرض تحریر میں آچکا۔ محمود شاہ چیت پور کے نواح میں تنہا دن رات بسر کر رہا تھا کہ حسن اتفاق سے لودھی پٹھانوں کے ایک گروہ نے جو پٹنے میں حج ہو گیا تھا محمود شاہ کو پٹنہ بلایا۔ محمود نور پور پہنچ گیا اور دوبارہ پٹنے کی سند حکومت پر اُس نے جلوس کیا۔ محمود شاہ پٹنے سے ایک بہت بڑا لشکر لے لیکر بہار پہنچا۔ شیر خاں نے یہ سمجھ کر کہ افغان ضرور محمود شاہ کی اطاعت کرینگے خود بھی محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی جان نشاری کا دم بھرنے لگا۔ محمود شاہی امیروں نے بہار کا ملک اپنی جاگیروں میں باہم تقسیم کر لیا جس میں سے ایک چھوٹا سا کٹرا شیر خاں کے حصے میں بھی آیا۔ ان لودھی امیروں نے یہ کہہ کر شیر خاں کو تسلی دی کہ جب ہم جو پور کو مغلوں کے پنجہ حکومت سے چھڑا لینگے تو بہار پورا شیر خاں کا ہو جائے گا۔ شیر خاں نے محمود شاہ سے بھی اس بارے میں تول قرار لے لیا اور ایک زمانے کے بعد لشکر کو مرتب کرنے کے حیلہ سے رخصت لیکر اپنی جاگیر واپس آیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد سلطان محمود شاہ لودھی مغلوں سے لڑنے اور جو پور کو اُن کے قبضہ اقتدار سے نکالنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کر محمود شاہ نے ایک شخص کو شیر خاں کے پاس بھیج کر اُسے ہمراہ چلنے کے لیے اپنے پاس بلایا۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ میں لشکر کو درست کر کے جلد سے جلد بادشاہ کے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ محمود شاہی امیروں نے کہا کہ شیر خاں بڑا نکار اور حیلہ ساز ہے بہتر یہ ہے کہ ہم اُس کی جاگیر پر پہنچ کر اُس کو اپنے ہمراہ لے لیں۔ محمود شاہ اپنا لشکر لے ہوئے جو پور کی طرف بڑھا۔ جنت آشیانی کے جو پوری امیر محمود شاہ سے مقابلہ نہ کر سکے اور شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جو پور اور اُس کے نواح پر افغانوں کا قبضہ ہو گیا بلکہ جو پور سے لیکر انپور تک سارا ملک ان افغانوں کا آماجگاہ بکران کے تصرف میں آگیا۔ مذکورہ بالا حیلے کے وقت جنت آشیانی کا انجیر میں تھے۔ افغانوں کے غلبے کا حال مشہور ہو کر جنت آشیانی کے کانوں تک پہنچا اور بادشاہ نے جو پور کا رُخ کیا۔ بن افغان اور بایزید جنت آشیانی کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔ شیر خاں بن افغان اور بایزید خاں کی سرداری اور انخسری سے دل میں جلتا اور یہ

جاہت تھا کہ خود عزت اور وقت میں ان سے بھی بڑھ جا سے صورت واقعات سے
منلوں کا غلبہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اُس نے منلوں کے نامی امیر اور
اُن کی فوج کے سپاہ سالار میر مند و بیگ کو پوشیدہ پیغام بھیجا کہ میں حضرت فردوس مکانی کا
نہک پروردہ ہوں تم دیکھ لینا کہ لڑائی میں میری ہی ذات افتخاروں کی شکست کا
باعث ہوگی۔ شیر خاں اپنے قول کے مطابق لڑائی کے روز اپنی فوج کو ساتھ لے کر
افتخاروں کے لشکر سے جدا ہو گیا اور جنت آشیانی کو فتح نصیب ہوئی محمود شاہ لدھی
پریشان حال پٹنہ واپس گیا اور اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی یہاں تک کہ شہنشاہ
میں محمود شاہ نے اٹریہ کا رخ کیا اور وہیں وفات پائی۔ اس فتح کے بعد جنت آشیانی
اگر سے روانہ ہوئے اور امیر مند و بیگ کو شیر خاں کے پاس بھجوا کر اسے حکم دیا کہ چار کا
قلعہ ہند و بیگ کے سپرد کر دے۔ شیر خاں نے قلعہ دینے میں غار کیا مند و بیگ
جنت آشیانی کی خدمت میں ناکام واپس آیا۔ جنت آشیانی نے یہ خبر سنتے ہی تاج پٹار کا
سُرخ کیا اور امیروں کے ایک گروہ کو اپنے سے آگے ہی روانہ کر دیا تاکہ یہ ایہ چار
بہتکلر قلعہ کا محاصرہ کر لیں۔ شیر خاں نے جنت آشیانی کی خدمت میں ایک عریضہ
اس مضمون کا بھیجا کہ میں حضرت فردوس مکانی کی توجہ اور امداد سے حکومت کے
مرتبہ کو پہنچا ہوں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ میں افغان اور بایزید وغیرہ کے سحر کے میں بھی
بادشاہ کی فتح کا سبب ہوا ہوں اگر بادشاہ چٹار کا قلعہ میرے ہی قبضے میں رہنے دینا
میں اپنے بیٹے قطب خاں کو لشکر کے ہمراہ شاہی خدمت میں روانہ کرے گا۔ تمام عمر
اطاعت و فرمانبرداری بجالاؤں گا اُس زمانے میں بہادر شاہ گجراتی کی پورش اور
نبلے نے جنت آشیانی کو بہت زیادہ پریشان کر رکھا تھا اس لئے شیر خاں کی خاطر دیکھا
مصلحت وقت سمجھ کر اس کا معروضہ قبول کیا گیا۔ شیر خاں نے اپنے بیٹے قطب خاں کو
مع عسکی خاں حاجب کے ساتھ شیر خاں کا نائب مل تھا جنت آشیانی کی خدمت میں
بھیجا اور بادشاہ بہادر شاہ گجراتی کی ہم پر روانہ ہو گیا۔ قطب خاں پانچ سو سواروں کے
ساتھ جنت آشیانی کی خدمت میں ٹھوڑے دنوں رہا اور اس کے بعد گجرات سے
بھاگ کر شیر خاں کے پاس پہنچ گیا۔ اس مدت میں شیر خاں نے ملک بہار کو
حرفیوں اور باغیوں سے بالکل پاک کر کے بنگالہ پر فوج کشی کی بنگالی امیر گڑھی ملی

حفاظت میں مشغول ہوئے اور ایک ہفتہ کا شیر خاں سے لڑتے رہے آخر میں شیر خاں نے گڑھی نتج کی اور بنگال میں داخل ہوا۔ محمود شاہ بنگالی شیر خاں کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا اور حصار کور میں قلعہ بند ہو گیا۔ شیر خاں نے ایک مدت تک قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا لیکن یہ معلوم کر کے کہ بہار کے ایک زمیندار نے وہاں فساد برپا کر رکھا ہے شیر خاں نے خواص خاں اور دوسرے امیروں کو بھیجا کہ ایسے ویریں چھوڑا اور خود بہار واپس آیا۔ محاصرہ کی مدت نے طول کہنی اور شہر میں غلہ کم یا ب ہوا۔ محمود شاہ بنگالی کشتی کے راستے سے بھاگ کر حاجی پور چلا گیا شیر خاں نے بہار کے فتنہ و فساد سے اطمینان حاصل کر کے سلطان محمود کا تعاقب کیا۔ سلطان محمود مجبوراً شیر خاں کے مقابلے میں صف آرا ہوا لیکن زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگا اور بنگالہ شیر خاں کے قبضے میں آ گیا۔ جنت آشیانی گجرات کی ہم سے خان ہو کر آگرہ پہنچے اور بادشاہ نے شیر خاں کی بیعت کرنا اہم ترین ضرورت سمجھ کر فوج و لشکر ساتھ لیا اور چٹار روانہ ہوئے۔ جلال خاں قلعہ کا حاکم غازی خاں سورا اور دوسرے افغانی امیروں کو قلعے میں چھوڑ کر خود جہانگیر کے کوہستان کی طرف بھاگ گیا۔ محاصرہ کو چھ ہفتے گزر گئے اور رومی خاں تھوڑا شہابی نے دریائیں سرکوب بنا کر نخل سپاہیوں کو قلعے میں داخل کرایا اور حصا جنت آشیانی کے قبضے میں آ گیا۔ سلطان محمود شاہ جو شیر خاں کے ہاتھوں زخمی ہو کر میدان کارزار سے بھاگا تھا تباہ حال جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا جنت آشیانی نے دولت بیگ کو قلعے میں چھوڑا اور خود شیر خاں سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ شیر خاں نے یہ خبر سنی اور جلال خاں اور خواص خاں کو اپنی فوج کے بہت بڑے حصے کے ساتھ گڑھی کی حفاظت کے لیے بنگال کی سرحد روانہ کیا۔ جنت آشیانی نے جہاں گیر ملی بیگ اور دوسرے نخل امیروں کو آگے روانہ کیا خواص وغیرہ شیر شاہی سرداروں نے مغلی امیروں سے جنگ کی ٹھانی اور حریفوں کو پساکر دیا جنت آشیانی نے دوبارہ فوج بھیجی اور خود بھی عقب میں روانہ ہوئے اور گڑھی نتج ہو گئی اور جلال خاں گڑھی سے بھاگ گیا جنت آشیانی گڑھی سے گزرے اور شیر خاں شہر کور کو خالی کر کے چار کھنڈ کی طرف روانہ ہو گیا

اور نزدیکی اور جوار کا خیال کر کے رہتاس کے قلعے پر قبضہ کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔
 شیر خاں کا مقصود یہ تھا کہ اس مشہور قلعے کو فتح کر کے اپنے زن و فرزند کو قلعے میں
 محافظت کے ساتھ جھوڑ کر خود اطمینان کے ساتھ ملک گیری اور معرکہ آرائی میں
 مشغول ہو۔ شیر خاں نے دیکھا کہ جنگ آزمائی اور جنگی سے قلعہ فتح کرنا محال ہے اس
 مدبر جنگ جو امیر نے راجہ کو مکرو جیلہ کے جال میں گرفتار کرنے کی ایک تدبیر سوچی
 شیر خاں نے ایک قاصد راجہ بہرشن حاکم قلعہ رہتاس کی خدمت میں یہ پیغام دیکر
 بھیجا کہ میرے پاس لشکر بہت جمع ہو گیا ہے اور ملک بہار بہت تنگ ہے میرا مصمم
 ارادہ ہے کہ بنگال کو بھی فتح کروں لیکن چونکہ اطراف و جوار میں مغلوں کا دور دراز
 ہے اس لئے مجھے اطمینان نصیب نہیں ہے مجھے تمہاری دوستی پر پھدا بھر دیا ہے۔
 میری خواہش ہے کہ تم میرے اور میرے سپاہیوں کے اہل و عیال کو اپنے قلعہ
 میں جگہ دو تاکہ میں اطمینان سے ملک ستانی میں مصروف ہوں۔ راجہ نے شیر خاں کی
 اس درخواست کو منظور کیا۔ شیر خاں نے دوبارہ نصیس تحفے اور ہڈے چرب زبیاں
 ایلچیوں کے ہمراہ روانہ کیئے اور بہرشن کو یہ پیغام دیا کہ میں سوا اپنی اور اپنے سپاہیوں کی
 عورتوں اور خزانہ کے اور کوئی دوسری چیز قلعے میں نہ بھیجوں گا اگر باری تقدیر سے
 میں بنگالے کو فتح کروں گا تو صحیح و سلامت واپس آکر اس ہمدردی کا حق جیسا کہ چاہئے
 ادا کروں گا اور اگر خدا نخواستہ معاملہ و لڑگوں ہوا تو میرے اہل و عیال اور میرے آل کا
 تمہارے پاس رہنا اس سے بہتر ہے کہ میرے قدیم دشمن مغل میری
 ملک پر قابض اور متصرف ہوں۔ بہرشن نے اس طرح کہ میچھے بٹھائے خزانہ ہاتھ
 آتا ہے شیر خاں کی درخواست منظور کر لی۔ شیر خاں نے ہزار ڈولیاں ہمہ پہنچائیں اور
 جس طرح کہ ڈولی میں پردہ ڈال کر عام طور پر ہندوستان میں عورتوں کو ایک جگہ سے
 دوسری جگہ لجاتے ہیں اسی طرح شیر خاں نے ہر ڈولی میں دو مرد بٹھائے اور دوسرے
 پانچ سو سواروں کو مزدوروں کا لباس پہنا کر روپیہ کے توڑے ان کے سروں پر رکھوا
 اور بجائے ہتھیار کے لکڑیاں ان کے ہاتھوں میں دیں اور اس طرح ان سب کو
 قلعہ رہتاس کی طرف روانہ کیا۔ پہلی چند ڈولیوں میں بوڑھے عورتوں کا ایک گروہ
 بیٹھا ہوا تھا اور خواجہ سرا بھی ان ڈولیوں کے ہمراہ تھے راجہ اور اُس کے نوکر بالکل

مطمن ہو گئے اور اُن لوگوں نے کسی قسم کی تفتیش نہ کی اور تمام مال اور اسباب کو اپنا سمجھ کر جلد سے جلد ڈولیوں کو قلعے کے اوپر بیچنے لگے۔ ڈولیاں اُس جوبلی میں پہنچ گئیں جو راجہ نے ان مہانوں کے بیٹے مقرر کیا تھا اور تجربہ کار گرگ صفت سپاہی انھیں راجہ عورتیں سمجھا ہوا تھا کیا رنگینی تلواریں ہاتھ میں بیٹے ڈولیوں میں سے نکل پڑے اور مردوروں نے لوہے کی اشتر فیاں خمیں سونے کے سکوں کی طرح لادے ہوئے تھے سر سے پھیک کر اپنی لائیاں سنبھالیں۔ یہ سب لوگ قلعہ کے دروازے کی طرف جبے اور غافل راجہ اور اس کے دربانوں سے لڑنے لگے اسی درمیان میں شیر خاں بھی جو اپنے لشکر کو باہل تیار کر کے گوش برآواز تھا ہوا کی طرح دروازے تک پہنچ گیا شیر خاں نے قلعے کا دروازہ کھلا ہوا پایا اور اکثر سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں گھس آیا۔ راجہ ہرشن مع اپنے درباریوں کے تھوڑی دیر تو زلیفہ سے لڑ رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ تیرکان سے نکل چکا تو پشت قلعہ کا دروازہ کھول کر بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا اور رہتاس کا سادیم المثال قلعہ مع تمام خزانوں اور دینوں کے بچہ آسانی کے ساتھ شیر خاں کے ہاتھ آگیا۔ شیر خاں واقعہ سے پیشتر نصیر خاں فاروقی حاکم خاندیس نے بھی اسی حیلہ و تدبیر سے اسیر کا قلعہ اس اہیر سے چھین لیا تھا۔ رہتاس کے بارے یہ کہنا کہ یہ قلعہ استحکام اور مضبوطی میں دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ہرگز مبالغہ نہیں ہے۔ مولف تاریخ نے ہندوستان کے اکثر مشہور اور بڑے قلعے دیکھے ہیں لیکن رہتاس جیسا محکم قلعہ میری نظر سے دوسرا نہیں گزرا۔ یہ محصار ایک بلند پہاڑ پر صوبہ بہار سے متصل واقع ہے عرض و طول اس کا پانچ کوس سے زیادہ ہے اور دامن کوہ سے قلعہ کے دروازے تک ایک کوس سے زائد کی راہ ہے۔ اس قلعے کے اکثر مکانات میں میٹھے پانی کے چشمے موجود ہیں بلکہ قلعے کی سرزمین میں جہاں کہیں کنواں کھودا جاتا ہے ایک گز یا زیادہ سے زیادہ دو گز کی گہرائی کے بعد زمین سے میٹھا پانی نکل آتا ہے۔ جو شخص اس قلعے کو دیکھتا ہے اُس کو خدا کی قدرت اور اس کی صنعت کا زبان سے اقرار کرنا پڑتا ہے شیر خاں سے پہلے کسی بادشاہ کو ہمت نہ ہوئی تھی کہ اس قلعے کی طرف آگے اٹھا کر بھی دیکھے لیکن شیر خاں کی یادری تقدیر سے قلعہ آسانی سے ہاتھ آگیا اور افغانوں کے دل

طور پر قاضی صبیح کے نام سے مشہور تھے اس ملک کا امین مقرر کر کے ملک کی اچھائی اور برائی اُن کے قبضہ اقتدار میں سپرد کر کے خود آگرہ واپس آیا۔ شیر شاہ نے ۹۵۹ھ میں مالوہ پر دھاوا کیا۔ شیر شاہ کو ایسا پہنچا شجاعت خاں افغان شیر شاہی امیر نے جو پیشتر گوالیار کے محاصرہ پر نافرود کیا گیا تھا جنت آشیانی کے قلعے دار ابو القاسم بیگ کو قلعہ سے نکال کر حصار پر شیر شاہی قبضہ کر لیا۔ شیر شاہ مالوہ پہنچا اور ملو خاں حاکم مالوہ جو خلی بادشاہوں کا غلام تھا صلح کا طالب ہو کر بغیر بلائے چلا آیا۔ چند روز کے بعد ملو خاں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ جس طرح بے ارادت آیا تھا اسی طرح بلا اجازت واپس چلا گیا۔ شیر شاہ نے حاجی خاں کو مالوے کا حاکم مقرر کیا اور شجاعت خاں کو سیوا س کی جاگیر دیکر دونوں کو اُن کے مقام پر چھوڑا اور خود تیسبور کی طرف چلا۔ شیر شاہ کی روانگی کے بعد ملو خاں مالوہ پہنچا اور حاجی خاں اور شجاعت خاں سے معرکہ آرائی کی لیکن شیر شاہی امیروں سے شکست کھا کر فراری ہوا۔ اس فتح کا سہرا شجاعت خاں کے سر ہوا۔ اور شیر شاہ نے حاجی خاں کو واپس بلو کر مالوے کی حکومت بالکل شجاعت خاں کے حوالے کر دی۔ شیر شاہ تیسبور کے نواح میں پہنچا اور چرب زبان ایلیوں کو بیکار سلطان محمود لودھی کے گماشتوں سے صلح کی اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ شیر شاہ تیسبور سے آکر پہنچا۔ اگرے میں شیر شاہ نے ملو خاں کے لڑنے اور بھاگنے کی خبر سنی اور فی البدیہہ یہ مصرع پڑھا۔

باما چہ کردیدی ملو غلام گیسدی۔

شیخ عبدنی ولد شیخ جمالی نے دوسرے مصرع عرض کیا کہ۔

توے ست مسطفی را لاخر فی الجیدی

شیر شاہ نے اگرے میں تقریباً ایک سال قیام کر کے ملک و لشکر کا انتظام کیا اور بیت نام کو مکمل دیا کہ ملتان کو بلوچیوں کے پنجے سے چھڑا کر شیر شاہی وسعت اقتدار میں شامل کرے۔ بیت خاں فتح خاں بلوچی سے معرکہ آرائی کر کے اُس پر غالب ہوا اور ملتان بنی شیر شاہی فتوحات کے دائرہ میں داخل ہو گیا۔ شیر شاہ نے بیت خاں کی قدر افزائی کی اور اسے اعظم بلوچیوں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ ۹۵۹ھ میں پورن مل دلدراج سلہدی پورمہ نے قلعہ رائے سین میں غلبہ حاصل کر کے بغاوت برپا کی۔ پورن مل نے اُس نواح کے اکثر پرگنات پر قبضہ کر کے دھنڑا مسلمان عورتیں اپنے بزم میں داخل کر رکھی تھیں۔ یہ مسلم عورتیں رقاصہ اور ارباب سرد کا کام انجام

دیتی تھیں۔ شیر شاہ اس واقعہ کو شکر قومی جوش انتقام سے از خود زخمی ہو گیا اور اُس نے رائے سین کے قلعے پر دھاوا کر دیا۔ محاصرے نے بہت طویل کھینچا اور شیر شاہ نے صلح کی گفتگو شروع کی اور پورن مل سے وعدہ کر لیا کہ اُس کی جان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچے گا۔ پورن مل اپنے بال بچوں اور چار ہزار راجپوتوں کے ہمراہ قلعے سے باہر ایک جگہ تیام پذیر ہوا۔ علمائے دقتیت میں سے میرزا رفیع الدین صاحب نے باوجود عہد و پیمان کے پورن مل کے قتل کا فتویٰ دیا شیر شاہ نے تمام اپنا لشکر اور کوہ پیکر ہاتھیوں کی قطار پورن مل کے سر پر بچا تاکہ شیر شاہی لشکر چاروں طرف سے پورن مل کو گھیر لے۔ راجپوت بہادروں نے جان سے ہاتھ دھو کر رستم اور اسفند کی داستانوں کو بھی اپنی مردانگی کے مقابلے میں لڑکوں کا کھیل ثابت کر دیا اور تلواروں تہروں اور ہاتھیوں پر پردانوں کی طرح گر کر ساری قوم کے لوگ مع اپنے بال بچوں کے یا بلے یا قتل ہو گئے۔ شیر شاہ اس معرکہ سے فارغ ہو کر اگرے آیا اور چند مہینے توقف کر کے از سر نو لشکر کی درستی میں مصروف ہوا۔ شیر شاہ نے اس مرتبہ مار دہاؤں پر دھاوا کیا شیر شاہ ہر منزل پر لشکر کے گرد قلعے بنوا تا اور خندق کھدوا تا چلا گیا غرض کہ ہر طرح کی احتیاط اور انجام اندیشی سے کام لیتا ہوا ریگستان پہنچا۔ ریگستان میں قلعہ تعمیر کرانا دشوار ہو گیا۔ اس دوران میں فرمانروا نے حکم دیا کہ بوروں میں بالو بھری جائے اور بوروں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر گویا اس طرح قلعہ بندی کی جائے۔ شیر شاہ کلہا دھاوا ناگور اور جو دھور کے راجہ سہی مالدیو پر ہوا۔ یہ راجہ لشکر اور اسباب جاہ و شہرت میں تمام ہندوستانی راجاؤں میں ممتاز تھا چکاس ہزار راجپوت مالدیو کے گرد جمع ہو گئے اور راجہ مع اپنے بھائیوں کے ایک ہیندہ برابر نواح اجیر میں شیر شاہ کے مقابلے میں فیہ زن رہا۔ طرفین میں کسی فریق نے پیش دہی نہ کی۔ شیر شاہ کو بھی راجہ کی فوج کا حال معلوم ہوا اور اپنے اس سفر سے دل میں پشیمان ہوا۔ مالدیو نے باپ دادا سے راج میراث میں نہ پایا تھا بلکہ سرکشی کر کے اس نواح کے تمام راجاؤں کو نچا دیکھا کہ خود مہاراجہ بن بیٹھا تھا مظلوم راجاؤں نے موقع پا کر شیر شاہ کے دامن میں پناہ لی اور شیر شاہ کے مشورہ سے ان راجاؤں نے مالدیو کے انہروں اور سرداروں کی طرف سے شیر شاہ کے نام ہندی زبان میں اس مضمون کے خطوط لکھے کہ ہم لوگ مجبوراً مالدیو کی

اطاعت کا دم بھر رہے ہیں ہم نے اتنے دنوں غیبی امداد کے انتظار میں مالدیو کے ظلم و ستم برداشت کئے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ جیسا بادشاہ اس ملک پر حملہ آور ہوا ہے تاکہ اس ظالم سے ہمارا اتنے زمانے کا بدلہ لے ہم اقرار کرتے ہیں کہ جس وقت آپ کا لشکر یہاں پہنچ جائیگا ہم مالدیو سے جدا ہو کر آپ کا ساتھ دینگے۔ ان خطوط کے مضمون کے موافق شیر شاہ کا جواب بھی خود بادشاہ کی زبان سے اسطرح نکھایا گیا کہ اگر خدا نے چاہا تو مالدیو کو شکست دیکر میں تمہاری دادیہی کرونگا اور تمہارے موردنی ملک تمہیں عطا کر کے تمہارے مرتبے بلند و بالا کروں گا۔ تم لوگوں کو پاپائے کہ اطمینان کے ساتھ میری ہی خواہی میں کوتاہی نہ کرو۔ جیلی خطوط کی ترکیب سے مالدیو تک پہنچائے گئے۔ مالدیو ہمیشہ اپنے زمینداروں اور امیروں کی طرف سے ہمیشہ مند رہتا ان خطوط کے دیکھتے ہی اُس کے اوسان جاتے رہے اور باوجودیکہ تین چار منزل زمین طے کر چکا تھا لیکن جہاں تقیم تھا وہیں ہم کر رہیا۔ مالدیو کے ایک سردار کو نہیا نام نے جو اپنی فوج اور ذاتی شجاعت کی وجہ سے مالدیو کے تمام سرداروں میں ممتاز تھا مالدیو سے آگے بڑھنے اور مقررہ آرائی کرنے میں اصرار کیا۔ چونکہ ان جلی خطوں میں ایک خط کو نہیا کے نام بھی تھا مالدیو کو یقین ہو گیا کہ کو نہیا اپنی مصلحتوں کے لحاظ سے اٹائی پر اسے ابھار رہا ہے۔ مالدیو کا وہم اور زیادہ جھکیا اور اُس نے واپسی کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کو نہیا اور دوسرے سرداروں نے مالدیو کو ہر چند نصیحت کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ ان ہندو سرداروں کو شیر شاہ کے جیل انگیز خطوں کے مضمون سے بھی اطلاع ہو گئی۔ چونکہ یونانی کا جرم عام طور پر ہندوہب میں اور خاص کر سورما راجپوتوں کے مشرب میں بڑے شرم کی بات ہے ان ہندو سرداروں نے غور و فکر کے بعد بالاتفاق مالدیو سے کہا کہ جب ہمارے خلوص اور بہاری ہی خواہی پر نفاق کا بدنامہ بیہنگ چکا تو ہم پر بھی ضرور ہوا کہ ہم تمہارا ہندیشہ مٹانے کے لیے شیر شاہ کے مقابلے میں صفت آرا ہو کر ایسا کریں کہ یا تو دشمن کو پا مال کریں یا اس کے ہاتھوں خود میدان جنگ میں خاک و خون کا ڈھیر ہو جائیں۔ اس قرار واد کے موافق اسی رات جبکہ مالدیو اپنے دور و دراز ملک کو واپس جا رہا تھا کو نہیا اور دوسرے سردار مالدیو سے رخصت ہونے اور اپنے دس یا بارہ ہزار سواروں کے ساتھ

جن کی مردانگی کا بارہا تجربہ ہو چکا تھا شیر شاہ کے لشکر پر شب خون مارنے کے لئے حریف کی طرف بڑھے۔ یہ سردار راستہ بھول گئے اور بجائے رات کے دن کو شیر شاہی لشکر گاہ کے پاس پہنچے۔ ان ہندو سرداروں نے افغانی لشکر پر جو اسی ہزار سے کسی طرح کم نہ تھا بڑی مردانگی اور غیرت کے ساتھ حملہ کیا اور افغانوں کی فوج کی کئی صفیں درہم ویرہم کر دیں قریب تھا کہ ہندوؤں کی مردانگی سے شیر شاہ کے قدم میدان جنگ سے اکٹھے جائیں کہ ناگاہ ایک نامی افغانی امیر جلال خاں جلوانی نام جس کی شجاعت اور پختہ کاری شہرہ آفاق تھی تازہ لشکر کے ساتھ عین وقت پر پہنچ گیا۔ جلوانی امیر یہ حالت دیکھتے ہی راجپوتوں پر ٹوٹ پڑا اور ان کی جماعت ہلک مشتبہ ہو گئی کونہیا اور دوسرے سردار میدان میں کام آئے۔ شیر شاہ نے جس کو شکست کھا کر فتح نصیب ہوئی کہا کہ خیر گزری ورنہ ایک مٹھی باجرے کے لئے میں ہندوستانی سلطنت کو مٹھیتا تھا۔ بات یہ تھی کہ مالدیو کے ملک میں ریگستان کی وجہ سے حوار اور باجرے کے علاوہ گیہوں۔ چانول۔ جو۔ نیشکر اور دوسری بنترکاریاں بہت کم پیدا ہوتی تھیں۔ اس ملک کے اکثر کمیت ازرن ہی کے ہوتے ہیں جس کو ہندی میں باجرہ کہتے ہیں مالدیو بے گناہ امیروں کے لئے اور ان کے اسطرح مارے جانے اور افغانوں کے مکرو جیلہ سے آگاہ ہوا۔ راجہ کو بید انوس ہوا اور کوہستان جو دھور کی طرف ناکام بھاگ نکلا۔ شیر شاہ اس غبی فتح سے کامیاب ہو کر قلعہ چور کی طرف روانہ ہوا۔ چور پر صلح کے ذریعے سے قبضہ کر کے شیر شاہ دغبور پہنچا۔ شیر شاہ نے تھنبور کو اپنے بڑے بیٹے عادل خاں کی جاگیریں دیدیا تھا اس لئے عادل خاں نے بادشاہ سے اجازت حاصل کی کہ قلعے میں سامان رسد کا انتظام کر کے چند روز میں باپ کی خدمت میں پھر حاضر ہو جائے گا۔ تھنبور سے شیر شاہ نے ہندوستان کے مشہور ترین اور سب سے مضبوط حصار یعنی قلعہ کالنجر کا رخ کیا۔ کالنجر کا راجہ پورٹل کے ساتھ افغانوں کی بد عہدی کا حال سن چکا تھا راجہ نے اطاعت سے انکار کیا اور لڑنے پر آمادہ ہوا۔ شیر شاہ نے قلعے کو ہر طرف سے گھیر لیا جس جگہ بادشاہ خود کھڑا ہوا تھا اسی مقام پر بارود سے بھرے ہوئے ڈبے رکھے تھے جن میں لوگ آگ لگا کر انھیں قلعے کے اندر پھینک رہے تھے۔ اتفاق سے ایک ڈبہ قلعے کی

دیوار سے ٹکرا کر الٹا اور الٹ کر دوسرے ڈبوں کے درمیان میں آگرا۔ اس ڈبے کے گرتے ہی سارے ڈبوں میں آگ لگ گئی۔ اور شیر شاہ مع اپنے مرشد شیخ خلیل صاحب اور ملا نظام و انشمنہ اور دریا خاں شیروانی کے جل گیا۔ شیر شاہ اسی حالت میں پور چٹک پہنچا۔ بیوش تھا لیکن جب کبھی کہ سانس ٹھیک چلنے لگتی اور ہوش آجاتا تو بلند آواز سے لشکر کو لڑنے کی تاکید کرتا تھا اور اپنے خاص امیروں کو بڑے اہتمام اور تاکید کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں روانہ کرتا تھا۔ اسی روز جبکہ دن تمام ہو رہا تھا۔ اور ۱۵ صبح کی بارھویں ربیع الاول تھی شیر شاہ نے قلعے کے فتح کی خبر سنی اور فوراً دنیا سے رخصت ہو گیا۔ شیر شاہ نے پندرہ برس امارت اور افسری میں بسر کیے اور پانچ سال سارے ہندوستان میں خود مختاری کا ڈھکا بچایا۔ شیر شاہ بڑا عاقل اور تدبیر تھا اس فرمانروائے اپنے کارناموں کے پسندیدہ آثار دنیا میں چھوڑے چنانچہ اس کے عہد میں بنگالے اور تیار گاؤں سے دریائے سندھ تک جو ایک تہارا پانچسو کوس کی راہ ہے پختہ شرک بنوائی گئی۔ اور ہر کوس پر ایک سر ایک کنواں اور ایک پختہ مسجد تعمیر کرائی گئی۔ مسجدوں میں امام۔ قاری اور موزن مقرر کیئے گئے اور ان کا وظیفہ خزانہ سرکار سے ادا کیا گیا۔ ہر سرکار کے دو دروازے تھے ایک دروازے پر بچا کہانا اور جنس وغلہ مسلمانوں کو اور دوسرے دروازے پر اسی طرح ہندوؤں کو تقسیم کیا جاتا تھا کہ مسافروں کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح ہر سر میں ڈاک چوکی کے دو گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے اس انتظام سے سندھ اور بنگالے کی خبریں روزانہ بادشاہ تک پہنچتی تھیں۔ شرک کے دونوں طرف کہرنی۔ جاموں اور دوسرے میوہ دار درخت نصب کیئے گئے تھے تاکہ رعایا ان کے سایہ میں آرام کے ساتھ سفر کی منر لیں طے کرے۔ اسی طریق پر آگرے سے مند و تک جوتین سو کوس کا فاصلہ ہے میوہ دار درخت شرک کے دونوں جانب لگائے گئے اور اسی انتظام کے ساتھ سب کنوئیں اور مسجدیں تعمیر کرائی گئیں۔ شیر شاہی عہد ایسا پر امن و امان تھا کہ مسافر بگل اور بیاباں میں بھی بے سہولت اپنا اسباب سرھانے رکھ کر آرام اور اطمینان سے رات بھر سوتے تھے بلکہ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ایک بڑھیا بھی روپے اور اشرفیوں کا گھر جنگل میں

اپنے پاس رکھ کر سوتی تو اسے بھی پاسبان کی حاجت نہوتی تھی شیر شاہ جب بھی کہ اپنی سفید ڈاڑھی آئینہ میں دیکھتا تو کہتا تھا کہ دولت نے شام سیر میں میرا ساتھ دیا اور سپہ سوار فوس کرتا تھا۔ شیر شاہ ہندوستانی طریقے کے مضحکہ آمیز شعر بھی کہتا تھا اسکی انگوٹھی پر بیج کندہ تھا۔ شاہ اللہ باقی ترا باودایم۔
 ہاشم شیر بن حسن سورتا فیم ایک شاعر نے اسکی رحلت کی تاریخ حسب ذیل لکھی ہے کہ

شیر شاہ ہے کہ از مہابت او کی شیر و بڑا ب راہم می خورد
 چوں برفت از جہاں بد اربقا کی گشت تاریخ او از آتش مرد
 سلیم شاہ بن شیر شاہ کی وفات کے وقت اس کا بڑا بیٹا کسی عادل خاں جو
 شیر شاہ سوار باب کا ولی عہد تھا تھیں بریں اور شیر شاہ کا چھوٹا فرزند جلال خاں

پٹنہ کے مضافات قصبہ ریون میں مقیم تھا۔ امیروں نے دیکھا کہ عادل خاں در رہے اور فرما کر دے کہ بغیر چارہ کا کار نہیں ہے شیر شاہی سرداروں نے جلال خاں کو بلوایا اور جلال خاں پانچ روز میں شاہی شکر گاہ پہنچ گیا۔ جلال خاں نے عیسیٰ خاں حاجب اور دوسرے امیروں کی کوشش سے ہندوہویں بیج الاولیٰ کو کالجہ کے قلعے میں تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ جلال خاں دراصل مخاطب کو اسلام خاں کے لقب سے ہوا تھا لیکن خاص و عام کی زبانوں پر بجائے اسلام شاہ کے سلیم شاہ چڑھ گیا اور اسی لقب سے معروف ہوا۔ سلیم نے باپ کی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھا کہ اپنے بڑے بھائی عادل خاں کو ایک خط اس مخمور کا لکھا کہ چونکہ تم مرحوم بادشاہ سے بہت دور تھے اور میں تمھاری بہ نسبت باپ سے قریب تھا اس لیے میں تمھارے آنے تک فتنہ و فساد روکنے کے لیے عنان حکومت ہاتھ میں لیکر لشکر اور سپاہ کی حفاظت کر رہا ہوں ورنہ دراصل تمھارا مطیع و فرمانبردار ہوں۔ سلیم شاہ بھائی کو یہ خط لکھ کر کالجہ سے آگرہ روانہ ہوا۔ سلیم شاہ قصبہ کورہ کے نواح میں پہنچا اور خواص خاں اپنی جاگیر سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا خواص خاں نے از سر نو جشن جلوس مرتب کیا اور امیروں کے اتفاق رائے سے سلیم شاہ کو دوبارہ تخت سلطنت پر بیٹھا کہ اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ سلیم شاہ نے دنیا داری نہوتی اور دوسرا خط عادل خاں کے نام روانہ کیا اور اپنے اخلوص کا اظہار کر کے بھائی سے ملاقات کرنے کا خواہشمند ہوا۔

عادل خاں نے سلیم شاہی امیروں یعنی قطب خاں نائب عیسیٰ خاں نیساری خواص خاں اور جلال خاں جلوانی سے اپنے آنے کے بارے میں مشورہ کیا اور سلیم شاہ کو بھی لکھا کہ اگر یہ چاروں امیر مجھے مطمئن کر دیں تو مجھے آنے میں عذر نہ ہوگا۔ سلیم شاہ نے مذکور بالا امیروں کو عادل خاں کے پاس بھیجا ان امیروں نے عادل خاں سے قول و قرار کر کے یہ طے کیا کہ اول ملاقات میں عادل خاں کو اجازت دیدی جائے گی کہ ہندوستان کے جس گوشہ میں چاہے اپنی جاگیر بند کر کے وہاں چلا جائے۔ عادل خاں ان امیروں کے ساتھ آگرے روانہ ہوا۔ عادل خاں قصبہ سیکری میں جواب فتح پور کے نام سے مشہور ہے پینچا سلیم شاہ نے شکار گاہ میں عادل کے آنے کی خبر سنی اور جوگہ دونوں بھائیوں کی ملاقات کے لیے تجویز کر کے آراستہ کی گئی تھی وہاں تک پہنچ کر بھائی سے ملا۔ تھوڑی دیر دونوں بھائی وہاں بیٹھے اور اس کے بعد آگرہ روانہ ہوئے سلیم شاہ کو بھائی کی طرف سے اندیشہ تھا اور اس نے یہ طے کیا تھا کہ عادل کے ساتھیوں میں سے دو یا تین آدمیوں سے زیادہ لوگ آگرے کے قلعے میں نہ رہنے پائیں سلیم شاہ کے اس حکم کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور قلعے کے دروازے پر اس کے ساتھیوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا۔ سلیم شاہ نے ملائت اور زرمی سے کام لیا اور خوشامد سے کہا کہ اب تک تو افغانوں کا میں نگراں رہا اس وقت سے تم ان کے سردار اور اس سرکش قوم کے ذمہ دار ہو میں تمہاری قوم تمہیں سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہا اور عادل خاں کا ہاتھ پکڑ کر اسے تخت سلطنت پر بٹھا کر چالپوسی کرنے لگا۔ عادل خاں عیش پسند اور آرام طلب تھا سلیم شاہ کی مکاری کو سمجھ گیا اور خود تخت سے اتر کر سلیم شاہ کو مسند شاہی پر بٹھایا۔ عادل خاں نے پہلے خود سلام کر کے سلطنت کی مبارک باد دی اور اس کے بعد امیروں نے مبارک باد دیکر نچھا اور اور صدقے کی رسم ادا کی۔ اس مجلس میں قطب خاں وغیرہ امیروں نے جو عادل خاں سے قول و قرار کر کے اسے سلیم شاہ تک لائے تھے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہمارا عہد و پیمان یہ تھا کہ عادل خاں کو اول ملاقات میں رخصت کر کے بیانہ اور اس کے مضافات عادل کی جاگیر میں دے دیئے جائیں گے سلیم شاہ نے اس معروضہ کو قبول کیا اور عادل خاں کو عیسیٰ خاں اور خواص خاں کے ہمراہ بیانہ جانے کی اجازت دی۔

دو یا تین چھینے کے بعد غازی محلی نام ایک امیر کو جو اس کا مقرب اور رازدار تھا ایک سوئے کی بیڑی دی اور اسے حکم دیا کہ عادل خاں کو قید کر کے پابنہ رنجبیر سلیم شاہ تک لے آئے۔ عادل خاں نے یہ خبر سن کر خواص خاں کے دامن میں جو میوات میں تھا پناہ لی اور سلیم شاہ کی پیمان شکنی کی بھرے دل سے شکایت کی خواص کو عادل کے حال پر تاسف آیا اور غازی محلی کو بلا کر وہی سوئے کی بیڑی اس کے پیروں میں ڈالی اور سلیم شاہ کے خلاف علانیہ بغاوت برپا کر دی۔ خواص خاں نے ان امیروں کو بھی جو سلیم شاہ کے گرد جمع تھے خطوط لکھ کر اپنا ہم خیال بنالیا اور ایک جنرل شکر لیکر عادل خاں کے ساتھ آگرے روانہ ہوا۔ قطب خاں نائب اور علی خاں نیازی نے جو قول و عہد میں شامل تھے سلیم شاہ سے رنجیدہ ہو کر عادل خاں کو ترغیبی نامے لکھ کر یہ طے کیا کہ کچھ رات رہے عادل خاں آگرے پہنچ جائے تاکہ لوگ بلا کسی رکاوٹ کے سلیم شاہ سے جدا ہو کر عادل خاں سے آئیں۔ عادل خاں اور خواص خاں تھبہ سیکری جو آگرے سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے پہنچے اور حضرت شیخ سلیم نے جو اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے ملاقات کے لیے گئے۔ چونکہ وہ لاکھ شب رات کی قبی خواص کو اس رات کی مقررہ نمازوں کے ادا کرنے میں تھکاتا تو قوت ہوا اور بجائے پھیلے کے عادل و خواص چاشت کے وقت آگرے پہنچے۔ سلیم شاہ ان لوگوں کے اس طرح آنے سے آگاہ ہوا اور پریشان ہو کر قطب خاں نائب علی خاں نیازی اور دوسرے امیروں سے اس نے کہا کہ اگرچہ سے عادل خاں کے حق میں بد عہدی واقع ہوئی تھی تو خواص خاں اور علی خاں نے کیوں نہ مجھے آگاہ کیا تاکہ میں اپنے فاسد ارادہ سے باز رہتا۔ قطب خاں نے سلیم شاہ کو مضطرب دیکھ کر کہا کہ گھبراؤ نہیں ابھی تک مرض لاعلاج نہیں ہوا ہے میں اس فتنے کو فرو کرنے کا ضامن ہوں۔ سلیم شاہ نے قطب خاں نائب اور دیگر امیروں کو جو فی الجملہ عادل خاں کی طرف مائل تھے اس بہانے سے کہ عادل کے پاس جا کر صلح کی گفت و شنید کریں اور روانہ کیا اور خود اس بات پر مستعد ہوا کہ صلح ممکن ہو اس جماعت کو اپنے سے دور کر کے خزانے پر قبضہ کرنے کے لیے

چٹار کے قلعے کی راہ لے تاکہ سامان جنگ بہم پہنچا کر پوری طاقت سے جنگ و مکر کرائی
 میں مصروف ہو۔ عیسیٰ خاں نیازی نے سلیم شاہ کو اس ارادہ سے روکا اور کہا کہ اگر تم کو
 دوسروں پر بھروسہ نہیں ہے تو کیا اپنے دس ہزار قریلی افغانوں پر بھی جو شانہ و رادگی
 کے زمانے سے تمہارے نمک خوار ہیں تم اعتماد نہیں کرتے۔ باوجود اس قدر طاقت
 اور قوت کے سخت تعجب ہے کہ تم خدا داد دولت پر بھروسہ نہیں کرتے اور بھاگنے کو
 ثابت قدم رہنے پر ترجیح دیتے ہو۔ یاد رکھو کہ امیروں کو اگرچہ وہ تمہارے مخالف ہی
 کیوں نہ ہوں دشمن کے پاس بھیجنا دور اندیشی اور احتیاط کا کام نہیں ہے مناسب
 یہ ہے کہ تم خود اپنے تمام لشکر سے چار قدم آگے میدان کارزار میں جا کھڑے ہو
 اور ثابت قدمی دکھاؤ اس لیے کہ تمہاری موجودگی میں کوئی شخص حریت کا ساتھ
 نہ دیگا اس تقریر سے سلیم شاہ کے دل کو ڈھارس ہوئی اور اُس نے مستقل مزاج
 رہنے کا ارادہ کر لیا۔ سلیم شاہ نے قطب خاں وغیرہ اُن امیروں کو جنہیں عادل خاں
 کے پاس جانے کی اجازت دی تھی بلایا اور اُن سے کہا کہ میں اپنے ہی ہاتھوں
 تمہیں سطح دشمن کے سپرد کر دوں مکن ہے کہ حریت تمہارے ساتھ بڑا سلوک کرے
 اس کے بعد سلیم شاہ معرکہ آرائی پر تیار ہوا اور شہر سے نکل میدان جنگ میں جا کھڑا ہوا
 جن لوگوں نے عادل خاں سے اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا سلیم شاہ کو
 بذات خود میدان کارزار میں دیکھ کر بالکل مجبور ہوئے اور شرمندہ اور پشیمان سلیم شاہ
 کے جان نثاروں میں شامل ہو گئے۔ اگرے کے نواح میں جنگ واقع ہوئی۔
 آسمانی مدد نے سلیم شاہ کا ساتھ دیا اور خواص خاں اور عادل خاں کے لشکر میں
 پھوٹ پڑ گئی۔ عیسیٰ خاں نیازی اور خواص خاں میوات بھاگے اور عادل خاں
 تنہا پٹنہ روانہ ہو گیا۔ عادل ایسا ناپید ہوا کہ اُس کے حال سے کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی
 اور نہ کسی کو یہ معلوم ہوا کہ اس کا انجام کیا ہوا۔ سلیم شاہ نے عیسیٰ خاں اور خواص خاں
 کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا۔ فیروز پور میں فریقین میں مقابلہ ہوا اور سلیم شاہ ہی
 لشکر کو شکست ہوئی سلیم شاہ نے دوبارہ فوج بھیجی اور عیسیٰ خاں اور خواص خاں
 اس جدید لشکر کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور کوہ کامیوں کی طرف بھاگ نکلے۔ سلیم شاہ
 نے قطب خاں نائب اور دوسرے سرداروں کو اُس طرف روانہ کیا۔ قطب خاں نے

کوہ کما یوں میں قیام اختیار کر کے اُس نواح کو ناخت و تاراج سے تباہ اور برباد کرنا شروع کیا اس زمانے میں سلیم شاہ نے خود چار کاٹخ کیا۔ بادشاہ نے راستے میں جلال خاں جلوانی اور اس کے بھائی کو عادل خاں کی رفاقت کے جرم میں گرفتار کر کے قتل کیا۔ سلیم شاہ چٹا رہنچا اور خزانے پر قبضہ کر کے اُسے گوالیار بھیج دیا اور خود آگرے واپس آیا۔ قطب خاں خود بھی عادل خاں کو تخت نشینی کے لیے بلانے والوں میں شریک تھا اس امیر کو بھی سلیم شاہ کی طرف سے ڈر لگا ہوا تھا۔ قطب خاں اپنے توہمات سے پریشان ہو کر کوہ کما یوں سے بھاگا اور سمیت خاں نیازی الما طلب بر اعظم ہمایوں کے پاس لاہور میں اُس نے پناہ لی۔ سلیم شاہ نے اعظم ہمایوں سے قطب خاں کو بذریعہ فرمان طلب کیا۔ اعظم ہمایوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی سلیم شاہ نے قطب خاں کو اپنے بہنوئی شہباز خاں لوحانی اور چند دوسرے مجرموں کے ساتھ جوکل چودہ اشخاص تھے قید کر کے گوالیار بھیج دیا سلیم شاہ نے شجاعت خاں حاکم مالوہ اور اعظم ہمایوں کو بلایا۔ شجاعت خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا لیکن اعظم ہمایوں نے حاضری میں غدر کر دیا سلیم شاہ نے شجاعت خاں کو مالوہ واپس کیا۔ اور رہتاس کا خزانہ لانے کے لیے روانہ ہوا۔ اعظم ہمایوں کا بھائی سید خاں جو ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا راستے ہی سے بھاگ کر لاہور پہنچا سلیم شاہ بھی راستے ہی سے لٹ کر آگرہ واپس آیا اور اپنے لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا اور نئی دہلی کی طرف چلا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے گرد بجائے اُس قلعہ کے جسے ہمایوں بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا ایک پنجتہ حصار تیار کرایا جائے۔ سلیم شاہ کے آنے کی خبر دہلی میں پہنچی شجاعت خاں اس خبر کو لشکر اظہار اخلاص کے لیے اپنے چند غلوں کے ہمراہ جلد سے جلد سلیم شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ سلیم شاہ نے شجاعت خاں کی تسلی کی اور چند دنوں دہلی میں مقیم رہا اور اپنے لشکر کو ترتیب دیکر لاہور روانہ ہوا۔ اعظم ہمایوں شاہی مخالفوں کے ایک گروہ اور پنجابی لشکر کو جو سلیم شاہ کی فوج سے دو چند تھا اپنے ہمراہ لیکر خواص خاں کے ساتھ بادشاہ کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا۔ قصبہ انبالہ کے فوج میں دونوں فریق ایک دوسرے سے ملے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ سلیم شاہ نیاز یوں کے لشکر کے پاس پہنچتے ہی سواری سے اتر اور اپنے چند درباریوں کیساتھ

حریف کی فوج کا حال دیکھتے کے لئے چلا بادشاہ نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر دشمن کو دیکھا اور دیکھتے ہی کہا کہ میری جیت کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ باغیوں کو زندہ دیکھ کر میں صبر کروں سلیم شاہ نے حکم دیا کہ جو میں آراستہ ہو کر لڑائی کی تیاری کریں اس رات جس کی صبح کو لڑائی کا بازار گرم ہوا اعظم ہمایوں اور اس کے بھائیوں اور خواص خاں کے درمیان تقرر حاکم کی بابت شورہ ہوا کہ بھائے سلیم شاہ کے حاکم کون مقرر کیا جائے خواص خاں نے کہا کہ عادل خاں کو تلاش کر کے اُسے فرمانروا تسلیم کرنا چاہیئے۔ اعظم ہمایوں اور اس کے بھائیوں نے جواب دیا کہ ملک تلوار سے نہ کہ درانت سے قبضہ میں آتا ہے۔ اس بنا پر ان امیروں میں باہم بخش پیدا ہو گئی۔ غرض کہ طرفین سے صفیں آراستہ ہوئیں اور لڑائی چھڑی۔ خواص خاں بلا لڑے شکست کھا کر میدان جنگ سے نکل بھاگا۔ نیاز یوں نے حتی الامکان شاہی فوج کا مقابلہ کیا لیکن قاعدہ ہے کہ نمک حرامی کی سزا ہمیشہ ندامت اور ربوائی ملا کرتی ہے اعظم ہمایوں اور اس کے بھی خواہ بھی فراری ہو گئے اور سلیم شاہ کو غلبہ فتح حاصل ہوئی۔ اعظم ہمایوں کے بھائی سید خاں نے جو تہیيار بند تھا اور جسے کوئی پیمان نہ سکتا تھا اپنے دس ہمراہیوں کے ساتھ چاہا کہ مبارکباد کے بہانے سے سلیم شاہ تکسب بچکر اس کا کام تمام کر دے لیکن ایک قیل بان نے اسے پیمان لیا اور اسے ایک نیزہ مارا۔ سید خاں ہاتھیوں کے گھیرے اور سلیم شاہ کے خاتمے کی فوج کے درمیان سے نکل کر جانب راست آیا اور مگر کہ جنگ سے نکل گیا۔ غرض کہ شکست کے بعد نیاز یوں دس گھوڑے جوڑہ کے قریب ہے چلے گئے۔ سلیم شاہ نے نیاز یوں کا پیچھا کیا اور اپنے باپ کے بنا کر وہ قلعہ رہتاس تک برابر چلا گیا بادشاہ نے خواجہ ادیس شروانی کو ایک جزار فوج کے ساتھ نیاز یوں کی سرکوبی کے لئے چھوڑا اور خود آگرے آیا اور آگرے سے گویا رہ پونجا۔ اسی زمانے میں ایک دن شجاعت خاں قلعے کے اوپر سلیم شاہ کے آگے آگے جا رہا تھا عثمان نام ایک شخص جس کا ہاتھ شجاعت خاں نے کٹوایا تھا راستے میں کہیں چھپا ہوا مقصد کی تاک میں تھا شجاعت خاں عثمان کے قریب پہونچا اور عثمان نے تمکین گاہ سے جھپٹ کر شجاعت خاں پر دار کیا شجاعت خاں زخمی اپنے مکان واپس گیا۔ شجاعت خاں سمجھا کہ عثمان سلیم شاہ کا سہارا ہوا تھا

اس لئے گوالیار سے مالوہ بھاگ گیا۔ سلیم شاہ نے مندر تک اس کا پیچھا کیا۔ شجاعت خاں بانس^{۱۸۶} وارہ پہنچا۔ بادشاہ عیسیٰ خاں سورکو اوجین میں چھوڑ کر خود واپس آیا۔ مذکورہ بالا واقعات ۹۵۴ء میں رونما ہوئے۔ خواجہ ادیس شروانی جو اعظم ہمایوں کی تنبیہ کے لئے گیا تھا دھکوٹ میں نیازیوں سے صفت آرا ہوا اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ اعظم ہمایوں نے ادیس کا نوشہرہ تک تعاقب کیا۔ سلیم شاہ نے یہ خبر سنی اور ایک بڑا لشکر ترتیب دیکر نیازیوں کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اعظم ہمایوں نوشہرہ سے واپس ہو کر پھر دھکوٹ چلا آیا۔ سلیم شاہ کا لشکر سنبھلے قریب پہنچا نیازیوں نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا لیکن سلیم شاہی لشکر نے فتح پائی۔ اعظم ہمایوں کی اس اور اس کے جو روپے قید ہوئے۔ قیدی سلیم شاہ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ نیازیوں نے کھکھروں کے دامن میں پناہ لی اور کشمیر سے متصل ایک کوہستان میں قیام پذیر ہوئے۔ سلیم شاہ نے پھر ایک بڑا لشکر مرتب کیا اور نیازیوں کے قلعے کو فرو کرنے کے لئے خود پنجاب پہنچا۔ سلیم شاہ اور کھکھروں کے درمیان دو سال معرکہ آرائی ہوتی رہی اسی زمانے میں ایک شخص نے بادشاہ پر اس وقت حملہ کیا جبکہ سلیم شاہ مان کوٹ کے ہاڑ پر چڑھتے وقت ایک تنگ راستے سے راہ طے کر رہا تھا۔ بادشاہ نے بڑی تیزی اور بھرتی سے کام لیا اور دشمن کا کام تمام کر دیا۔ بادشاہ نے قاتل کی لموار کو پھینا تاکہ وہی شمشیر ہے جو اس نے اقبال خاں کو عطا کی تھی۔ غرض کہ کھکھروں بالکل سرنگوں اور لاچار ہو گئے اور ان کی قوت بالکل جاتی رہی۔ اعظم ہمایوں کشمیر پہنچا۔ حاکم کشمیر سلیم شاہ کے لحاظ سے نیازیوں کا سردار ہوا اور اعظم ہمایوں اور شاہ کشمیر میں معرکہ آرائی ہوئی۔ اعظم ہمایوں اور اس کا بھائی سید دونوں میدان جنگ میں کام آئے۔ حاکم کشمیر نے ان مقتولوں کے سر سلیم شاہ کی خدمت میں بھیج دیئے۔ سلیم شاہ نیازیوں کی مہم سے فارغ ہو کر واپس ہوا۔ اسی زمانے میں کامراں میرزا جنت آشنائی سے علیحدہ ہو کر سلیم شاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ سلیم شاہ نے غرور و تکبر میں کامراں میرزا کی طرف توجہ نہ کی۔ کامراں نے سلیم شاہ کی بدسلوکی کی وجہ سے اس سے جدا ہو کر کوہ سواک میں دم لیا۔ اور وہاں سے کھکھروں کے ملک پہنچا۔ سلیم شاہ دہلی واپس آیا اور تھوڑے دنوں

بسر کرنے لگے۔ شیخ علائی ہر نماز کے وقت قرآن شریف کی تفسیر اس طرح بیان کرتے تھے کہ ہر حاضر مجلس یا تو دنیا کے تمام کاروبار کو بالکل ترک کر کے اپنے جوہ و بچوں تک سے قطعی کنارہ کش ہو کر مہدوی فرشتے میں داخل ہو جاتا تھا اور یا یہ کہ تمام مصیبتوں اور منہج چیزوں سے توبہ کر کے سید جوہوری کا کلمہ پڑھنے لگتا تھا اس کے بعد اگر ایسا شخص چیتی یا تجارت کرتا تھا تو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خدا کی راہ میں صرف کرتا تھا۔ غرض کہ بہت کثرت سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ باپ بیٹے سے بھائی بھائی سے اور عورت شوہر سے جدا ہو کر فقر و فاقہ کے شیدائی بن گئے۔ جو کچھ نذر اور پیش کش کی رقم شیخ علائی کے پاس آتی اس میں سب چھوٹے بڑے برابر کے حصہ دار ہوتے تھے اگر کچھ ہاتھ نہ آتا تو دو دو تین تین سارہ اگر وہ فاقہ سے بسر کرتا اور زبان پر ایک حرف نہ لانا اور ہر سانس کے ساتھ خدا کے ذکر میں صبح سے شام کرتا تھا۔ علائی کا ہر شیدائی تلوار و سپر اور کٹار ہر وقت اپنے پاس رکھتا اور اسی طرح شہر و بازار کا ٹکڑا لگاتا تھا۔ شہر کے گلی کوچہ میں جہاں کہیں یہ لوگ کوئی بات شرع کے خلاف دیکھتے پہلے تو نرمی سے ملامت سے اُس کے کرنے سے دوسروں کو منع کرتے اور اگر زبان سے اُن کی کچھ چلتی تو زبردستی اور جبر سے اُس نامشروع کام کو روکتے شہر کے حاکموں میں سے جو شخص ان کے موافق ہوتا اس کی پوری مدد کرتے اور جو شخص ان کا منکر تھا وہ مہدویوں کو ان کے کاموں سے منع کرنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔ شیخ عبداللہ نیازی نے دیکھا کہ معاملہ خاص و عام سب سے بڑ چکا اور قریب ہے کہ فساد برپا ہو۔ نیازی نے علائی کو سفر مکہ کی ہدایت کی۔ شیخ علائی اپنی اسی حالت سے تین سو ستر گھرانوں کے ساتھ ملک حجاز کو روانہ ہوئے۔ شیخ علائی جو دمپور کے حدود موضع خواصہ میں پہنچے اور مشہور و معروف خواصہ خاں شیخ کے استقبال کے لئے آیا اور اُن کے معتقدوں میں داخل ہو گیا لیکن تھوڑے ہی زمانے کے بعد مہدوی عقیدے کے بڑے ستارچ سے آگاہ ہو کر شیخ علائی سے برکتہ ہو گیا۔ شیخ علائی خواصہ خاں کی حالت کو تاڑ گئے اور اس بہانے سے کہ خواصہ خاں اچھائیوں کو پھیلانے اور بُرائیوں سے منع کرنے میں پوری کوشش سے کام نہیں لیتا اس سے رنجیدگی

ظاہر کر کے خواص خاں سے علیحدہ ہوئے اور خواص پور کے حدود کے باہر چلے آئے۔ شیخ علائی سفر مکہ کا ارادہ ترک کر کے بیانے کی طرف پلٹے جس زمانے میں کہ سلیم شاہ آگرے میں تخت نشین ہوا شیخ علائی سلیم شاہ کے فرمان کے مطابق آگرے پہنچے۔ علائی شاہی مجلس میں حاضر ہوئے اور بادشاہی دربار کے طریقوں اور قاعدوں کی پابندی نہ کر کے بادشاہ سے شرعی سلام و علیک کی سلیم شاہ نے بھی کراہیت کے ساتھ جواب میں علیک السلام کہا۔ علائی کا یہ طریقہ سلیم شاہ کے درباریوں کو بہت ناگوار گزرا۔ ملا عبد اللہ سلطان پوری المتخاطب بہ مخدوم الملک نے شیخ علائی کی مخالفت پر کمر باندھ کر علائی کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ سلیم شاہ نے میرزا رفیع الدین آنجو۔ ملا جمال الحیم دانشمند۔ ملا ابوالفتح تھانویسری اور دوسرے علمائے وقت کو اپنے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے علائی کا فیصلہ ان علما کے سپرد کیا۔ سلیم شاہ کے سامنے مباحثے کا جلسہ قرار پایا۔ علائی کی شخص کو اپنی تقریر سے دبا نہ سکے بلکہ سبھوں کی دلیلوں سے لاجواب ہو کر عاجز ہو جاتے اور اس مجبوری میں قرآن کی تفسیر کے دامن میں پناہ لیکر آیات کلام اللہ کے معنی اس طریقے سے بیان کرتے کہ بادشاہ کے دل پر اس کا اثر پڑتا تھا۔ سلیم شاہ نے علائی سے کہا کہ اے بندہ خدا اپنے باطل عقیدے سے توبہ کر تا کہ میں تجھے تمام ممالک محروسہ کا منصب مقرر کر دوں اب تاک تو تم نے میرے حکم کے بغیر لوگوں کو منوعات سے روکا ہے آج سے میرے احکام کے موافق خلوق خدا کو بُرائیوں سے روکنا۔ شیخ علائی نے بادشاہ کی بات منظور نہ کی لیکن پھر بھی سلیم شاہ نے مخدوم الملک کے فتویٰ پر عمل نہیں کیا۔ اور علائی کو قصبہ ہندیہ میں جو دکن کی سرحد پر واقع ہے بھیجا دیا۔ سلیم شاہ کا نامی امیر اور ہندیہ کا حاکم تیا ز خاں مع اپنے تمام لشکر کے علائی کا فریضہ ہو کر تیج کے موقعہ میں داخل ہو گیا۔ مخدوم الملک نے اس بات کو بہت بری طرح سلیم شاہ کے ذہن نشین کیا اور علائی کو سرحد دکن سے پھر دوبارہ بلایا اور اس دفعہ پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ اس واقعہ کی تحقیق میں مصروف ہوا۔ ملا عبد اللہ سلطان پوری نے بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص خود مہدی ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور ظاہر کہ جہدی تمام دنیا کا بادشاہ ہو گا۔ اسی خیال کی بناء پر تیرا سا لشکر

اس فقیر کا گردیدہ ہو رہا ہے چنانچہ تیرے اکثر عزیز خفیہ طور پر اس کے مذہب میں داخل ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ تیری حکمرانی اور سلطنت میں کوئی غلط پیدا ہو جائے۔ سلیم شاہ نے کسی طرح بھی مخدوم الملک کی بات نہ سنی اور شیخ علانی کو پھر شیخ بڑہ علیہ السلام کے پاس جوڑے سمجھ دار بزرگ تھے بھیجا دیا۔ شیخ بڑہ کا شیر شاہ اس قدر متفقہ تھا کہ شیخ کی جوتیاں اپنے ہاتھوں سے سیدھی کیا کرتا تھا۔ سلیم شاہ نے علانی کو شیخ بڑہ کے پاس اس لئے روانہ کیا تاکہ شیخ کے حکم کے موافق علانی کے ساتھ سلوک کرے۔ سلیم خود پنجاب روانہ ہو گیا اور مانکوٹ کے قلعے کی تعمیر میں مشغول ہوا۔ شیخ علانی بہار میں حضرت بڑہ کے پاس پہنچا اور شیخ بڑہ نے مخدوم الملک کے خیال کے مطابق فتویٰ لکھ کر محضر سلیم شاہ تحفے پاس روانہ کیا۔ اس درمیان میں علانی مرض طاعون میں جو اس زمانے میں ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا مبتلا ہوئے علانی کے حلق میں ایسا گہرا زخم پڑ گیا کہ ایک انگشت کے برابر جتنی زخم کے اندر چلی جاتی تھی اس کے علاوہ سفر کے کسل اور مکان نے شیخ علانی کو اور زندہ درگور کر دیا۔ شیخ علانی جب سلیم شاہ کے پاس پہنچے تو ان سے بالکل بولنا نہ جاتا تھا۔ سلیم شاہ نے اہستہ سے شیخ کے کان میں کہا کہ کہو کہ میں ہمدی نہیں ہوں اب بھی تم آزاد ہو۔ علانی نے بادشاہ کی بات نہ سنی سلیم شاہ مایوس ہوا اور اس نے علانی کے چند تازیانے لٹکائے جانے کا حکم دیا علانی نے تمیر سے ہی تازیانے میں دنیا سے کوچ کیا۔ علانی کا قعدہ ۹۵۵ھ میں واقع ہوا ذکر اللہ علانی کا مادہ تاریخ ہے۔ سلیم شاہ کے مرنے کے بعد فیروز شاہ اس کا بیٹا بارہ سال کی عمر میں امیروں کی اتفاق رائے سے گوالیار میں تخت نشین ہوا فیروز شاہ کی تخت نشینی کو پورے تین دن بھی نہ گزرے تھے کہ مبارز خاں ولد نظام خاں سور نے جو شیر شاہ کا بھتیجا اور سلیم شاہ کا چچیا بھائی اور اس کا سالہا تھا اپنے بھانجے فیروز شاہ کو قتل کر کے امیروں اور وزیروں کی اتفاق رائے سے تخت سلطنت پر جلوس کر کے اپنے کو محمد شاہ عادل کے نام سے مشہور کیا۔ خواجہ نظام الدین بختی تاربخ اکبری میں لکھتے ہیں کہ سلیم شاہ نے اپنے مرنے سے پہلے اپنی منکوچہ زوجہ بی بی ہانی سے بارہا کہا تھا کہ اگر اپنے بیٹے فیروز خاں سے تجھے محبت ہے تو مجھے اجازت دے کہ میں تیرے

بھائی مبارز خاں کا قدم در میان سے اٹھا دوں یا درکھ کہ مبارز خاں تیرے بیٹے کی راہ میں ایک بڑا کانٹا ہے اور اگر بھائی کی گرویدہ ہے تو بیٹے کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھ فیروز خاں کی جان مبارز خاں کے جیتے جی خطرے میں ہے سلیم شاہ کی زوجہ نے جواب دیا کہ میرا بھائی عیش و عشرت کا متوالا ہے اور ساز و نقصہ میں زندگی بسر کرتا ہے اس کو مرتبہ شاہی حاصل کرنے کا وہم و خیال ہی نہیں ہے۔ ہر چند سلیم شاہ نے بی بی کو اس بارے میں بُرا بھلا کہا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ سلیم کے مرنے کے تیسرے ہی دن مبارز خاں اپنے دو گاروں کے ساتھ محل کے اندر گیا اور فیروز کے قتل کا ارادہ کیا ہر چند بہن نے گریہ و زاری کی اور بھائی سے بیٹے کی سفارش کرتی رہی بلکہ یہاں تک کہا کہ اسے چھوڑ دے میں فیروز کو ساتھ لیکر ایسی جگہ چلی جاؤ گی کہ اُس کا نشان بھی کسی کو نہ ملیگا لیکن مبارز کا دل نیسبیا اور اُس نے بیگناہ لڑکے کو ظلم کی تلوار سے قتل کر ڈالا۔

محمد شاہ سور | مبارز خاں کو تمام اسباب ظاہری حکمرانی کے نصیب ہوئے
المشہور بہ عدلی | اور اُس نے اپنے کو محمد شاہ عادل کے نام سے مشہور کیا۔
عوام اناس نے عادل کا الفٹ گرا دیا اور آخر میں بائے معرفت

بڑھا کر اُسے بجائے عادل کے عدلی کہنے لگے۔ عدلی نے اپنی ناقابلیت کی وجہ سے رذیل کمینہ طبیعت اشخاص کی دستگیری کی اور سلطنت کے عمدہ عہدے اُن کے سپرد کیئے۔ ایک ہندو ہیومن نام کو جو قوم کا بقال اور قصیدہ ریواڑی کا ساکن تھا سلیم شاہ نے اپنے جدید منصب داروں میں داخل کر کے کو تو ال بازار مقرر کیا تھا۔ عدلی نے بازار کے بدلے سارے ملک کی باگ بیمو کے ہاتھ میں دیدی اور خود شراب نوشی اور عیاشی میں مصروف ہوا۔ عدلی نے محمد شاہ تغلق کی فیاضی اور زرخشی کا حال سُنا تھا۔ اس نا عاقبت اندیش نے بھی تغلق کی پیروی کرنے کا دل میں ارادہ کیا۔ جلوس کے ابتدائی زمانے میں عدلی نے خزانے کا دروازہ کھول دیا اور خلقِ خدا کو روپے کی بوچھاڑ سے راضی کیا۔ عدلی اُٹائے سواری میں کہتے باسی نام ایک قم کا تیر جس کے پیکان پر ایک تولہ سونا بڑھا ہوتا تھا کان میں رکھ کر ہر طرف چمکتا تھا۔ یہ تیر جس شخص کے مکان میں گرتا یا جس کسی کے ہاتھ آتا

اُسے دس روپیے دیکر تیر کو واپس لیتا تھا۔ غرض کہ اس طرح پرنسیر شاہ اور سلیم شاہ کا اندوختہ روپیہ تھوڑے ہی زمانے میں صرف کر کے عدلی نے اپنے کو بہت بڑا فرمانروا بنا لیا۔ خوش طبع افغانی اس کے بے تکے کاموں سے بادشاہ کو بجائے عدلی کے اندھلی کہتے تھے۔ ہندی زبان میں اندھلی اندھے اور کوہنہ کو کہتے ہیں۔ ہیمو بھال کا غلبہ اور اس کا استقلال حد سے گزر گیا اور افغانی امیر اُس کے ناپسندیدہ اطوار سے آزرہ ہو کر بادشاہ کے مخالفت ہوئے اور ملک کے ہر گوشے میں خوابیدہ فتنے پھر بیدار ہو گئے۔ اکثر امیر بادشاہ کی اطاعت اور فرمانروائی سے برگشتہ ہوئے اور شاہی اطاعت کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرنے لگے اس بنا پر عدلی کی وقعت اور محبت نکلا ہوں اور دلوں سے رخصت ہوئی اور انتظام اور روتق دونوں اُس کے عہد حکومت سے کوسوں دور ہو گئے۔ ایک روز عدلی نے قلعہ گوالیار کے دیوان خانے میں دربار عام کیا تمام نامی و گرامی امیر حاضر تھے۔ عدلی امیروں کو جاگیر تقسیم کر رہا تھا۔ اسی دوران میں بادشاہ نے کہا کہ ولایت تنوچ محمد شاہ قرملی کی جاگیر سے علیحدہ کر کے سرست خاں شروانی کو دیجائے۔ دونوں امیر قبیلہ دار تھے اس تغیر جاگیر پر آپس میں گفتگو کرنے لگے سکندر خاں دلہ محمد شاہ قرملی نے جو نوخیز اور بہادر جوان تھا نہایت سخت الفاظ میں کہا کہ اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہماری جاگیر فردا دیوں کو دی جانے لگے۔ گفتگو اور بلند ہوئی اور سکندر خاں نے باپ نے جو اُس وقت کمزور اور بیمار تھا بیٹے کو سختی اور درشت کلامی سے منع کیا لیکن سکندر خاں اپنے جاملے سے باہر ہو چکا تھا اُس نے باپ کو جواب دیا کہ ایک مرتبہ تم شیر شاہ کے ہاتھوں لوہے کے پنجے میں بند ہو کر سلیم شاہ کی سفارش سے اُس آفت سے نجات پا کر مرتے مرتے بچ چکے ہو اب سوری گردہ تمہاری بیج کنی اور تباہی کا ارادہ رکھتا ہے اور تم بات سمجھتے نہیں ہو لوگ جلد سے جلد تمہیں فنا کر دینگے سرست خاں جو بڑا قد آور اور توی سیکل تھا سکندر خاں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا کہ اے عزیز یہ سختی کس لیے ہے۔ سرست کا ارادہ تھا کہ اس بہانے سے سکندر کو گرفتار کر لے سکندر خاں سرست کا مطلب سمجھ گیا اور ایسا زخم کاری اس کے شانے پر لگایا

کہ اُسی گھڑی وہ زمین پر گرا اور خاک و خون کا ڈھیر ہو گیا۔ دوسرے چند درباری سکندر خاں کو رہ کئے آئے لیکن وہ بھی سب کے سب سکندر کی تلوار سے زخمی ہوئے عدلی اس ہنگامہ میں دربار سے اٹھ کر حرم سرا کی طرف روانہ ہوا۔ سکندر خاں نے بادشاہ کا تعاقب کیا۔ عدلی نے دروازہ بند کر کے زنجیر لگا دی۔ اکثر امیروں نے جو دیوانخانے میں موجود تھے اپنے تلواریں پیش کیں اور دربار سے بھاگ گئے سکندر خاں دیوانوں اور مستون کی طرح دو گھڑی تک دربار میں پھرتا رہا اور جس طرف جاتا تھا لوگوں کو زخمی یا مقتول کر دیتا تھا یہاں تک کہ عدلی کے بہنوئی اور شیر شاہ کے چچا کا پوتا مہسی ابراہیم خاں ایک گروہ کو ساتھ لیکر سکندر خاں پر حملہ آور ہوا اس گروہ نے اپنی تلواروں سے سکندر خاں کا بدن پارہ پارہ کر دیا۔ دولت خاں لوحانی نے بھی ایک ہی ضرب شمشیر میں محمد شاہ قرملی کا کام تمام کر دیا کہتے ہیں کہ اُسی روز تاجخان کرانی جو سلیم شاہ کے نامی امیروں میں تھا قلعہ گوالیار کے دیوانخانے سے نکل کر باہر جا رہا تھا۔ دروازے کے پاس شاہ محمد قرملی سے ملاقات ہوئی۔ قرملی نے تاجخان سے احوال پوچھا۔ تاجخان نے کہا کہ حال بالکل دگرگوں ہو گیا ہے میں اس معاملے سے بالکل کنارہ کش ہو گیا ہوں تم بھی میری موافقت کرو شاہ محمد نے تاجخان کی نصیحت قبول نہ کی اور جو کچھ اُس پر گزرنے والی تھی گزری۔ تاجخان نے قلعہ سے نکل کر بنگالے کی راہ لی۔ عدلی نے ایک فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی۔ چھپراپور کے نواح میں جو اگر سے سے چالیں کوں اور قنوج سے تیس کوں کے فاصلے پر آباد ہے فریقین میں ٹدھ بیٹھ ہوئی۔ تاجخان میدان جنگ سے بھاگ کر چٹار روانہ ہوا اور راستے میں عدلی کے خالصے کے بعض عاملوں کو گرفتار کر کے نقد و جنس جو کچھ اُن سے لے سکا خوب حاصل کیا۔ تاجخان نے نقد و جنس کے علاوہ ایک حلقہ فیل جو سو عدد ہاتھیوں کا ہوتا ہے پرگنات سے حاصل کیا اور اپنے بھائیوں عماد سلیمان اور ایاس سے جو کنا رنگ کے بعض شہروں اور خواصپور ٹانڈہ کے حاکم تھے جالما اور بادشاہ کے خلاف علانیہ بغاوت برپا کی۔ عدلی نے کرائیوں پر لشکر کشی کی نہ رنگ کے سال پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ ہیو بقال نے عدلی سے کہا کہ اگر ایک حلقہ ہاتھیوں کا

میرے ہمراہ ہو جائے تو میں دریا کو عبور کر کے کرانیوں پر دھاوا کر دوں اور اُن کو بالکل پامال اور تباہ کر ڈالوں۔ عدلی نے مہموکی درخواست منظور کر لی۔ مہمو نے دریا کو عبور کیا اور حریت پر غالب رہا۔ عدلی نے ارادہ کیا کہ اپنے بہنوئی ابراہیم خاں سورکو جو اندونوں بڑا صاحب اقتدار ہو گیا تھا گرفتار کرے عدلی کی بہن بھائی کے ارادے سے خبردار ہو گئی اور اُس نے اپنے شوہر کو حقیقت حال کی اطلاع کر دی ابراہیم خاں چٹار سے بھاگا اور اپنے باپ غازی خاں سور حاکم ہندوستان کے پاس چلا گیا۔ عدلی نے عدلی خاں نیازی کو ابراہیم خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عدلی خاں نے ابراہیم کو کاپی میں جالیا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی اور عدلی خاں حریت سے شکست کھا کر اُس کے تعاقب سے دست کش ہوا۔ ابراہیم خاں سور نے شکر جمع کر کے دار الخلافت دہلی کے تحت حکومت پر قبضہ کر لیا اور خطبہ اپنے نام کا جاری کر کے دہلی سے آگرے تک سارے حصہ ملک کو تاخت و تاراج کیا اور اس نواح کے اکثر شہروں پر قابض ہو گیا۔ ابراہیم خاں نے پورا استقلال پیدا کر لیا۔ عدلی نے مجبوراً کرانیوں سے ہاتھ اٹھایا اور چٹار سے کوچ کر کے ابراہیم خاں سور کی بیچ کنی کی طرف متوجہ ہوا۔ عدلی دریا کے گنگا کے کنارے پہنچا اور ابراہیم خاں نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ اگر حسین خاں۔ بہادر خاں شروانی۔ عظیم ہاتھوں اور چند دوسرے نامی امیر میرے پاس آکر عہد و پیمان کریں تو میں ان امیروں پر بھروسہ کر کے شاہی ملازمت حاصل کروں۔ عدلی نے اپنی کم فہمی سے ان امیروں کو ابراہیم خاں کے پاس بھیجا۔ ابراہیم خاں سور نے ان سبھوں کو خشن سلوک سے اپنا کر لیا اور عدلی سے مخالفت کرنے پر ان سبھوں سے اصرار کیا۔ عدلی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور سمجھا کہ اب اُس میں حریت سے مقابلہ کرنے کی قوت باقی نہیں رہی۔ عدلی نے دہلی اور آگرے سے قطع نظر کر کے چٹار کا رخ کیا۔ اس نواح کے تمام شہروں پر پورا قبضہ پا کر اپنے کو خوب مضبوط اور قفل کیا ابراہیم خاں سور نے اپنے کو ابراہیم شاہ کے خطاب سے فخر واد شہور کیا۔ اسی اثناء میں احمد خاں سور حاکم پنجاب نے کہ وہ بھی ابراہیم کی طرح عدلی کا بہنوئی اور شیر شاہ کے چچا کا بیٹا تھا ابراہیم خاں کے غلبہ اور شوکت اور عدلی کی کمزوری اور پستی کا حال سنا۔ احمد کے سر میں بھی بادشاہی

اور حکمرانی کا سودا سلیا۔ احمد خاں نے دو سلیم شاہی امیروں بنی ہیبت خاں اور تانا خاں کو اپنا ہم خیال بنایا اور اپنے کو سکندر شاہ کے لقب سے مشہور کر کے دس ہزار سواروں کے ساتھ لاہور سے آگرے روانہ ہوا۔ سکندر شاہ نے موضع فرح میں جو آگرے سے دس کوس کے فاصلے پر ہے قیام کیا۔ بادشاہ ابراہیم بھی ستر ہزار سواروں کی جمیعت سے بڑے شان و شوکت کے ساتھ بڑھکر حریت سے ملا۔ اس جمیعت کے علاوہ ابراہیم کے ساتھ دوسو نامی امیر بھی تھے جن میں اکثر صاحب سراپردہ اور مالک علم و تقارہ بھی تھے۔ سکندر شاہ حریت کی قوت کا اندازہ کر کے اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور ابراہیم سے صلح کی درخواست کر کے اُسے پیغام دیا کہ پنجاب سکندر کے زیرِ حکومت چھوڑ دیا جائے۔ ابراہیم شاہ اپنے لشکر و ختم کی کثرت پر ایسا مغرور ہوا کہ اس نے سکندر کی عاجزی اور چالپوسی پر ذرا بھی توجہ نہ کی اور اپنی صفیں درست کر کے لڑنے پر تیار ہو گیا۔ سکندر شاہ نے اپنا علم امیروں کو دیکر لشکر کو حریت کے مقابلے میں کھینچا اور خود تجربہ کار سپاہیوں کے ایک گروہ کے ساتھ کیس گاہ میں چھپ گیا۔ ابراہیم نے پہلے ہی حملے میں لشکر پنجاب کو ہرا گندہ کر دیا اور اس کے سپاہی لوٹ مار میں مشغول ہو گئے۔ سکندر شاہ کو موقع ہاتھ آیا اور کین گاہ سے بادشاہ ابراہیم کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوا۔ سکندر نے دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کو سڑگوں کر دیا۔ ابراہیم شاہ بھل بھاگا اور سکندر شاہ نے فتح مندوں کی طرح دہلی اور آگرے پر قبضہ کر لیا اس معرکہ کے بعد جب سکندر شاہ ہمایوں بادشاہ سے لڑنے کے لیے پنجاب روانہ ہوا تو ابراہیم شاہ اپنے کو پھر درست کر کے بھل سے کاپلی پہنچا۔ اسی زمانے میں عدلی نے اپنے وزیر ہیمو بقال کو آراتہ فوج کو ہ پیکر ہاتھیوں اور ایک بڑے اور عمدہ توپخانے کے ساتھ دہلی اور آگرے کی ہم پر روانہ کیا۔ ہیمو نے ابراہیم شاہ کو ہال کرنا سب سے زیادہ ضروری سمجھ کر نواح کاپلی میں حریت سے معرکہ آرائی کر کے ابراہیم کو شکست دی۔ ابراہیم شاہ اپنے باپ کے پاس بیانہ چلا گیا۔ ہیمو بھی بیانہ پہنچا اور تین مہینے تک شہر کا محاصرہ کیے ہوئے میدان میں پڑا رہا جو تک اسی دوران میں محمد خاں سور حاکم بنگالہ نے بغاوت کر کے چٹار جو پور اور کاپلی پر دھاوا کیا عدلی نے ہیمو کو بیانہ سے واپس بلا لیا۔ ہیمو نے

محاصرے سے ہاتھ اٹھایا اور چٹار روانہ ہو گیا۔ ابراہیم شاہ نے ہریو کا تعاقب کیا اور مندا گھر میں جو آگرے سے چھ کوس کے فاصلے پر پہے ہیو سے معرکہ آرائی کی لیکن حریف سے پھر شکست کھا کر باپ کے پاس واپس آیا۔ چند دنوں کے بعد ابراہیم شاہ پٹنہ پہنچا اور وہاں کے راجہ سہی رام چند سے لڑ کر راجہ کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔ رام چند نے مصلحت وقت پر لکھا ٹاکیا اور نظر بند حریف کو تخت حکومت پر بٹھا کر خود نوکروں کی طرح دست بستہ اس کے سامنے کھڑا ہوا چند دنوں کے بعد بیاہ کے افغانوں سے جو راہسین کے نواح میں آباد ہے ایاز بہادر حاکم مالوہ سے جنگ ہوا۔ ان افغانوں نے ایک شخص کو راجہ رام چند کے پاس بھیج کر اس سے ابراہیم خاں کو لے لیا اور ابراہیم کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ ان افغانوں نے اب یہ ارادہ کیا کہ ولایت کدہ کی رانی مسماہ درگادتی سے مدد طلب کر کے ایاز بہادر سے معرکہ آرائی کریں درگادتی نے افغانوں کی درخواست قبول کی اور اپنے ملک سے روانہ ہوئی لیکن ایاز بہادر نے ایک گروہ کو درگادتی کے پاس بھیج کر اس کو افغانوں کی مدد سے باز رکھا۔ ابراہیم شاہ نے دیکھا کہ درگادتی نشان ہو کر اپنے ملک کو واپس گئی۔ ابراہیم نے اب مالوہ میں اپنا رہنا مناسب نہ سمجھا اور بنگال کے سرحدی شہر ڈیہ میں پہنچ کر ایام گزاری کرنے لگا۔ یہاں سلیمان کرانی نے ڈیہ پر قبضہ کیا اور ابراہیم شاہ کو اپنے پاس بلا کر اسے نگارنی سے تہ تیغ کر ڈالا۔ مختصر یہ کہ سیمو بھال عدلی کے پاس چٹا پہنچا اور عدلی کو ٹھہرایا کہ ہمایوں بادشاہ نے سکندر شاہ کو سامنے سے بھاگ کر دہلی اور آگرے پر قبضہ کر لیا ہے۔ باوجود اس تباہی کے بھی چونکہ افغانوں کی خورائی اور جالسیاں ان کو ایک لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی عدلی کو یہ موقع میسر نہ ہوا کہ دہلی کو دشمن سے واپس لے لے۔ عدلی نے مڑھاں کو یہ پرچس نے حال میں بھگتوت پر پا کر بھی تھی لشکر کشی کی۔ موضع چپ کے میں جو کالپی سے چند کوس کے فاصلے پر آباد ہے دونوں فریق میں جنگ ہوئی۔ محم کو یہ میدان جنگ میں مارا گیا اور عدلی کامیاب اور تختہ چٹار واپس آیا اور دہلی کو دشمن سے بچنے سے چٹارنے کی فکر اور تدبیریں کرنے لگا۔ اسی دوران میں ہمایوں بادشاہ نے راجپوت کی۔ عدلی نے ہیمو بھال کو تقریباً پچاس ہزار سواروں اور پانچ سو ہاتھیوں کی

ایک بڑی جمعیت کے ساتھ دہلی روانہ کیا تاکہ آگرہ دہلی اور پنجاب کو مغلوں کے قبضے سے نکالے۔ عدلی خود افغانوں کی آپس کی مخالفت کی وجہ سے چٹار سے بل نہ سکا۔ ہیو بقال نواح آگرہ میں پہونچا مغل امیر خوشہر میں موجود تھے اپنے میں ہیو سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ دیکھ کر دہلی روانہ ہو گئے ہیو نے آگرہ اپنے مقبرہ آدمیوں کے سپرد کیا اور خود دہلی پہونچا۔ تروی بیگ حاکم دہلی نے ہیو کے مقابلے میں صفیں آراستہ کیں لیکن شکست کھا کر پنجاب چلا گیا۔ ہیو دہلی پر بھی قابض ہوا اور اس بات کی فکر کرنے لگا کہ سامان و اسباب درست کر کے لاہور کا قصد کرے اتفاق سے بیرم خاں ترکمان نے جو اکبر کی طرف سے سیاہ و سفید کا مالک تھا پیش دستی کی اور خان زماں مغل کو جلد سے جلد دہلی روانہ کیا اور خود بھی بادشاہ کو ساتھ لے کر خان زماں کے پیچھے پیچھے دہلی کی طرف بڑھا۔ ہیو نے یہ خبر سنی اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ خان زماں سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ ہیو نے پانی پت کے نواح میں ہاتھی پر سوار ہو کر مغلوں کے مقابلے میں صف آرائی کی۔ ہیو کے مروانہ حملے نے مغلوں کے میمنہ میسرہ اور قلب لشکر کی تمام صفوں کو پریشان کر دیا لیکن جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے اقبال نے اپنا کام کیا اور افغانی سیاہ و دشن کو چھوڑ کر تاخت و تاراج میں مشغول ہوئی۔ اتفاق سے مغلوں کا ایک گروہ ہیو بقال سے دوچار ہوا۔ مغلوں نے ہیو کو پہچان لیا اور اس کے ہاتھی کو گھیر کر اسے زندہ گرفتار کیا اور اکبر بادشاہ کے پاس لے آئے اور وہیں اسے خاک و خون کا دھیر کر دیا۔ ہیو کے قتل کے بعد عدلی کمزور اور ذلیل و خوار ہو گیا اور افغان ایک بارگی پریشان حال ہو گئے خضر خاں ولد محمد خاں گوریہ اپنے باپ کا بدلہ لینے کی فکر میں گرفتار ہوا۔ خضر خاں نے ایک جمعیت اپنے گرد اکٹھا کر کے اپنے کو بہادر شاہ کے نام سے مشہور کیا اور یورپ کے اکثر ملکوں پر قبضہ کر کے ان ممالک میں سکھ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔ خضر خاں نے عدلی پر لشکر کشی کی۔ ایک خونریز لڑائی کے بعد عدلی میدان جنگ میں کام آیا اور اس کی زندگی اور حکومت دونوں کا خاتمہ ہو گیا۔

سکندر شاہ سورا اور اسکندر شاہ نے آگرے میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور ذوال و صوف افغان

عیش و سرور کے لوازمات پورے کر کے افغانی امیروں اور قومی رئیسوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ میں بھی تمہیں لوگوں میں سے ایک فرد ہوں اور مجھ کو تم پر کسی طرح کی بزرگی حاصل نہیں ہے۔ سلطان بہلول نے لودی افغانوں کو شہرہ آفاق کہا اور شیر شاہ نے ہزاروں مشکلوں سے ہندوستان کی حکومت حاصل کر کے سوری فرتے کا نام تمام دنیا میں روشن کیا۔ اس وقت ہمایوں بادشاہ جو ملکیت ہندوستان کا دارث ہے موقع اور دقت کا منظر ہے تم لوگوں کو ہمایوں جیسے دشمن سے کسی وقت بھی بے خوف نہ رہنا چاہیے اگر تم سب خوشی اور رضا و رغبت سے میری حکومت کو منظور کرتے ہو تو نفاق اور حسد کو ترک کر کے باہم دلی کدورتوں کو دور کرو تاکہ اتفاق کی برکت سے سلطنت میں رونق پیدا ہو اور انتظام درست ہو جائے اور اگر مجھ کو حکمرانی کا اہل نہیں سمجھتے تو اپنے گروہ میں سے جس کسی کو تم لوگ اس عظیم الشان منصب کا مستحق سمجھ کر منتخب کر دو میں بھی جان و دل سے اس کی اطاعت اور اس بادشاہ کا خیر طلب اور یہی خواہ رہوں گا۔ افغانی امیروں نے سکندر شاہ کی تقریر سن کر بالاتفاق یہی کہا کہ ہم سب نے تمہیں کو جو شیر شاہ کے چاکی یا دوگا رہو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور یہ کہہ کر افغانوں نے قرآن مجید کی تم کھائی کہ ہم کبھی تمہاری مخالفت نہ کریں گے۔ اس عہد و پیمان کے چند ہی روز بعد منصبوں خطابوں اور جاگیروں کی تقسیم پر افغانوں میں باہم رنجش پیدا ہوئی اور اتفاق قائم نہ رہ سکا۔ اتفاق سے ہمایوں بادشاہ نے اسی زمانے میں پنجاب کا رخ کیا اور تاتار خاں رہتاس اور پنجاب سے بھاگتا ہوا دہلی آیا اور مغلوں نے لاہور پہنچ کر افغانوں کو تباہ اور برباد کیا اور سر ہند تک تمام ملک پر قبضہ کر کے اس کو اپنے زیر انتظام لیلیا سکندر شاہ نے پچاس ہزار یا ایک لاکھ افغانی اور راجپوت سوار تاتار خاں اور ہیبت خاں کی ماتحتی میں مغلوں کے مقابلے کو روانہ کیے لیکن جیسا آگے مذکور ہو گا افغانوں نے بڑی طرح شکست کھائی اور گھوڑے اور ہاتھی چھوڑ کر دہلی تک کہیں دم نہ لیا۔ سکندر شاہ سور باوجودیکہ وہ افغانوں کے آپس کے نفاق کو اچھی طرح جانتا تھا اس پر بھی اسی ہزار سواروں کو ساتھ لے کے ۹۶۸ھ میں پنجاب روانہ ہوا اور سر ہند کے قریب بیرم خاں ترکمان جو شانہ زادہ جلال الدین محمد اکبر بیگ تھا

تھا اُس کے مقابل صف آرا ہو کر مغلوں سے لڑا شکست کھائی اور میدان جنگ سے بھاگ کر کوہ سواک میں پناہ گزیں ہوا اور دارالخلافہ دہلی اور آگرہ دونوں شہر دوبارہ ہمایوں بادشاہ کے قبضے میں آئے اور سرزمین ہندوستان پھر سربراہشاہاب ہوئی۔ بیرم خاں کی تیجہ خیر کوششوں سے سکندر شاہ کوہ سواک سے فرار ہو کر بنگال کی طرف بھاگا اور اس لوح پر قوطے دنوں قابض ہو کر دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوا۔ سکندر شاہ کے بعد تاجان کرانی بنگال کا حاکم ہوا حکام بنگالہ کے واقعات اپنی جگہ پر یہ تفصیل مرقوم ہوں گے ناظرین اُن حالات کو اُن کی اصل جگہ پر مطالعہ کریں۔

نعیر الدین محمد ہمایوں کا جیسا کہ پیشتر مذکور ہو چکا کہ بیرم خاں ترکمان قزوین سے پیلایق تیار عراق سے کابل آنا اور نبی علیہ السلام کو گیا۔ پیلایق قیدار ^{۱۹۷۱} اور سلطانہ کے درمیان اُس نواح پر قابض ہو کر واقع ہے (پیلایق ترکی زبان میں اُس سردار ہوا دار مقام کو کہتے ہیں جہاں اُمرا گری کا زمانہ بسر کر کے ہیں متبرج) بیرم خاں پیلایق قیدار سے خط کا جواب لایا جس میں عراق تک صبح و سلامت پہنچنے کی مبارکباد اور ملاقات کا اشتیاق مرقوم تھا

جنت آشیانی قزوین سے روانہ ہوئے اور جمادی الاول ۹۵۱ھ میں بادشاہ ایران شاہ طہاسب صفوی سے ملاقات کی۔ بادشاہ ایران نے جو تعلیم و تکریم اور دعوت و بہمان داری ایسے عظیم الشان مہمان کے لئے زیباحتی بخوبی انجام دی ایک دن دوران گفتگو میں شاہ ایران نے جنت آشیانی سے پوچھا کہ ایسے کمزور دشمن کے آپ ایسے بادشاہ پر غلبہ پانے کا اہلی سبب کیا ہے جنت آشیانی نے جواب دیا کہ بھائیوں کا آپس کا نفاق۔ شاہ ایران نے کہا کہ بھائیوں کے ساتھ جو جس ملوک آپ نے کیا وہ زیبا نہ تھا۔ اس کے بعد دسترخوان بچایا گیا شاہ طہاسب کا بھائی بہرام میرزا جو اسی مجلس میں دست بستہ کھڑا ہوا تھا لوٹا اور طشت لے کر بادشاہ ایران کا ہاتھ دھلائے اور نعل دوسرے خدمت گاروں کے کام انجام دینے لگا۔ شاہ ایران نے جنت آشیانی سے کہا کہ بھائیوں کو اس طرح رکھنا چاہیئے بہرام میرزا شاہ طہاسب کے اس قول سے بید آندہ ہوا اور جب تک کہ جنت آشیانی عراق میں رہے

ہمایوں بادشاہ کا دشمن رہا۔ بہرام میرزا نے ایک ایرانی گردہ کو اپنا ہم خیال بنایا اور جب کبھی کہ اُس کو موقع ملتا تھا وحشت انگیز باتیں زبان سے نکالتا اور اپنی دلوں سے بادشاہ ایران کو ذہن نشین کراتا تھا کہ ہندوستان سے ملک میں جو ایران کے جہار میں واقع اور اس سے ملحق ہے صاحب قرآن امیر تیمور کی اولاد کا فرمانروائی کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ شاہ طہاسب نے پیلای قیدار کے زمانہ قیام میں جنت آشیانی کے دل بہلانے کے بیٹے تین مرتبہ چرکے کے شکار کھیلنے کا انتظام کیا اور ہر مرتبہ شاہ طہاسب اول جنت آشیانی کو شکار کھلواتا اور اس کے بعد بیرم خاں کی باری آتی اور بیرم کے بعد بہرام میرزا اور سام میرزا کو حکم دیتا کہ وہ بھی صید انگنی کا حوصلہ نکالیں۔ بہرام و سام کے بعد امیروں اور سپاہیوں کی نوبت آتی جو ترتیب اور قاعدہ کے ساتھ نیزنار گھوڑوں پر سوار ہو کر شیر صولت جاناور کو شکار کے نیچے دوڑا کر تلوار و خنجر سے شکار گاہ کی زمین کو خون سے سیراب کر دیتے تھے۔ شاہ طہاسب پیلای مذکورہ سے قزوین واپس آیا اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بہرام میرزا اور دوسرے درباریوں نے شاہ کے کان بھر کے جنت آشیانی سے بادشاہ کو برگشتہ کر دیا۔ جنت آشیانی نے بھی احتیاط کو مد نظر رکھا اور بیرم خاں کی صلاح کے موافق نرمی اور فروتنی کے ساتھ دن بسر کرنے لگے۔ اسی دوران میں شاہ طہاسب کی بہن سلطانہ بیگم اور قاضی جہاں فریدی ناظر دیوان اور حکیم نور الدین ایسے شاہی حاشیہ نشینوں نے باہم ایک رائے ہو کر یہ کوشش شروع کی کہ شاہ کے دل سے غبارِ کدورت کو دور کریں۔ ایک روز سلطانہ بیگم نے جنت آشیانی کی یہ رباعی حضرت شاہ کو پڑھ کر سنائی ۵

ہستم زجاں بندہ اولاد علی ہستم ہمیشہ شاد بایا دلی

چون تیر ولایت زلی ظاہر شد ہر کویم ہمیشہ ورد خودنا دلی

شاہ اس رباعی کو مستغرقِ حیرت ہوئے۔ اور کہا کہ ہمایوں بادشاہ اگر اس بات کا عہد کرے کہ اپنے ممالکِ محروسہ کے تمام مندروں پر دوزخہ امام کے نام کا خطبہ جاری کر دینگا تو میں اُس کی مدد کر کے ہمایوں کو اس کا ملک موروثی واپس دلا دوں سلطانہ بیگم نے جنت آشیانی کو شاہ کی تقریر کا پیغام بھیجا۔ جنت آشیانی نے جواب دیا کہ

بچپن سے لیکر آج تک میرے دل میں خاندان رسالت کی محبت جاگزیں ہے اور چغتائی امیروں کا نفاق اور کامران میرزا کی ناراضی کا اہل سبب بھی یہی ہے۔ شاہ نے بیرم خاں کو غلوت میں بلایا اور ہر پہلو سے تقریر کی۔ ان باتوں سے شاہ کا دل جنت آشیانی سے صاف ہو گیا اور اسی جلسہ میں شاہ نے حکم دیا کہ شاہزادہ مراد جو اُس وقت باہل بچہ تھا اپنے جنرل بدائع خاں تا چار کے ہمراہ دس ہزار سواروں کے ساتھ جنت آشیانی کے ہمراہ ہوا اور جنت آشیانی کے بجائیوں کی قرار واقعی تنبیہ کر کے باہل قندھار اور بدخشاں کو فتح کرے حضرت شاہ نے چند ہی دنوں میں تمام اسباب شاہی مرتب کر دیئے اور جنت آشیانی کو ہم پرچگی اجازت دیدی۔ جنت آشیانی نے کہا کہ میرا دل تبریز اور اردبیل کی سیر کے آئیے بقیار ہے میں ان شہروں کی سیر کر کے شیخ صفی اور ان کی اولاد امجاد کی ارواح سے دشمن کے مقابلے میں مدد طلب کروں گا اور اُس کے بعد اپنا کام شروع کروں گا۔ شاہ نے اس بات کو پسند کیا اور ان اطراف کے حاکموں کے نام اطاعت نگاری کے فرامین جاری کیئے اور حکام کو ہدایت کی کہ جنت آشیانی کی تعظیم و تکریم میں کوتاہی نہ کریں۔ جنت آشیانی ان شہروں کی سیر اور مشائخین کی زیارت سے فارغ ہوئے اور شاہزادہ مراد اور قزلباش امیروں کے ساتھ مشہد مقدس کے راستے سے قندھار کی طرف چلے سب سے پہلے گرم سیر کے قلعے بادشاہ کے قبضے میں آئے اور اُس شہر میں جنت آشیانی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ عسکری میرزا کو ان واقعات کی خبر ملی۔ عسکری میرزا نے شاہزادہ محمد اکبر کو جو نامہربان چچا کے ہاتھ میں گرفتار تھا کامران میرزا کے پاس کابل روانہ کیا اور خود قلعہ داری کے تمام سامان پورے کر کے قندھار کے قلعے میں حصار بند ہو گیا۔ جنت آشیانی بدائع خاں تا چار کے ساتھ قلعے کے پاس پہنچے اور ساتویں محرم ۹۵۲ھ کو قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے نے چند مہینے تک طول کھینچا اور جنت آشیانی نے بیرم خاں ترکمان کو کامران میرزا کے پاس قاصد بنا کر کابل روانہ کیا۔ راستے میں ہزارہ قوم کا ایک گروہ بیرم خاں سے برسر پیکار ہوا لیکن شکست کھا کر سامنے سے بھاگا۔ بیرم خاں اس گروہ پر تعجب ہو کر کامران میرزا کی خدمت میں حاضر ہوا

اور جنت آشیانی کی اطاعت کرنے اور قلعے اور مالک جنت آشیانی کو سپرد کر دینے کے بارے میں کامران میرزا سے گفتگو کی لیکن بیرم خاں کی تقریر کا کامران میرزا پر کچھ اثر نہ ہوا اور یہ ترجمان ناکام واپس آیا اور کامران کی نالائقی کی داستان جنت آشیانی کو سنائی۔ قزلباشی سپاہی طولی محاصرے کی وجہ اور خاندان چغتائی کی ناموافقیت کے سبب سے جدا رنجیدہ ہو رہے تھے۔ اسی دوران میں محمد سلطان میرزا۔ انغ میرزا۔ تاسم حسین میرزا۔ میرزا امیرک۔ شیرنگن بیگ اور فضل بیگ براہ منعم خاں کامران میرزا سے جدا ہو کر جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سرداروں کے علاوہ اہل قلعہ کا ایک مقبرہ گروہ بھی حصار سے نکل کر جنت آشیانی کے پاس چلا آیا جسکری نے پریشان ہو کر امان طلب کی اور اپنے امیروں کے ساتھ بچہ شرمندہ اور شیماں شاہی حضوری میں حاضر ہوا اور قلعہ جنت آشیانی کے سپرد کر دیا۔ شاہ ایران کے سامنے یہ مسئلہ طے ہو چکا تھا کہ قندھار کا قلعہ شانہ زادے مراد کے زیر حکومت رہے گا اس فیصلے کی بنا پر جنت آشیانی نے قلعہ شانہ زادے کے حوالے کیا اور شانہ زادہ اور بداع خاں قاجار اور ابوالفتح سلطان افشار اور صفوی ولی شامو موسم سرملی وجہ سے قلعے میں مقیم ہوئے اور باقی قزلباشی امیر واپس گئے۔ چغتائی خاندان قلعہ کو قزلباشوں کے زیر حکومت کرنے سے رنجیدہ ہوا اور چونکہ جاڑے کے موسم میں چغتائیوں کیلئے کوئی پناہ کی جگہ نہ رہی اکثر منغل سردار کابل چلے گئے۔ عسکری میرزانے بھی فساد برپا کرنا قصد کیا اور شاہی لشکر سے بھاگ گیا۔ ایک گروہ عسکری کے تعاقب میں روانہ ہوا اور اسے گرفتار کر کے پھر واپس لے آیا جنت آشیانی اپنے لشکر کے ساتھ کابل روانہ ہوئے چند ہی دنوں کے بعد شانہ زادہ مراد قضا کے الٹی سے فوت ہوا اور جنت آشیانی نے راستے ہی سے پلٹ کر قلعے کو واپس لینے کا ارادہ کیا جنت آشیانی نے بداع خاں قاجار کو پیغام دیا کہ قلعہ قندھار چند مہینوں کے لئے عاریتاً جنت آشیانی کو سپرد کر دے اور وعدہ کیا کہ کابل و بدخشان کے فتح ہو جانے کے بعد قندھار کا قلعہ قزلباشوں کو واپس کر دیا جائے گا۔ بداع خاں نے یہ بات منظور نہ کی جنت آشیانی خاموش ہو رہے اور خلوت میں بیرم خاں۔ انغ میرزا اور حاجی محمد سے کہا کہ قلعے کو کسی نہ کسی تدبیر سے فتح کرنا چاہیئے۔ ایک دن ادٹوں کی ایک قطار گھاس

اور دانہ لاوے ہوئے شہر میں جا رہی تھی حاجی محمد خاں کو موقع ہاتھ آیا اور انٹوں کی قطار میں پیکر و دروازہ شہر تک پہنچا۔ دروازے کے محافظ جو حاجی محمد کے مزاحم ہوئے وہ تہ تیغ کیئے گئے اُسی وقت بیرم خاں اور ان میزراجی اپنی فوج ساتھ لے کر پہنچ گئے اور قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ بلخ خاں کا چارنے جو اس حال سے بالکل بے خبر تھا لڑنے میں خیر نہ دیکھی اور اجازت لے کر عراقی روانہ ہو گیا۔ جنت آشیانی نے بیرم خاں کو قندھار کی حکومت سپرد کی اور کابل پر دوبارہ کرنے کے پٹے تیار ہوئے۔ اس زمانے میں یادگار ناصر میرزا بار بار بادشاہ جچین انون کی پہلو کی اور تسلط سے بھاگ کر کابل آیا تھا ہندال میرزا کے ساتھ جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کابل کے باہر کامران میرزا کے لشکر کے مقابل اپنے ڈیرے والے اور کامران میرزا کے ملازموں اور بہی خواہوں کا کوئی نہ کوئی گروہ روزانہ حاضر ہو کر جنت آشیانی سے اظہار خلوص کرنے لگا یہاں تک کہ کامران میرزا بڑا نامی امیر قیلان بیگ بھی جنت آشیانی کے حضور میں چلا آیا۔ کامران میرزا پریشان ہو کر غروب آفتاب کے وقت ارک کے حصار میں قلعہ بند ہو گیا۔ جنت آشیانی بھی اُسی وقت قلعے کے قریب پہنچ گئے کامران میرزا نے اب زیادہ نہیں ماجب ہلاکت سمجھا اور غریبی بھاگ گیا۔ جنت آشیانی نے ہندال میرزا کو کامران کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور رمضان کی دسویں رات کو قلعے میں داخل ہوئے۔ شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر جو اُس وقت چار برس کا تھا مع بیگمات شاہی کے بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ میرزا کامران نے غزنی میں بھی پناہ نہ لی اور ہزارہ قوم کے پاس زمین ڈال کر چلا گیا اس قوم نے بھی کامران کو پناہ نہ دی اور اُسے زمین دادر سے شاہ حسین ارغون کے پاس بھکر بھاگنا پڑا۔ شاہ حسین نے اپنی بیٹی کامران میرزا کو بیاد دی اور اس کی مدد پر آمادہ ہوا۔ میرزا کامران ظاہر میں عیش و عشرت میں زندگی کاٹتا تھا لیکن دل میں فکر اور فتنوں میں گرفتار رہتا تھا۔ جنت آشیانی نے شاہزادہ محمد اکبر کو محمد علی طغانی کی اتالیقی میں کابل ہی میں چھوڑا اور خود ۹۳ھ میں بدخشاں پر دھاوا کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت یادگار ناصر میرزا جس نے بارہا بادشاہ کی مخالفت کی تھی پھر لشکر سے بھاگنے کی

تدبیریں سوچنے لگا۔ جنت آشیانی کو یادگار نامیرزا کے ارادوں سے اٹھایا ہوگی اور بادشاہ نے اس مفید کو تہ تیغ کیا۔ جنت آشیانی ہندو کش سے گزر کر تیرگران^{۱۹۲} میں فروکش ہوئے۔ میرزا سلیمان بدخشیانی لشکر لے کر جنت آشیانی سے لڑنے آیا لیکن پہلے ہی حملے میں سائے سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد جنت آشیانی نے طالبان کا رخ کیا۔ اس سفر میں بادشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا۔ دو مہینے کے بعد بادشاہ کو صحت ہوئی اور جو مورخ اور قلمیے دوران علالت میں پیدا ہوئے تھے وہ دب گئے۔ اسی زمانے میں جولی بیگم کے بھائی خواجہ معظم نے خواجہ رشید کو جو منظم کے ہمراہ عراق سے آیا تھا قتل کر کے خود کابل کی راہ لی۔ خواجہ معظم بادشاہ کے حکم سے کابل میں نظر بند کیا گیا میرزا کامران کو بادشاہ کے بدخشاں روانہ ہوئی اطلاع ہوئی کامران نے غور بند کی طرف ایک بارگی دھاوا کر دیا اور راستے میں ایک سوڈا گروں کے قافلے کو تاراج کر کے بہت سامان و اسباب اُن سے چھین کر غزنی پہنچا۔ کامران نے غزنی کے ادا باشوں کی مدد سے زابدیگ حاکم شہر کو قتل کیا اور کابل پر دھاوا کرنے کے لئے فوراً آگے بڑھا۔ کامران صبح کے قریب یونجا اور جوہنی قلعہ کا دروازہ کھلا میرزا شہر میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ کامران میرزا نے محمد علی طغانی کو جو حمام میں تھا پکڑ کر مار ڈالا اور ضل بیگ اور مہر وکیل کو اندھا کر کے شاہزادے کو بیع شاہی حرم کے موٹلوں کے سپرد کیا۔ کامران نے حمام الدین ولد میر غلیغہ کو بھی قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ جس صبح کو میرزا قلعے میں داخل ہوا حاجی محمد عس سے جو بار بادشاہ کا سخا تھا میرزا کامران کی ملاقات ہوئی میرزا نے مسخرہ سے پوچھا کہ میں کیسے گیا اور کیوں کر آیا مسخرے نے کہا کہ تم اول شب گئے اور صبح کو پھر چلے آئے۔ جنت آشیانی نے یہ خبریں سنیں اور صلح کی سلسلہ جنبانی کر کے ہفت شاں سلیمان میرزا کے اور قندھار ہندال میرزا کے سپرد کر کے خود کابل روانہ ہوئے اور ضحاک اور غور بند کے نزدیک جہاں کامران میرزا کا لشکر سدراہ تھا حریت کی جماعت کو ادھر ادھر منتشر کر دیا اور خود وہ افغان پہنچے اس مقام پر شیر انگن بیگ اور کامران میرزا کا بقیہ لشکر جنت آشیانی کے گرد جمع ہو گیا اور اُن سب نے ملکر لڑائی کا بازار گرم کیا۔ دشمنوں کو یہاں بھی شکست ہوئی اور

شیر افغن خاں میدان جنگ میں کام آیا۔ جنت آشیانی کابل کے قریب پہنچ گئے اور روزانہ لڑائی ہونے لگی۔ اسی دوران میں میرزا کامران کو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا قافلہ کسی موضع میں مقیم ہے اور اس قافلے کے پاس گھوڑے سترت سے ہیں۔ کامران میرزا نے اپنے ایک دلیر اور جنگ آزما سپاہی کسی شیر علی کو دوسرے آزمودہ کار سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ قافلے کے سر پر بھیجا تاکہ سوداگروں کو گرفتار کر کے شہر کے اندر لے آئے۔ جنت آشیانی کو اس کی خبر ہوئی اور بادشاہ فوراً ہی قلعے کے نزدیک پہنچ گئے۔ جنت آشیانی نے آمد و رفت کا راستہ بالکل بند کر دیا۔ میرزا شیر علی واپس آیا اور اتر حالت بیکار بادشاہ کے مقابلے میں صفت آرا ہوا اور سامنے سے فرار ہو گیا۔ اسی زمانے میں میرزا سلیمان بدخشاں سے اور میرزا انج بیگ۔ قاسم حسین سلطان اور دوسرے بیرم خان ترکمان کے ملازم بادشاہی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قراچہ خاں اور مانوس بیگ قلعے سے بھاگ کر جنت آشیانی سے آئے۔ میرزا مجید پریشان ہوا اور مانوس بیگ کے تینوں بیٹوں کو جو قلعے کے اندر تھے بڑی بے رحمی سے تیغ کیا اور قلعے کی دیوار سے نیچے پھینک دیا۔ میرزا کامران نے قراچہ خاں کے بیٹے کو بھی فیصل کے اوپر قلعے کی دیوار سے مضبوط باندھ دیا قراچہ خاں قلعے کے پاس پہنچا اور اُس نے چلا کر کہا کہ اگر میرا بیٹا مارا گیا تو یا درکھنا کہ کامران میرزا اور عسکری میرزا بھی زندہ نہ رہینگے۔ کامران ہر طرف سے مایوس ہو گیا اور رات کی بوقت قلعے کی دیوار میں سوراخ کر کے حصار سے بھاگ گیا۔ قلعہ دوبارہ بادشاہ کے قبضے میں آیا اور میرزا نے کوہ کابل کے دامن میں پناہ لی۔ میرزا کا یہ مان بھی اُسے راس نہ آیا اور قوم ہزارہ کا ایک گروہ اس کے سر پر پہنچا اور میرزا کی تمام کائنات یہاں تک کہ جسم کے کپڑے بھی اس قوم کی ملکیت میں داخل ہو گئے۔ اس قوم کو اخیر میں معلوم ہوا کہ اُن کا تاراج کردہ مسافر کامران میرزا ہے۔ ہزارہ نے میرزا کی مدد کی اور کامران کو اُس کے ملازموں کے پاس غور بند پہنچا دیا کامران میرزا غور بند میں بھی نہ ٹھہر سکا اور بلخ کی طرف بھاگا شیر محمد خاں حاکم بلخ کامران کی مدد کو اٹھا اور غور و بقلان کو فتح کر کے دونوں شہر کامران میرزا کے سپرد کر دیئے۔

میرزا نے فوراً فوج جمع کر کے بدخشاں پر دھاوا کیا۔ میرزا سلیمان اور اس کا بیٹا میرزا ابراہیم کامران کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے اور کولاب کی طرف بھاگ گئے۔ اس دوران میں قراچہ خاں اور مانوس بیگ نے محال امیدیں دل میں کیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ خواجہ نجاری فریق قتل ہوا اور خواجہ قاسم اس کا جانشین مقرر کیا جائے۔ جنت آشیانی کو ان امیروں کے ارادے پسند نہ آئے۔ ان امیروں نے بادشاہ کا ساتھ چھوڑا اور میرزا عسکری کے ہمراہ بدخشاں روانہ ہو گئے جنت آشیانی نے خود ان فراریوں کا پیچھا کیا لیکن ان تک نہ پہنچے اور راستے ہی سے واپس آئے اور میرزا ہندال اور میرزا ابراہیم بن میرزا سلیمان کے نام طلبی کے فرمان صادر کئے۔ میرزا ابراہیم خدمت سلطانی میں روانہ ہوا اور قمر علی سنقانی کو جو گرجتہ امیروں کی طرف سے راستے میں بیٹھا ہوا شاہی لشکر کی خبریں ان کو پہنچا رہا تھا قتل کر کے کابل میں جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرزا ہندال نے راستے میں شیر علی کو زندہ گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ چونکہ کامران میرزا نے قراچہ خاں کو کشمیر میں چھوڑ کر خود طالقان میں قیام کیا تھا۔ اس لئے جنت آشیانی نے ہندال میرزا اور حاجی محمد کو کو ایک گروہ کے ساتھ بطور مقدمہ لشکر کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ قراچہ خاں نے کامران میرزا کو واقعات سے اطلاع دی اور کامران میرزا یلغار کر کے کشمیر پہنچ گیا۔ میرزا ہندال نے دریائے طالقان کو عبور کیا ہی تھا اور ان کی فوج اوجھر اوجھر متفرق تھی کہ کامران میرزا اس کے سر پر پہنچ گیا اور بھلی سے لڑنے لگا کامران نے ہندال کو شکست دی اور اس کا سارا اسباب مآخت و تاراج کیا۔ اسی دوران میں جنت آشیانی بھی دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ کامران بادشاہ کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا اور طالقان بھاگ گیا اور جو کچھ ہندال میرزا سے حاصل کیا تھا اس کو غارت گردن کے سپرد کر دیا کامران دوسرے دن طالقان کے قلعے میں محصور ہو گیا۔ کامران کو اوزبکوں کی مدد سے مایوسی ہوئی اور میرزا سلیمان کے واسطے سے اس نے بادشاہ سے مکہ معظمہ کی زیارت کی اجازت مانگی جنت آشیانی نے کامران کی درخواست منظور کی۔ کامران و عسکری دونوں بھائی قلعے سے حرمین شریفین (مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ) کی زیارت کے قصد سے روانہ ہوئے۔

عسکری اور کامران نے دس کوس زمین طے کی۔ ان دونوں صاحبوں کا خیال تھا کہ جنت آشیانی فوج ان کے تعاقب میں روانہ کر نیکیے لیکن ان کا خیال غلط نکلا اور جنت آشیانی کی اس غنایت سے بید شرمندہ ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے راستے سے پلٹے۔ جنت آشیانی نے اکثر مغل بہداروں کو ان کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور دونوں بھائیوں پر بڑی مہربانی فرما کر کولاب کا شہر ان کی جاگیر میں عطا کیا اور دونوں کو کولاب کی طرف رخصت کر کے خود کابل واپس آئے۔ جنت آشیانی نے بیرم خاں ترکمان کے پاس فتحنامہ قلمبندھا میں روانہ کیا اور اس فتح نامے کے حاشیہ پر اپنی طبع آزمائی کا نظم اپنے خاص قلم سے لکھی۔ اس کے علاوہ بیرم خاں کے دروہائی کے اظہار کے لیے ایک رباعی بھی اُنہی وقت موزوں کر کے لکھ دی۔ بیرم خاں نے بھی اس رباعی کا مناسب جواب ارسال خدمت کیا۔ چونکہ بیرم خاں ترکمان کو اوزبک کے ہاتھوں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچی ہیں اس لیے جنت آشیانی ۹۵۶ھ میں ہندال میرزا اور سلیمان میرزا کے ساتھ بلخ روانہ ہوئے۔ کامران اور عسکری میرزا نے اس وقت بھی مخالفت کی اور بادشاہ کی خدمت میں نہ حاضر ہوئے۔ اگرچہ اس بات کا توئی اندیشہ تھا کہ بادشاہ کی عدم موجودگی میں کامران کابل میں پھر کوئی تازہ فتنہ برپا کرے گا لیکن جنت آشیانی نے اپنے ارادے کو ملتوی نہ کیا اور بلخ کے اطراف میں پہنچ گئے۔ شاہ محمد سلطان اوزبک تین ہزار سواروں کے ساتھ مقابلے میں آیا اور بادشاہ کے مقابلے میں صف آرا ہو کر اُس روز بلا فتح و شکست کے واپس گیا۔ دوسرے دن بیرم محمد خاں اور عبدالغریز خاں ولد عبداللہ خاں اور خضار کے فرمانروا جو شاہ محمد کی مدد کو آئے تھے شاہ محمد کے ساتھ قریب تیس ہزار سواروں کے ہمراہ بادشاہ کے مقابلے میں آئے۔ سلیمان میرزا۔ ہندال میرزا اور حاجی محمد سلطان اہل نے انھیں شکست دی۔ بیرم محمد خاں اوزبک یہ حال دیکھ کر مع اپنے ہمراہیوں کے غروب آفتاب کے وقت شہر میں داخل ہو گیا۔ چغتائی لشکر کامران کے نہانے سے اپنے اہل و عیال کے بارے میں فکرمند تھا۔ جس رات کی صبح کو آئین جنگ کے موافق بلخ کو فتح ہونا چاہیے تھا اسی شب تمام فوج نے جمع ہو کر بادشاہ سے

عرض کیا کہ بلخ کے آب و ہوا کو عبور کرنا مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ وہاں کی طرف چل کر لشکر کے لئے کوئی مضبوط جگہ انتخاب کی جائے اور اہالیان بلخ کی دہلیز کے بغیر طے شہر پر قبضہ کر لیں۔ سپاہیوں نے اس بارے میں بید اصرار کیا اور جنت آشیانی نے مجبوراً کچھ کیا۔ درہ کرکابل کی سمت واقع ہے۔ دوست دشمن اس فوجی مشورہ سے آگاہ نہ تھے اور سب یہ سمجھے کہ بادشاہ کابل کو واپس چارہا ہے ہر شخص جلد سے جلد کابل روانہ ہو گیا۔ اذربکوں کو ہمت ہو گئی اور انھوں نے شاہی لشکر کا تعاقب کیا۔ اذربک سپاہ نے سلیمان میرزا اور حسن علی سلطان کو جو لشکر کی محافظت کے لئے فوج کے پس پشت تھے مغلوب کر کے بادشاہی لشکر تک پہنچ گئے جنت آشیانی نے پلٹ کر ایک شخص کو جو سب سے آگے تھا اپنے ہاتھ سے نیزہ مار کے گھوڑے کے نیچے گرا دیا۔ ہندال میرزا تروی بیگ اور تولک خاں قوچین نے بھی واد مردانگی دینے میں کوئی کمی نہیں کی لیکن چونکہ چغتائی فوج ادھر ادھر براگندہ ہو چکی تھی کچھ کار براری نہ ہوئی۔ جنت آشیانی کامران میرزا کے دغیہ کئے لئے کابل روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے کامران میرزا کے بہترین ہی خواہ مسی علی بیگ کو میرزا کا مخالف بنایا اور سلیمان میرزا اور ہندال میرزا کو کشم اور قندھار سے کامران کے سر پر روانہ کیا۔ میرزا نے ارادہ کیا کہ سامان بادشاہی کو خاک میں ملا کر ضحاک اور بامیان کے راستے سے ہزارہ میں پہنچے اور وہاں سے سندھ کی راہ لے۔ جنت آشیانی نے ایک گردہ کو میرزا کا سردار مقرر کیا۔ قراچہ خاں اور قاسم حسین وغیرہ نے جو بادشاہ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے تھے میرزا کامران کو خفیہ پیغام بھیجا کہ شاہی لشکر کا بہترین حصہ ضحاک اور بامیان جا چکا ہے تمہیں چاہیے کہ کوئل تپاق کے راستے سے ہمارے پاس آجاؤ اور ہمیں اپنا ہی بی خواہ سمجھو۔ میرزا نے ان لوگوں کے کہنے پر عمل کیا اور بامیان کو چھوڑ کر تپاق پہنچا۔ جنت آشیانی بھی تپاق میں آئے اور قراچہ خاں اور اس کے ہمراہی لڑائی کے وقت میرزا سے جا ملے۔ جنت آشیانی صرف تھوڑے ہی آدمیوں سے ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے۔ اور پرمختہ ختمہ اور احمد ولد میرزا علی معرکہ میں کام آئے اس لڑائی میں بادشاہ کے سر پر زخم لگا

اور سواری کا گھوڑا بھی مجروح ہوا اور جنت آشتیانی نیزہ کی ضرب سے دشمنوں کو اپنے پاس سے دور کرتے تھے۔ بادشاہ نے ضحاک اور ہاسیان کی راہ لی اور کابل پر دوبارہ کامران کا قبضہ ہو گیا۔ جنت آشتیانی بدشاہ پہنچے اور ایک قافلے سے جس کے پاس گھوڑے اور اسباب کثرت سے تھا عاریت سے طور پر سامان جنگ لیکر سپاہیوں میں تقسیم کیا اور شاہ بدلیغ۔ تو لک خاں توپین اور مجنون خاں وغیرہ دس آدمیوں کو خبر گیری کے لئے کابل روانہ کیا لیکن سوا تو لک خاں کے اور کوئی واپس نہ آیا۔ بادشاہ کو اپنے قدیم نوکروں کی بیوفائی پر بڑا تعجب ہوا سلیمان میرزا ابراہیم میرزا اور ہندال میرزا اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ اور جنت آشتیانی نے پانچویں دن کابل کا رخ کیا۔ میرزا کامران بھی آگے بڑھا اور دریائے پنجسر کے کنارے شاہی لشکر کے مقابلے میں صف آرا ہو کر میدان لڑ گیا۔ میرزانے سر اور ڈاڑھی کے بال موڑ ڈال لئے اور قلعندروں کا بیس بدل کر کوہ ہندو کش اور لغمان کے داعش میں پناہ گزیں ہوا۔ فرار کے وقت میرزا عسکری گرفتار ہوا اور قراچہ خاں مارا گیا جنت آشتیانی کامیاب و بامراد کابل میں داخل ہوئے اور پورا ایک سال عیش و آرام میں بسر کیا۔ اس زمانے میں پھر کچھ من چلے سپاہی کامران میرزا کے گرد جمع ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ ایک نہر پانچ سو آدمیوں کی جمعیت اُس کے پاس ہو گئی۔ حاجی محمد خاں اور بابا تشق بھی بلا اجازت غزنی چلے گئے۔ جنت آشتیانی نے بھی سامان جنگ درست کر کے کامران میرزا پر لشکر کشی کی۔ کامران میرزا ہندی غلیل اور داؤد زئی افغانوں اور لغمانات کے سرداروں کے ساتھ سندھ کی طرف بھاگا اور بادشاہ کابل میں داخل ہوئے میرزا کامران دوبارہ افغانوں کے پاس آیا اور بھرتہ خداد برہا کرنے لگا۔ جنت آشتیانی نے دوبارہ اُس پر لشکر کشی کی اور بیرم خاں ترکمان کو لکھا کہ غزنی پہنچ کر حاجی محمد کا علاج کرے۔ حاجی محمد نے کامران کو پینا مہیا کر کے طرح مٹھن جو غزنی پہنچو میں تمہارا مطیع اور فرمانبردار ہوں۔ میرزا جو لغمان سے پشاور بھاگ آیا تھا غلبش اور گرد زری راہ سے غزنی روانہ ہوا۔ قبل اسی کے کہ کامران غزنی پہنچے بیرم خاں موقع پر پہنچ کے حاجی محمد خاں کو زہری سے سمجھا بھاگ کر کابل سے لے کر ہاچکا تھا۔

کامران مجبوراً پیشیاور واپس آیا اور جنت آشیانی بھی کابل واپس آئے حاجی محمد خاں
خوف زدہ ہو کر دوبارہ غزنی چلا گیا اور بیم خاں اُسے دلاسا دیکر پھر کابل
میں لایا۔ اس زمانے میں جنت آشیانی نے میرزا عسکری کو جو کامران کا قیدی بھائی
تھا میرزا سلیمان کے پاس بھیجا تاکہ عسکری کو بلخ کے راستے سے مکہ معظمہ روانہ
کر دے۔ عسکری میرزا نے اس وادی میں جو شام اور مدینہ منورہ کے درمیان
واقع ہے ۹۶۱ھ میں وفات پائی عسکری میرزا نے ایک بیٹی یا دو کار چھوڑی
جس کو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے یوسف خاں شہیدی کے ساتھ بیاہ
دیا۔ کامران میرزا کے سر سے سلطنت کا سودا نکلتا تھا اور میرزا افغانوں میں
رہ کر لشکر جمع کرنے کی تدبیر کر رہا تھا جنت آشیانی نے پہلے حاجی محمد خاں کو جو
سارے فساد کی جڑ تھا تہ تیغ کیا اور اُس کے بعد میرزا کی بیٹیہ کے لیے روانہ
ہوئے۔ خیبر کے نواح میں میرزا نے افغانوں کے ایک گردہ کے ساتھ
ماہ ذی قعدہ ۱۰۵۵ھ کی رات کو شاہی لشکر پر شیون مارا۔ ہندال میرزا شہید ہوا
اور ناسعادت مند میرزا کو بھائی کے مارے جانے کی خبر ہوئی اور ناکام واپس گیا
اور پھر افغانوں میں جا ملا جنت آشیانی نے میرزا کی بیٹی رقیہ سلطان بیگم کو
معہ ہندال میرزا کے سارے جاہ و چشم کے جلال الدین اکبر کو عنایت کر کے
غزنی کو اس کی جاگیر میں عنایت فرمایا اور خود افغانوں کی آبادیوں کی طرف بڑھے
اس مرتبہ بادشاہ نے ہمدانی اور خلیل زئی افغانوں کو قتل اور تاراج کر کے انھیں
بہت زیادہ ذلیل اور خوار کر دیا۔ افغانوں نے دیکھا کہ سوا نقصان اور خرابی کے
اور انھیں کچھ حاصل نہیں ہے ناچار میرزا کامران سے علیحدہ ہو گئے۔ کامران نے
مجبوراً ہندوستان کی راہ لی اور سلیم شاہ سور کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے لگا۔
سلیم شاہ نے کامران کے ساتھ برابر اتار دیا کامران کو معلوم ہوا کہ سلیم شاہ اُس کو
قید کر لیا چاہتا ہے۔ کامران سلیم شاہ کے پاس سے بھاگا اور راجہ نگر کوٹ کے
پاس پناہ گزیں ہوا۔ سلیم شاہ کامران کو خود مدعی سلطنت جانتا تھا اس لیے
اس نے پنجاب کے راجاؤں پر لشکر کشی کی۔ کامران خوف کے مارے نگر کوٹ
سے بھی بھاگا اور سلطان آدم کھٹک کے دامن میں اس نے پناہ لی۔ اتفاق سے

اسی زمانے میں میرزا حیدر دو غلات نے کشمیر کے زمینداروں کی کسبش کی شکایت
جنت آشیانی سے کر کے بادشاہ سے اپنی مدد کے لیے آنے کی درخواست
کی تھی۔ جنت آشیانی دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان میں وارد ہوئے۔
سلطان آدم نے ڈر کر میرزا پر پیرہ بٹھایا اور بادشاہ کو حقیقت حال کی اطلاع کی
جنت آشیانی نے منعم خاں کو سلطان آدم کے پاس بھیجا اور منعم میرزا کا مران کو
لے آیا۔ اس وقت تمام چغتائی رئیسوں نے جو میرزا کے نفاق اور نت نئے فتنے
اور فساد سے بالکل بیزار تھے بادشاہ سے عرض کیا کہ چغتائی قوم کی عزت اور
حرمت اب اسی میں ہے کہ کامراں میرزا کا کام تمام کیا جائے۔ جنت آشیانی
اپنے فطری رحم اور مروت سے میرزا کے قتل پر راضی نہ ہوئے لیکن امیروں کی
ولجوبئی کے لیے حکم دیا کہ میرزا کی آنکھ میں لوہے کی سلاخی پھیر دیا گئے محمومن فرخجوی
نے کامراں کے نابینا ہونے کی تاریخ یہ نکالی کہ چشم پوشید زبیدا سپہر جنت آشیانی
بھی میرزا سے ملنے گئے اور میرزا نے چند قدم استقبال کر کے سعدی کا یہ قطعہ پڑھا
ز قدر و شوکت سلطان نہ گشت چیزے کم بوز التفات بہ عزت سرلے دہقانے
کلاہ گوشہ و متقاں بہ آفتاب رسیدہ کہ سایہ بر سرش انداخت چو تو سلطانے
جنت آشیانی پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ بات تک نہ کر سکے۔ بادشاہ وہاں
سے اٹھے اور افسوس کہتے ہوئے واپس آئے۔ میرزا کامراں نے حج کی
اجازت لی اور سندھ کے راستے سے مکہ معظمہ پہنچا اور اپنی زوجہ کو بھی جو
میرزا شاہ حسین ارغوں کی بیٹی تھی اپنے ساتھ لے گیا۔ مرزا کامراں مکہ معظمہ پہنچا اور
تین حج کرنے کے بعد گیا رہوئیں ذی الحجہ ۹۶۱ھ کو اُس مقدس مقام میں فوت
ہوا اور محلہ نر کے میں دفن کیا گیا۔ میرزا کامراں نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا
یا دگار چھوڑے۔ بیٹے کا نام ابوالقاسم میرزا تھا۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے
ابوالقاسم میرزا کو ۹۶۱ھ میں گواہیار کے قلعے میں قید کیا جب اکبر نے خان زماں پر
فوج کشی کی تو بادشاہ کے اشارے سے ابوالقاسم میرزا قتل کیا گیا۔ ابوالقاسم نے
قتل کے وقت اپنا نظم کیا ہوا مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔
فلک بگشتن من این قدر شباب مکن بچو خواہم از تمت مردن اضطراب مکن

کا مراں میرزا کی ایک بیٹی میرزا ابراہیم حسین بن سلطان محمد کی زوجہ تھی۔ اس حکیم کے بطن سے ایک بیٹا منظر حسین میرزا پیدا ہوا۔ کامراں کی دوسری بیٹی عبد الرحمن بن گل کے عقد میں دی گئی اور دوسری بیٹی کا کالج شاہ فخر الدین مشہدی رضوی کے ساتھ کر دیا گیا۔ مختصر یہ کہ جنت آشیانی کو کامراں میرزا کے فقہانوں سے اطمینان ہوا اور بادشاہ نے ارادہ کیا کہ کشمیر پر دھاوا کر کے اُسے اپنے قبضے میں کرے۔ اس زمانے میں سلیم شاہ پنجاب پہنچ چکا تھا اس لیے جنتی امیروں نے بادشاہ کی اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور کہا کہ ہمارے کشمیر پہنچنے سے بعد اگر افغانوں نے ہر طرف سے گھیر کر تمام راستے بند کر دیے تو بڑی مشکل پیش آسکی۔ بادشاہ نے امیروں کی اس رائے ناپسند کیا اور کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ امیروں نے یہ خوش طبعی کی کہ بادشاہ کا ساتھ نہ دیا اور کابل روانہ ہو گئے۔ جنت آشیانی نے بھی ناچار ہو کر کابل کا رخ کیا اور دریائے نیلاب کو پار کر کے بگرام کا قلعہ تعمیر کیا اور قلعہ کی حکومت سکندرخاں اوزبک کے سپرد کر کے خود کابل روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے شانہزادے جلال الدین اکبر کو جلال الدین محمود وزیر کے ہمراہ غزنی روانہ کیا۔ ۹۶۱ھ میں شانہزادہ محمد حکیم میرزا کابل میں پیدا ہوا۔ اس شانہزادے کا حال جلال الدین اکبر بادشاہ کے اوقات کے ضمن میں کیا جائیگا اسی سال مفسد و مکی شرارت سے بادشاہ کا مزاج بیرم خاں ترکمان سے برگشتہ ہو گیا اور یہ خیال کر کے کہ کہیں مذہبی موافقت کی وجہ سے قزلباشوں سے نمل جائے بادشاہ نے قندھار پر یورش کرنے کا ارادہ کیا اور غزنی کے راستے سے قندھار پہنچا۔ بیرم خاں ترکمان اس الزام سے بالکل بری تھا اور اُسے اس معاملے کی کچھ خبر نہ تھی۔ جنت آشیانی کی آمد کی خبر سن کر پانچ یا چھ مہتمد امیروں کے ساتھ بادشاہ کے استقبال کے لیے آیا اور بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہو کر تحفے بادشاہ کے حضور میں پیش کیے جنت آشیانی پر ظاہر ہو گیا کہ جو کچھ دشمنوں نے بدگوئی کی تھی وہ محض افتراء اور بہتان تھا۔ بادشاہ نے بیرم خاں کی دلجوئی کے لیے دو مہینے کابل قندھار میں عیش و عشرت کے ساتھ بسر کیے۔ جنت آشیانی نے افتراء واز گردہ کی تنبیہ اور انھیں ملامت کی اور بیرم خاں کو طع طرح کی عنایتوں اور ہدایات

سرفراز فرمایا۔ بیرم خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ تندرہا کی حکومت منعم خاں یا کسی دوسرے محمد کے سپرد کی جائے اور بیرم کو بادشاہ اپنے ساتھ رکھے۔ جنت آشیانی نے بیرم خاں کی یہ درخواست قبول نہ کی لیکن چلتے وقت بیرم کی گزارش کے مطابق بہادر خاں برادر علی قلی خاں سیستانی کو زمین وادریں جاگیر عنایت کر کے اُس کو وہیں چھوڑا اور خود کابل واپس آئے۔ اس دوران میں آگرہ اور دہلی کے بعض بھی خواہوں کی عرضیاں جنت آشیانی کے ملاحظہ سے گزریں جن کا مقصود یہ تھا کہ سلیم شاہ نے وفات پائی اور افغانی امیر اور سردار ایک دوسرے کے دشمن اور مخالف بن کر آپس ہی میں تلوار چلا کر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں یہی وقت ہے کہ بادشاہ اپنے موروثی ملک کی طرف توجہ کریں اور سلطنت کو اپنے قبضے میں لائیں۔ جنت آشیانی کے پاس ملک ہندوستان پر لشکر کشی کرنے کا سامان نہ تھا بادشاہ یہیہ فکر مند ہوا۔ ایک روز سیر و شکار کے اثناء میں جنت آشیانی نے اپنے چند معتبر امیروں سے کہا کہ میں سفر ہندوستان کے لئے اس طرح شگون لیتا ہوں کہ پہلے تین شخص جو سامنے سے نظر آئیں اُن کے نام پوچھ کر انھیں کے ناموں سے اس سفر کی فال نکالتا ہوں پہلے جو شخص کہ سامنے آیا اس کا نام پوچھا گیا اور معلوم ہوا کہ اس کا نام دولت خواجہ چند قدم چلنے کے بعد دوسرا دہقانی ملا اور اس کا نام دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُسے مراد خواجہ کہتے ہیں جنت آشیانی نے کہا کہ کیا خوب ہوتا اگر تیسرے شخص کا نام سعادت خواجہ ہوتا۔ چند قدم اور آگے بڑھنے کے بعد تیسرا آدمی ملا اور اتفاق سے اس کا نام سعادت خواجہ تھا۔ جنت آشیانی اس نیک شگون سے بہت خوش ہوئے اور اس واقعہ کو ایک طرکعی غیبی بشارت سمجھے اور باوجودیکہ بادشاہ کے ساتھ چند ہزار سواروں سے زیادہ نہ تھے اور افغانوں کی فوج میں لاکھ یا دو لاکھ سواروں کی ایک بہت بڑی جمیعت تھی ہندوستان کے سفر پر تیسرا ہو گئے۔ جنت آشیانی نے شاہزادہ محمد حکیم میرزا کو منعم خاں کی اتالیقی میں کابل میں چھوڑا اور خود ماہ صفر ۹۶۲ھ میں ہندوستان روانہ ہوئے۔ بیرم خاں ترکمان بھی اپنے بہادروں اور جنگ آزمودہ سپاہیوں کے ساتھ جو سب کے سب اُس کے

خاندانی ملازم تھے شاہی فرمان کے موافق جنت آشتیانی سے پیشااور میں آکر مل گیا۔ بادشاہ نے دریا کے سندھ کو عبور کر کے بیرم خاں کو سید سالار کی کا عہدہ عطا کیا۔ اور خضر خاں۔ تردی بیگ خاں۔ سکندر سلطان اور علی قلی ہستانی اور دوسرے نامی امیروں کو بیرم کے ساتھ کر کے اس گروہ کو بظور مقدمہ لشکر کے آگے روانہ کیا۔ تاتار خاں افغانی خیر شاہی قلعہ رہتاس کا حاکم اپنے کو مد مقابل نہ بھکر دلی روانہ ہو گیا اور جنت آشتیانی سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے لاہور پہنچے۔ افغانی امیر جولاہر کے محافظ تھے بلا لڑے ہوئے فرار ہو گئے اور جنت آشتیانی بلا کسی زحمت کے شہر میں داخل ہوئے اور بیرم خاں ترکمان اپنے ہمراہی امیروں کے ساتھ سرحد پہنچا اور اس نواح پر بلا شمشیر و نیزہ قابض ہو گیا۔ سرحد کی رعایا اور زینداروں نے بیرم کی اطاعت قبول کی اس دوران میں معلوم ہوا کہ افغانوں کا ایک گروہ شہان خاں اور نصیر خاں کی ماتحتی میں دیبا پور میں جمع ہے اور قندہ اور فساد کا ارادہ رکھتا ہے۔ جنت آشتیانی نے شاہ ابوالعالی کو جو ترند کا سید اور بادشاہ کا منہ بولا بیٹا تھا۔ علی قلی خاں سیستانی کے ہمراہ ان افغانوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ شاہ ابوالعالی نے افغانوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور ان کے مال اور اہل و عیال کو غارت کر کے واپس آیا۔ سکندر شاہ نے تاتار خاں اور ہلیت خاں افغان کو تیس ہزار سواروں کے ہمراہ چغتائیوں سے لڑنے کے لئے بڑے ساز و سامان سے روانہ کیا۔ بیرم ترکمان دشمن کی کثرت سے بالکل نہ ڈرا اور دریائے ستلج کو عبور کر کے ان افغانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ بیرم خاں غروب آفتاب کے وقت بجواڑہ کے کنارے دشمن کے لشکر کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ جاڑے کا زمانہ تھا اور افغانوں نے بہت سی آگ اپنے خیموں کے گرد و دشمن کی اور ہوشیاری اور بیداری کے ساتھ دشمن کو دیکھتے رہے۔ بیرم خاں یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور بغیر اس کے کہ کسی کو اس واقعہ سے آگاہ کرے اپنے ایک ہزار خاصہ کے سواروں کے ساتھ دشمن کے لشکر کے کنارے پہنچا۔ افغانوں کا لشکر ان کی روشنی میں دور سے دکھائی دیتا تھا بیرم خاں نے دشمن پر تیروں کی پوچھا شروع کر دی۔ افغانی اس خونریز بارش سے پریشان ہو گئے اور

اپنی فطری کم عقلی کی وجہ سے آگ کو اور زیادہ شعل کرنا اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے
افغان سپاہیوں نے لشکر کی تمام سوکھی لکڑیوں کے گٹھے اور چانوروں کا چارہ
سب کا سب ایک بارگی آگ کے اندر کر دیا۔ مغلوں کو اس واقعے سے اور زیادہ
تقویت ہوئی اور افغانوں پر تیروں کی بوجھاریں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا۔ اس
درمیان میں علی قلی سیدستانی اور دوسرے چند سردار بیرم کی ہم سے واقف ہو گئے
اور جلد سے جلد سب سالار سے جا ملے یہ سردار بھی ترکمانوں کے ساتھ تیر اندازی
میں مشغول ہوئے۔ افغانی سپاہی پریشان لڑائی کے بہانے سے سوار ہوئے اور
اپنے لشکر سے باہر نکلتے ہی سیدھے دہلی روانہ ہو گئے۔ افغانی سپاہ کے ہر دستے
نے مختلف راہ اختیار کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی اجتماعی قوت پر آگندہ ہو گئی
تاتار خاں اور ہیبت خاں نے تھوڑی دیر تو لشکر گاہ میں قیام کیا لیکن جب اپنے
لشکر میں پوری اتبری دیکھی تو امیر بھی گھوڑے ہاتھی اور دوسرے لڑائی کے ساز و سامان
میدان جنگ میں چھوڑ کے بجائے مغلوں نے اپنے افغانی حریفوں کا مال و اسباب
خوب خوش ہو کے تباہ و تاراج کیا اور اس فتح سے بید مسرور ہوئے۔ بیرم خاں نے
ہاتھی تو جنت آشیانی کی خدمت میں لاہور بھیج دیے اور خود پاچہ وارہ میں قیام کیا۔
بیرم نے اور دوسرے چغتائی امیروں کو اپنے پہلے روانہ کیا ان امیروں نے
دہلی کے نواح کو اچھی طرح تاخت و تاراج کر کے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔
بادشاہ اس فتح سے بید خوش ہوئے اور بیرم خاں کو خان خانان اور یار وفادار
اور ہدم نگار کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ جنت آشیانی نے بیرم کے تمام
ادنیٰ و اعلیٰ شریف و ذلیل ترکی و تاجکی نوکر دل کو یہاں تک کہ شاگردیشہ تک
کے نام شاہی دفتر میں لکھوا کے ان کا رتبہ بہت بلند کیا۔ ان بیرونی ملازموں میں
بہت سے ہوشیار جوان آئندہ اپنے زمانے کے خاں و سلطان بنکے دنیا کے
سب سے مشہور بہادر سمجھے گئے۔ سکندر شاہ نے ہیبت خاں اور تاتار خاں کی
شکست کے بعد افغانوں سے یک دلی اور اتحاد قائم رکھنے کی شدہ قسمیں لیں اور
اسی پر اسواروں اور بہت سی توپوں اور جنگی مست ہاتھیوں کے ساتھ مغلوں سے
لڑنے کے لیے پنجاب روانہ ہوا بیرم خاں ترکمان نوشہرہ پہونچا اور اُس نے شہر کو

خوب مضبوط اور مستحکم کیا۔ سکندر شاہ بھی نوشہرہ کے حوالی میں آکر تھوڑے سے فاصلے سے
 مقیم ہوا۔ بیرم خاں نے ایک عریفہ جنت آشیانی کی خدمت میں لاہور روانہ کیا اور
 بادشاہ سے نوشہرہ آنے کی استدعا کی۔ جنت آشیانی لاہور سے روانہ ہوئے نوشہرہ
 پہنچے اور قلعہ میں قیام فرمایا۔ چند روز تو فریقین کے جانناز میدان جنگ میں
 مردانگی کے جوہر دکھاتے رہے لیکن آخر کار ماہ رجب کی چاند رات ۱۱۱۱ھ کو جب
 شاہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کی قراولی کا دن تھا افغانوں نے صفیں آرات کر کے
 جنگ سلطانی کی تیاریاں کیں چغتائی سپاہی بھی لڑنے کے لیے آمادہ ہو کر شہزادہ کی
 ملازمت میں حاضر ہوئے ایک طرف بیرم خاں ترکمان اور اس کے مددگار سپاہی اور
 دوسری طرف سکندر خاں۔ عبداللہ خاں اور بیک شاہ ابوالمعالی علی قلی خاں سیستانی
 بہادر خاں تردی بیک خاں وغیرہ نے جنگی آئین جنگ کے موافق دشمن پر حملہ
 کیا اور ایسی شجاعت اور مردانگی دکھائی جو اگر مبالغہ نہ ہو تو انسانی طاقت سے
 بالکل بعید ہے اور خدا کی مدد سے افغانوں کو فاش شکست دیکر دشمن کو سامنے
 سے بھگا دیا۔ سکندر شاہ کو ہتھان سوا لک کی طرف بھاگا۔ جنت آشیانی نے
 سکندر خاں اور بیک اور سلطنت کے دوسرے افسران کو دہلی اور اگر سے
 روانہ کیا ان امیروں نے ان شہروں پر قبضہ کیا۔ جنت آشیانی نے ابوالمعالی کو
 پنجاب کی حکومت دے کر سکندر خاں کے دفعیہ کے بیٹے مامور کیا اور خود رمضان
 کے بیٹے میں دہلی پہنچ کر خدا کی عنایت اور مدد سے دوبارہ تخت پر وستان چلوں
 فرمایا۔ جنت آشیانی نے بیرم خاں کو جاگیر کے علیہ اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز
 کیا۔ تردی بیک خاں کو حاکم دہلی اور سکندر خاں کو صوبہ دار اگرہ مقرر کیا
 علی قلی خاں سیستانی بھٹل اور میرٹھ کی حکومت کا فرمان لے کر اپنے صوبہ کو روانہ ہوا
 بیرم خاں نے اس فتح کی تاریخ میں مندرجہ ذیل رباعی نظم کی۔

نشی خرو طالع میوں طلبیہ انشاے سخن ز طبع موزوں طلبید

تحریر چو کو فتح ہندوستان را تاریخ ز شمشیر ہمایوں طلبید

چونکہ شاہ ابوالمعالی اپنے معین اور مددگار امیروں کی قمر و آفتاب مدد نہیں کرتا تھا
 اس لیے سکندر شاہ اور روز بروز قوی اور طاقت ور ہوتا جاتا تھا۔ جنت آشیانی نے

سیرم خاں کو شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر کا آلتیق بنا کر خان خاں کو سکندر شاہ کی سرکوبی کسے یئے شاہزادہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اسی دوران میں ایک شخص مسیحی قبر دیوانہ نے سنبھل میں سر اٹھایا اور میان و آب کے ملک کو غارت اور تباہ کرنے لگا۔ علی قلی خاں قبر کی سرکوبی کے یئے پہونچا اور اس کا سر کاٹ کر پانچویں ربیع الاول ۱۰۱۳ھ کو بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اسی ربیع الاول کی ساتویں تاریخ کو جنت آشیانی کتابخانہ کے کوٹھے پر چڑھے اور تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر نیچے اترنے لگے بادشاہ نے ایک زینہ طے کیا تھا کہ موزن نے نسا زکی اذان دی۔ جنت آشیانی تعظیم بانگ اور اذان کا جواب دینے کے یئے دوسرے زینے پر بیٹھ گئے۔ ختم اذان کے بعد بادشاہ لاٹھی کا سہارا لیکر اپنی جگہ سے اٹھے لیکن تھنائے الہی سے لاٹھی دگمگا کر ہاتھ سے چھوٹی اور بادشاہ بھی زینے سے زمین پر گر پڑے۔ خدام جو قریب کھڑے تھے بدحواس ہو کر جنت آشیانی کو عین غشی کی حالت میں مجلس کے اندر لے گئے تھوڑی دیر کے بعد مزاج کچھ سنبھلا اور بادشاہ نے باتیں بھی کیں طبیعوں نے علاج شروع کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اور گیارہویں ربیع الاول ۱۰۱۳ھ کو غروب آفتاب کے وقت بادشاہ نے دنیا سے رحلت کی جنت آشیانی کی وفات کا تاریخی مصرعہ یہ ہے۔

ہمایوں بادشاہ از بام اُفتاد

بادشاہ نئی دہلی میں دیائے جنا کے کنارے دفن کیا گیا سترہویں جنت آشیانی کی قبر پر گنبد تعمیر کیا گیا۔ ہمایوں نے پچیس سال حکمرانی کی جس میں کابل اور ہندوستان دونوں ممالک کے عہد حکومت داخل ہیں۔ جنت آشیانی فطری طور پر پہاڑ تھے سخاوت اور عروت اس بادشاہ کی سرشت میں داخل تھیں۔ ہمایوں کو علم ریاضی میں بہت اچھی مہارت تھی۔ یہ بادشاہ ہمیشہ عالموں اور فاضلوں کی صحبت کو پسند کرتا تھا اور اس کی مجلس میں سوا علمی تذکروں کے اور کوئی ذکر نہ ہوتا تھا جنت آشیانی ہمیشہ با وضو رہتے تھے۔ اور بلا وضو نہ اکانا کبھی نہیں لیتے تھے۔ ایک دن بادشاہ نے میر عبدالحی صدر کو عبدالکھنیکارا اور اس کے بعد وضو کر کے اُن سے کہا کہ مخاطب کے وقت میں با وضو نہ تھا اور چونکہ جی نام خدا ہے اس یئے میں تمہیں تمہارے

پورے نام سے نہ پکار سکا۔ ہمایوں کا قد میانہ اور رنگ گندم گول تھا۔ بادشاہ خفی المذہب تھا لیکن کامراں میرزا اور دوسرے چغتائی امیر جنت آشنائی کو ہمیشہ شیعہ سمجھتے رہے۔ ان امیروں کی بدگمانی کا سبب یہ تھا کہ شاہزادگی کے زمانہ سے عراقی اور خراسانی شیعہ بادشاہ کے گرد جمع تھے۔ اور ہمایوں ان سب کی پوری خاطر داری کرتا تھا اس کے علاوہ جنت آشنائی کا رشتہ طریق بیرم خاں ترکمان بھی امامیہ مذہب کا شیدائی تھا۔ ہمایوں نے اپنے عہد حکومت کے زمانے میں سب سے قریب باشوں اور عراقیوں کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کر کے ان کو اراکین سلطنت کے گروہ میں داخل کیا لیکن دراصل جنت آشنائی سنی المذہب تھے۔ اس بادشاہ کے اشعار بھی جیتہ جبتہ کتابوں میں نظر آتے ہیں چنانچہ ہمایوں کے چند مشہور شعر مندرج ذیل ہیں۔

(۱) اگر بے پرش عشاق می بند قدمے ہزار جان گرامی ندائے ہر قدمت

(۲) حقا کہ جو ہمایوں در حال وصل بخود با دوست در کایت از خوش رستہ بوم

(۳) داغ عشق تو جبین من مست بود خاتم اعل تو گلین من مست

ہر گنج شاہ و شہر پارے بود پو این زماں بندہ مکین من مست

بادشاہ جم جاہ ابو المظفر علامہ شیخ ابو الفضل برادر شیخ فیضی نے اس عالی جاہ فرمانروا کے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ تمام حالات اور واقعات کو اکبر نامہ میں جو ایک لاکھ اور ایک ہزار سطروں کا مجموعہ ہے منسلک تحریر کیا ہے سوچ فرشتہ

جس کا مقصد اختصار نویسی ہے اسی کتاب کا خلاصہ اپنی

تاریخ میں درج کرتا ہے۔ جس وقت ہمایوں بادشاہ کوٹھے سے گر کر صاحب فراش ہوا ارکان دولت اور افسران سلطنت نے دربار کے ایک مہتمم امیر شیخ جولی کو ہمایوں کے احوال سے مطلع کرنے کے لیے جلد سے جلد پنجاب روانہ کیا۔ شیخ جولی نے کلانور میں اکبر سے ملاقات کی اور سارا واقعہ مفصل بیان کیا۔ شیخ جولی کے پہنچنے ہی جنت آشنائی کی وفات کی خبر پہنچی اور امیروں نے رسم تعزیت بجالا کر اتفاق رائے سے شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر کو تیرہ برس کے سن میں دوسری بیعہ الثانی سلطنت میں کلانور میں تخت حکومت پر بٹھایا۔ بیرم خاں ترکمان

باوجود منصب سپہ سالاری اور اتالیقی پر فائز ہونے کے کیل السلطنت بھی مقرر
 کیا گیا۔ اور تمام ملکی اور مالی مہات اس کے سپرد کیے گئے۔ بیرم نے تمام ممالک محروسہ
 میں جلوس اکبری کے اطلاعی فرامین روانہ کیے۔ اور سپاہ اور رعیت کی تسکین اور
 تالیف قلوب کے لیے تحفہ جات روانہ داری۔ سلامانہ پیش اور سرانہ تمام قلعوں میں
 معائنہ کر دیا۔ بیرم خاں نے سب سے پہلے شاہ ابوالعالی کو جو بادشاہی مخالفت کا
 دم بھر رہا تھا گرفتار کر کے چاہا کہ ابوالعالی کو تلوار کے گھاٹ اتارے لیکن اکبر جسے
 ہم اس کتاب میں اکثر عرش آشیانی اور کبھی کبھی خاقان اکبر کے نام سے یاد کریں گے
 سید کے قتل پر راضی نہ ہوا اور اس کو قید کرنے کا حکم دیا۔ عرش آشیانی نے سید ابوالعالی کو
 لاہور کے کوتوال مسمیٰ گل گیر کے پاس بھجوادیا۔ ابوالعالی چند روز کے بعد قید خانے
 سے بھاگ گیا اور گل گیر نے انتہائے ندامت میں خودکشی کر لی۔ تردی بیگ خاں نے
 تمام سامان بادشاہی ابوالقاسم میرزا ولد کامراں میرزا کے ہمراہ دہلی سے بادشاہی
 لشکر میں روانہ کیا۔ علی قلی خاں سیستانی حاکم سہل سکندر خاں اور بیک حاکم اگرہ۔
 بہادر خاں حاکم دیبا پور، منعم خاں اتالیق اور محمد عظیم میرزا وغیرہ نے شاہی ملا خط میں
 عریضے روانہ کر کے اپنی اپنی خیر خواہی اور خلوص عقیدت کا اظہار کیا۔ ان واقعات کے
 بعد عرش آشیانی سکندر شاہ کی تباہی کے لیے کوہ سواک کی طرف بڑھے۔ ایک
 خوزیر لڑائی کے بعد سکندر شاہ سواک کے کوہستانوں میں جا چھپا۔ دہلی چند روز تک
 خدمت میں حاضر ہو کر شاہی غنائیوں سے سرگراز ہوا۔ اور اس کی موروثی جاگیر
 اس کے نام بحال رہی۔ بارش کی کثرت نے عرش آشیانی کو آگے نہ بڑھنے دیا
 بادشاہ نے مجبوراً تھوڑے دنوں جالندھر میں قیام کیا۔ اس درمیان میں سلیمان میرزا
 نے موقع پا کر کابل اور بدخشاں پر دھاوا کر دیا۔ سلیمان میرزا کے پہنچے ہی منعم خاں جو
 ایک جنگ آزمودہ امیر تھا قلعہ بند ہو گیا اور حریت کو پس پا کرنے کی تیاریاں کرنے لگا
 خاقان اکبر ان واقعات سے آگاہ ہوئے اور محمد قلی برلاس۔ خان اعظم شمس الدین محمد
 انکہ اور خضر خان کو منعم خاں کی مدد کے لیے کابل روانہ کیا ان امیروں میں بعض تو
 قلعہ میں داخل ہو گئے اور بعض سردار قلعے کے باہر ہی ٹھہرے۔ پورے چار مہینے
 ان امیروں نے بدخشاہیوں کے لشکر کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کے ان کو تنگ کر دیا۔

سلیمان میرزا نے منعم خاں کو پیغام دیا کہ اگر خطبے میں میرا نام بھی شامل کیا جائے تو میں اپنے ملک کو واپس جاؤں منعم خاں نے مصلحت وقت کا لحاظ کر کے اس فرما کو قبول کیا۔ سلیمان میرزا کابل سے بدخشاں کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس زمانے میں سلطان عدلی کے وزیر ہیمو بقال نے تیس ہزار سواروں اور پیدوں اور دو ہزار ہاتھیوں کی ایک جرار فوج کے ساتھ آگرہ پر دھاوا کیا۔ سکندر خاں اور بک ہیمو کے مقابلے میں نہ بھیر سکا اور آگرے کو چھوڑ کر دہلی واپس آیا۔ عدلی کا ایک دوسرا نام امیر شادی خاں افغان دریا کے کنارے رہنے لگا۔ اس پر خیمہ زن ہوا علی قلی خاں سیستانی نے جو اس زمانے میں خان زماں کے خطاب سے سرفراز ہو چکا تھا دوسرے کئی امیروں یعنی قاسم خاں، محمد امین اور بابا سعید تنجائی کے ہمراہ تین ہزار عراقی اور خراسانی سواروں کو ساتھ لیکر دریا کے پار پہنچ کر خیمہ زن کیا اور شادی خاں کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔ علی قلی خاں کو شکست ہوئی اور اس کے سپاہی کچھ تو معرکہ جنگ میں کام آئے اور اکثر دریا کو عبور کرتے وقت غرق آب ہوئے چنانچہ تین ہزار سواروں میں دوسو تین سو سوار بچے و سالم رہ گئے۔ ہیمو بقال نے آگرے پر قبضہ کر کے دہلی کا رخ کیا۔ تروی بیگ خاں نے تین ہزار قاصدوں کے ذریعہ سے اطراف و جوانب کے امیروں کو اپنے پاس بلایا۔ عبداللہ خاں محل سلطان بخشی۔ علی قلی خاں اندرابی اور میرک خاں کولابی وغیرہ بلاتا خیر دہلی پہنچ گئے۔ علی قلی خاں سیستانی مخاطب بہ خان زماں اور دوسرے معاون امیر بھی دہلی پہنچے مگر نہ تھے کہ تروی بیگ نے جلدی کر کے ہیمو بقال سے معرکہ آرائی شروع کر دی۔ ہیمو بقال فطرتاً بڑا بہادر اور صف شکن تھا اس نے تین یا چار ہزار منتخب سواروں کا ایک دستہ اور چند گواہ پیکر ہاتھیوں کو اپنے ساتھ لیا اور قلب لشکر سے نکل کر تروی بیگ پر جو اپنے مقابل سے لڑنے میں مشغول تھا حملہ آور ہوا۔ ہیمو نے تروی کو پساکر کے دوسرے امیروں کی طرف رخ کیا اور بقیہ امیروں کو بھی معرکہ جنگ سے بھاگا کر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ تروی بیگ وغیرہ شکست خوردہ امیروں نے بجائے اس کے کہ علی قلی خاں سیستانی اور دوسرے امیروں اور سرداروں کے ساتھ ہو کے حریف سے بدلہ لیں یا یہ کہ نواح دہلی میں قیام کر کے بادشاہ سے تازہ مدد کی درخواست کریں

دشمن سے شکست کھا کر نوشہرہ کی راہ لی اور لکھنؤ کو خالی کر کے دشمن کے پہرہ کو دیا۔ علی قلی خاں نے میرٹھ میں یہ خبریں سنیں علی قلی تنہا اُس نواح کو زیر نہ کر سکتا تھا مجبوراً وہ بھی نوشہرہ چلا گیا۔ عرش آشیانی ہالند عمر میں ان تمام واقعات سے آگاہ ہوئے چونکہ اس زمانے میں سوانیخاں کے بقیہ سارا ہندوستان افغانوں کے قبضہ میں آچکا تھا بادشاہ اس واقعہ کو شکر یہی رہنمائی ہوا۔ عرش آشیانی کا سن دس سال ابھی اس قابل نہ ہوا تھا کہ مہات ملی کی ایسی پیچیدہ شکلوں کو آسانی سے سلجھا لیتے بادشاہ نے بیرم خاں ترکمان کو خاں بابا کے خطاب سے سرفراز کر کے بیرم سے کہا کہ میں سلطنت کے تمام ملکی اور مالی کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ جو تمہارے نزدیک مناسب ہو کر اور کسی کام کو میرے حکم پر موقوف نہ رکھو۔ بادشاہ نے بیرم خاں کو خشت آشیانی کی روح اور اپنے سر کی قسم دے کر کہا کہ تمہیں چاہیے کہ اس کام کے انجام دینے میں تم کسی کی دشمنی اور عداوت کا کچھ خیال نہ کرو۔ عرش آشیانی نے تمام امیروں کو صبح کر کے مشورہ کی مجلس منعقد کی یہ معلوم کر کے کہ دشمن کی فوج میں ایک لاکھ سوار موجود ہیں اور شاہی لشکر میں ہزار ہا سپاہیوں سے کچھ زیادہ کی محبت نہیں رکھتا تقریباً تمام امیر کابل واپس جانے پر مائل ہوئے لیکن بیرم خاں ترکمان نے دشمن سے معرکہ آرائی کرنا زیادہ مناسب سمجھا اور خاقان اکبر نے بھی باوجود کم سنی کے بیرم خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور فوراً خواجہ خضر خاں کو جو خود سلطانین محل کی اولاد اور جس کی بی بی گلبدن بیگم فردوس مکانی کی بیٹی تھی حاکم لاہور مقرر کر کے سکندرخاں کے مقابلے کے لیے نافرذ کیا اور خود ہیرو سے معرکہ آرائی کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ نوشہرہ میں شکست خوردہ امیر بھی عرش آشیانی سے مل گئے بیرم خاں نے تروی بیگ کو ایک دن جبکہ بادشاہ شکار میں مشغول تھا اپنے گھر بلایا اور اس کے جرائم پر نگاہ کر کے بلا کچھ کہے نئے سراپردہ کے اندر اپنے سامنے اس کا مظلوم کرادیا۔ بادشاہ نے شکار گاہ میں یہ واقعہ سنا۔ خاقان اکبر شکار سے واپس آئے اور بیرم خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت باوجود تروی بیگ کے سنگین جرم کے اُس کے قتل میں تاہل کرئیے اور کسی سیاسی مجرم کے اتنے بڑے قصور سے ایسے برا شوب زمانے میں جبکہ ایک طرف تو ہیرو سے دشمن کا لشکر

ہمارے قریب نیمہ زن ہے اور دوسری طرف افغان پہاڑی جو صبت شکن تھیں اور جری ہیں اس وقت تقریباً تمام ہندوستان پر چھائے ہوئے ہیں چشم پوشی کرتا ہرگز آئین ہوشیاری کے موافق نہ تھا اس لیے میں نے تروی بیگ کے قتل کا حکم کلم بادشاہ سے حاصل نہیں کیا اور اپنی ذمہ داری پر ایسی جرأت کی کہ اُسے بلاتال تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ عرشِ آہستانی نے بیرم خاں کی صاحبِ رانی کی بچیدار حریت کی اور اس کے عذرات کو قبول کیا۔ معتبر لوگوں سے روایت ہے کہ اگر بیرم خاں تروی بیگ کو قتل نہ کرتا تو چغتائی خاندان کبھی قابو میں نہ آتا اور شیرشاہ کا ساملہ دوبارہ تازہ ہو جاتا۔ اس کے بعد قتلِ امیرزں نے جن میں سے ہر ایک اپنے کو بجائے خود ایک فرمانروا سمجھتا تھا بیرم کے آگے سر جھکایا اور سر نشینی اور نفاق کو سمجھوں نے دل و دماغ سے دور کر کے مالک پر جانِ نثار کرنے کا سحرِ ارادہ کر لیا۔ شاہی لشکرِ نوشہرہ سے دھجلی روانہ ہوا۔ سکندر خاں اوزبک۔ عبداللہ خاں۔ علی قلی خاں اندرابی محمد خاں بابریشی جنوں خاں قاشقال وغیرہ دوسرے امیر علی قلی خاں سیستانی کی ماتحتی میں بطور ہراول کے روانہ ہوئے ان امیرزں کے علاوہ بیرم خاں کے خاصہ کے نوکر حسین قلی بیگ محمد صادق خاں پروانچی۔ شاہ قلی خاں محرم۔ میر محمد قاسم خاں شیناپوری اور سید محمد بارہ وغیرہ بھی ان ہراول امیرزں کے ساتھ ساتھ چلے ہیو بقبال دہلی میں اپنے کو راجہ بکر ماجیت مشہور کر کے غرور کے نشہ میں سرشار خود مختاری کا دھمکے بجا رہا تھا ہیو نے شادی خاں وغیرہ افغان امیرزں کو اپنا گرویدہ بنایا اور کثیر تعداد سپاہیوں کا ایک جڑار لشکر ساتھ لیکر حریف سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ ہیو نے افغان سرداروں کے ایک گروہ کو بہت بڑے سے توڑ کر ان کے ساتھ اکبر کے ہراول سے مقابلہ کرنے کے لیے اپنے آگے روانہ کیا۔ یہ افغانی امیر شاہی تھکر لشکر سے شکست کھا کر پریشان حال واپس ہوئے اور تو بجانہ باطل حریف کے پیروکار تھے۔ ہیو بقبال پانی پت کے نواح میں پہنچا اور ایسے معلوم ہوا کہ چغتائی فوج قریب لگی ہے ہیو نے معتبر ہتھیوں کو اپنے سرداروں میں تقسیم کیا تاکہ یہ امیر ہتھیوں پر سوار ہو کر معرکہ کارزار میں صف آرا ہوں۔ علی قلی خاں سیستانی نے بھی دوسری محرم ۹۷۷ھ روز جمعہ کی صبح کو اپنی صفیں درست کر کے لڑائی کی تیاری کی۔ دونوں طرف سے

جنگ آزمودہ اور بہادر سپاہیوں نے خوب خوب داد مروا لی دی اور اپنی فتح کے لئے جان توڑ کوششیں کیں۔ محفل سپاہی ترویجک کا انجام اپنی آنکھ سے دیکھ چکے تھے اس لئے دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی کے ساتھ میدان جنگ میں اڑے ہوئے تھے۔ اس درمیان میں ہمیں ہوائی نام ایک ہاتھی پر سوار ہوا اور تین یا چار ہزار پختہ کار سواروں کو ساتھ لیکر اپنے قلب لشکر سے جدا ہوا اور خضائی فوج کی اول صف پر حملہ آور ہوا۔ ہمیں نے اس فوج کو درہم برہم کر کے دشمن کے قلب لشکر پر جہاں علی قلی سید تائی کھڑا ہوا تھا حملہ کیا۔ سیرم خاں کے ملازم سب قلب لشکر میں تھے ان بہادروں نے پوری مروا لی دیکھائی اور آلات حرب سے اچھی طرح دشمن کو دفع کر کے لگے اس دوران میں ایک تیرہ سو کی آنکھ میں لگا ہر چند کہ اس تیر سے آنکھ میں کاری زخم نہیں رہا لیکن آنکھ سے خون جاری ہو گیا۔ ہمیں کوئی آنکھ سمرخ ہوتے ہی انفانوں کی نگاہ میں نہ مانہ سیاہ ہو گیا اور میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ ہمیں نے باوجود اس حالت کے تیر آنکھ سے نکالا اور زخم پر رومال باندھ کر بقیہ فوج کے ساتھ مضطر باندھ دھڑا دھڑا صحر حسلہ کرنے لگا۔ اتفاق سے شاہ قلی خاں محرم ہمیں سے دوچار ہوا۔ شاہ قلی خاں کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہاتھی پر کون سوار ہے اس نے فیلباں پر حملہ کیا۔ فیلباں نے اپنی جان بچانے کے لئے شاہ قلی کو ہمیں کے حال سے خبردار کر دیا۔ شاہ قلی اس خوبی سمت سے بید خوش ہوا اور ہاتھی اور فیلباں کو ہمیں بقال کے ساتھ معرکہ جنگ سے گرفتار کر کے ایک کنارہ لایا اور مجرم کو اسی طرح ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ مغلوں نے انفانوں کا تعاقب کر کے ہتھیار لوگوں کو تلوار کے گھاٹے اتارا۔ بادشاہ لشکر سے دو یا تین کوس کے فاصلے پر پیچھے آ رہا تھا شاہ قلی خاں ہمیں کو ساتھ لئے ہوئے عرش آیشانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سیرم خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کو پورا کرنے کی نیت سے بادشاہ خود اس غیر مسلم حربی پر دار کرے خاقان اکبر نے ایک تلوار ہمیں کے سر پر لگائی اور غازی کے لقب سے مشہور ہوئے اس کے بعد سیرم خاں نے اپنے ہاتھ سے ہمیں کا سر کاٹ کر اس کا سر کابل اور جسم دہلی روانہ کر دیا۔ اس زانی میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ ہاتھی مغلوں کے ہاتھ آئے۔

عرش آشیانی دہلی میں داخل ہوئے اور بادشاہ نے ملا پیر محمد شروانی کو جو بیرم خاں کا
 وکیل تھا میوات روانہ کیا۔ غرض یہ تھی کہ شروانی میوات میں اس کے اہل و عیال اور
 خزانہ پر قبضہ کر کے افغانوں کے ایک گروہ کو جو میوات میں مقیم تھا قتل کر کے
 شروانی میوات پہنچا اور اُس نے شاہی حکم کی تعمیل کی۔ اسی دوران میں قزلباشوں
 کے ایک لشکر نے سلطان حسین میرزا بن بہرام میرزا بن شاہ اسماعیل صفوی کی ہاتھی
 میں شاہ ملہا سب کے حکم سے قندھار کے نواح میں بیچکر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ قزلباشوں
 نے قلعے کے سر کرنے میں بڑی کوشش کی اور آخر کار قلعے کو محمد شاہ قندھاری کے
 قبضے سے جو بیرم خاں کا نوکر تھا نکال کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس کے علاوہ
 خضر خواجہ خاں بھی سکندر شاہ سے جنگ کر کے مغلوب ہوا اور دشمن سے شکست
 کھا کر لاہور میں پناہ گزیں ہوا۔ عرش آشیانی یہ سوچ کر کہ عزم جہاں کشائی میں غیر ضروری
 تاخیر نہ کرنی چاہیے سکندر شاہ کی سرکوبی کے لیے خود پنجاب روانہ ہوئے۔ سکندر شاہ
 جو اس وقت کلانور میں تھا دشمن سے مقابلہ نہ کر سکا اور مانکوٹ کے قلعے میں
 جیسے سلیم شاہ نے کھکھروں کے ذہنیہ کے لیے کوہستان کے درمیان ایک بلند
 پہاڑ پر تعمیر کرایا تھا پناہ گزیں ہو گیا۔ عرش آشیانی مانکوٹ گئے اور قریب تین مہینے
 کے اس جگہ قیام کیا۔ اسی زمانے میں عرش آشیانی کی والدہ اور دوسری شاہی
 بیگمات اور امیروں اور سپاہیوں کے اہل و عیال جو اس وقت تک کابل
 میں تھے اُن امیروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہنچے جو نعم خاں کی مدد کو
 گئے ہوئے تھے۔ محمد حکیم میرزا مع اپنی والدہ اور ہمیشہ کے شاہی حکم کے موافق
 کابل ہی میں مقیم رہا اور وہاں کی حکومت بھی محمد حکیم کے نامزد کی گئی۔ نعم خاں حکم نوا
 آتایق مقرر کیا گیا۔ قلند مانکوٹ کے محاصرہ کو چھ مہینے کا زمانہ گزر گیا۔ سکندر شاہ نے
 مجبور ہو کر بادشاہ سے عاجزی کے ساتھ درخواست کی کہ کوئی مستبر اکبری امیر
 اس کے پاس بھیجا جائے تاکہ سکندر شاہ اُس سے اپنا مدعا بیان کر کے شاہی حکم
 کے مطابق عمل درآمد کرے۔ خان اعظم قس الدین محمد خاں ہنگامہ سکندر شاہ کے
 پاس بھیجا گیا۔ سکندر شاہ نے خان اعظم سے کہا کہ کثرت جرم کی وجہ سے میں خود
 بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا لیکن یہ چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے شیخ عبدالرحمن کو

شاہی خدمت میں رحانہ کر کے خود بنگالہ روانہ ہو جاؤں اور اسی کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ اطاعت گزاری میں کوتاہی نہ کروں گا۔ خان اعظم سکندر شاہ کے پاس سے واپس آیا اور جو کچھ اُس نے عرض کیا تھا بادشاہ سے بیاں کیا۔ خاقان اکبر نے سکندر شاہ کی درخواست قبول کی۔ شیخ عبدالرحمن نے رمضان ۹۷۶ھ کو شاہی خدمت میں حاضر ہو کر چند زنجیریں پیش کیں اور سکندر شاہ نے قلعے سے نکل کر بنگالے کی راہ لی عرشِ آشیانی نے قلعہ انگوٹ کی حکومت معتمد درباریوں کے سپرد کی اور خود لاہور روانہ ہوئے۔ راستے میں عرشِ آشیانی کا مزاج بیرم خاں سے کچھ برگشتہ ہو گیا اور بادشاہ نے چند روز سواری ملتوی کر دی۔ ایک دن خاقان اکبر نے دونامی ہاتھیوں کو لڑنے کے لئے میدان میں چھوڑا ہاتھی آپس میں لڑتے ہوئے بیرم خاں کے خیمے کے قریب پہنچ گئے تاشائیوں نے شور و غل سے میدان کو سربراہ اٹھالیا۔ بیرم خاں سمجھا کہ ہاتھیوں کا اس طرح مست لڑتے ہوئے اُس کے خیمے تک پہنچنا بادشاہ کے اشارے سے عمل میں آیا ہے بیرم خاں نے ماہم آنگہ سے کہلا بھیجا کہ اس دولت خواہ کے خیمے کے قریب مست اور غلی ہاتھیوں کے چھوڑنے کا سبب سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر کسی غماز نے میری طرف سے کوئی ناگوار فیہر بادشاہ سے عرض کی ہو اور اس کی وجہ سے مزاج شاہی میں انحطاط پیدا ہو گیا ہو تو اس سے اس ہی خواہ کو مطلع کیا جائے تو باعثِ اتمان ہوگا۔ ماہم آنگہ نے اس کے جواب میں جو کچھ کہ بیان واقعی تھا بیرم سے کہلا بھیجا کہ ہاتھیوں کا اس طرح اس کے خیمے کے قریب پہنچ جانا محض ایک اتفاقی امر تھا نہ کہ کسی اشارے یا سازش کا نتیجہ لیکن بیرم خاں کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی یہاں تک کہ لاہور پہنچ کر خاقان اعظم مس الدین محمد خاں آنگہ سے جس سے بیرم خاں پہلے ہی سے بدگمان تھا اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ خان اعظم نے تم کھا کر کہا کہ اس نے خلوت اور جلوت کسی موقع پر بھی بیرم کی طرف سے بادشاہ کو کبھی ناراض کرنے کے لئے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔ عرشِ آشیانی نے ۱۰ صفر ۹۷۵ھ کو دہلی کا سفر کیا بادشاہ راستے میں شکار پھیلتا ہوا واپس جامادی الثانی کو اپنے مقام پر پہنچا۔ اثناء سفر میں سلیم سلطان بیگم حضرت جنتِ آشیانی کے خواہر زادے سہی میرزا اولی الدین محمد کی

بیٹی کا عقد جانندھریں بادشاہ کے حکم کے موافق بیرم خاں کے ساتھ کر دیا گیا۔ اسی سال امیر الامرائلی قلی سیستانی الخاں طلب بہ خان زماں سے جو شرقی صوبہ کا حاکم اور پٹنہ نری امیر تھا ایک ایسی ناگوار حرکت سرزد ہوئی جس سے بادشاہ کا دل خان زماں سے رنجیدہ ہو گیا۔ خان زماں کا تصور یہ تھا کہ اس نے شاہم بیگ نام ایک نو عمر لڑکے کو اپنے پاس بلایا۔ یہ شاہم بادشاہ کے نوکروں میں داخل تھا اور اس سے پہلے بوجہ ایک خوش رو اور جید جوان ہونے کے جنت آشنائی کا بہت منہ لگا ملازم تھا۔ خان زماں نے شاہم بیگ کو اپنے پاس رکھا اور مادر النہر کے کمینوں اور ادباشوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ خان زماں شاہم بیگ کی وہ تواضع اور تعظیم کرتا تھا جو ملازمین بادشاہوں کی کیا کرتے ہیں اس واقعہ کی شہرت ہوئی اور شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ عرش آشنائی نے خان زماں اور شاہم بیگ کو طلب کیا۔ خان زماں نے شاہم بیگ کو بادشاہ کے پاس بھیجنے میں سستی کی۔ ملاپیر محمد کی تحریک سے بادشاہ نے ایک لشکر خان زماں کی بنیچھ کے لئے روانہ کیا۔ خان زماں اس واقعہ سے ڈرا اور اپنے ایک نوکر فرجعلی نام کو جو خان زماں کا بڑا معتد علیہ تھا غدر خواہی کے لئے دھلی روانہ کیا۔ فرجعلی دہلی پہونچا اور یہ سمجھ کر کہ بادشاہ کا کوئی حکم بلا ملاپیر محمد کے مشورے کے آج کل صادر نہیں ہوتا فرجعلی ملاپیر محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملاپیر محمد خان زماں کی شیعیت اور تعصب مذہب کی وجہ سے اس سے بید ناراض تھا۔ پیر محمد خان خان زماں کو بیرم خاں کا بھی خواہ جانتا تھا۔ پیر محمد نے فرجعلی کو زود کو کوب کر کے اس کو کوٹھے سے نیچے گرا کر اس طرح اس کا کام تمام کر دیا۔ علی قلی خاں سمجھا کہ بادشاہ کی مجلس کا رنگ بگڑا ہوا ہے اور اس کے دشمن شاہم بیگ کا بہانہ کر کے خان زماں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ خان زماں نے شاہم بیگ کو دہلی روانہ کیا۔ شاہم بیگ ہر روز شہرل بہ منزل سفر کرتا اور ہر رات ایک انٹی جگہ قیام کرتا ہوا راتبہ کی مسافت طے کر رہا تھا یہاں تک کہ پرگنہ سرور پور میں جو عبدالرحمن نامی ایک شخص کی جاگیر میں تھا وارد ہوا۔ عبدالرحمن اور شاہم میں معرکہ آرائی ہوئی شاہم نے حریف پر غلبہ حاصل کر کے عبدالرحمن کے ہاتھ پاؤں

بندھوا دیئے عبدالرحمن کے بھائی مؤید بیگ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور مؤید بیگ ایک ہتھیار بند گروہ کو ساتھ لیکر باغ کے دروازہ پر آیا شاہم اور بیگ میں لڑائی ہونے لگی اتفاق سے ایک تیر شاہم کے لگا سکے صدر سے اس نے دفات پائی۔ علی قلی خاں سپہ سالار نے تمام ماجرا سمجھا اور شاہم کا انتقام لینے کے لئے سرور پور روانہ ہوا عبدالرحمن بیگ سرور پور سے بھاگ کر بادشاہ کے دامن میں پناہ گزین ہو چکا تھا علی قلی خاں شاہم کی لاش لیکر چنبور واپس گیا اس دوران میں مصاحب بیگ ولد خواجہ کلاں بیگ بیرم خاں کے ملازم نے اپنے آبا و اجداد کے سابقہ حقوق کو فراموش کر دیا اور بیرم خاں کے ساتھ جو تیس ہزار سواروں کا مالک تھا اطاعت اور فرمانروائی کے ساتھ پیش نہ آیا مصاحب بیگ کو اکثر اس بدسلوکی سے آگاہ بھی کیا گیا لیکن اس پر بھی وہ ہوشیار نہ ہوا۔ مصاحب بیگ کی یہ روش دیکھ کر بیرم خاں نے دہلی میں اسے قتل کرا دیا۔ مصاحب کے قتل سے چغتائی امیروں میں شورش برپا ہو گئی اور بادشاہ کو خود بھی مصاحب کے مارے جانے سے سوچ ہوا خاقان اکبر سلاطین میں دریا کے راستے سے آگرہ روانہ ہو گئے بادشاہ کے دل سے مصاحب کا واقعہ فراموش بھی نہ ہوا تھا کہ ایک تازہ حادثہ پیش آیا۔ بیرم خاں ملاپیر محمد کے غلبے سے بہت تنگ آگیا اور خان خاناں نے ملا کی تباہی پر کمر باندھ لی۔ چونکہ ملاپیر محمد بادشاہ کا استاد اور قرب شاہی سے سرفراز تھا امرا اور ارکان دولت کا یہ حال تھا کہ اکثر ملا کے مکان پر جاتے لیکن گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ پاتے تھے۔ اسی درمیان میں ملاپیر محمد بیمار پڑا اور بیرم خاں اس کی عیادت کو اس کے مکان پر گیا۔ پیر محمد کے دربان نے کہا کہ جب تک صاحب خانہ سے اجازت نہ ملے آپ کو مکان میں نہ جانا چاہیئے اور باہر ہی توقف کرنا مناسب ہے بیرم خاں اس گفتگو سے خفا ہوا۔ بیرم اور دربان کی گفتگو کی اطلاع اسی وقت پیر محمد کو ہوئی اور ملا نے مکان سے باہر نکل کر بیرم خاں سے خدر خواہی کی اور اپنے مکان کے اندر لے گیا لیکن باوجود مالک مکان کے باہر آنے کے ایک ملازم سے زیادہ بیرم خاں کے ساتھ گھر کے اندر نہ جاسکا اس واقعے سے بیرم اور زیادہ پیر محمد سے ناراض ہو گیا۔ بیرم خاں نے بلا اجازت پادشاہی

ملا پیر محمد سے نوکر کو جو چالیس سال سے شاہی ملازم تھا بیانہ کے قلعے میں قید کر دیا اور چند روز کے بعد خارج البلد کر کے کشتی میں بٹھا کر اسے کہہ معظّمہ روانہ کیا۔ بیرم نے حاجی محمد خاں سیستانی کو پیر محمد کی جگہ وکیل سلطنت مقرر کیا اور شیخ گدائی ولد شیخ جمالی کو بودہلی کا شاعر تھا اور جس نے شیر شاہی خانقاہ میں بیرم خاں کی خدمت گجرات میں اچھی طرح انجام دی تھی صدارت اور امارت کے عہدہ پر مقرر کیا ملا پیر محمد کے واقعہ نے بادشاہ کے دل کو اور زیادہ بیرم سے برگشتہ کر دیا۔ بیرم خاں نے اس واقعہ کے تدارک کے لئے قلعہ گوالیار کی تسخیر کی نہم کو پیش کر کے تھوڑے دنوں بادشاہ کو اس طرف متوجہ رکھا۔ گوالیار کے قلعہ کو سلیم شاہ نے اپنا نشیمن بنا رکھا تھا سلیم شاہ کا ایک غلام سہیل نام محمد شاہ عدلی کی طرف سے اس قلعے کے انتظام کے لئے مقرر تھا۔ سہیل کو بیرم خاں کے ارادہ سے اطلاع ملی اور اس نے راجہ مان سنگھ کے ایک یوتے مسمی رام شاہ کو پیغام دیا کہ تمہارے آبا و اجداد اس قلعے کے حاکم تھے اور میں اکبر سے عظیم الشان بادشاہ کے مقابلے میں اس قلعے کو اپنے قبضہ اور انتظام میں رکھنے سے قاصر ہوں اس لئے میری رائے ہے کہ قلعے کے معادضے میں جو کچھ تم مناسب سمجھو مجھے دیکر قلعے پر قبضہ کر لو۔ رام شاہ اس مردود کو غیبی طیفہ سمجھا اور قلعے پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اُس نواح کا اکبری جاگیردار اقبال خاں بیرم کے اشارہ سے رام شاہ کے راستے میں جاہل ہوا۔ اقبال خاں نے بڑی کوشش سے رام شاہ کو شکست دی اور اُسے رانا کے ملک کی طرف بھگا دیا۔ اقبال خاں نے قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا اور سہیل غلام نے ایک قاصد بیرم خاں کی خدمت میں روانہ کر کے اطاعت کا اظہار کیا۔ بیرم خاں نے سارا واقعہ عرش آشرافی کے کانوں تک پہنچا کر حاجی محمد خاں کو گوالیار بھیجا تاکہ محمد خاں قلعے پر قبضہ کر کے سہیل کو بیرم کے پاس لے آئے۔ خان ناں علی قلی خاں سیستانی نے بھی جو بادشاہ کے مزاج سے کدورت رنج کرنے کا سامی تھا اسی سال سرکار جوہور اور بنارس کے ملاک دریا ئے گنگا کے کنارے تک جو خبت آشرافی کے عہد میں افغانوں کے زیر حکومت ہو گئے تھے فتح کر کے ملاک محمود سے میں شامل کیے۔ خان زماں کی اس کوشش سے بادشاہ اس پر مہربانی کرنے لگا بلکہ

عرش آشنائی نے خان زماں اور اُس کے بھائی دونوں امیروں کی فطرت و کمزور
اور شرمیلہ مرصع عنایت کر کے شہا ہانہ نواز شوں سے سرفراز کیا۔ اسی سال رجب کے
مہینے میں شیخ محمد غوث برادر شیخ بہلول جو خاندان تیموریہ کا بھی خواہ تھا اور جو
افغانوں کے غلبہ کے وقت گجرات میں پناہ گزین تھا اپنے بیٹوں اور مریدوں
کے ہمراہ بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہوا شیخ محمد غوث بیرم خاں سے باہل ہاؤس ہو کر
اپنے قدیم وطن گواہار روانہ ہو گیا۔ خاتون اکبر کا دل بیرم خاں سے اور زیادہ
آزردہ ہوا۔ بیرم خاں نے بادشاہ کو دوسرے امور کی طرف متغول رکھنے
کے لئے علی قلی خاں سیستانی کے بھائی بہادر خاں کو جو پنجپوری امیر تھا دیلا پور
سے بلایا اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ اسے مالوہ فتح کرنے کے لئے جو
اُس وقت باز بہادر کے زیر حکومت تھا روانہ کیا۔ حسن اتفاق سے اُس دریاں
میں بادشاہ کو شکار کا شوق ہوا عرش آشنائی نے بیرم کو مہات سلطنت انجام
دینے کے لئے اگر وہ میں بھیڑا اور خود شکار کے لئے روانہ ہوئے۔ بادشاہ
دہلی کے مضافات میں سکندر آباد پہونچا۔ ماہم آنگہ اور ادھم خاں نے جو بیرم خاں
کے سخت ترین دشمن تھے بادشاہ سے عرض کیا کہ عرش آشنائی کی ماں دہلی میں
مقیم اور بستہ بیماری پر صاحبِ فرماں ہیں اگر بادشاہ اپنی والدہ کی عیادت کے لئے
وہیں تشریف لے چلیں تو اس سفر سے مریم سکانی بید خوش ہوگی۔ عرش آشنائی
نے دہلی کا رخ کیا۔ شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری نے جو پنجپوری امیر اور ماہم آنگہ
دادا اور دہلی کا صوبہ دار تھا بادشاہ کا استقبال کر کے بہت سے تحفے اور
پیشکش شاہی ملاحظہ میں گذرانے۔ شہاب الدین اور ادھم خاں دونوں نے
بالاتفاق ایک دن بادشاہ سے عرض کیا کہ بیرم خاں بادشاہ کے اس سفر کو
ہماری التجا اور گزارشوں کا نتیجہ سمجھ کر صاحبِ بیگ کی طرح ہم لوگوں کو بھی تلوار کے
گھاٹ اُتار دیگا اس لئے بہتر ہے کہ بادشاہ ہم تک خواروں کو مکہ معظمہ اور
دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ ہم
ہی خواہان دولت اپنی جان بچالیں اور بادشاہ کی یادتی عمر و اقبال کی دعا کرتے ہیں
خاتون اکبر اگرچہ اس عرض سے بید متاثر ہوئے لیکن بیرم کے حقوق خدمت

ایسے نہ تھے کہ بادشاہ اسے ایک بارگی منزل کر دیتے۔ عرش آشیانی نے بیہوشی سے کام لیا اور بیرم خاں کو ایک خط میں لکھ بھیجا کہ میرا دہلی کا سفر محض مریم مکانی کی عیادت کے لیے ہے اس میں شہاب الدین اور ادبم خاں کے مشورہ کو کچھ دخل نہیں ہے اس لیے اگر تم اپنے قلم سے ایک خط تلی آمیزان لوگوں کے نام لکھ کر روانہ کرو تو ان غریبوں کو اطمینان ہو جائے۔ شہاب الدین کو اتنا موقع جو ہاتھ آیا تو اس نے شاہی مجلس میں علانیہ ایسی باتیں کیں جن سے بیرم خاں کی غداری اور بغاوت پورے طور پر ظاہر ہوتی تھی اور اسی طرح گویا بادشاہ کو بالکل بیرم خاں سے برگشتہ اور بدگمان کر دیا۔ بیرم خاں بادشاہ کا خط پڑھ کر پیریشان ہوا اور ایک عریفہ بادشاہ کے حضور میں اس مضمون کا روانہ کیا کہ میں اس بدگمانی سے لاکھوں کو س دور ہوں جو لوگ کہ بارگاہ شاہی کے ہی خواہ ہوں ان کی نسبت کوئی برا خیال میرے ذہن میں آئے یہ بالکل ناممکن ہے۔ بیرم نے یہ خط اپنے قلم سے لکھ کر عریفہ حاجی محمد خاں سیستانی اور ترسون بیگ کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن چونکہ تیرکمان سے نکل چکا تھا بیرم کے اس خط کا کوئی اثر نہ ہوا اور کسی شخص نے بھی بیرم کی بات کا یقین نہ کیا اور بیرم کے دونوں قاصد گرفتار کر کے قید کر لیے گئے۔ بیرمی قاصدوں کی گرفتاری کی خبر جلد سے جلد پھیل گئی اور امیروں اور منصبداروں کے گروہ کے گروہ بیرم خاں سے جدا ہو کر دہلی روانہ ہونے لگے۔ شاہ ابوالعالی نے جو اس دوران میں لاہور کے قید خانے سے بھاگ کر کمال خاں مکمل کے دامن میں پناہ لی تھی کمال کو کشمیر فتح کرنے کی ترغیب دی۔ کمال خاں نے ابوالعالی کے اغوا سے کشمیر پر حملہ کیا لیکن لڑائی کے بعد شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا اور اپنی ناکامی پر شاہ ابوالعالی کو اپنے پاس سے دور کر دیا۔ ابوالعالی کمال سے جدا ہو کر دیسا پور پہنچا اور وہاں بہادر خاں کی برائی کے درپے ہوا۔ بہادر خاں نے ابوالعالی کو گرفتار کر کے سندھ کی جانب اس کا اخراج کر دیا۔ ابوالعالی اس نواح سے گجرات آیا اور گجرات میں ایک خون کا مجرم ہو کر علی تلی خاں سیستانی کے پاس جو پور پہنچا۔ علی تلی خاں نے بیرم خاں کے اشارے سے ابوالعالی کو اس وقت آگرہ بھیج دیا جب کہ بادشاہ دہلی میں مقیم تھا۔

بیرم خاں نے ابوالمعالی کو بیانے کے قلعے میں قید کر دیا۔ اب بیرم نے بادشاہ کی از روگی کو کمال درجہ پر پایا اور پہلے تو اس فکر میں ہوا کہ مالوہ پہونچ کر اُس نواح کو اپنے قبضے میں کرے اور خود مختاری کا دم بھرے بیرم خاں اپنے اس ارادہ کو پورا کرنے کے لیے اگرہ سے بیانہ پہونچا بیرم خاں نے بہادر خاں اور دوسرے سرداروں کو جو مالوہ پہونچ گئے تھے اپنے پاس بلایا اور اس کے بعد وہ امیر جو بیرم کے معتد علیہ تھے اُس سے جدا ہو کر دہلی چلے گئے بیرم کو اپنے اہلکار کا یقین آگیا اور اپنے مالوہ کے سفر سے دل میں شرمندہ ہوا۔ بیرم نے ابوالمعالی کو قید سے آزاد کیا اور اب یہ ارادہ کیا کہ جو نیور جائے اور اپنے دست گرفتہ امیر خان زماں علی قلی خاں سیستانی کو ساتھ لیکر بنگالہ کے افغانوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کر کے اُسی نواح میں خود مختاری کا ڈنک بجائے بیرم نے صرف چند نثرل راستہ طے کیا تھا کہ اپنے اس ارادہ سے بھی دل میں شرمندہ ہوا اور حج بیت اللہ کرنے کا عزم کر کے ناگور کی طرف چلا اور اپنے ہمراہی امیروں نے بہادر خاں اور اقبال خاں وغیرہ کو جنھوں نے اب تک اُس کا ساتھ نہ چھوڑا تھا بارگاہ شہزی میں حاضر ہوئی اجازت دی بیرم حوالی ناگپور میں پہونچا اور یہاں پر اُس کے دل میں فساد پیدا ہوا۔ بیرم نے بعض مفسدوں کے اغوا سے حج کا ارادہ ترک کیا اور لشکر جمع کرنے لگا تاکہ ناگور سے پنجاب پہونچے اور وہیں اپنی زندگی آزاد نہ بسر کرے۔ عرش آشتی کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے میر عبد اللطیف قزوینی کو جو ملا بیرم کے بعد بادشاہ کا معلم مقرر ہوا تھا بیرم خاں کے پاس بھیج کر اُسے یہ پیغام دیا کہ جب تک میری طبیعت میں سیر و شکار کا دلولہ تھا اُس وقت تک میری مرضی یہی تھی کہ خان بابا مہات سلطنت کو انجام دیں لیکن اب میرا ارادہ ہے کہ عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لوں اس لیے تم کو چاہیے کہ اب دنیاوی مشاغل سے کنارہ کشی کر کے مکہ منظرہ جانے کے لیے مستعد اور آمادہ ہو جاؤ اور اب ہو اور ہوس کو اپنے پاس نہ آنے دو۔ بیرم خاں نے سوا اطاعت کے اور دوسرا چارہ کار نہ دیکھا اور حسین قلی بیگ ذوالقدر کے ہمراہ علم و تقارہ وغیرہ تمام اسباب اور لوازمات شاہی آستانہ سلطانی پر بھجوا دیا اور خود ناگور روانہ ہوا تاکہ گجرات کے راستے سے مکہ منظرہ کی

راہ لے۔ بحر قلی بیگ ذوالقدر اور اسماعیل خاں بیرم خاں کے دونوں داماد اور شاہ تلی خاں محرم حسین خاں تکلو۔ شیخ گدائی اور خواجہ مظفر علی ترمذی جو بیرم کا سیر دیوان تھا اور دوسرے وہ لوگ جن پر کچھ اعتبار ہو سکتا تھا وہ تو بیرم کے ساتھ رہے بقیہ بیرم خاں کے وہ ملازم اور ہم نشین جو برسوں بیرم کے زیر سایہ چلے گئے اور اپنے کو بڑا وفادار کہتے تھے ایک ایک کر کے بیرم سے جدا ہو کر گروہ کے گروہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ادب اور گھوڑا جو جس کو ملا بیرم کے لشکر سے اپنے ساتھ لیتے گئے شاہ ابوالعالی بھی انھیں لوگوں میں تھا ابوالعالی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور گھوڑے پر سوار ہی اس نے بادشاہ کے آداب اور مہرے کے لئے گردن جھکا کر بادشاہ کو یہ دوا ابوالعالی کی پسند نہ آئی اور شاہی حکم سے قید کر لیا گیا۔ بیرم خاں نے اسباب شاہی روانہ کیا اور خود ناگور ہوتا ہوا بیکانیر پہنچا بیرم نے بیکانیر میں چند روز قیام کیا اور مکہ معظمہ کے سفر کے ارادہ سے پھر شرمندہ ہو کر بیکانیر سے ناگور واپس آیا۔ بادشاہ یہ حال سن کر دہلی سے پرگٹہ جھجھ آیا۔ اس وقت ملاپیر محمد نے بیرم خاں کے ادبار کا قصہ سن کر اسے کو خدمت سلطانی میں پہنچایا اور محمد خاں کے خطاب اور طوق و علم اور نظارہ سے سرفراز ہو کر بیرم خاں کے مقابلے کے لئے حاضر کیا گیا۔ عرش آشیانی اچھبر سے دہلی واپس آئے اور فرمان کے ذریعہ سے نعم خاں کو کابل سے دہلی بلایا۔ بیرم خاں ملاپیر محمد کو اپنا حریت میدان شکر بیدہ رنجیدہ ہوا اور بادشاہ سے لڑنے پر اور زیادہ مستعد ہو کر پنجاب روانہ ہوا۔ ملاپیر محمد نے بیرم کا تعاقب کیا۔ بیرم خاں بٹندے کے قلعہ تک پہنچا بیرم خاں نے ضرورت سے زائد سامان کو قلعہ بٹندہ میں چھوڑا اور خود آگے روانہ ہوا یہ قلعہ بیرم کے ایک قدیم ملازم شیر محمد نام کے سپرد تھا۔ شیر محمد نے بیرم کے تمام اسباب کو اپنا سمجھ کر سب پر اپنا قبضہ کر لیا اور بیرم کے نوکروں کو دولت کے ساتھ قلعے سے باہر نکال دیا۔ بیرم بٹندہ سے دیالپور روانہ ہوا۔ دیالپور کا حاکم بیرم خاں کا ایک قدیم دست گرفتہ مہسی درویش محمد اوزبک تھا بیرم نے دیالپور کے قریب پہنچ کر اپنے دیوان خواجہ مظفر علی درویش محمد کے پاس بھیجا اور اسے اپنے پاس بلایا۔ درویش محمد نے بھی خلائ امید

بیوفائی کی اور خود بیرم خاں کے پاس آنا تو درکنار خواجہ مظفر علی کو بھی قید کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ بیرم خاں کو درویش محمد سے بڑی امید تھی لیکن اپنے اس دوست کی بے مردنی سے پریشان اور سرسیمہ ہو کر جالندھر روانہ ہو گیا۔ غرض آشیانی نے ملاپیر محمد کو اپنے پاس بلالیا۔ اور خان اعظم شمس الدین محمد خاں انکہ کو اس کے بیٹوں بجائیوں اور دوسرے ملازموں کے ہمراہ پنجاب کے انتظام اور بیرم کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ خان اعظم قلعہ ماجیواڑہ کے نواح میں بیرم خاں کے سر پر پہنچ گیا اور طرفین کے جاننا نیک دوسرے کے خون سے زمین کو سیراب کرنے لگے۔ دلی بیگ اسماعیل قلی خاں اور اس کے فرزند حسین خاں اور شاہ قلی خاں محرم نے بڑی مردانگی سے کام کیا اور اپنی شجاعت سے خان اعظم کی صفیں دہم و برہم کر دیں لیکن آخر کار کفران نعمت کے دباں نے بیرمی فوج پر اپنا سایہ ڈالا اور جب خان اعظم نے بیرم خاں کے قلب لشکر پر حملہ کیا تو دلی بیگ وغیرہ معتبر اور بہادر بیرمی امیر لڑائی میں کام آئے اور بیرم خاں میدان جنگ سے کوہستان سواٹک کی طرف بھاگا اس فتح کے بعد عرش آشیانی نے خواجہ عبد المجید ہروی کو آصف خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے دہلی کا انتظام اس کے سپرد کیا اور خود لاہور روانہ ہوئے بادشاہ لودھیانے پہونچے ہی تھے کہ نعم خاں کابل سے حاضر خدمت ہو گیا۔ عرش آشیانی نے نعم خاں کو خان خانان کے خطاب سے عہدہ و کالت پر سرفراز کیا۔ بادشاہ کی سواری کوہستان سواٹک کے نواح میں پہونچی۔ شاہی لشکر کا ایک پیشرو کردہ بلاخوت کوہستان میں ٹھس گیا۔ سواٹک کے زمیندار بیرم کی طرف سے ایک تنگ مقام پر شاہی فوج سے برسر پیکار ہوئے۔ ان زمینداروں کو شکست ہوئی اور بیرم خاں نے عاجز ہو کر اپنے ایک مقدمہ غلام سہمی جال خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے سابقہ حقوق خدمت کا واسطہ دلا کر اپنے قصور کی معافی چاہی عرش آشیانی نے ملا عبد اللہ سلطان پوری המחاطب یہ مخدوم الملک کو سکین اور دلا سے کے لئے بیرم خاں کے پاس بھیجا۔ بیرم خاں مخدوم الملک کے ساتھ ربیع الثانی ۹۶۸ھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ عرش آشیانی نے امیروں اور ارکان دولت کو بیرم خاں کے استقبال کے لئے روانہ کیا یہ امیر بیرم کو بڑی عزت اور حرمت کیساتھ

شاہی بارگاہ میں لے آئے۔ بیرم خاں نے پکڑی گلی میں والی اور مالک کے قدموں پر گر کر زار زار رونے لگا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے بیرم کا سر قدموں پر سے اٹھا کر بیرم خاں کو اسکی قدیم جگہ پر بٹھایا اور بیرم خاں کی خسرمنگی رفع کرنے کے لیے اپنا خاص خلعت اسے عنایت کیا اور اس سے کہا کہ اگر تمہیں خدمت کی تمنا ہو تو میں کاپلی اور چند بری کا صوبہ تمہیں عنایت کروں اور اگر تمہاری خوشی ہو تو اپنی مصاحبت میں تمہیں اپنے پاس رکھوں اور اگر حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ ہو تو میں بڑے عمدہ طریقے تمہیں مکہ معظمہ روانہ کرادوں۔ بیرم خاں نے عرض کیا کہ میرے اعتقاد اور اخلاص میں اب تک کسی طرح کی کمی نہیں آئی ہے جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا اس کا منشا یہ تھا کہ ملازمت حاصل کر کے خاطر مبارک کو اپنی طرف سے مطمئن کروں خدا کا شکر ہے کہ جوں چاہتا تھا وہ پورا ہو گیا اب اس جاں نثار کی ہی تمنا ہے کہ مقامات مقدسہ میں جا کر ترقی عہد اقبال کی دعا کرے۔ بادشاہ نے اسی وقت بیرم خاں کو پچاس ہزار روپیہ عنایت فرما کر اسے حج ادا کرنے کی اجازت دی۔ عرش آشرافیہ بیرم کو خضعت کر کے حصار فیروزپور کی راہ سے شکار پھلتے ہوئے آگے روانہ ہوئے اور بیرم خاں گجرات روانہ ہوا تاکہ گجرات کے کسی بندرگاہ میں کشتی پر بیٹھ کر مکہ معظمہ کی راہ لے۔ بیرم خاں گجرات پہنچا۔ ان دنوں گجرات کی حکومت موٹلی خاں لودھی سے متعلق تھی بیرم خاں نواح گجرات میں مقیم ہوا۔ جمادی الاول کی چودھویں رات سبازندوں اور گانے والوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیرم خاں کشتی میں بیٹھ کر کولاب سہسینک کا تماشہ دیکھنے کے لیے دریا کی سیر کر رہا تھا۔ سہسینک کی تشریح یہ ہے کہ ہسن کے معنی زبان ہندی میں ہزار کے ہیں اور یک بتانہ کو کہتے ہیں چونکہ اس کولاب میں ایک ہزار بتخانے تھے یہ مقام سہسینک کے نام سے موسوم ہوا۔ رات بھر تماشہ دیکھنے کے بعد صبح کو بیرم خاں کشتی سے اتر کر اپنے قیام گاہ کی طرف چلا اس درمیان میں مبارک خاں نامی ایک لوہانی افغان جس کا باپ مہیو بقال کی جنگ میں بیرم کے نوکروں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے متحہ سواہار خاں نے آگے بڑھ کر چند فرسب خبر کی بیرم کے لگائیں اور اسے خاک و خون کا دھیر کر دیا۔ بیرم کو قتل کر کے افغانوں نے اس کے خیمہ پر چھا پامارا اور لشکر کو تباہ کرنے لگے۔

محمد امین دیوانہ اور باہنمبر بیرم کے چار سالہ فرزند عبدالرحیم کو احد آباد گجرات لے کر
بھاگے عبدالرحیم کی ماں حسن خاں سیوانی کے چچا زاد بھائی جمال خاں کی بیٹی تھی
عبدالرحیم کی تاریخ ولادت چودہ صفر ۹۶۲ء ہے۔ اعتماد خاں حاکم گجرات نے
عبدالرحیم کو عرش آشیانی کی خدمت میں آگرہ بھیج دیا عبدالرحیم کا ذکر آگے آئیگا غرض کہ
بیرم خاں خاندان تغل کا نامی امیر تھا۔ بیرم کے باپ دادا امیر تیمور کی اولاد کی بارگاہ
میں ہیفہ صاحب جاہ و منصب رہے۔ بیرم کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔ بیرم
بن سیف علی بن یار علی بن خیر علی بن علی کا نسب علی شکر ترکمان بہار سے ملتا ہے۔
جس وقت زوزن حسن سلطان کا عراق پر تسلط ہوا اور سلطان ابوسعید میرزا شہید
ہوا اور اُس زمانہ میں شیر علی حد و عراق سے بھاگا اور میرزا سلطان محمد بن سلطان
ابوسعید میرزا کی خدمت میں خضار اور شادمان میں جا کر اُس نے پناہ لی میرزا سلطان
نے شیر علی پر کچھ توجہ نہ کی اور شیر علی شادمان سے کابل پہنچا شیر علی نے چھ مہینے
کے بعد آٹھ سو آڑمودہ کار جوانوں کی ایک فوج تیار کی اور شیراز کو کوچ کر کے وہاں
حکومت کرنے کے ارادے سے کابل سے فارس روانہ ہوا۔ راستہ میں ترکمانی
اور سیستانی جوانوں کے علاوہ اور لوگ بھی شیر علی کے ساتھ ہو گئے اور ایک
خاصی جمیعت کے ساتھ شیراز پہنچا۔ زوزن حسن کے ملازموں نے شیر علی کا مقابلہ
کیا شیر علی شکست کھا کر اور اپنا تمام اسباب تباہ اور برباد کر کے پریشان حال خراسان
ردانہ ہوا۔ شیر علی راستہ میں ہر جگہ جہاں کہیں کہ ممکن تھا اپنی سیاست اور دست درازیاں
سے سامان اور سپاہ بچھو بیچتا تھا۔ میرزا سلطان جین حاکم ہرات کے ملازم شیر علی کی
دست درازیوں سے آگاہ ہوئے اور انھوں نے راستہ ہی میں شیر علی کا مقابلہ کیا۔
اس لڑائی میں شیر علی مارا گیا اور اُس کی اولاد اور لوگر ادھر ادھر پریشان ہو گئے شیر علی
کے بڑے بیٹے یار علی بیگ نے قندزیر پہنچ کر خسرو شاہ کی ملازمت اختیار کی جب بابر بادشاہ
نے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا خسرو شاہ کی جمیعت پر قبضہ کیا تو یار علی بیگ اور اُس کا
فرزند سیف علی بیگ فردوس مکانی کے ملازم ہو گئے۔ یار علی بیگ نے وفات
پائی اور اُس کا بیٹا سیف علی بیگ باپ کا جانشین ہوا اور غزنین کا جاگیر دار مقرر
کیا گیا۔ سیف علی نے بھی غزنین میں وفات پائی۔ سیف علی کا بیٹا بیرم اُس وقت

خرد سال تھا۔ بیرم باپ کے بعد اپنے عزیزوں کے پاس بلخ چلا گیا۔ بیرم نے اپنے قرابت داروں کی حمایت میں تحصیل اور کسب کمالات اچھی طرح کیا اور جوان ہو کر کابل پہونچا اور شانزادہ نصیر الدین ہمایوں کے نوکرانوں کے سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ بیرم نے اپنے حسن سلوک اور پسندیدہ اخلاق طبیعت کی موزدنی اور موسیقی کے کمالات کی وجہ سے ہمایوں کے دل میں گھر کر لیا اور شانزادہ کا مصاحب خاص ہو گیا۔ بیرم نے سولہ برس کے سن میں ایک معرکہ میں بڑی شجاعت اور مردانگی سے کام کیا۔ اس مردانگی کی وجہ سے بیرم کا شہرہ ہو گیا۔ بابر بادشاہ نے بھی بیرم کا حال سنا اور اُسے اپنے حضور میں طلب فرما کر بیرم سے خود گفتگو کی اور جب بیرم کی قابلیت بادشاہ پر اچھی طرح ظاہر ہوئی تو فردوس مکانی نے حکم دیا کہ بیرم بھی شانزادے ہمایوں کے ساتھ ہمیشہ مجلس شاہی میں حاضر ہوا کرے اس کے بعد جس طرح بیرم کے اقبال نے یادری کی اور جس مرتبہ تک وہ پہونچا اُس سے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ بیرم خاں بڑا رعیت پرور اور پرہیزگار تھا اور ہمیشہ اہل علم اور فاضل اُس کے ہم نشین رہتے تھے۔ اُس کی مجلس ہمیشہ باکمال مطربوں اور حسین ساتیوں اور گانے والوں سے گرم رہتی تھی۔ بیرم ترتیب مجلس اور آداب شاہی کا بہت بڑا ماہر تھا اور جو زیب و زینت اہل دنیا کے لئے ضروری ہے اُس کے فراہم اور حاصل کرنے میں بڑی کوشش کرتا تھا۔ نظم اور انشا پردازی میں منظم تھا۔ بیرم کے فارسی اور ترکی دونوں دیوان موجود اور مشہور ہیں۔ ائمۃ الہییت علیم السلام کی مدح میں اس کے قصیدے بہت مشہور اور لاجواب ہیں۔ انفرن خاقان اکبر نے اس سال کے آخر میں ادھم خاں اٹک کو ایک جزار لشکر کے ساتھ مالوہ فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ باز بہادر نے جو سازنگ پور میں عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا جب تک کہ مغلوں کا لشکر اس کو اس کے فاصلہ پر پہنچا تو اُس کے حواس جاتے رہے اور مجلس عیش کو چھوڑ کر میدان جنگ میں آیا اور سازنگ پور کے نواح میں مغلوں سے برسرِ پیکار ہوا لیکن چغتائی تلوار کی ضرب سے پہلے ہی حملہ میں بدحواس ہو کر میدان جنگ سے برہان پور کی طرف بھاگا ادھم خاں نے مالوہ کو شہزی امیروں میں تقسیم کیا اور باز بہادر کے تمام سامان شاہی اور اُس کی گانے والی نوڈیوں پر قابض ہو گیا۔

باز بہادر نے اس تمام مال غنیمت سے سوا چند زنجیر نیل کے اور کچھ بادشاہ کے لئے نہ روانہ کیا۔ عرش آشیانی نے بھی اس نوح کا سفر کیا۔ بادشاہ قلعہ کا کارون کے نوح میں پہنچا قلعے کے حاکم نے جو باز بہادر کا ملازم تھا قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا عرش آشیانی نے کارون سے سارنگ پور پر ادا دل ہی شب میں دھاوا کیا اور صبح کو سارنگ پور کے حد و دیوں پہنچ گئے عرش آشیانی کا یہ پہلا دھاوا تھا جو کارون سے سارنگ پور پہنچا گیا۔ ادھم خاں اسی روز کارون فتح کرنے کے لئے سارنگ پور سے روانہ ہوا تھا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور جب اُسے عرش آشیانی کے اس سفر کا مقصد معلوم ہو گیا تو اُس نے بیحد معذرت کے ساتھ باز بہادر کا تمام مال و اسباب بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دیا۔ عرش آشیانی نے ادھم کا تصور معائنہ کیا اور اگر سے کی طرف واپس ہوئے۔ نرد کے نوح میں ایک قوی میل شیر راستیہ میں نمودار ہوا بادشاہ نے بذات خود اس شیر کا مقابلہ کیا اور لمبا کی ضرب سے اُسے قتل کیا۔ امیروں اور نصیروں نے بادشاہ پر سے مدتے اتارے اور مالک کی سلامتی جان پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اسی زمانہ میں شیر خاں ولد محمد شاہ عدلی نے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ جو پور کو مغلوں سے واپس لینے کے لئے دریائے گنگا کو عبور کیا۔ خان زماں علی قلی نے بارہ ہزار سواروں کے ساتھ شیر خاں کا مقابلہ کیا اور سخت لڑائی کے بعد شیر خاں کو پسپا کر دیا۔ علی قلی خاں کے بھائی بہادر خاں نے جو اپنی معرکہ آرائی کے سامنے اسفندیار کی مفتخاں داستان کو بھی پہنچ اور بے مہنی بھٹکتا تھا اس معرکہ میں چند ایسے انغانیوں کو قتل کیا جن میں سے ہر ایک اپنے کو ہزار ہزار سواروں کا ہم پلہ سمجھتا تھا۔ اس فتح سے علی قلی اور بہادر خاں دونوں بھائی بہادری میں شہرہ آفاق ہو گئے اور ان کو خود بھی اپنی شجاعت اور مردانگی کا ایسا نشہ چڑھا کہ انھوں نے کوہ پیکر باتیوں میں سے جو اس معرکہ میں گرفتار کیئے گئے تھے ایک بھی بادشاہ کے ملاحظہ میں نہ روانہ کیا۔ عرش آشیانی کو ان کی یہ ادالہ نہ آئی اور بادشاہ شکار کے بہانہ سے کاچی ہوتا ہوا ادھر روانہ ہوا۔ عرش آشیانی کڑھ مانک پور سے ایک کوس کے فاصلہ پر پہنچے اور علی قلی اور بہادر خاں دونوں بھائیوں نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی اور بیش قیمت تحفے اور کوہ پیکر مالتی جو محمد شاہ سے حاصل کیئے تھے بادشاہ کے ملاحظہ میں

پیش کیے۔ عرش آشیانی نے دونوں بھائیوں پر سید نوازش فرمائی اور ان کو مطمئن خاطر کر دیا۔ بادشاہ اگرہ روانہ ہوا اور تیسری منزل پر پہونچ کر عرش آشیانی نے علی قلی اور اس کے بھائی کو ان کی جاگیر پر نصبت کیا اور خود اگرہ پہونچے۔ خان اعظم شمس الدین محمد خاں انکے حاکم پنجاب اور ادھم خاں انکے حاکم مالوہ حسب الطلب بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور دونوں امیروں نے بش قیمت تحفے پیش کیے۔ عرش آشیانی نے ملا میر محمد الخاں ملا میر محمد خاں کو حاکم مالوہ مقرر کیا اور منصب وکالت خان اعظم کے سپرد کیا۔ سلطنت میں بادشاہ نے خواجہ بزرگوار حضرت غریب نواز معین الدین تپچی اجیری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا ارادہ کیا اور اگرہ سے اجمیر شریف روانہ ہوئے۔ عرش آشیانی قلعہ سنبہر میں پہونچے۔ راجہ پورنل نے جو اس نواح کا بڑا زمیندار تھا اپنی بیٹی بادشاہ کے محل میں داخل کی اور خود بادشاہ کا نوکر ہو گیا۔ پورنل کے بیٹے بھگوان داس نے بھی بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور نامی امرا کے گروہ میں داخل کیا گیا۔ بادشاہ اجمیر شریف حاضر ہوا اور حضرت غریب نواز کی آستانہ ہوی کا شرف حاصل کیا۔ زیارت سے فراغت حاصل کر کے بادشاہ نے میرزا شرف الدین حسین حاکم اجمیر کو قلعہ میرٹھ کے تسخیر کرنے کا حکم دیا۔ یہ قلعہ راجہ مالدیو کے مالک میں تھا اور خود تین شبانہ روز میں ایک سو تیس کوس راہ طے کر کے پانچ یا چھ آدمیوں کے ہمراہ اگرہ پہونچا۔ میرزا شرف الدین قلعہ میرٹھ کے نواح میں پہونچا۔ قبل اور دیونند اس دونوں ہندو سردار جو راجہ مالدیو کے نامی امیر تھے قلعہ بند ہو گئے اور انھوں نے دشمن کی مدافعت کرنی شروع کی۔ میرزا شرف نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور نقب کھدوانے میں مشغول ہو گیا۔ ایک دن ایک نقب میں جو برج کے بالکل نیچے تھی بارود بھر کر آگ لگائی گئی۔ برج تباہ ہو گیا اور حصار میں ایک راستہ پیدا ہوا۔ محل سپاہی اس راستے کی طرف سے بڑھے اور راجپوت بہادر بھی تلوار ہاتھ میں لیکر دشمن کو دفع کرنے لگے۔ اس رات بڑی سخت لڑائی ہوئی لیکن جب کار برآری نہ ہوئی تو مجبوراً واپس ہوئے۔ راجپوتوں کو موقع مل گیا اور انھوں نے رات ہی رات راستہ کو بند کر دیا لیکن آخر کار محاصرہ کی طوالت سے تنگ آ کر انھوں نے دشمن سے صلح کی درخواست کی۔ میرزا شرف الدین نے اس شرط پر صلح کی کہ ہندو سواروں کے گھوڑے اور فوجی کے کوئی دوسری چیز

اپنے ہمراہ نہ لے جائیں میزبانے اس شرط پر ہندوؤں کو اماں دی اور خود سربراہ جاکر کھڑا ہو گیا۔ قتل نے تو اپنے اسباب اور مال کو خیر باد کہا اور اپنے متعلقین کے ساتھ اسی طرح تہیہ دست قلعہ سے نکل گیا لیکن دیونداس نے غیرت اور مردانگی سے کام لیا۔ دیونداس نے اپنے تمام اسباب میں آگ لگا دی اور پانچ سو راجپوت سواروں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا۔ میزبانہ کو اُس کی اطلاع ہو گئی اور اُس نے سربراہ دیونداس کا مقابلہ کیا۔ ایک شدید خونریزی کے بعد دوسو چالیس راجپوت قتل ہوئے اور دیونداس بھی زخمی ہوا۔ دیونداس سواروں کے قابل نہ رہا اُس کا سر تلوار کے موکر جنگ سے لے گئے۔ چند سال کے بعد ایک شخص جو گیوں کے لباس میں غاہر ہوا اور اُس نے دعوے کیا کہ میں دیونداس ہوں بعضوں نے اُس کے قول کی تصدیق کی اور بعضوں نے اسے جھوٹا جانا آخر کار یہ دیونداس بھی ایک معرکہ میں قتل کیا گیا۔ میزبانہ شرف الدین نے قلعہ پر قبضہ کر کے فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ ملا پیر محمد نے جو صاحب دعویٰ امیر تھا شادی آباد مندو کو اپنا شہین بنایا اور ولایت مالوہ کو باز بہادر کے ہی خواہوں سے بالکل پاک صاف کر دیا۔ ملا پیر محمد نے بھٹانگر کے قلعے کو جو مالوہ کا سب سے مضبوط حصار تھا فتح کر کے قلعے کے تمام سپاہیوں کو قتل کیا۔ چونکہ باز بہادر حاکم برہان پور کی حمایت میں خاندیس میں بیٹھا ہوا کبھی کبھی نواح مالوہ کے لوگوں کو ستا کرتا تھا اس لیے ملا پیر محمد نے خاندیس پر لشکر کشی کر کے برہان پور میں قتل عام کر دیا اس قتل میں بہت سے سادات علماء اور مشائخ بھی شہید ہوئے۔ ملا پیر محمد ابھی برہان پور میں تھا کہ باز بہادر میران مبارک شاہ ناروتھی تھال خاں حاکم برہان کو اپنے ساتھ لے کر پیر محمد سے لڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ ملا پیر محمد کے سپاہی اُس کے ظلم اور بد اخلاقی سے تنگ آ چکے تھے اس لیے بلا افسر کی اجازت کے سبھوں نے دریائے گنداک کو عبور کیا اور مندو کی راہ لی۔ جو امیر کہ پیر محمد کی مدد کے لیے آئے تھے وہ بھی ملتا سے رنجیدہ ہو کر کنراہ کش ہو گئے ملا پیر محمد بھی ناچار ہو کر واپس ہوا تھال خاں نے جو اپنے وقت کا بڑا بہادر اور شجاع تھا ملا پیر محمد کا تعاقب کیا۔ ملا پیر محمد پریشان حال رات نہ طے کر رہا تھا۔ ملا دریا کے نزدیک عبور کر رہا تھا کہ بار بار دار آدمیوں کی نظار کا دھک اُس کے گھوڑے کو لگا۔ ملا کا گھوڑا خشکی سے پھسلا ہر خند ملا پیر محمد کے ساتھیوں نے کوشش کی کہ سردار کو بچالیں لیکن چونکہ ملا کا دقت

آج کا تھا کوئی گوشش کا گردہ ہوئی اور پیر محمد دریا میں ڈوب گیا اس وقت دشمن بھی تعاقب کرتا ہوا سر پر پہنچ گیا ملا پیر محمد کے سپاہی شادی آباد مندو کی طرف بھاگے ان فراریوں کو یہاں بھی دشمن کے ہاتھ سے نجات نہ ملی اور یہ سب کے سب اگرہ رودانہ ہو گئے۔

۹۶۹ء میں باز بہادر بچہ مالوہ پر قابض ہو گیا۔ تغال خاں اور میران مبارک شاہ غازی اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔ عرش آشنانی نے عبداللہ خاں اور بیک حاکم کالپی کو باز بہادر کا قتلہ دفع کرنے کے لئے مقرر کیا۔ باز بہادر اور بیک کے مقابلہ میں بٹھہر سکا اور کابل شیر کے کوہستان میں پناہ گزیں ہوا۔ عبداللہ خاں اور بیک نے مظفر منصور ہو کے شادی آباد مندو میں قیام کیا۔ اسی آشنائیں سید بیگ ولد معصوم بیگ ہنوی جو شاہ طہاسک غزیر قریب اور وکیل سلطنت تھا ایچی ہو کر ایران سے ہندوستان آیا اور شہنشاہ تھے اپنے ساتھ لایا۔ عرش آشنانی نے دو لاکھ روپے جو پانچ ہزار عراقی تومان کے برابر ہوتے ہیں سید بیگ کو عنایت کیے۔ اس زمانے میں خان اعظم شمس الدین محمد خاں انکہ نے کابل سلطنت ہو کر بڑا استقلال حاصل کر لیا تھا ادہم خاں انکہ کو محمد خاں کی وقعت پر رشک آیا اور اس نے چاہا کہ بیرم کی طرح محمد خاں کو بھی بادشاہ کی نگاہوں میں ذلیل کرے ادہم خاں نے غمازی اور سخن جینی ہر طرح سے اپنا مقصد نکالنا چاہا لیکن جب کسی طرح بھی اسے کامیابی نہ ہوئی تو ادہم نے بعض امیروں کی تحریک سے جب کہ شمس الدین قرظن مجیک سلطنت میں مشغول تھا اس بہانہ سے کہ خاں اعظم نے اس کی تعظیم نہیں کی دیوان خاص میں اسے قتل کر ڈالا۔ ادہم کو بادشاہ کی عنایتوں پر بڑا بھر دسہ تھا اس لئے وہ بھاگا نہیں بلکہ ایک بلند مکان پر حرم شاہی کے برابر واقع تھا جا کر کھڑا ہو گیا۔ خان اعظم کے قتل سے شور بلند ہوا عرش آشنانی حرم سرا میں سو رہے تھے اس شور کی آواز سے بیدار ہوئے اور اس کا سبب دریافت کیا حقیقت حال سے واقف ہو کر اسی طرح لباس خواب پہنے ہوئے کوٹھے کے کنارے آئے اور جیسے ہی بادشاہ کی نگاہ شمس الدین مقتول کے جسم پر بڑی غصہ کے مارے پڑے حال ہو گئے۔ عرش آشنانی شمشیر خاصہ ہاتھ میں لئے ہوئے اس کوٹھے پر گئے جس پر ادہم خاں کھڑا ہوا تھا۔ بادشاہ نے ادہم خاں سے پوچھا کہ تو نے کیوں خان اعظم کو قتل کیا۔ ادہم خاں نے دوڑ کر بادشاہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور رونا شروع کیا بادشاہ اس بے ادبی سے

اور زیادہ خفا ہوا اور اپنے ہاتھ چڑا کر ایک ایسا گھونسلہ ادھم کے گال پر مارا کہ ادھم خاں
 بیہوش ہو کر گر پڑا۔ بادشاہ کے حکم سے ادھم خاں اسی ایوان سے دوبارہ گزرتا تھا۔
 بلند تھا نیچے گرا دیا گیا۔ چونکہ ادھم میں کچھ جان باقی رہی تھی پھر دوبارہ اُسے کوٹھے پر لیگئے
 اور وہاں سے نیچے گرایا گیا اس مرتبہ ادھم کا کام تمام ہو گیا مہم انکے نے اپنے بیٹے کی
 لاش دہلی روانہ کی تاکہ وہاں دفن کر دی جائے۔ مہم اتنے پر رنج و غم ایسا طاری ہوا کہ
 چالیس روز کے بعد وہ بھی دنیا سے رخصت ہوا۔ انکے والی کے شوہر اور اُس کے
 قربت داروں کو کہتے ہیں اور انکے (نون کے ساتھ) خود والی کو اور کو کہ دودھ شیک
 بھائی کو کہتے ہیں۔ منعم خاں جو اس قتل کا محرک تھا اپنے چچے بھائی حاکم کابل کے
 پاس بھاگ گیا۔ پرگتہ سورت کے جاگیردار کے میزبانی سے منعم خاں کو گرفتار کر کے
 بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیا بادشاہ نے منعم کا قصور معاف کر کے اُسکی قدر افزائی کی
 عرش آشرانی نے خطاب اور منصب انکے خانی افس کے بڑے بیٹے میرزا غز کو کہ کو
 عنایت فرما کر اُس کے مرتبہ میں ترقی کی۔ موصوفین لکھتے ہیں کہ کھکھروں کا گروہ چونکہ پیشہ
 تیموری خاندان کی اطاعت کیا کرتا تھا شیر شاہ نے اپنے زمانے میں کئی مرتبہ ان پر لشکر کشی
 کر کے ان کو تباہ اور برباد کیا۔ ان کھکھروں نے شیر شاہ کی اطاعت نہ کی اور اُس نے
 خود ان پر فوج کشی کر کے کھکھروں کے سردار سانگ خاں کو قتل اور بہانے سے
 گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور اُس کے فرزند کمال خاں کو اپنے ساتھ لے جا کر اُسے
 گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا۔ اس کے بعد سلطان آدم کھکھر سانگ کا بھائی اپنے
 قبیلہ کا سردار ہوا اور بھائی کی طرح آدم بھی افغانوں کا دشمن ہی رہا۔ شیر شاہ کے بعد
 سلیم شاہ نے بھی کھکھروں پر فوج کشی کی کھکھروں نے ہزاروں جیلوں سے افغانوں کو
 ایسا تنگ کیا کہ افغانی سپاہی بڑی مشکلوں سے لشکر کے باہر نکلتے تھے ماغانی فوج
 میں جو شخص لشکر سے نکلتا تھا کھکھر اُسے گرفتار کر کے قندھارہ کابل اور بدخشاں بھیج کر
 فروخت کرتے تھے اور اگر کسی افغانی پر انھیں کچھ رحم آتا تھا تو اُسے اپنے ہی لشکر میں
 معقول رقم پر بیچ ڈالتے تھے۔ سلیم شاہ وہاں سے پھرا اور ان کے ملک کو تباہ اور
 برباد کرتا ہوا گوالیار واپس آیا۔ سلیم شاہ نے پنجاب کے امیروں کو کھکھروں کی تباہی پر
 مامور کیا اور تیزی کھکھروں کے بارے میں یہ حکم دیا کہ تمام امیروں کو ایک گھر میں

بند کر کے اُس گھر میں بارود بھر کر اُسے آگ سے اڑا دیں چنانچہ تمام قبیلہ اسی طرح ہلاک ہو گیا مرث کمال خاں کھکھر خدا کے حکم سے گھر کے ایک کونے میں چھپ کر محفوظ رہا سلیم شاہ کو کمال کی زندگی کی خبر ہوئی اور اُس نے کمال سے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے شدید قسم لے کر پنجاب جانے کی اجازت دی۔ کمال خاں پنجابی امیروں کے ساتھ کھکھروں کے ملک فتح کرنے میں مصروف ہی تھا کہ سلیم شاہ نے دینا سے کوچ کیا جس وقت ہمایوں بادشاہ پنجاب میں داخل ہوا تو کمال خاں نے اُس کی ملازمت کر کے جنت آشیانی کی پسندیدہ خدمتیں انجام دیں۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں کمال خاں نے سرکار کوڑہ مانک پور میں جاگیر پائی اور افغانوں کے مقابلہ میں خان زماں کے ساتھ ہو کر بیحد مردانگی اور شجاعت سے لڑا اس لیے خراج آشیانی نے حکم دیا کہ پنجاب کے امیر آدم سلطان کو جس نے جنت آشیانی کی اطاعت نہ کی تھی امارت سے ہٹا کر کمال خاں کو اُس کی جگہ کھکھروں کا سردار بنادیں۔ امرائے پنجاب نے کمال خاں کا ساتھ دیا اور کھکھروں کا ملک فتح کر کے سلطان آدم کو زندہ گرفتار کیا اور کمال خاں کو سرکش کھکھروں کا حاکم بنایا۔ اُسی سال خواجہ معین میرزا شرف الدین حسین کا باب جو خواجہ ناصر الدین عبداللہ کی اولاد میں تھا ترکستان سے لاہور آیا۔ میرزا شرف الدین شاہی حکم کے مطابق لاہور گیا اور باب کو ساتھ لے کر آگرہ روانہ ہوا۔ عرش آشیانی نے خواجہ معین کا استقبال کیا اور اسے آگرہ میں لے آئے۔ اسی دوران میں میرزا شرف الدین حسین کے دل میں ہم نے جگہ کی اور وہ اجیر بھاگ گیا۔ میرزا شرف کے جانے سے اُس نواح میں کچھ فساد پیدا ہوا اس لیے بیرم خاں کا بھانجہ حسین قلی خاں ذوالقدر ناگورکی حکومت پر تعین کیا گیا۔ میرزا نے اجیر اپنے ایک مستبد کے سپرد کیا اور خود جالور کی طرف جو سرحد گجرات میں ہے روانہ ہو گیا۔ حسین قلی اجیر پہنچا اور اُس نے صلح سے شہر پر قبضہ کر لیا۔ شاہ ابوالعالی جو بادشاہ کی قید سے نجات پا کر مکہ معظمہ گیا ہوا تھا اب واپس ہو کر میرزا شرف الدین حسین سے ملا۔ میرزا شرف کے اشارے سے ابوالعالی ۹۶۱ھ میں تارنول پہنچا اور دست اندازی کرنے لگا۔ حسین قلی خاں نے یوسف بیگ اور احمد بیگ اپنے دو ملازموں کو ابوالعالی کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود میرزا شرف کی سرکوبی کے لیے آگے بڑھا۔ ابوالعالی کوچ کے وقت کہیں گاہ میں چھپ رہا اور

جب احمد بیگ اور یوسف بیگ حریف سے باہل غافل ہو کر سامنے سے گزرے تو ابوالمعالی نے حملہ کر کے دونوں کو قتل کر ڈالا بادشاہ منوہر پور میں شکاک پھیل رہا تھا اُس نے ان واقعات کی خبر سنتے ہی اپنے امیروں کے ایک گروہ کو ابوالمعالی کی تنبیہ کے لئے مقرر کیا۔ شاہ ابوالمعالی پنجاب روانہ ہو گیا اور پنجاب سے محمد حکیم میزرا کے پاس کابل پہنچا۔ محمد حکیم میزرا نے اپنی بہن کا ابوالمعالی کے ساتھ نکاح کر کے اُس کے مرتبہ کو بہت زیادہ بلند کیا۔ ابوالمعالی کے دماغ میں کابل کی حکومت کا سودا سہایا اُس نے سب سے پہلے اپنی ساس کو جو سلطنت کی مختار کابل تھی جو ظلم سے حرم میں لاکر اسے قتل کر ڈالا اور خود میزرا محمد حکیم کو جو در سال تھا کابل بنا۔ ابوالمعالی کا ارادہ تھا کہ میزرا کا قدم بھی درمیان سے اٹھا کر خود کابل کا حکمران بن جائے سلیمان میزرا نے کابل پہنچ کر ابوالمعالی کو یہ تیغ کیا۔ میزرا شرف کو ابوالمعالی کے فرار ہونے کی اطلاع ہوئی اور میزرا شرف جالور سے بھاگ کر احمد آباد گجرات پہنچا بادشاہ شکار سے فارغ ہو کر دہلی میں داخل ہوا عرش آشیانی چھار سو پونچھ اور میزرا شرف کے ایک غلام مسیحی قتلق نے بادشاہ کی جان لینے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کی سواری کے ساتھ خلعت خد کا ہجوم تھا قتلق اس آزد حام میں مامم تک کے مدرسہ کے پاس آیا اور اُس نے ہاتھ نیچا کر کے ایک تیر بادشاہ کی طرف پھنکیا لوگ یہ سمجھے کہ قتلق کسی جانور کو نشانہ لگا رہا ہے بادشاہ ہاتھی پر سوار تھا تیر سیدھا بادشاہ کی طرف آیا اور عرش آشیانی کے کاندھے میں قریب ایک بالشت کے اندر گھس گیا۔ تیر ابھی شانہ ہی میں تھا کہ قتلق کو لوگوں نے پارہ پارہ کر ڈالا۔ تیر بادشاہ کے کاندھے سے نکلا گیا اور عرش آشیانی کو ردی کی تباہی نادی گئی بادشاہ نے مطلقاً بے تابی نہیں ظاہر کی بلکہ اسی طرح سوار اپنے محل تک آئے۔ حکیم عین الملک گیلانی نے مسیحی کی اور ایک ہفتہ میں بادشاہ کو اس زخم سے باہل صحت ہو گئی عرش آشیانی اگرہ پونچھ اور آصف خاں ہروی کو کڑھ مانک پور کی صوبہ داری پر بھیجا اور خود ہاتھی کا شکار کھیلنے کے لئے قلعہ نذر روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے اس شکاریں جدت اور تصرف سے کام لیا۔ عہد اللہ خاں اوزبک حاکم مالوہ نے بہت سے ہاتھی چل کیے تھے لیکن ان میں سے بادشاہ کے لئے ایک ہاتھی بھی اُس نے نہ بھیجا۔ عرش آشیانی برسات کے موسم میں تنہا

مند و روانہ ہوئے۔ مخد خاں نیشاپوری حاکم سازنگ پور نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ عرش آشیانی اوجین وارد ہوئے اور عبداللہ خان اوزبک خوف زدہ ہو کر اپنے اہل و عیال اور اسباب کے ہمراہ گجرات کی طرف بھاگا۔ بادشاہ نے عبداللہ خان کے تعاقب میں پچیس کوس کا دھاوا کیا۔ بادشاہ کا ہرا دل عبداللہ خان تک پہنچ گیا عبداللہ خان نے جب کوئی اور چارہ کار نہ دیکھا تو بلیٹ کے رٹنے کو تیار ہوا اس لڑائی میں عبداللہ خان کو فتح ہوئی اور وہ اطمینان کے ساتھ گجرات روانہ ہوا عرش آشیانی مند و چلے گئے اور شہر میں داخل ہو کر شاہان ظہبی کی بنا کردہ عمارتوں کا تماشا دیکھنے میں مشغول ہوئے۔ میراں مبارک شاہ فاروقی دانی برہان پور نے بادشاہ کی اطاعت کی اور اپنی بیٹی بادشاہ کے حرم میں داخل کی۔ مند کی حکومت قزلباش خاں کے سپرد کی گئی اور بادشاہ آگرہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں قصبہ سیری ^{سیر} طلائع کے نزدیک ہاتھیوں کا ایک جھنڈ ٹھل کر آیا اس جگہ میں ایک مست کوہ پیکر ماتی بھی تھا۔ اہل لشکر شاہی حکم کے مطابق ہاتھیوں کو ہٹکا کر قلعہ سیری کلاس کے اندر لے آئے نیل مست قلعہ کی دیوار کو توڑ کر جنگل میں بھاگا۔ ایک خاصہ کا ہاتھی سر راہ اس نیل مست کے مقابلہ میں چھوڑ دیا گیا نیل مست نے خاصہ کے ہاتھی سے لڑائی کی اور اس طرح گرفتار ہوا۔ ۹۷۷ھ میں جوئی بیگم کا بھائی خواجہ معظم جو بادشاہ کا خالو ہوتا تھا کسی بے اعتدالی کی وجہ سے گرفتار کر کے قید کیا گیا خواجہ معظم نے اسی قید میں وفات پائی۔ اسی سال آگرہ کا قلعہ چوکی اینٹوں کا بنا ہوا تھا توڑ کر ازسرنو سنگ سرخ کا بنایا گیا قلعہ کی عمارت چار سال میں پوری تعمیر کی گئی۔

عبداللہ خان اوزبک کے واقعہ کے بعد عام طور پر یہ مشہور ہو گیا کہ بادشاہ اوزبکی امیروں سے اس قدر ناراض ہے کہ سب کو یکبارگی ہلاک اور تباہ کرنا چاہتا ہے۔ اس انخواہ سے سکندر خان اوزبک اور ابراہیم خان اوزبک وغیرہ امیروں نے جوہار اور جونپور کے صوبہ میں صاحب منصب و جاگیر تھے بادشاہ کی اطاعت سے انحراف کیا۔ علی قلی خاں سیستانی اور بہادر خاں سیستانی نے بھی اگرچہ ان کی ماں اصفہانی تھی اور وہ خود عراق میں پیدا ہوئے تھے لیکن چنگلہ ان کے آباد اجداد اوزبک تھے اور نیز اپنی پہلی لغزشوں پر دل میں خوف زدہ بھی تھے

اپنے کو بھی اذربئی، مرا من سبھا اور باغی گروہ کے سردار بن گئے۔ آصف خاں ہروی کی جاگیر بھی سیستانیوں کے پردس میں تھی یہ امیر بھی خزانوں کے واقعہ کو دل میں جگہ دیکر سیستانی امیروں سے مل گیا اور قریب بیس ہزار منتخب اور آزمودہ کار سواروں کے یکبارگی مخالفت کا اعلان کر دیا اور جس قدر ملک پر ہوسکا قابض ہو گئے۔ عرش آشیانی کی عادت تھی کہ مہات سلطنت انجام دینے میں مجمل سے کام نہ لیتے تھے۔ بادشاہ نے ان واقعات کے باب میں ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالا۔ عرش آشیانی اسی سال شکار کھیلنے بیانہ سے زور گدھ روانہ ہوئے بادشاہ خود شکار کرنے میں مصروف ہوا اور اشرف خاں نشی کو سکندر خاں اذربک کے پاس بھیجا تاکہ اُسے دلاسا دیکر بادشاہ کے پاس لے آئے اور لشکر خاں نشی کو آصف خاں ہروی کے پاس بھیجا کہ خزانوں اور مال عیبت میں سے جو کچھ بادشاہ کی پیشکش کے لائق ہو وہ آصف خاں سے لیکر جلد واپس آئے۔ مذکورہ بالا خزانوں کی حکایت یہ ہے کہ آصف خاں ہروی بخیاری امیر اور کڑھ مانک پور کا جاگیر دار مقرر ہوا۔ آصف خاں کے پروس میں گدھ کی سلطنت تھی اُس جوار کی وجہ سے آصف خاں نے گدھ کو جو اُس سے پہلے کسی مسلمان بادشاہ سے فتح نہ ہوا تھا فتح کرنا چاہا۔ گدھ کی حاکم ایک عورت مسماہ رانی درگاوتی تھی یہ رانی حسن سیرت و صورت سے آراستہ تھی۔ آصف خاں نے بھی مرہٹہ لشکر رانی کی سرحد پر بھیجا اور ملک کو اچھی طرح تاخت و تاراج کیا آخر میں آصف خاں خود پانچ پانچ ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ گدھ پر حملہ آور ہوا رانی بھی پسند رہ سو ہاتھیوں اور آٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی جمعیت سے آصف خاں کے مقابلہ میں آئی۔ زمینیں ایک شدید اور خونریز لڑائی ہوئی اتفاق سے ایک تیر رانی کی آنکھ میں لگا۔ رانی اب جنگ سے دست بردار ہوئی اور اپنے ناموس کی حفاظت کو مقدم سمجھ کر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر اُس نے اپنی جان سے ہاتھ دھویا اور ذیل بان سے خنجر لے کر اپنے کو ہلاک کر ڈالا۔ آصف خاں گدھ کے قلعہ میں جو رانی کا مسکن تھا داخل ہوا۔ رانی کا خرد سال بیٹا ہجوم خلاقی میں ہر دس کے نیچے چکلہ ہلاک ہوا جو ہرات سونے کی تصویروں اور نفیس اور مرصع خیریں کے

علاوہ ایک سو ایک گنگال تانبے کے طلائی اشرفیوں سے بھرے ہوئے رانی کی سرکار سے آصف خاں کے ہاتھ آئے۔ آصف خاں نے پندرہ سو ہاتھیوں میں سے صرف تین سو ہاتھی بادشاہ کے لیے روانہ کئے اور باقی تمام چیزوں پر خود قابض ہو گیا۔ عرش آیشانی شکار کھیلنے ہوئے گڈھ کے جوار میں وارد ہوئے ہوا کی گرمی اور باد مخالف کے اثر سے بادشاہ بیمار ہوئے اور آگرہ واپس آئے۔ اشرف خاں منشی اور لشکری خاں کشمی کی باتوں سے مخالفوں کو کچھ تنبیہ نہ ہوئی اور شاہی حکم کے موافق شاہم خاں جلایر شاہ بدخ خاں اور محمد دیوانہ وغیرہ جو اس نواح کے جاگیردار تھے سکندر خاں اور براہیم خاں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ عین لڑائی کے وقت بہادر خاں بھی سکندر وغیرہ سے آ ملا۔ شاہم خاں کو شکست ہوئی اور بدخ خاں اور محمد امین دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ عرش آیشانی کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے منعم خاں خانخاناں کو ایک جزار فوج کے ہمراہ بطور مقدمہ لشکر روانہ کیا اور خود بھی شوال ^{۱۰۰۰} ۹۸۷ھ میں اس طرف روانہ ہوا۔ عرش آیشانی فوج پہنچے اور (لشکر گاہ) سے جدا ہو کر سکندر خاں اور بیک پر جو غصہ تھے قلعہ میں مقیم تھا دھاوا کیا سکندر خاں اور بیک کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے لکھنؤ کی طرف بھاگ کر خان زماں کے پاس پناہ لی علی قلی خاں اور بہادر خاں زمین گھاٹ کی طرف گئے اور دریائے گنگا کے اُس پار اترے۔ بادشاہ بھی جو بنو رہو پوچھا آصف خاں ہردی نے بادشاہ کی اطاعت کی اور مجنوں خاں قاقشال جاگیردار کڑھ مانک پور کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت کے لیے حاضر اور شاہانہ نوازش سے سرفراز ہوا۔ چند روز کے بعد آصف سیستانی جو پانچ ہزار سوار خاصہ کا افسر تھا دوسرے معتبر امیروں کے ساتھ سرکشوں کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا گیا۔ آصف خاں زمین گھاٹ پہنچا اور علی قلی خاں کے لشکر کے مقابل خیمہ زن ہوا اور اپنے اطوار اور دل و زبان سے معاملہ کو لیت و لعل میں ڈال رہا تھا۔ بادشاہ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی اور اُس نے آصف خاں کی جاگیر میں تغیر و تبدل کیا۔ آصف خاں آدھی رات کو اپنے بھائی وزیر خاں کے ساتھ لشکر سے گڈھ روانہ ہو گیا۔ عرش آیشانی منعم خاں خانخاناں کو اُس کی فوج کے ساتھ آصف خاں کی جگہ پر روانہ کیا۔

علی قلی خاں نے سکندر خاں اور بہادر خاں کو میان دو آب بھیجا تاکہ دونوں
 اگرہ تک سارا ملک تاخت و تاراج کر کے اُس نواح میں بدامنی پیدا کر دیں۔
 بادشاہ نے شاہ بدایغ خاں اور اُس کے بیٹے مطلب خاں اور اقبال خاں لنگ
 اور حسین خاں اور سعید خاں اور راجہ ٹوڈرمل اور محمد امین دیوانہ اور محمد خاں
 افغان سورا اور محمد معصوم خاں اور لشکر خاں بخشی کو مشہد مقدس کے ایک نامی گرامی
 سید امیر معز الملک کی ماتحتی میں بہادر خاں سیستانی کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ اس وقت
 علی قلی خاں نے منعم خان خانگاہوں کو اپنے گناہوں کا شفیع بنا کر بادشاہ سے اپنے قصور کی
 معافی چاہی اور اپنی ماں اور ابراہیم خاں اور بک کو جسے بچائے اپنے چچا کے سمجھنا تھا کہ بیکر
 ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا۔ عرش آشنائی نے علی قلی کی خطا
 معاف کی اور جو پور کو بدستور اُس کی جاگیر میں بحال رکھا۔ میر معز الملک بہادر خاں
 سکندر خاں کے سر پہنچ گیا اور اُس نے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا لیکن بہادر خاں نے
 معز الملک کو پیغام دیا کہ میرے بھائی نے اپنی والدہ کو بادشاہ کے حضور میں بھیج کر
 اپنی خطا کی معافی مانگی ہے شاہی جواب ملنے تک معرکہ آرائی کو ملتوی رکھنا مناسب ہے
 معز الملک نے بہادر خاں کی درخواست کو قبول نہ کیا اور جنگ کی صفیں آراستہ کیں
 اور دشمن کے مقدمہ لشکر یعنی سکندر خاں اور بک پر حملہ کر کے اُس کی فوج کو دوہم و تہم
 کر دیا سکندر خاں سامنے سے بھاگا اور اُس کے بہت سے سپاہی میدان جنگ
 میں کام آئے۔ بہادر خاں جو اُس وقت تک اپنی فوج کو ساتھ لے ہوئے خاموش
 کھڑا تھا سکندر خاں کو فراری اور اُس کے سپاہیوں کو مقتول دیکھ کر شاہی فوج پر
 حملہ آور ہوا۔ بہادر خاں کے حملے نے شاہی فوج کو دوہم و تہم کر دیا میر معز الملک
 میدان جنگ سے فوج بھاگا اور بہادر خاں اور اُس کے سپاہیوں کو بیشمار مال غنیمت ملا
 اس درمیان میں صلح ہو گئی اور عرش آشنائی جو پور علی قلی کی والدہ کو غنایت کر کے خود
 سیر کے لئے قلعہ چٹار اور بنارس کی طرف روانہ ہوئے۔ علی قلی خاں نے سکندر خاں کی
 ترغیب سے دیباے گنگا کو عبور کیا اور غازی پور اور دوسرے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔
 بادشاہ نے علی قلی خاں پر عتاب فرما کر حکم دیا کہ اشرف خاں جو پور جاکر علی قلی کی والدہ کو
 قید کرے اور خود جلد سے جلد غازی پور روانہ ہوا۔ علی قلی خاں نے ایک گنجان جنگل میں

پناہ لی اور بہادر خاں اور سکندر خاں اور ابراہیم خاں جلد سے جلد رات کے وقت جو پورہ پہنچے اور زینہ لگا کر قلعہ کے اندر پہنچے اور اپنی ماں کو قید سے چھڑا کر خن خن کو گرفتار کیا اور بنارس روانہ ہو گئے۔ عرش آیشانی یہ خبر سنکر جو پور پہنچے اور بادشاہ نے تمام ممالک محروسہ کے لشکر کو حاضر ہونے کا فرمان صادر کیا۔ خان زماں نے خوف زدہ ہو کر دوبارہ عاجزی کے ساتھ تقصیر کی معافی چاہی بادشاہ چونکہ بہادر خاں کو بچپن ہی سے بھائی کہتا تھا اور علی قلی خاں کو بھی اس کی سابقہ خدمتوں کی وجہ سے بچہ دوست رکھتا تھا اور نہ چاہتا تھا کہ دونوں کو باطل تباہ اور برباد کرے اس لیے عرش آیشانی نے اس مرتبہ بھی دیویوں بھائیوں کا تصور معاف کیا اور اُن کی جاگیریں اُن کو عنایت کیں مقبرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ قدیم زمانہ کا ایک فرمانروا کہا کرتا تھا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ گناہوں کے معاف کرنے میں مجھے کیا لذت ملتی ہے تو لوگ گناہوں کا تحفہ لیکر میرے پاس آئیں اور صرف گناہوں کو میری نذر کیلے کا وسیلہ نہیں عرش آیشانی نے خان زماں کا تصور معاف کر کے اُس کو اپنے سامنے حاضر ہو گیا حکم دیا۔ خان زماں نے خجالت اور شرمندگی کو نہ آنے کا سبب بتایا اور کہا کہ بادشاہ کے تشریف لے جانے کے بعد خان زماں اپنے بھائی کے ہمراہ آستانہ ہوسی کے لیے حاضر ہو گا۔ عرش آیشانی نے خان زماں کا غدر قبول کیا اور اُس سے قسم لیکر خود اگرہ روانہ ہوئے۔ عرش آیشانی اگرہ پہنچے اور جہدی قاسم خاں کو چار ہزار سواروں کے ساتھ آصف خاں ہروی کی سرکوبی اور گڈھ کی حکومت کے لیے روانہ کیا علی قلی خاں نے جس کے دل میں اب تک مخالفت کا مادہ موجود تھا آصف خاں کو جو پور میں اپنے سے ملا لیا لیکن آصف خاں علی قلی کے تکبر اور غرور کی وجہ سے چھ مہینے کے بعد اُس سے ناراض ہو کر اپنے بھائی وزیر خاں کے ساتھ گڈھ کی طرف بھاگا۔ بہادر خاں سیستانی نے اُس کا تعاقب کیا اور آصف خاں ہروی کے ساتھ جنگ کر کے اُسے شکست دی وزیر خاں نے موقع پا کر بہادر خاں پر حملہ کیا اور اُس کو پسپا کر کے اپنے نیم جان بھائی کو قید سے آزاد کرایا اور دونوں ساتھ ہو کر گڈھ پہنچے اور وہیں میم ہوئے اسی دوران میں محمد حکیم میرزا کے لچکی کابل سے ہندوستان آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ

ابوالمعالی کے قتل کے بعد سلیمان میرزا نے کابل میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا ہے اور میرزا سلطان نام ایک شخص کو اپنی طرف سے کابل کا حاکم مقرر کر کے خود بخشاں واپس گیا ہے۔ محمد حکیم میرزا نے میرزا سلطان کو کابل کے باہر نکال دیا ہے اب سُنا گیا ہے کہ سلیمان میرزا کابل پر حملہ کرنے کے لئے فوج جمع کر رہا ہے اگر اس وقت حکیم میرزا کی مدد کی جائے تو ذرا دوری سے بعید نہ ہوگا۔ عرشِ آشرافی نے امرا کے پنجاب کے نام فرامین جاری کیئے اور محمد قلی خاں حاکم ملتان کو لکھا کہ سلیمان میرزا کے کابل پر دھاوا کرتے ہی محمد قلی وہاں پہنچ کر سلیمان میرزا کا مقابلہ کرے۔ فریدوں خاں کابلی جو شاہی امیر اور محمد حکیم میرزا کا ماموں تھا بادشاہ سے رخصت ہو کر محمد حکیم میرزا کے پاس کابل روانہ ہوا تاکہ وہاں پہنچ کر حکیم میرزا کی مدد کرے لیکن قبل اس کے کہ شاہی فرامین امیروں کے نام پہنچیں سلیمان میرزا نے کابل پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا حکیم میرزا سلیمان کا مقابلہ نہ کر سکا اور سندھ میں آکر پناہ گزیں ہوا۔ فریدوں خاں نے دریائے سندھ کے کنارے حکیم میرزا سے ملاقات کی اور اُسے سمجھا دیا کہ اندلوں بادشاہ علی قلی خاں اور دوسرے اوزبک امیروں کے قتلوں میں گرفتار ہے اور اُسے لاہور آینکا باطل موقع نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ تم لاہور پہنچ کر شہر پر قبضہ کرو اور پنجاب کے امیروں کو اپنا بٹلر سلیمان میرزا کی سرکوبی کی بہترین تدبیر کرو۔ حکیم میرزا فریب میں گرفتار ہو کر لاہور روانہ ہوا۔ قطب الدین محمد خاں انکہ اور میر محمد خاں وغیرہ امرا نے لاہور قلعہ بند ہو گئے اور انہوں نے ممانعت شروع کی۔ محمد حکیم میرزا نے ہندی قاسم کے باغ میں قیام کر کے ہر چند کوشش کی کہ امرا نے پنجاب اُس کا ساتھ دیں لیکن کامیابی نہ ہوئی بادشاہ علی قلی خاں کے ہمت کا سراپا نام چند سے ملتوی رکھا اور اگر مٹھ خاں کے سپرد کر کے خود جہادی الاول سے فتنہ کی چودھویں رات کو جلد سے جلد لاہور روانہ ہوئے۔ بادشاہ سرہند سے ابھی گندے بھی نہ تھے کہ اُن کے آنے کی خبر لاہور پہنچ گئی قلعہ بندوں نے نقارہ شادیا نہ بجوانا شروع کیا۔ حکیم میرزا سو رہا تھا نقارہ کی آواز سن کر جاگا اور شادیا نہ کے بجنے کی وجہ پوچھی لوگوں نے کہا کہ بادشاہ دھاوا کرتا ہوا آ رہا ہے اور نزدیک پہنچ گیا ہے میرزا سمجھا کہ لاہور اور بادشاہ کے درمیان صرف ایک کوس کا

فاصلہ رکھ گیا ہے۔ حکیم میرزا فوراً لاہور سے کابل روانہ ہو گیا۔ چونکہ سروی کا آغاز ہو چکا تھا سلیمان میرزا کابل چھوڑ کر بدخشاں پہنچ چکا تھا حکیم میرزا نے میدان خالی پایا اور کابل کی حکومت پر قانع ہو گیا۔ بادشاہ لاہور بیوٹا اور اُس نواح میں قمرغہ میں شکار کھیلنے میں مصروف ہوا وزیر خاں نے شکار نگاہ میں بادشاہ سے ملاقات کی اور آصف خاں کی خطامعات فرمانے کی درخواست کی۔ عرش آشیانی نے آصف خاں کا قصور معاف فرمایا اور وزیر خاں کو پنجہزاری امیروں میں داخل کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ آصف خاں ہر دی جنوں خان قاشال کے ساتھ کرۂ مانک پور میں قیام کر کے اُس نواح کی محافظت کرے۔ بادشاہ نے پنجاب کے سفر کا ارادہ کیا اور محمد سلطان میرزا کی اولاد نے قنہ و فساد برپا کرنا شروع کیا سلیمان میرزا کا امیر تیمور صاحب قراں کی اولاد میں ہونا اور میرزا کا نسب نامہ حضرت فردوس مکانی کے حالات میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ سلطان میرزا کی ماں سلطان حسین کی بیٹی تھی۔ حسین میرزا نے جنت آشیانی کے زمانے میں نکم حرامیاں کیں لیکن بادشاہ نے ہر مرتبہ اُس کا قصور معاف کیا۔ میرزا کا بڑا بیٹا انج میرزا تہرارہ کی لڑائی میں کابل میں مارا گیا اور اُس کے چھوٹے فرزند شاہ میرزا نے اپنی موت سے وفات پائی۔ انج میرزا نے دو بیٹے اپنی یادگار چھوڑے جن کے نام سکندر سلطان اور محمود سلطان ہیں جنت آشیانی نے سکندر سلطان کو انج میرزا اور محمود سلطان کو شاہ میرزا کے نام سے موسوم کر کے دونوں کی تربیت کی۔ محمد سلطان میرزا اپنی تمام اولاد کے ساتھ سہ جلوس میں پھر ہندوستان آیا اور سرکار سنبھل میں پرگنہ آدم پور اُس کی مدد معاش کے لئے عنایت کیا گیا۔ اس بڑھاپے میں آدم پور میں محمد سلطان کے چار بیٹے پیدا ہوئے محمد حسین میرزا۔ ابراہیم میرزا۔ سعود میرزا اور عامل میرزا یہ چاروں بھائی بہنوز خرد سال ہی تھے کہ بادشاہ نے اُن کی تربیت کر کے چاروں کو گروہ امرا میں داخل کیا اور جو پور کی یورش کے بعد بادشاہ سے اجازت لیکر چاروں بھائی اپنی جاگیر کو سنبھل روانہ ہو گئے جس زمانے میں کہ بادشاہ حکیم میرزا کے قنہ کو فرد کرنے کے لئے پنجاب روانہ ہوا تو ان چاروں بھائیوں نے اپنے چچے بھائیوں سکندر سلطان اور محمود سلطان کے ساتھ جوان میرزا اور شاہ میرزا کے نام سے موسوم تھے ایک دل ہر کر

بغاوت کی اور زلیلوں اور کمینوں کا ایک گروہ اپنے گرد جمع کر کے دست اندازی کرنے لگے۔ اُس نواح کے جاگیرداروں نے میزراؤں کو مغلوب کر کے انہیں مالوہ کیلٹن بھگادیا اس زمانے میں مالوہ میں کوئی صاحب اقتدار حاکم نہ تھا۔ فراری میزرا مالوہ پر قابض ہو گئے۔ منعم خاں خان خاناں نے محمد سلطان میزرا کو سرکار سنبھل سے گرفتار کر کے بیار کے قلعے میں قید کر دیا محمد سلطان نے اسی قید میں وفات پائی۔ اسی طرح علی قلی خاں سیستانی سکندر خان اوزبک اور دوسرے امیروں نے حکیم میزرا کے در و دلاہو کی خبر سنی اور پیاں کشنی کر کے اپنی اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے۔ ان امیروں نے قنوج اور اودھ اور دوسرے ملکوں اور پرگنوں پر قبضہ کر کے بہت بڑی جمیعت بہم پہنچائی۔ عرش آشیانی ابن امیروں کی سرکوبی کے لیے لاہور سے آگرہ پہنچے اور لشکر کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ عرش آشیانی دو ہزار ہاتھیوں اور ایک چار لشکر کے ساتھ جو نیور روانہ ہوئے خان زماں نے سید یوسف مہدی کا قلعہ میر گڑھ میں محاصرہ کر رکھا تھا اُس نے بادشاہ کی آمد کی خبر سنی چونکہ اُسے یقین نہ تھا کہ عرش آشیانی اس قدر جلد وہیں آجائینگے بدحواس ہو کر میر گڑھ سے روانہ ہوا ۱۱ ہزار بہادر خاں کے پاس کڑھ مالک پور پہنچ گیا۔ بہادر خاں نے کڑھ میں مجنون خاں قاتشال کا محاصرہ کیا تھا۔ عرش آشیانی نے خان زماں کا تعاقب کیا اور کڑھ روانہ ہوئے۔ بادشاہ پر گنہ گارے بریلی پہنچا۔ اور اسے معلوم ہوا کہ خان زماں نے دریائے گنگا کو عبور کر کے مالوہ پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا ہے خان زماں کا مقصد یہ تھا کہ محمد سلطان میزرا کی اولاد سے مل کر اُس نواح پر اپنا قبضہ کرے اور اگر اُسے کچھ مدد مل جائے تو شاہانِ دکن کے پاس جا کر پناہ گزین ہو عرش آشیانی رات کے وقت کڑھ مالک پور کے گھاٹ پہنچے۔ اُس وقت کوئی کشتی موجود نہ تھی بادشاہ ایک تیز ہاتھی سدر نام پر سوار ہوا ہر چند امیروں نے منع کیا لیکن بادشاہ نے کسی کی نہ سنی اور خدا پر بھروسہ کر کے گنگا میں ہاتھی ڈال دیل بادشاہ کے اقبال سے دیر پا پایاب ہوا اور ہاتھی کو تیرنے کی ضرورت نہ ہوئی بادشاہ کو ہیکر ہاتھیوں اور سو سواروں کے ساتھ دریا کے اُس پار پہنچ گیا اور صبح کے قریب علی قلی خاں کے لشکر پر جا پہنچا۔ اسی وقت آصف خاں اور مجنون خاں ایک بڑے لشکر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے علی قلی خاں اور بہادر خاں جانتے تھے کہ بادشاہ

اپنے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ رات کو دریا کو عبور نہ کر لیا اس لئے دونوں بھائی شراب پینے اور ناچ دیکھنے میں مشغول تھے۔ شاہی لشکر کا ایک آدمی خان زماں کے خیمہ کے قریب پہنچا اور اُس نے چلا کر کہا کہ غافل بادشاہ دریا کو عبور کر کے تمہیں سزا دینے کے لئے یہاں پہنچ گیا ہے۔ خان زماں وغیرہ اس شخص کی آواز کو بھی آصفت خاں اور مجنوں خاں کی جیلہ سازی سمجھے کہ دفعۃً نقارۂ شاہی کے بجنے کی آواز ان کے کانوں کو سنائی دی۔ یہ اہل گرفتہ امیر بدحواس اپنی مجلس سے اُٹھے اور صفت آرائی میں مشغول ہوئے ذی الحجہ ۹۷۹ء کی پہلی تاریخ کو دو شنبہ کے دن چاشت کے وقت لڑائی شروع ہوئی۔ بابا خاں قاقشال جو بادشاہی سہرا دل تھا اُس نے حریت کے ایک گروہ کو جو اُس کے مقابلہ کے لئے سامنے آیا تھا سارے علی قلی خاں کی فوج تکسہ بھگا دیا۔ بہادر خاں نے اس وقت علی قاقشال پر حملہ کیا اور قاقشال کی فوج کو مجنوں کی صف تک پہنچا دیا۔ باوجودیکہ بہادر خاں کی فوج میں بے ترتیبی واقع ہو گئی تھی لیکن اُس نے بلا کسی خیال کے مجنوں خاں کی صف پر حملہ کیا اور اس فوج کو درہم درہم کر کے اُس نے اسادہ کیا کہ فوج خاصہ پر حملہ کرے اس درمیان میں چند معتبر امیروں نے بہادر خان کی مافعت کی کوشش کی۔ بادشاہ ہاتھی پر سوار تھا اور اُس کا رویت خان اعظم عزیز کو کہ تھا۔ عرش آشیانی احتیاط کا خیال رکھتا تھا اسے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ غرض کہ خزان نعمت نے اپنا کام کیا اور سپہ سالار گھوڑا تیر کا زخم کھا کر زمین پر گر رہا اور خاں پیادہ ہو گیا ہنوز یہ خبر بادشاہ کو نہ پہنچی تھی کہ عرش آشیانی اُنے بذات خود جنگ کا ارادہ کر کے اپنے ہاتھیوں کو یکبارگی علی قلی خاں کی فوج کی طرف بھگا یا سب سے پہلے ہیرا مند نام شاہی ہاتھی علی قلی خاں کی فوج کی طرف دوڑا رو دیا نہ نام ایک ہاتھی حریت کی طرف سے شاہی میل کے مقابلہ میں آیا۔ ہیرا مند نے رو دیا نہ کو ایسی ضرب لگائی کہ رو دیا نہ فوراً زمین پر گر پڑا۔ اس ہاتھی کے گرتے ہی طرفین سے سوار اور پیادوں نے دشمنوں پر حملہ شروع کر دیا اور لڑائی کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اتفاق سے ایک تیر علی قلی خاں کے لگا ٹلی قلی خاں تیر اپنے بدن سے نکال رہا تھا کہ دوسرا تیر اُس کے گھوڑے کے لگا۔ گھوڑا تیر کھا کر ایسا کمزور ہوا کہ علی قلی خاں اُس کی پیٹھ سے اُتر آیا۔ علی قلی کے ایک ہی خواہ نے دوسرا گھوڑا اُس کے لئے حاضر کیا اور چاہا کہ

علی قلی کو سوار کرے کہ ناگاہ زرننگہ نام شاہی قیل نے دہاں پہنچ کر علی قلی خاں کو پامال کر دیا۔ علی قلی خاں کے فنا ہوتے ہی اُس کے سیاری بھاگنے لگے۔ اسی درمیان میں نظر بہادر نام ایک شخص نے بہادر خاں کو زندہ گرفتار کیا اور اُسے بادشاہ کے سامنے لے آیا۔ بادشاہ نے بہادر خاں سے کہا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا بُرائی کی تھی جو تم نے خود میرے اُپر تلوار اٹھائی بہادر خاں نے خجالت کی وجہ سے اور کچھ جواب نہ دیا صرف اتنا کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ آخر عمر میں حضرت کا دیدار جو گناہوں کا مٹا دینا ہے میسر ہو گیا بادشاہ نے اپنی غلطی مروت کی وجہ سے اُس کے معذور رکھنے کا حکم دیا لیکن چونکہ علی قلی خاں کا مارا جانا ابھی یقین کو نہ پہنچا تھا شاہی ہی خواہیوں نے بہادر خاں کے وجود کو باقی رکھنا مناسب نہ سمجھا اور بلا حکم شاہی اُسے قتل کر دیا۔ قاسم ارسلان کے دو شعروں سے ثابت ہوتا ہے کہ خان زماں علی قلی خاں تغلک کے زخم سے ہلاک ہوا۔ عرش آشیانی نے علی قلی خاں اور بہادر خاں کے سر پنجاب روانہ کیے اور جان علی اوزبک یا علی بیگ۔ میرزا بیگ۔ خوشحال بیگ اور میرزا شاہ بدخشی اور علی شاہ بدخشی وغیرہ کو جو علی قلی خاں کے یار و مددگار تھے گرفتار کر کے ان قیدیوں کے ہمراہ جو پور آئے۔ بادشاہ نے دوسروں کی عبرت کے لیے مذکورہ بالاقیدیوں کو ہاتھیوں کے پیروں کے نیچے پامال کرایا۔ عرش آشیانی نے جو پور کی حکومت مستم خان خان خاناں کو دی۔ سکندر خان اوزبک جو قلعہ اودھ میں پناہ گزین تھا کشتی میں بیٹھ کر گورکھ پور بھاگ گیا اور عرش آشیانی بھی محرم ۹۷۵ھ میں کامیاب و فتح مند آگرہ پہنچے۔ اس زمانہ تک رانا اودھ سنگھ نے اطاعت نہ کی تھی بادشاہ باوجود اس کے کہ پے در پے سفر کر چکا تھا لیکن اُس پر بھی جلد سے جلد رانا کے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ عرش آشیانی شیوپور کے قلعہ پر پہنچے اس قلعے کے حاکم نے حصار خالی کر دیا اور اپنے مالک سورجن راجہ کے پاس رخصتور روانہ ہو گیا بادشاہ نے وہ حصار اپنے نوکروں کے سپرد کیا اور قلعہ کا کردن کی طرف جو مالوہ کی سرحد ہے روانہ ہوا سلطان محمد میرزا کی اولاد جو قلعہ مند و پرتابض تھی بادشاہ کے اس طرف آنے سے بے حد پریشان ہوئی چونکہ لائے میرزانے فوراً ہی وفات پائی باقی میرزا جلد سے جلد گجرات بھاگ گئے۔ عرش آشیانی نے مالوہ کی حکومت شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری کے

سپر کی اور کا کر دن سے رانا کی تنبیہ کے لئے آگے بڑھے۔ رانا بھی آٹھ ہزار تجربہ کار راجپوت اور ہشمار ذخیرہ قلعہ چٹوڑ میں جو پہاڑ کے اُپر واقع ہے جو ٹوکرا اپنے اہل و عیال کے ساتھ ایک محفوظ مقام پر مقیم ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ پر دھاوا کیا اور پانچ ہزار برہمنی شکر اس لوہا رکھو دئے والے اور کلکار اور مزدوروں کو سا باطیہ کرنے کے لئے جو مخصوص اہل ہند کا قاعدہ ہے مقرر کیا۔ یہ لوگ سا باطیہ کرنے اور نقب کھودنے میں مشغول ہوئے سا باطیہ سے مراد دو دیواریں ہیں جن میں ایک تنگ انداز کا فاصلہ ہوتا ہے یہ دونوں دیواریں کسی قدر فاصلہ سے بنائی جاتی ہیں اور تختوں اور مزدور گائے کی کھال سے منڈھے ٹوکروں کی پناہ میں رکھ کر ان دیواروں کو قلعے کے قریب تک پہنچاتے ہیں اور آتش باز اور نقب کھودنے والے ان دونوں دیواروں کے کشادہ راستہ سے اطمینان کے ساتھ قلعے کے نیچے آن کر نقب کھودنے میں مشغول ہوتے ہیں بارود نقب میں بھر کر اُس نقب کو آگ سے اڑاتے ہیں قلعے کی دیوار کو اس طرح توڑ کر سا باطیہ کی راہ سے سپاہی رخنہ دیوار تک پہنچ کر قلعے کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ دونوں سا باطیہ ہو گئیں اور دو نقبین برج کے نیچے تک پہنچ گئیں دونوں نقبین بارود سے بھری گئیں اور بارود میں آگ لگا دی گئی۔ اتفاق سے ایک نقب میں آگ جلد لگ گئی اور اُس کے نیچے کا برج اڑ گیا اور قلعے کی دیوار میں ایک بہت بڑا راستہ پیدا ہو گیا۔ دہ ہزار سپاہی جو مسلح ہو کر گئیں گاہ میں چھپے ہوئے تھے یہ بھڑک کر دونوں نقب آگ سے جل گئیں اور حصار میں ہر دو طرف راستہ پیدا ہو گیا ہے یکبارگی دونوں سا باطیہ سے حصار کی طرف دوڑے۔ ایک ہزار آدمی رخنہ اداں پر پہنچ کر راجپوتوں سے دست درگیاں ہوئے اور ایک ہزار دوسرے برج کے پاس پہنچے ان سپاہیوں نے جب اس برج میں رخنہ نہ دیکھا تو بعض تو کسی تدبیر سے پلٹ آئے اور بعضوں سے اہل قلعہ لڑنے لگے عین لڑائی کے وقت نقب نے آگ پکڑی اور برج آگ سے اڑا اور طرفین کے سپاہیوں کے اعضاء بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو کر میدان جنگ میں ادھر ادھر گرے اس حادثہ میں شاہی امیروں میں سید جمال الدین بارہ اور مردان علی شاہ وغیرہ پسندہ نامی امیر اور پانچ سو منتخب سوار کام آئے اور اہل قلعہ کے بھی ہشمار آدمی ضائع ہوئے۔ اس واقعہ سے اس دوسرے رخنہ کے ذریعہ سے سپاہی قلعے کے اندر

نہ داخل ہو سکے اور اُس روز قلعہ فتح نہ ہوا۔ اس حادثہ کے بعد دوسری سا باطنیا رک گئی ایک دن بادشاہ اُس جگہ کھڑے ہو کر جہاں کہ وہ ملک سا باطنیا لگی تھی جنگ کا تماخہ دیکھ رہا تھا کہ ٹل رائے جواہل قلعہ کا سردار اور رانا کا عزیز قریب تھا تمام دن قلعہ کے گرد اہتمام کے لیے گشت لگاتا رہتا تھا۔ جنگل عشا کی نماز کے وقت خاصہ کی موہل شاہی کے سامنے آیا اور روشنی میں اُس کا چہرہ اور آنکھ دکھائی دینے لگی بادشاہ نے خاصہ کی تنگ جو اُس کے ہاتھ میں تھی روشنی کے برابر لاکر اُس میں آگ لگائی اتفاق سے بندوق کی گولی ٹل کی پیشانی پر لگی اور راجپوت اُس کی ضرب سے ہلاک ہوا اہل قلعہ نے جب دیکھا کہ سردار ہلاک ہو گیا تو لڑائی سے کنارہ کش ہو گئے اور پہلے جنگل کا بدن آگ کے نذر کیا اور اپنے گھروں کو واپس گئے۔ راجپوتوں نے اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو جلا کر خاکستر کیا۔ آگ کی روشنی میں جب یہ معلوم ہوا کہ ہندوؤں نے جو ہر کیا ہے یعنی اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب سب کو آگ کے نذر کر دیا ہے تو مسلمان سپاہی اُسی رات حصار کی طرف بڑھے چونکہ مسلمانوں کا کوئی مزارح نہ ہوا یہ لوگ اطمینان کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے۔ بادشاہ بھی بیچ کو ہاتھی پر سوار ہو کر تمام امیروں اور امیر زادوں کے ساتھ جو یادہ یا بادشاہ کے ساتھ تھے قلعے میں داخل ہوا بہادر ہندوؤں کا ایک گروہ جو اپنے گھروں اور مضبوط بنیادوں میں پناہ گزیں ہو گیا تھا اپنے قیام گاہ سے نکل کر مسلمانوں سے لڑنے لگا ہندوؤں نے ایسی سر فرشتی کی کہ نصف دن تک قریب دس ہزار کے کام آئے اور بادشاہی لشکر میں سوائے نصرت علی تو اچی کے اور کوئی ہلاک نہیں ہوا تین دن کے بعد بادشاہ نے قلعہ کی حکومت آصف خاں ہروی کے سپرد کی اور خود کامیاب اور باہر واپس ہوا۔ راستہ میں ایک حبیب شیر درختوں کے سایہ کے نیچے سے باہر آیا بادشاہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ کوئی شخص اس جانور کا مزارح نہ ہو۔ عرض آئیانی نے خود ایک تیر پھینکا جانور اس تیر سے زخمی ہو کر چشمہ کے نیچے چلا گیا بادشاہ نے اکی مرتبہ بندوق چلائی لیکن اس پر بھی جانور کے زخم کاری نہ لگا اور شیر غضبناک ہو کر بادشاہ کی طرف بڑھا اس درمیان میں عادل نام ایک شخص نے جاں نثاری کی اور شیر کے قریب جا کر اُس کا مقابلہ کیا غرض کہ عادل کے پہنچتے ہی دوسرے لوگ بھی شیر تک پہنچ گئے

اور جانور ہلاک کیا گیا۔ اہل لشکر نے بادشاہ کی سلامتی جان پر بیچہ شکر کیا عرش آشیانی
 اگرہ پہنچے اور تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ابراہیم حسین میرزا اور
 محمد حسین میرزا چنگیز خاں گجراتی سے برگشتہ ہو کر پھر مالوہ آگئے ہیں اور اوصین کے
 محاصرہ میں مشغول ہیں بادشاہ نے طلیح خاں اند جانی اور خواجہ غیاث الدین بٹائی نرزی
 اُن کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ دونوں میرزا دریائے نریداک کی طرف بھاگ گئے اور
 پریشانی کے عالم میں دریا کو عبور کر کے پھر گجرات پہنچے۔ جب سنہ ۹۷۰ھ میں
 عرش آشیانی نے دار الخلافہ سے قلعہ رتھبور پر دھاوا کیا۔ بادشاہ شکار کھیتا ہوا
 رتھبور پہنچا۔ راجہ سورجن جس نے اس قلعے کو سلیم شاہ کے غلام حجاز خاں سے خرید لیا تھا
 قلعہ بند ہو کر بادشاہ کی ممانعت کرنے لگا۔ شاہی لشکر نے قلعے کا محاصرہ کر کے آدھنڈکا
 راستہ بند کر دیا اور شاہی حکم کے موافق کوہ مدن پر جو قلعے سے قریب ہے سرکوب تیار
 کر کے چند توپ اور ضرب زن پہاڑ پر لے گئے حالانکہ اس سے پہلے پہاڑ کی بلندی کی
 وجہ سے کوئی بادشاہ اس پر توپ نہ لے جاسکا تھا۔ ایک توپ کے سر ہونے سے
 بہت سے مکان خراب اور تباہ ہو جاتے تھے سورجن نے عاجز ہو کر امان چاہی اور
 اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر قلعے سے باہر نکل گیا قلعہ مع خزانوں اور ذخیروں کے
 بادشاہ کے قبضہ میں آگیا۔ عرش آشیانی رتھبور کو فتح کر کے اجیمیر شریف حاضر ہوئے
 اور حضرت خواجہ غریب نواز ^{رحمۃ اللہ علیہ} الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے آشیانے کی زیارت
 کر کے اگرہ واپس آئے۔ اگرہ پہنچ کر بادشاہ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی تدبیر
 کے لئے قصبہ سیکری گیا۔ اس سے پہلے عرش آشیانی کے گھر میں چند لڑکے پیدا ہو کر
 مر چکے تھے۔ شیخ سلیم رحمۃ اللہ علیہ نے زندہ رہنے والے لڑکوں کے پیدا ہونے کی
 خوشخبری سنا۔ اتفاق سے اُسی زمانے میں سلیم کو آنتار حمل ظاہر ہوئے اور سترھویں
 ربیع الاول ۹۷۵ھ کو چار شنبہ کے دن صبح کو جب آفتاب برج میزان کے درجہ
 میں تھا شاہزادہ سلطان سلیم حضرت شیخ کے مکان قصبہ سیکری میں پیدا ہوئے
 خاتن اکبر نے اس عظیم الہی کے شکرانہ میں تمام ممالک محروسہ کے قیادیوں کو
 آزاد کیا خواجہ حسین سائے نے تہنیت میں ایک قصیدہ نظم کیا جس کے اشعار کے
 پہلے مصرعے سن جلوں اکبری اور دوسرے مصرعوں سے سنہ ولادت شاہزادہ سلیم

برآمد ہوتا ہے اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔ اللہ الحمد ان پے جاہ و جلال شہر یار۔
گوہر مجذاز محیط عدل آمد در کنار۔ عرش آشیانی نے اپنی نذر پوری کی اور فرزند محکمے
تولد ہونے پر پایادہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی آستانہ بوسی
حاصل کی اور راستہ میں روپیہ اور اشرفیوں کی بوجھار کرتے اور شکار کھیتے ہوئے
دہلی کے راستہ سے آگرہ واپس آئے اس زمانے میں راجہ رام چند والی قلعہ
کا نجر نے جس قلعہ کے فتح کرنے میں شیر شاہ نے اپنی جان گنوائی تھی اور جو سلیم شاہ
کے بعد پھر ہندوؤں کے قبضہ میں چلا گیا تھا ظہور کے واقعہ سے خوف زدہ ہو کر
کا نجر کے قلعے کو بلا لڑے بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ تیسری محرم ۹۷۸ھ کو دوسرا بیٹا
شیخ سلیم کے مکان میں پیدا ہوا بادشاہ نے اس اپنے بیٹے کا نام محمد مراد رکھا اور
بیماری اُس کا لقب مقرر کیا۔ اس سال بھی بادشاہ نے اجمیر شریف کا سفر کیا اور
شہر کے گرد ایک حصار چوئے اور پھر کا تیار کر کے ناگور گیا چند رین دلدادہ لایا اور
رائے کلیان ل راجہ بیکانیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے
بہت سے پیشکش بادشاہ کے ملاحظے میں گزارنے عرش آشیانی نے راجہ بیکانیر کی
لڑائی کو اپنے محل میں داخل کیا اور شکار کھیتے ہوئے اجدوہن حاضر ہوئے۔ اجوہن
میں بادشاہ نے حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کی
زیارت کی اور اجدوہن سے دیبا پور تشریف لائے۔ میرزا عزیز کو کہ جاگیر دار جلالپور
نے جشن شادی منعقد کیا اور پیش قیمت تحفے بادشاہ کے حضور میں پیش کئے۔
عرش آشیانی لاہور پہنچے حسین قلی خاں ترکمان حاکم لاہور نے بھی میرزا عزیز کی
طرح پیشکش شاہی ملاحظے میں گزارنے۔ عرش آشیانی پہلی صفر ۹۷۹ھ کو حصار فیروزہ کا
تماشہ دیکھنے تشریف لے گئے اور حصار فیروزہ سے پھر اجمیر شریف واپس آئے
اور حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے فیض یاب ہو کر آگرہ واپس
آئے اس زمانے میں شمع خاں خان خاناں نے سکندر خان اوزبک کو جو
بنگالہ کے جنگلوں میں پریشان پھر رہا تھا بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا اور اُس کے
گناہ معاف فرمانے کی سفارش کی بادشاہ نے خان خاناں کی درخواست پر
سکندر خاں کی تعصیر کو معاف فرمایا۔ چونکہ سیکری کا مقام عرش آشیانی کے لیے

سبا رک ثابت ہوا تھا اس لیے بادشاہ نے اسی سال اُس جگہ ایک بڑے شہر کی بنیاد لی اور اُسے مکمل کیا اسی درمیان میں گجرات فتح ہوا اور بادشاہ نے اس نئے شہر کو فتح پور کے نام سے موسوم کیا اس کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ جب صفر ۱۱۷۱ میں ملک گجرات میں خلل اور فساد برپا ہوا تو بادشاہ نے اس شہر کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ عرش آیشانی کا گزر اجمیر شریف سے ہوا اور بادشاہ نے خواجہ سعیدین خنگ سوار رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے مدد طلب کی حضرت خنگ سوار جناب امام سجاد علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ عرش آیشانی نے حضرت سعیدین رحمۃ اللہ علیہ سے عرض حال کر کے خان کلاں کو ہراول لشکر بنا کر گجرات روانہ کیا اور رائے سنگھ کو مالدیو کے وطن شہر جو دھپور کا حاکم مقرر کر کے خود بھی گجرات روانہ ہوئے۔ ناگور سے دو منزل پر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ دانیال قدس سرہ کے منزل شریف میں بادشاہ کے گھرمیں دوسری جمادی الاول شب چہار شنبہ کو فرزند پیدا ہوا عرش آیشانی نے اس لڑکے کا نام دانیال رکھا اور سفر کرتے ہوئے ٹہن گجرات میں دار ہوئے۔ شیر خاں فولادی جو گجرات کے نامی امیروں میں تھا مشکل سے بھاگ کر جان سلامت لے گیا ایک ہفتہ کے بعد سید احمد خاں ٹہن گجرات کا حاکم مقرر کیا گیا اور شاہی لشکر احمد آباد روانہ ہوا۔ بادشاہ نے ابھی دو منزل بھی نہ طے کیے تھے کہ میزرا بوتراپ نے جو شیراز کا باشندہ اور گجرات میں شیعہ صاحب اعتبار امیر تھا سلطان مظفر گجراتی کے ساتھ حاضر ہو کر بادشاہ کی قدموسی کا شرف حاصل کیا۔ دوسرے دن اعتماد خاں سید چاند خاں اختیار الملک ملک اشرف وجیہ الملک الف خاں حبشی اور حجاز خاں حبشی وغیرہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ حبشیوں کے چہرہ سے منافقت کے آثار نمایاں تھے یہ لوگ قید کر دیئے گئے اور احمد آباد سبائے نظیر شہر بلا جنگ کیئے ہوئے فتح ہو گیا جیسا کہ شاہان گجرات کے حالات میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے اس زمانے میں ابراہیم میرزا بہرمنج کے نواح میں اور محمد حسین میرزا سورت کے اطراف میں قیام کیئے ہوئے تھے عرش آیشانی ان دونوں کی سرکوبی کے لیے ادھر متوجہ ہوئے اس زمانے میں چونکہ اختیار الملک جو گجراتی امیروں میں سب سے زیادہ

صاحب اختیار تھا دریاے جننا کی طرف بھاگ گیا تھا اس لئے تمام گجراتی امیر شہنشاہ کی نظر بند کر دیئے گئے۔ بادشاہ کی سواری بند رکھا سیت پہنچی اور عرش آیشانی نے خان اعظم میرزا عزیز کو کہ کو احمد آباد گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ ابراہیم حسین میرزا نے بادشاہ کی آمد کی خبر سنی اور اس ڈر سے کہ کہیں رستم خاں رومی بادشاہ کی خدمت میں نہ چلا جائے اُسے قتل کر ڈالا ابراہیم حسین نے چاہا کہ شاہی لشکر سے چالیس کوس کے فاصلے سے گزرتا ہوا پنجاب روانہ ہوا اور وہاں نقنہ و فساد برپا کرے عرش آیشانی نے ایک پہر رات گزرنے کے بعد یہ خبر سنی اور خواجہ جہاں اور فیچ خاں کو شاہزادہ سلیم کی خدمت میں لشکر کے انتظام کے لئے چھوڑا اور خود ایک قلیل جماعت کے ساتھ ابراہیم حسین میرزا کی تنبیہ کے لئے بہت جلد روانہ ہوئے دوسرے دن چالیس سواروں کے ساتھ دریاے سندھ کی کنا رے جو قلعہ تیرپال میں بہتا ہے پہنچ گئے ابراہیم حسین کے ساتھ چونکہ نہرا سوار تھے وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر انتظار کیا اس درمیان میں سید محمد خاں راجہ بھگوان داس راجہ مان سنگھ شاہ قلی خاں محرم اور سورجن راجہ رخصبور وغیرہ امرا جو سورت کی مہم پر مقرر کیے گئے تھے شاہی حکم کے مطابق راستے سے ہٹ کرے شہسواروں کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے اگر بادشاہ ایک لمحہ اور صبر کرتا تو گردہ کا گردہ نو جوں کا اُس کے گرد جمع ہو جاتا لیکن عرش آیشانی نے حکم کرنے میں جلدی کی اور اپنے قلیل لشکر کے ساتھ جوڑیڑھ سو سواروں سے زائد نہ تھا ابراہیم حسین سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ بادشاہ نے راجہ مان سنگھ کو ہرا دل لشکر مقرر کر کے دریا کو عبور کیا اور قلعے کے حوالی میں حریف سے جس کے پاس نہرا سواروں سے زیادہ کی فوج تھی لڑائی شریع کر دی۔ ابراہیم حسین میرزا نے حکم کر کے تیر اندازوں کو درہم و برہم کر دیا۔ بادشاہ کی لشکر کی وجہ سے راجہ جوتوں کے ساتھ ایک ایسی تنگ جگہ پہنچا ہوا تھا جس کے دونوں طرف ترقوم کی دیوار تھی اور زمین سواروں سے زیادہ اُس جگہ پہلو پہلو نہیں کھڑے ہو سکتے تھے حریف کے لشکر سے تین سو اڑھت اہستہ اُس جگہ آئے جہاں بادشاہ کھڑا ہوا تھا راجہ بھگوان داس نے برجھے سے ان میں سے ایک کا مقابلہ کیا اور اُس کو بھگا کر دوسرے کی طرف متوجہ ہوا۔ بادشاہ

زقوم کی آڑ میں کھڑا ہوا تیر اندازی کر رہا تھا اُس نے راجہ بھگوان داس کی مدد کیلئے گھوڑا دوڑایا حریت بادشاہ کے حملے کی تاب نہ لاسکا اور اپنے ساتھی کے ساتھ بھاگا۔ راجہ بھگوان داس کے بھائی نے حریت پر حملہ کر کے ایسی بہادری دکھائی کہ رتم واسفندیار کی داستانیں دل سے محو ہو گئیں اور تنہا بہتوں کو خاک و خون میں ملایا اور آخر کار خود بھی لڑائی میں کام آیا۔ اس وقت بادشاہ تیر اندازوں اور راجپوتوں کے ساتھ زقوم کی آڑ سے باہر آیا اور ابراہیم حسین میرزا پر حملہ آور ہوا۔ اقبال اکبری نے اپنا کام کیا اور ابراہیم حسین بلا اس کے کہ میدان کی زمین اُس پر تنگ ہو سامنے سے بھاگا۔ جب سے کہ تاریخ کا پتا چلتا ہے اُس وقت سے لیکر آج تک سوا عرش انسانی کے اور کسی بادشاہ کے بارے میں نہیں سنا گیا کہ اُس نے دریائے مواج سا لشکر چھوڑ کر ایک لیلِ جماعت کے ساتھ اس طرح ایسے قوی دھن پر حملہ کر کے اپنے کو ایسے عظیم الشان خطرے میں ڈالا ہو۔ اس واقعے کے بعد عرش انسانی اپنے لشکر میں پہونچے اور قلعہ سورت کی تسخیر پر توجہ کی۔ گلخن بیگم دختر کامران میرزا نے جو ابراہیم حسین میرزا کی زوجہ تھی قلعہ جنبی افسروں کے سپرد کیا اور اپنے بیٹے مظفر میرزا کے ساتھ دکن روانہ ہو گئی۔ شاہی لشکر قلعے تک پہونچا اور اُس پر قابض ہو گیا۔ میرزاؤں کا گروہ پٹن میں یکجا ہوا اور اُن میں مشورہ ہونے لگا بالآخر یہ طے پایا کہ ابراہیم حسین میرزا اپنے چھوٹے بھائی مسعود حسین میرزا کے ساتھ پنجاب جائے اور وہاں فتنہ پیدا کرے اور محمد حسین میرزا اور شاہ میرزا شیر خاں نولادی سے مل کر پٹن پر حملہ آور ہوں شاید اس ترکیب سے سورت کا قلعہ محاصرے سے آزاد ہو جائے اس مشورے کے بعد ابراہیم حسین میرزا ناگور پہونچا رائے سنگھ جاکم جو دھپور نے اُس کا تقاب کیا اور شام کے وقت میرزا سے جاملے۔ اُس نواح میں جو پانی تھا اُس پر ابراہیم حسین میرزا قبضہ کر چکا تھا اس لئے رائے سنگھ سید پریشان ہوا اور اُس نے اسی رات لڑائی چھڑ دی۔ خلقِ خدا طرفین سے لڑائی میں ماری گئی۔ ابراہیم حسین میرزا کا گھوڑا زخمی ہوا۔ میرزا کو شکست ہوئی اور سپاہیوں نے بھاگنا شروع کیا ابراہیم حسین میرزا پیادہ تھوڑی دور چلا تھا کہ اپنے ایک ملازم سے دوچار ہوا اور اُس کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان سے باہر نکل گیا۔ میرزا وہلی پہونچا اور وہاں چند روز قیام کر کے لشکر اور سامانِ حرب جمع کیا اُس کے

لاہور کی مہم کو ملتوی کیا اور سنبھل پہنچا۔ محمد حسین میرزا شاہ میرزا اور شیر خاں فولادی نے
 آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ سید احمد خاں بارہہ کابین میں محاصرہ کر لیا۔ خان اعظم میرزا
 عزیز کو کہیں سے ان کے دفع کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ خان اعظم مین سے بلچ کوئیں
 کے فاصلے پر پہنچا اور دشمن بھی آگے بڑھے اور لڑائی شروع ہوئی شدید اور خونریز لڑائی
 کے بعد خان اعظم کاجرانہار اور برانہار دونوں منتشر ہو گئے لیکن خود میرزا عزیز نے
 ثابت قدمی سے کام لیا اور میدان جنگ میں جبار رہا۔ اس دریاں میں رستم خاں
 اور مطلب خاں نے اپنے کو سنبھالا اور حرلیت پر دوبارہ حملہ آور ہوئے اور محمد حسین میزائی
 فوج کو پریشان کر کے دشمن کو دکن کی طرف بھگا دیا۔ اس دریاں میں قلعہ سورت کا
 سرکوب بھی تیار ہو گیا اور اہل حصار نے جان کی امان طلب کر کے قلعہ شاہی ملازموں
 کے سپرد کر دیا۔ عرش آشتیانی کامیاب احمد آباد واپس آئے۔ اس زمانے میں راجہ جہاوپو
 حاکم بجلانہ نے جو سرحد دکن کے سب سے بڑے راجاؤں میں تھا شرف الدین میں میزائی
 جو دس سال پہلے ناگور سے بھاگ کر دکن گیا تھا اور مخالفت کی وجہ سے وہاں بھی
 قیام نہ کر سکا تھا اور جہاوپو کے کوہستان سے نکل کر محمد حسین میرزا کے پاس جانا چاہتا
 تھا گرفتار کیا اور اُسے بادشاہ کے حضور میں لے آیا بادشاہ نے شرف الدین کو کوڑے
 لگوائے اور بڑی بے عزتی کے ساتھ شرف الدین کو قلعہ گوالیار میں قید کیا اور اُس نے
 اُسی حالت میں وفات پائی جنگیز خاں کی ماں سر راہ فریادیکر آئی اور اپنے بیٹے کے
 قصاص کی طلبگار ہوئی۔ اس بیگم نے حبشی خاں پر مطالبہ کیا کہ حبشی خاں اُس کے
 لڑکے کا قاتل ہے عرش آشتیانی نے جو حبشی خاں کے قتل کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے
 حبشی خاں کو باقی کے پیر کے نیچے پال کر آیا بادشاہ تمام ولایت گجرات کو اس لئے
 کہ تمام جاگیر دار میرزا عزیز کو کہے رشتہ دار اور اُس کے بی خواہ تھے تقسیم کر کے انہیں ہرنی کی
 راہ سے دوسری صفہ ۹۷ کو دار الخلافہ واپس آئے۔ ابراہیم حسین میرزا سبیل پہنچا
 اور اُس نے سنا کہ پنجاب کے امیر حسین قلی خاں کے ساتھ پنجاب کے کوہستان
 پہنچ گئے ہیں اور ابن لوگوں نے مکر کوٹ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ابراہیم حسین
 یہ خیال کر کے کہ اس وقت پنجاب کا ملک حرلیت سے خالی ہے اور اس پر قبضہ
 کرنا آسان ہے اس طرف روانہ ہوا ابراہیم کا مقصد یہ تھا کہ پنجاب پہنچ کر سندھ کے

راستے سے اپنے کو بھائیوں تک پہنچا وے۔ حسین قلی خاں نے نگر کوٹ کا محاصرہ ترک کر دیا سید یوسف خاں اور محب علی خاں وغیرہ کے ساتھ ابراہیم حسین کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ حسین قلی ٹٹھ کے نواح میں ابراہیم حسین کے لشکر سے جالما حسین قلی کو معلوم ہوا کہ میرزا شکار کے لئے گیا ہے ان لوگوں نے ابراہیم حسین کے لشکر پر حملہ کیا مسعود حسین میرزا جان سے ہاتھ دھو کر دشمن کے مقابلے میں آیا اور اپنے بھائی کے پاس اس نے خبر پہنچائی کہ دشمن سے دست درگیاں ہے لیکن بھائی کے پہنچنے سے قبل ایک شدید لڑائی کے بعد مسعود حسین دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوا اور اس کے بشپار سپاہی میدان میں کام آئے۔ ابراہیم حسین شکار گاہ سے لوٹا اور اس نے لشکر کا یہ حال دیکھا میرزا ابراہیم نے بھی جان سے ہاتھ دھویا اور حریف سے لڑنے پر آمادہ ہوا ایک خونی مزہر آرائی کے بعد ابراہیم کو شکست ہوئی اور وہ ملتان روانہ ہو گیا۔ بلوچوں نے سربراہ ابراہیم کا مقابلہ کیا اور اُسے زخمی کر کے مجبور کر دیا میرزا نے عاجز ہو کر ایک بلوچی کے دامن میں پناہ لی۔ مخصوص خاں حاکم ملتان نے میرزا کو بلوچ سے حاصل کیا اور اس کا سرتن سے جدا کر کے حسین قلی کے ہمراہ آگرہ آیا دونوں سرداروں نے بادشاہ کے حضور میں اپنے ہدیے پیش کیے بادشاہ نے ابراہیم کا سر قلعہ آگرہ کے دروازے پر لٹکایا اور مسعود میرزا کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا مسعود نے اسی قید میں وفات پائی۔ اسی سال ربیع الاول میں خلیفہ عظمیٰ میرزا عزیز کو کہ کی عنزی بادشاہ کے حضور میں آئی جس کا مضمون یہ تھا کہ اختیار الملک گجراتی اور محمد حسین میرزا نے باہم اتفاق کر کے گجرات کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور اب یہ دونوں ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ احمد آباد آئے ہیں اور شہر کا محاصرہ کیئے ہوئے ہیں اگر بادشاہ خود ان دونوں کی سرکوبی کے لئے توجہ فرمائیں تو ہر طرح بہتر ہے۔ چونکہ یہ موسم برسات کا تھا اور بہت بڑا شکر جلد نہیں جاسکتا تھا عرشِ آشیانی نے دوا تہر بہادر انتخاب کیئے اور ان کو تنہا ہر اول لشکر بنا کر روانہ کیا اور خود ان کے پیچھے تین سو آدمیوں کے ساتھ جن میں اکثر نامی امیر اور منصبدار تھے تیز رفتار اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے سواری کے گھوڑوں کو کوتل ساتھ رکھا اور چاندنوں کی ایک منزل کر کے پٹن گجرات میں اپنے مقدمہ لشکر سے جالما میں طور پر تین ہزار سوار بادشاہ کے گرد جمع ہوئے اور عرشِ آشیانی نے فوج کی ترتیب

شرع کی تول پر میزرا عبد الرحیم ولد بیرم خاں مقرر کیا گیا اسی طرح جرنال اور برانغار و ہراول پر بھی امیروں کو مقرر کر کے خود سواروں کے ساتھ علیحدہ ہو کر احمد آباد روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے ایک قراول کو گجرات روانہ کیا تاکہ شاہی لشکر کے نزدیک پہنچنے کا مشرودہ اور گجرات کے لشکر کے حاضر ہونے کا حکم سنائے۔ جب احمد آباد دو کوس رہ گیا تو تقارہ و فیر کی بجائی گئی۔ محمد حسین میزرا اور اختیار الملک بادشاہ کے دعوے سے بے خبر تھے کوس شاہی کی آواز سنتے ہی پریشان ہوئے اور سامان جنگ کو درست کرنے لگے محمد حسین میزرا معاملے کی تحقیق کے لئے دو تین ہزار سواروں کے ساتھ دریائے احمد آباد کے کنارے آیا اور سبحان قلی خاں نامی ایک شخص سے جو بادشاہ کی طرف سے دریا کے کنارے آچکا تھا پوچھا کہ یہ کس کا لشکر ہے اور اس لشکر کا افسر کون ہے سبحان قلی خاں نے کہا یہ شاہی فوج ہے اور کوکبہ شاہی بھی لشکر کے ساتھ ہے محمد حسین کہا کہ آج دسواں روز ہے کہ میرے جاسوسوں نے مجھے یہ خبر پہنچائی کہ بادشاہ اگرہ میں ہے اگر یہ فوج بادشاہی ہوتی تو ہاتھی جو کسی بادشاہ کی سواری سے جدا نہیں ہوتے ضرور لشکر کے ساتھ ہوتے۔ سبحان قلی خاں نے کہا کہ آج نواں روز ہے کہ بادشاہ اگرہ سے سوار ہوا ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جلدی اور تیزی کے سبب سے ہاتھی ساتھ نہیں رکھے۔ محمد حسین میزرا اندیشہ مند ہوا اور اس نے صفیں درست کرنی شروع کیں۔ میزرا نے اختیار الملک کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ دروازہ شہر کی محافظت کے لئے چھوڑا اور خود شیر خاں فولادی کے ساتھ سات ہزار جشی مغل اور راجپوت سواروں کو ہمراہ لیکر بادشاہ سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ بادشاہ نے دریائے کنارے کھڑے ہو کر گجرات کے لشکر کے پہنچنے کا بہت دیر تک انتظار کیا۔ چونکہ شہر کے دروازے دشمنوں کے قبضے میں تھے شاہی لشکر گجرات سے بادشاہ تک نہ آسکا۔ عرش آشیانی نے دریا کو عبور کیا اور میدان جنگ میں آئے۔ محمد حسین میزرا نے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ جو سب کے سب آزمودہ کار اور مردان روزگار تھے بادشاہ کے ہراول پر حملہ کیا۔ حسین میزرا کے ساتھ ہی ساتھ شاہ میزرا جرنال اور برانغار پر اور جشیوں اور گجراتیوں نے شاہی برانغار پر حملہ کر کے لڑائی کی آگ شعل کر دی۔ دونوں فریق ایک دوسرے سے دست و گریباں تھے کہ بادشاہ نے شیرازہ اپنے سواروں

کے ساتھ محمد حسین میرزا پر حملہ کیا۔ محمد حسین میرزا بادشاہ کا نام سنتے ہی بدحواس ہو گیا اور میدان جنگ سے بھاگا۔ برانغار اور جرانغار کے امیروں نے محمد حسین میرزا کو فراری دیکھ کر اپنی سلامتی بھی اسی میں دیکھی کہ میدان جنگ سے منہ موڑیں۔ محمد حسین میرزا کے زخماں پر ایک زخم لگا تھا اور اُس کا گھوڑا بھی زخم خوردہ تھا۔ محمد حسین میرزا بھاگتے وقت زقوم کے ایک جھنڈ پر چوچا میرزا نے چاہا کہ گھوڑے کو کودا کر بوتہ زقوم کو پار کر جائے لیکن گھوڑے کی بے طاقتی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا میرزا گھوڑے سے نیچے گرا بادشاہی پیادے میرزا کو گرفتار کر کے اُسے بادشاہ کے سامنے لے آئے اور شخص نے دعوے کرنا شروع کیا کہ اُس نے میرزا کو گرفتار کیا ہے۔ بادشاہ نے خود میرزا سے اُس کے گرفتار کرنیوالے کا نام پوچھا میرزا نے جواب دیا کہ مجھے بادشاہ کے نمک کے سوا اور کسی نے گرفتار نہیں کیا۔ بادشاہ ایک قلیل گروہ کے ساتھ جو دو سو سواروں سے زیادہ کا نہ تھا حوالی جنگ گاہ کے ایک مہلتے کے نیچے گجراتی فوج کا انتظار کر رہا تھا کہ دور سے ایک بڑا لشکر نمودار ہوا چونکہ یہ لشکر بادشاہی فوج سے دور تھا شاہی لشکر میں ایک پریشانی پیدا ہوئی ایک شخص تحقیق حال کے لیے گیا اور اُس نے اگر یہ بیان کیا کہ اختیار الملک شکست کی خبر شکر شاہی لشکر سے مقابلہ کرنے کے لیے آ رہا ہے بادشاہ نے اپنے دو سو سواروں کو حکم دیا کہ تیر کی ضرب سے ان لوگوں کو سامنے سے بھگا دیا جائے تعاریبوں کے ہوش و حواس جا چکے تھے بادشاہ نے خود اُن کو آواز دی اور انھیں نقارہ بجانے سے منع کیا۔ اختیار الملک نے جب سنا کہ بادشاہ بھی اس لشکر میں موجود ہے تو خوف زدہ ہو کر سامنے سے فرار ہو گیا غرض کہ محمد حسین ابراہیم حسین میرزا اور علی قلی سیستانی اور بہادر خاں کے واقعات نے اتنی شہرت پائی کہ لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ بادشاہ نے عمل کے ذریعے سے آفتاب کو مسخر کر لیا ہے اس لیے اُس کے دشمن اکبر کا نام سنتے ہی سامنے سے بھاگ جاتے ہیں اور اس وجہ سے پھر کوئی عرش آشیانی کے مقابلے میں نہ آیا جس زمانے میں کہ بادشاہ اختیار الملک کو دفع کر رہا تھا اُسے سنگھ نے محمد حسین میرزا کو بلا حکم شاہی قتل کر ڈالا اور اختیار الملک بھی بھاگتے وقت زقوم کے ایک جھنڈ سے گزرا اور گھوڑا کوداتے وقت زمین پر گرا اور بادشاہ کے ایک نوکر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ میرزا عزیز کو کہ کوراستہ ملا اور اُس نے

حاضر ہو کر بادشاہ کی ملازمت کی عرش آشیانی اسی روز احمد آباد میں داخل ہوئے اور
 گجرات کی مہات سلطنت کو بدستور خان اعظم میرزا عزیز کو کہ کے سپرد کر کے اجیر شریف
 کے راستے سے جلد سے جلد دارالخلافت کا بیخ کیا بادشاہ اگرہ کے قریب پہنچا اور
 بادشاہ اور اس کے تمام ہمراہی برچھے ہاتھوں میں لیے ہوئے اگرہ میں داخل ہوئے
 اسی سال داؤد بن سلیمان افغان کرانی حاکم بنگالہ نے بغاوت کی بادشاہ کے
 منعم خاں کو اس کے مقابلے میں بھیجا چند لڑائیوں کے بعد منعم اور داؤد کے درمیان صلح
 ہو گئی۔ بادشاہ نے اس صلح کو منظور نہ کیا اور راجہ ٹوڈرمل کو بنگالے کا حاکم مقرر کر کے
 راجہ کو منعم خاں کے پاس روانہ کیا تاکہ دونوں امیر مل کر داؤد کو تباہ کریں یا اس سے خراج
 وصول کریں۔ داؤد بن سلیمان کا ایک خانگی دشمن لودھی نام افغان ملک کے اندر
 پیدا ہو گیا تھا اس لیے اس نے مجبوراً خراج دینا قبول کیا اور لودھی افغان کو تدبیروں سے
 اپنے ہاتھ میں لاکر قتل کر ڈالا داؤد نے اپنا عہد توڑ ڈالا اور صاحب طاقت ہونے کے لیے
 دریائے سون کے کنارے پہنچا اور سون اور گنگا کے سنگم پر منعم خاں سے اس نے
 لڑائی کا بازار گرم کیا داؤد نے چند کشتیاں دشمن پر دوڑائیں لیکن اس لڑائی میں اسے
 شکست ہوئی اور دور بھاگ گیا منعم خاں نے دریائے سون کو عبور کر کے پٹنہ کے قلعے کا
 محاصرہ کر لیا۔ عرش آشیانی سمجھ گئے کہ بغیر خود گئے ہوئے قلعے کا فتح کرنا ممکن نہیں ہے
 بادشاہ تمام شہزادوں اور امیروں کے ہمراہ دریائے سون پر روانہ ہوا دیا میں ہزار کشتیاں
 چھوڑی گئیں اور کشتیوں پر رنگ رنگ کی پوششیں ڈالی گئیں۔ عرش آشیانی نے عین برسات کے
 موسم میں اس نواح کا سفر کیا۔ قلعہ چار کے مقابلے میں چند کشتیاں مہلک بھنوریں گرفتار
 ہو گئیں لیکن سلامت کنارے تک پہنچ گئیں اور بادشاہ نے بنارس میں قیام کیا
 جس وقت کہ فوج خوشکی کی راہ سے روانہ کی گئی تھی پہنچ گئی تو بادشاہ نے شہزادے اور
 بیگیوں کو جو پور بھج دیا اور خود پٹنہ روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں کبیر خاں نے جو بھکر فتح کرنے
 کے لیے عجا گیا تھا فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا بادشاہ اس فتح کو قابل نیک
 سمجھا اور دریائے راستے سے پٹنہ کے حوالی میں پہنچا عرش آشیانی کو معلوم ہوا کہ علی خاں ناوی
 جو افغانوں کا ایک معتبر امیر تھا قلعے سے نکل کر منعم خاں سے معرکہ آرا ہوا اور دشمن کے
 ہاتھ سے مارا گیا اور دوسرے اہل قلعہ بھاگنے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے

خان عالم کو تین ہزار سواروں کے ساتھ جاہی پور کا قلعہ فتح کرنے کے لئے روانہ کیا خان عالم نے مہم پر پہنچ کر قلعے کو سر کیا اور فتح خاں کو شکست دی۔ داؤد اس خبر سے بید پریشان ہوا اور اس نے بادشاہ کی بارگاہ میں قاصد روانہ کر کے اپنے قصور کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ شاہی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد غوثِ نقصیر کی امید ہو سکتی ہے اور اگر تو میرے حضور میں حاضر نہ ہوگا تو باوجود اس کے کہ تجھ سے ہزاروں نوکر میری بارگاہ کے ملازم ہیں مگر میں تنہا تجھ سے مقابلہ کرونگا اس لڑائی میں جس کو فتح ہوگی وہی قلعے کا مالک ہوگا داؤد اس جواب سے اور زیادہ پریشان ہوا اور رات ہی رات گڑھی کے دروازے سے کشتی میں بیٹھ کر ننگ لے روانہ ہو گیا۔ عرشِ آشرافیہ نے ہاتھیوں کے چال کرنے کے لئے صبح کے وقت داؤد کا تعاقب کیا اور پچیس کوس راستہ طے کرنے کے بعد بارہ سو ہاتھی چال کئے اور اس کے بعد واپس ہوئے بادشاہ نے پٹنہ کا انتظام ختم خاں کے سپرد کیا اور کامیاب و بامراد اگر وہ واپس آئے خانِ اعظم گجرات سے اور خانِ ندان لاہور سے مبارک باد کے لئے تنہا حاضر ہوئے اور اپنی اپنی جاگیروں کو واپس گئے اس درمیان میں خواجہ مظفر علی توندی بیرم خاں کا ایک ملازم تھا اور ننگالے کے قلعے کی فتح کے لئے روانہ کیا گیا اور بادشاہ نے قریب دو لاکھ نقد و جنس کے حضرت خواجہ بزرگوار معین الدین اجیری اور خواجہ جنگ سوار رحمۃ اللہ علیہما کے آستانوں کے خادموں اور دوسرے متحلوں میں تقسیم کیا اور اگر وہ پہنچے خواجہ مظفر علی المناطیب بہ مظفر خاں ننگالے کی مہم پر چلا مظفر خاں ننگالے کے دروازہ قلعہ گڑھی پر پہنچا داؤد بن سیلمان مظفر خاں کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور اڑیسہ بھاگ گیا راجہ ٹوڈل اور دوسرے اور نامی امیر اڑیسہ پہنچے جنید سپر داؤد نے دو مرتبہ ان امیروں کو شکست دی آخر مظفر خاں خود اڑیسہ پہنچا اور اس نے داؤد سے لڑائی چھیڑ دی۔ داؤد کا ہراول گوجرام افغان تھا جو اپنی شجاعت اور مردانگی کی وجہ سے غربِ ایشل تھا۔ گوجر نے مظفر خاں کے ہراول خان عالم پر حملہ کیا اور خان عالم لڑائی میں کام آیا۔ جو لوگ کہ قول اور ہراول کے درمیان تھے وہ بھی اس حملے سے دہم و برہم ہو گئے اور قول میں آکر پناہ گزین ہوئے ان لوگوں کی پریشانی سے قول کی منہیں بھی متشر ہو گئیں۔ خواجہ مظفر ایک قلیل گروہ کے ساتھ میدانِ جنگ میں رہ گیا۔ مظفر خاں گوجر

مقابلے میں آیا گو جس نے چند زخم کاری خواجہ مظفر کے لگائے خواجہ مظفر جنگ کرتا ہوا میدان سے علیحدہ ہو گیا مظفر کا پرکندہ لشکر پھر اُس کے گرد جمع ہوا اور اُس نے دوبارہ دشمن پر حملہ کیا۔ حسن اتفاق سے ایک تیرگوجر کے لگا اور وہ اس کے صدر سے ہلاک ہو گیا داؤد گوجر کے مارے جانے سے بیدل ہو گیا اور اُس نے میدان جنگ سے فرار اختیار کیا غنیم کے ہاتھی خواجہ مظفر کے ہاتھ آئے راجہ ٹوڈرل اور دوسرے ساتھی امیروں نے داؤد کا تعاقب کیا۔ داؤد بن سلیمان دریائے چین کے نواح میں پہونچا اور اب اُسے بھاگنے کی راہ نہ ملی۔ داؤد نے اپنے اہل و عیال کو قلعے میں چھوڑا اور خود تیغ و کفن باندھ کر لڑنے کے لیے تیار ہوا۔ ٹوڈرل نے کل حقیقت سے خواجہ مظفر کو اطلاع دی۔ خواجہ مظفر باوجود زخمی ہونے کے خود میدان جنگ میں آیا۔ داؤد سلیمان اُس سے ملاقات کرنے آیا اور کمر بند و خنجر و شمشیر مرصع اور قیمتی جواہرات اُس کو دیئے اور اُریسہ و گنگ اور بنارس کی حکومت اُس کے سپرد کر کے خود واپس گیا پرانے زمانے میں محمد تجتیا زلمی کے عہد سے شیر شاہ کے وقت تک شہانہ بنگالہ کا پائے تخت شہر کو رہتا لیکن اب دہوا کی خرابی کی وجہ سے افغانوں نے بنگالے کا صدر مقام خواہم پور مانڈہ مقرر کر دیا تھا۔ خواجہ مظفر کو شہر کو رکے آیا و کرنے کی فکر دامگیر ہوئی اور کورپس چکر اُس نے شہر کو از سر نو تعمیر کیا اور اُسے اپنا صدر مقام مقرر کیا شہر کی اب دہوا کی خرابی سے خواجہ مظفر بیمار پڑا اور اسی رجب ۱۰۸۷ھ کو اُس نے رحلت کی۔ بادشاہ نے حسین قلی کو خان جہاں کا خطاب دیکر بنگالے کا حاکم مقرر کیا۔ اس زمانے میں سلیمان میرزا حاکم بدخشاں اپنے پوتے شاہ رخ میرزا کی مخالفت کی وجہ سے جلاوطن ہو کر بارگاہ اکبری میں پہونچا اور چھوڑ سیکری میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھوڑے دنوں کے بعد سلیمان میرزا بادشاہ سے اجازت لیکر مکہ منظمہ روانہ ہوا اور خانہ خدا کی زیارت سے فیضیاب ہو کر اسی راستے سے بدخشاں پہونچا اور پھر اپنے ملک پر حکمران ہوا۔ اسی دوران میں چند خود غرض لوگوں نے بادشاہ کو تنیین دلایا کہ خانِ عظیم میرزا عزیز کو کہ کی نیت بد ہے بادشاہ نے ایک فرمان اُس کی طلب میں روانہ کیا۔ عزیز میرزا کا دل صاف تھا بادشاہ کا فرمان پاتے ہی بارگاہ میں حاضر ہوا اور چند دنوں اُس نے قید کی مصیبت جھیلی شہاب الدین احمد شیشا پوری حاکم گجرات مقرر ہوا اسی سال

بادشاہ امیر شریف حاضر ہوا اور حضرت خواجہ بندہ نواز کی زیارت کر کے صبح وصال
واپس آیا۔ ابھی حسین قلی خاں کو پوری کامیابی نہ ہوئی تھی کہ داؤد بن سلیمان نے بہار
اور بنگالے کے افغانوں سے ایک کر کے خواص پور ٹانڈہ پر دھاوا کیا۔ شاہی امیر داؤد کا
مقابلہ نہ کر سکے اور سب کے سب خواص پور چھوڑ کر شہر سے باہر نکل آئے۔ داؤد نے
خواص پور اور اُس کے مضافات پر قبضہ کر لیا اور قریب پچاس نہراں افغانی اُس کے
گرو جمع ہو گئے حسین قلی خاں نے تمام شاہی امیروں کو جمع کر کے گڑھی پر حملہ کیا اور
پہلے ہی حملے میں اُسے فتح کر لیا اس لڑائی میں ہندوستان کے سوا افغانی قتل ہوئے اس کے بعد
حسین قلی خاں نے داؤد کے قیام گاہ پر حملہ کیا خواجہ مظفر علی بہار تڑپٹ اور حاجی پور
کے لشکر کے ساتھ حسین قلی سے آملہ پندھویں ربیع الثانی سنہ مذکور کو دوشنبہ کے دن
شاہی امیروں نے اپنی صفیں درست کیں داؤد بن سلیمان نے بھی پچاس نہراں افغانوں
کے ساتھ جو اطراف و جوانب سے اُس کی مدد کو آئے تھے لشکر شاہی کے مقابلے میں
اپنے پرے جمائے سب سے پہلے کالاہاڑ جو داؤد کے امیروں میں تھا حسین قلی خاں
کے جرنیل پر حملہ آور ہوا اور اُس کے لشکر کو درہم و برہم کر دیا خواجہ مظفر نے داؤد کے
برائے پر حملہ کیا اور اُس کی صفیں پریشان کر دیں اسی درمیان میں خان جہاں نے
داؤد کے قول پر حملہ کیا اس حملے سے لڑائی سید سخت ہوئی اور کثرت سے لوگ طنہیج
ہلاک ہوئے اور میدان میں کشتوں کے پستے لگ گئے آخر کار شاہی لشکر کو فتح ہوئی
اور داؤد بن سلیمان شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ شاہی سواروں نے اُس کا
پہنچا کیا اور اسے زندہ گرفتار کر لائے خان جہاں نے داؤد کا سرتن سے قلم کر دیا۔ داؤد کا
بیٹا جنید زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگا اور دو تین روز کے بعد مر گیا خان جہاں
نے بنگالے کے اُن تمام ملکوں پر جو افغانوں کے پاس تھے قبضہ کیا اور مال غنیمت کے
ہاتھی اور دوسری تمام چیزیں بادشاہ کے حضور میں روانہ کیں مظفر خاں پٹنہ روانہ ہوا
اور سنہ ۹۸۳ھ میں رہتاس کا قلعہ فتح کرنے کے لیے آگے بڑھا محمد معصوم خاں کو راستے سے
حسین خاں افغان کے سر پر جو اُس نواح میں تھا روانہ کیا۔ محمد معصوم نے حسین خاں کو
شکست دے کر اُس کو پریشان کر دیا اور اُس کی جاگیر میں خود فروکش ہوا۔ کالاہاڑ
سات یا آٹھ سو سواروں کی جمیعت کے ساتھ جو رہتاس میں مقیم تھے معصوم خاں پر حملہ آور ہوا

معصوم خاں فرصت پا کر تلے کی دیوار کو توڑ کر باہر نکل آیا اور کالا پہاڑ سے لڑنے میں مشغول ہوا۔ ابان نام ایک ہاتھی نے جو کالا پہاڑ کا جنگی ہاتھی تھا معصوم خاں کے گھوڑے کو اپنی سوئی میں دبایا اور معصوم خاں کو مجبوراً گھوڑے سے نیچے اتار پڑا۔ اس درمیان میں معصوم خاں کے تیر اندازوں نے تیروں کی بوچھاڑ سے فیلبان کو ہلاک کیا۔ ہاتھی بلا فیلبان کے خود اپنی ہی فوج پر حملہ آور ہوا اور بہت سے افغانوں کو اس نے ہلاک کر ڈالا۔ افغانوں کو شکست ہوئی اور کالا پہاڑ مارا گیا اور ابان ہاتھی بھی گرفتار ہوا منظر خاں رہتاس پہنچا۔ اسی سال شہباز خاں کنبو نے قلعہ سیوانہ کو جو راجہ چندرسین ولد مال دیو سے تعلق تھا سر کیا اور اس کے بعد شہباز کو راجہ گنجی کی سرکوبی کا حکم دیا گیا اس راجہ کا ملک بہار اور بنگالے کے سر راہ واقع تھا شہباز خاں نے راجہ کو ایک گنجان جنگل میں ہلاک کیا اور شیر گڑھ کے قلعے کو جو راجہ گنجی کے بیٹے کے قبضے میں تھا سر کیا۔ شہباز خاں اس کے بعد رہتاس کا قلعہ فتح کرنے کے لئے ماور کیا گیا۔ شہباز رہتاس روانہ ہوا اور اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور منظر خاں نے اس نواح کے افغانوں کی طرف توجہ کی۔ جو افغانی کہ اندرون قلعہ تھے وہ محاصرے کی طوالت سے تنگ آ گئے ان افغانیوں نے جان کی امان حاصل کی اور قلعہ شہباز کے سپرد کر دیا شہباز خاں کنبو نے قلعہ اپنے بھائیوں کے سپرد کیا اور خود بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اسی سال بادشاہ پھر اجیر شریف گیا اور اس نے شہباز خاں کو قلعہ کبل میر کے سر کرنے پر مامور کیا یہ قلعہ رانا کے زیر حکومت تھا شہباز خاں کبل میر پہنچا اور آسانی سے اس نے قلعہ سر کر لیا۔ بادشاہ اجیر شریف سے ہانسوالا اور مندوکے کوہستان میں آیا اور شکار کھیلتا ہوا دکن کی سرحد تک گیا۔ اس زمانے میں مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر دیوانہ ہو کر خلوت گزین ہو گیا تھا بادشاہ نے احمد نگر فتح کرنے کا ارادہ کیا لیکن بعض باتیں ایسی مانع آئیں کہ ارادہ پورا نہ ہو سکا بادشاہ نے یہاں سے فتح پور سیکری کا رخ کیا ۹۵۵ھ میں عرش شیبانی پھر اجیر شریف گئے اور اپنے حسبِ عادت ایک کوس سے پایادہ ہو کر حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے آستانے پر حاضر ہوئے اور روضۂ پاک کی زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ منظر خاں خدمت شاہی میں حاضر ہوا اور وزارت کے مرتبے پر سرفراز ہو کر

صاحب شوکت و استقلال ہوا۔ اجیر شریف سے بادشاہ نے دہلی کا سفر کیا اور دہلی سے کابل روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں مغرب کی طرف دم دار سارہ نمودار ہوا۔ بادشاہ اجمہن شریف پہونچا اور حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے فراغت کر کے کابل جانے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن چونکہ مصطفت مہتمی بادشاہ نے کابل کا سفر ملتوی کیا اور دار الخلافت پہونچا فتح پور سیکری کی جامع مسجد جس کی بنیاد ۱۱۹۹ھ میں پڑی تھی تمام و کمال تیار ہوئی ۱۲۰۰ھ میں دلی خاندیس نے مظفر حسین میزرا ولد ابراہیم میزرا کو جو شاہی حکم کے مطابق دلی خاندیس کے پاس تعاقید کر کے مع اس کی ماں کے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ عرش آشیانی نے مظفر حسین میزرا پر بید مہربانی فرمائی اور اپنی بیٹی شاہزادہ خاتم اس کو بیاہ دی۔ اسی سال حسین قلی خاں الخاطب بہ خان جہاں نے جو پنجہزاری امیر تھانہ گلیس اپنی مرگ طبی سے رحلت کی ۱۲۰۸ھ میں فتح پور سیکری کے فرش خانے میں آگ لگی اس آگ سے خیمے اور سرایہ دے محل اور زربافت وغیرہ کے اور زربفتی قالین اور دوسرے بیش قیمت سامان جن کا حساب کل ہے مل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ اسی سال عرش آشیانی اجیر گئے اور اجیر شریف سے واپس آ کے پھر فتح پور سیکری میں آئے حسین قلی خاں کے مرنے کے بعد بنگال اور بہار میں افغانوں نے صاحب طاقت ہو کر خوب سر اٹھایا عرش آشیانی نے خان اعظم میزرا عزیز کو بہترین امیروں کے ساتھ اس طرف روانہ کیا یا اس زمانے میں محمد حکیم میزرا نے موقع پایا اور لشکر خاں مقدم کی ترغیب سے لاہور کے فتح کرنے کا اس نے ارادہ کیا۔ حکیم میزرا نے پہلے اپنے کو کہ شادمان میزرا کو مقدمہ لشکر بنا کر نہرا سواروں کے ساتھ پیشتر روانہ کیا۔ شادمان کو کہ نے دریا کے سندھ کو عبور کیا اور کنورمان منگہ امیر پنجاب نے آگے بڑھ کر شادمان میزرا کو شکست دی اس لڑائی میں شادمان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور اکثر غرق دیا ہوئے جس وقت محمد حکیم میزرا بہتاس کے نواح میں پہونچا تو کنورمان منگہ سید یوسف خاں مشہدی حاکم قلعہ بہتاس کے پاس جلا گیا اور چند دنوں کے بعد لاہور آیا۔ یوسف خاں مشہدی نے محمد حکیم میزرا کی موافقت نہ کی بلکہ اس کے حملوں کو روکتا رہا اس لئے حکیم میزرا سیدھا لاہور پہونچا۔ حکیم میزرا نے گیا جھوٹ محرم ۹۹۹ھ کو لاہور کا محاصرہ کیا۔ سید خاں بھگوان داس اور راجہ مان منگہ قلعہ بند

ہو گئے۔ اگرچہ بنگالے اور بہار میں فساد برپا تھا مگر عرش آشیانی نے اُس کا کچھ خیال نہ کیا اور کابل روانہ ہوئے۔ محمد حکیم میرزا کا گمان تھا کہ افغانوں کی سرکشی کی وجہ سے بادشاہ پنجاب کا رخ نہ کرے لیکن بادشاہ کے سفر کابل کی خبر سنتے ہی نور اُخود بھی کابل روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نواح سرہند میں پہونچا اور اُسے معلوم ہوا کہ شاہ منصور شیرازی نے محمد حکیم میرزا کے ساتھ دوستانہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا ہے عرش آشیانی نے شیرازی کی کوچھانسی پر چڑھایا اور کابل کی طرف بڑھتے ہوئے رہتا سس پہونچے۔ سید یوسف خاں مشہدی نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ اس زمانے میں دریا میں تلام زیادہ تھا جس کی وجہ سے پانی پر پل نہ بندھ سکا عرش آشیانی نے شانہزادوں اور فوج کے ہمراہ کشتی میں بٹھکر دریا کو عبور کیا۔ بادشاہ کے دریا کو عبور کرتے ہی محمد حکیم میرزا کے محاشے جو نیشاپور اور اُس کے حدود میں تھے اپنی اپنی جگہ سے فرار ہو گئے۔ بادشاہ کی سواری جلال آباد پہونچی اور عرش آشیانی نے جلال آباد میں شانہزادہ سلیم کو چھوڑا اور شانہزادہ مراد کو پیشہر و لشکر مقرر کر کے آہستہ خراسانی کے ساتھ کابل روانہ ہوئے۔ شانہزادہ مراد شہر گردن جو کابل سے پندرہ کوس ہے پہونچا اور فریدون خاں بہادر نے سات سو سواروں کے ساتھ جھیں حکیم میرزا نے متعین کیا تھا شانہزادہ مراد کے لشکر کو شبنون مارا اور بہت سا مال غنیمت لوٹ کر لے گیا۔ محمد حکیم میرزا نے دوسری صفہ کو لشکر آراستہ کر کے شانہزادہ مراد کے مقابلے میں اپنی صفیں بھی درست کیں۔ تو ننگ خاں تک اور کنور مان سنگھ نے ہاتھیوں کو آگے بٹھا کر میرزا کی فوج پر حملہ کیا اور زنبور کے جو ہاتھیوں پر تھے انھیں یکبارگی سر کیا مگر یہ کہ ایک گولی میرزا کے ایک ایسے لشکر کے لگی جو نوید میرزا کے پاس کھڑا ہوا تھا گولی اس شخص کی پیٹ سے نکل گئی اس مجروح کے علاوہ تین شخص اور بھی اس گولی سے مارے گئے حکیم میرزا یہ حال دیکھتے ہی معرکہ کا زار سے بھاگا شاہی لشکر نے میرزا کا تعاقب کیا اور اُس کے بہت سے بانی سرداروں کو قتل کیا۔ بادشاہ نے منزل سرخاب میں اس فتح کی خبر سنی اور ساتویں ماہ مذکور کو کابل پہونچے۔ حکیم میرزا غور بند میں پناہ گزین تھا بادشاہ نے کسی شخص کو بھی تکلیف نہ دی۔ محمد حکیم میرزا نے بادشاہ کی خدمت میں اپنی بھیکر اپنے قصور کی معافی چاہی۔ عرش آشیانی نے میرزا کا قصور معاف کیا اور اہل کابل کو اپنے احسان و انعام سے

زیر بار مقمت کیا۔ چودھویں ماہ مذکور کو بادشاہ کابل سے واپس ہوا عرش آشیانی نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور اُس نواح کے انتظام کے لئے ایک قلعہ جوئے اور پھر کا تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس قلعہ کو انک کے نام سے موسوم کیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے مذہب میں یہ منع ہے کہ کوئی شخص نیلاب کو عبور کرے اور انک کے ہندی معنی بھی منع کے ہیں۔ عرش آشیانی انیس رمضان سنہ مذکور کو لاہور پہنچے اور بادشاہ نے پنجاب کی حکومت راجہ بھگوان داس کو عنایت کی لاہور میں چند روز قیام کر کے بادشاہ اپنے مستقر فتح پور سیکری کو واپس آیا۔ عرش آشیانی نے شہباز خاں کنہو کو جسے شک کی وجہ سے مقید کر لیا تھا رمضان سنہ ۹۹۷ میں قید سے رہا کیا اور شکر بنگالہ کی مدد کے لئے شہباز کو اُس طرف روانہ کیا۔ اس زمانے میں عرش آشیانی بخارا اور اسہل کے مرض میں مبتلا ہوئے چونکہ بادشاہ بھی جنت آشیانی کی طرح افیون کا استعمال کرتے تھے بادشاہ کی بیماری سے ہی خواہان سلطنت پریشان ہوئے۔ بادشاہ کو اس مرض سے شفا ہوئی اور بہت سارے بادشاہ پر سے تصدق کیا گیا۔ محرم سنہ ۹۹۷ میں خان میرزا بکر جو بنگال کی مہم پر روانہ کیا گیا تھا بارگاہ شاہی میں واپس آیا اور بعض خدوری بایں بادشاہ سے عرض کر کے بھر بنگالے روانہ ہو گیا۔ ثوال سنہ مذکور میں عرش آشیانی براگ کی نہر پر جو بنگال اور جمن کے درمیان واقع ہے تشریف لائے اور یہاں پر ایک قلعے کی تعمیر اور شہر آلہ بایں کے بسا نے کا جو عام طور پر الہ آباد کے نام سے مشہور ہے حکم دیا سلطان مظفر گجراتی نے جیسا کہ پیشتر تفصیل بیان ہو چکا اظہار خلوص کیا اور تمام گجراتیوں سے پیشتر خدمت سلطانی میں حاضر ہوا اس لئے عرش آشیانی نے بھی مظفر گجراتی کو عمدہ جائزہ عنایت فرما کر اُسے شہباز نواز شہوں سے سرفراز کیا مظفر گجراتی عرصے سے بادشاہ کی خدمت میں تھا لیکن آخر کار شاہی ملازمت چھوڑ کر گجرات بھاگ گیا۔ بادشاہ نے آلہ باد کا سفر کیا اور مظفر خاں نے شیر خاں گجراتی سے متفق ہو کر فتنہ و فساد کی آگ روشن کر دی مگر آشیانی نے اعتماد خاں گجراتی کو جو بادشاہ کی نگاہ میں معتد امیر تھا گجرات کا حاکم مقرر کیا اور شہاب الدین احمد خاں فیض پوری کو احمد آباد سے اپنے پاس بلالیا اعتماد خاں کے پہنچنے کے بعد شہاب الدین نے احمد آباد کو کوچھوڑ دیا لیکن سامان سفر درست کرنے کے لئے اُس نے چند روز زمین میں قیام کیا۔ شہاب الدین کے اکثر لشکری عیال و اطفال

رکھتے تھے یہ سپاہی سفر کی مشقت کو نہ برداشت کر سکے اور شہاب الدین کو چھوڑ کر منظر شاہ گجراتی کے گرد جمع ہو گئے منظر شاہ کے پاس بہت بڑی جمیعت فراہم ہو گئی اور اُس نے احمد آباد پر قبضہ کر لیا اعتماد خاں نے بڑے اصرار کے ساتھ شہاب الدین کو اپنے ساتھ لیا اور احمد آباد روانہ ہوا۔ منظر شاہ بھی مقابلے کے لیے نکلا اور اعتماد خاں اور شہاب الدین کو شکست دیکر دونوں کو میدان جنگ سے بھاگ دیا۔ اعتماد خاں اور شہاب الدین دونوں پٹن پہنچے اور ان امیروں نے ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور حقیقت حال سے اطلاع دی عرش آصفیانی نے میرزا عبدالرحیم ولد بیرم خاں کو جو میرزا خاں کے نام سے مشہور تھا اجیر کے جاگیردار امیروں کے ساتھ منظر شاہ کے قتلے کو نہ دکر کرنے کے لیے گجرات کی ہم پرنا مڑو کیا۔ میرزا عبدالرحیم بھی گجرات پہنچا بھی نہ تھا کہ منظر شاہ نے قطب الدین خاں انکھ جاگیردار بھڑوچ کو قلعہ بند کر کے اُس کا محاصرہ کیا اور اس پر قلعہ چل کر رہی منظر شاہ قطب الدین کو قتل کر کے دس لاکھ روپے سرکاری اور قطب الدین کے تمام سامان پر جس کی قیمت دس کروڑ روپیہ سے بھی زائد تھی قابض ہو گیا تھا۔ منظر شاہ اب احمد آباد پہنچ کر خیل دشمن کے جمع کرنے میں مصروف تھا۔ میرزا عبدالرحیم المشہور بہ میرزا خاں پٹن پہنچا اور شہاب الدین اور دوسرے امیروں کو جمع کر کے آٹھ ہزار سواروں کی جمیعت سے احمد آباد روانہ ہوا۔ میرزا خاں موضع سرچ میں جو شہر سے تین کوس دور ہے پہنچا۔ منظر شاہ گجراتی نے پندرہویں محرم ۹۰۷ھ کو زمینداروں اور گجراتیوں سے تیس ہزار غل اور راجپوت سواروں کا ایک لشکر ہمراہ لیکر انہی نصفیں آراستہ کیں۔ طرفین کے سپاہیوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور نیزے اور تیرے اپنے اپنے حریفوں کو مجروح و قتل کرنے لگے۔ اس معرکہ کا رزار میں طرفین سے بے شمار آدمی قتل ہوئے لیکن آخر کار عبدالرحیم خاں کو فتح ہوئی اور منظر شاہ میدان جنگ سے بھاگا اور احمد آباد کی ماہلی عبدالرحیم خاں نے منظر کا تعاقب کیا اور خود بھی احمد آباد پہنچا۔ منظر شاہ اب کسی اور طرف چلا گیا۔ اس درمیان میں قلعہ خاں مالوہ کے امیروں کے ہمراہ عبدالرحیم کے پاس پہنچ گیا اور دونوں امیر منظر شاہ کے تعاقب میں کھپایت کی طرف روانہ ہوئے۔ منظر شاہ نے کوہستان نادر دشت میں قیام کیا اور وہیں دشمن سے

برسر بیکار ہوا۔ میرزا خاں کی توپ کا گولہ مظفر شاہ کے، قول پڑا اور چند آدمی مظفر شاہ گجراتی کے ضائع ہوئے اُس کے پانوں میدان جنگ سے اکٹھے گئے اور وہ نادوست سے فرار ہو کر جوڈ گڑھ کے قریب جام کے دامن میں پناہ گزین ہوا۔ میرزا عبدالرحیم نے قلعہ خاں کو قلعہ بھڑوچ کے محاصرے کے لئے روانہ کیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔ نصیر خاں نے جو مظفر شاہ کا سالار اور قلعہ بھڑوچ کا حاکم تھا سات مہینے قلعہ بند رہنے کے بعد دکن کی راہ لی اور قلعے پر قلعہ خاں کا قبضہ ہو گیا۔ مظفر شاہ نے جام اور امین خاں حاکم جوڈ گڑھ کی مدد سے فوج جمع کی اور ایک دو مقام پر جو ساتھ کوس احمد آباد سے دور ہے مقیم ہوا۔ میرزا عبدالرحیم شہر سے باہر نکلا اور مظفر شاہ کی طرف بڑھا۔ مظفر شاہ میرزا کے آنے سے خوف زدہ ہوا اور ایک جنگل میں جا کر اُس نے پناہ لی۔ مظفر شاہ تھوڑے دنوں کے بعد بھیل۔ کوئی اور کراس کی موافقت سے جنگل سے باہر نکلا اور سرائے میں بادشاہی فوج سے برسر مقابلہ ہوا۔ مظفر شاہ کو اس لڑائی میں بھی شکست ہوئی اور اُس نے رائے سنگھ راجہ جلواریہ کے دامن میں پناہ لی۔ میرزا عبدالرحیم پانچ مہینے کے بعد فرمان شاہی کے مطابق بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا چونکہ میرزا عبدالرحیم نے مظفر شاہ کو شکست دیکر شہرت حاصل کر لی تھی بادشاہ نے عبدالرحیم کو خان خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے پھر اُسے گجرات واپس کر دیا۔ اسی سال برہان نظام شاہ بحری اپنے بھائی مرثیٰ نظام شاہ کے پاس سے بھاگ کر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور شاہی ملازم ہو گیا اور شاہ فتح اللہ شیرازی نے بھی جو اپنے وقت کا بہت بڑا فاضل تھا دکن سے ہندوستان پہونچ کر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ سلطانہ میں سید مرثیٰ سبزواری اور خداوند خاں شی صلابت خاں ترک سے شکست کھا کر بارگاہ اکبری میں پناہ لیکر آئے۔ بادشاہ نے جو ہمیشہ دکن کو زیر کرنے کی فکر میں رہتا تھا ان امیروں کو خان اعظم میرزا عزیز کو کہے پاس مالوہ بھیجا خان اعظم کو دکن فتح کرنے کا حکم دیا عرش آشتیانی نے فتح اللہ شیرازی کو عضد الدولہ کے خطاب سے سرفراز فرما کر اُسے مہات دکن سرانجام دینے کے لئے خان اعظم کے پاس مالوہ بھیج دیا۔ خان اعظم میرزا عزیز سرحد مالوہ پر آیا۔ خان اعظم نے جب دیکھا کہ راجہ علی خاں فاروقی حاکم خاندیس اہل دکن کی طرف مائل ہے تو اُس نے شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں کو نصیحت کرنے کے لئے

خاندیس بھیجا لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ مرنفئی نظام شاہ بھری کے امیر میرزا محمد تقی نظیری اور بہنرادل الملک راجہ علی خاں کے ساتھ ہو کر خان اعظم میرزا عزیز کو کہہ کر سربراہ پنجپور کے نواح میں پہنچ گئے خان اعظم میرزا عزیز کو کہنے جو ولایت ہند یہ میں مقیم تھالائی میں منسلک نہ دیکھی اور دوسرے راستے سے دکن میں داخل ہو کر الچپور پہنچ گیا۔ خاں اعظم نے تین روز برابر شہر کو غارت اور تباہ کیا۔ میرزا محمد تقی بہنرادل الملک اور راجہ علی خاں ہند یہ سے لوٹ کر الچپور پہنچے خان اعظم نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور مندیار کے راستہ سے دکن کی سرحد کے باہر نکل آیا۔ اس زمانے میں میرزا عبدالرحیم کو بادشاہ نے طلب کیا عبدالرحیم گجرات سے آکر روانہ ہوا۔ مظفر شاہ کو موقع ملا اور وہ بہنرادل الملک کے پاس جو عام طور پر بداول الملک کے نام سے مشہور تھا پہنچا اور لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ مظفر شاہ نے سات ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں کی جمیعت بہم پہنچائی اور حتی الوسع اوسرا دھڑ ہاتھ پاؤں مارے لیکن کچھ کار براری نہ ہوئی اور جابجا بھاگتا پھرا اسی سال شاہ رخ میرزا حاکم بدخشاں عبداللہ خاں اوزبک کے غلبہ سے پریشان ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی امیدوں کے گردہ میں داخل کیا گیا۔ اسی سال عرش آشیانی نے جشن شادی منعقد کر کے شانہ زادہ سلطان سلیم کا راجہ بھگوان داس کی بیٹی سے نکاح کر دیا۔ ۹۹۲ھ میں ایام سابقہ کی طرح جشن نوروز کی مجلس بڑی شان و شکوہ کے ساتھ ترتیب دی گئی اور اسی سال بادشاہ کے بھائی محمد حکیم میرزا نے کابل میں وفات پائی۔ عرش آشیانی نے میرزا عبدالرحیم کو گجرات کا حاکم اور میرزا فتح اللہ شیرازی کو اس صوبہ کا صدر مقرر کیا اور دونوں امیروں کو گجرات روانہ کر دیا۔ عرش آشیانی نے خود پنجاب کا سفر کیا۔ بادشاہ نے راستہ میں صادق محمد خاں کو بھکر کی حکومت عطا کی اور کنور مان سنگھ پسراراج بھگوان داس کو کابل بھیجا۔ راجہ مان سنگھ محمد حکیم میرزا کے بیٹوں کو جو ابھی خرد سال تھے فریدوں خاں اور حکیم میرزا کے دوسرے امیروں کے ہمراہ کابل سے لاہور لایا اور اپنے نرزند کو خواجہ جس الدین محمد فانی کے ہمراہ کابل میں چھوڑا۔ عرش آشیانی اٹک رہتا تھا کہ جو خود عرش آشیانی کا بنا کردہ تھا پہنچے اور شاہ رخ میرزا اور بھگوان داس شاہ قلی خاں محرم اور دوسرے امیروں کو تقریباً پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ولایت کشمیر فتح کرنے پر نامزد کیا اور زرین خاں کو کہہ کر

ایک دستہ فوج کے ساتھ سواد دیوہ کے افغانوں کے مقابلہ میں روانہ کیا اور نورمان سنگھ ولد راجہ بھگوان داس کو افغانانِ روشنائی کی سرکوبی کے لیے جو کفر و زندہ میں مشہور اتفاق تھے بھیجا۔ اس فرقہ کا مختصر حال یہ ہے کہ ایک ہندوستانی فقیر جس نے اپنے کو پیرِ روشنائی کے نام سے موسوم کر رکھا تھا افغانوں میں جا کر آباد ہوا اس فقیر نے افغانوں کو اپنا مرید کیا اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا جلالہ نام چودہ برس کے سن میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ جلالہ تھوڑے دنوں کے بعد شاہی بارگاہ سے بھاگ کر افغانوں میں جا رہا اور ایک بہت بڑے گروہ کو اپنے ساتھ لے کر اُس نے کابل اور ہندوستان کی راہ کو بند کر دیا۔ بادشاہ کو سواد دیوہ کے افغانوں کے صحیح حالات معلوم ہوئے اور سعید خاں کھکھر شیخ فیضی شاعر ملاشیری شاعر اور صالح قاتل وغیرہ زین خاں کو کہہ کی مدد کو سواد دیوہ روانہ کیے گئے۔ ابن امیروں کے عقب میں بادشاہ نے حکیم ابو الفتح گیلانی کو بھی بہادر امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ زین خاں کی مدد کے لیے نامزد کیا۔ شاہی امیروں نے باوجود اس کثرتِ فوج کے افغانوں سے شکست کھائی اور خواجہ عزت بخشی راجہ بیربل ملاشیری وغیرہ امیر مع آٹھ ہزار سپاہیوں کے میدانِ جنگ میں کام آئے۔ زین خاں کو کہہ اور حکیم ابو الفتح گیلانی بڑی مشکلوں سے جان بچا کر معرکہ کا زرارہ سے بھاگے اور اٹلک رہتاس کے قلعے میں سفیر میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ کنور مان سنگھ نے کتل خیر میں افغانانِ روشنائی سے جنگ کر کے بہتوں کو قتل کیا۔ بادشاہ اٹلک رہتاس سے لاہور آیا اور کنور مان سنگھ کو کابل کی حکومت اور خیبری افغانوں کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ اسی سال بادشاہ کے حکم سے ایک معتبر ہندو امیر رائے سنگھ کی بیٹی کا شاندار نکاح سلیم کے ساتھ نکاح ہوا۔ شاہ رخ میرزا اور راجہ بھگوان داس کشمیر کی ہم پر روانہ ہوئے تھے ان امیروں نے برف باری اور بارش اور نیز غلہ کے تحفے سے تنگ آکر کشمیر لوں سے صلح کر لی اور زعفران زار اور دار الضرب کشمیر کو خالصہ بادشاہی میں داخل کر کے واپس آئے۔ بادشاہ نے اس صلح کو قبول نہ کیا اور محمد قاسم خاں امیر بگرامی کو دوبارہ کشمیر فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس ہم کا حال سلاطینِ کشمیر کے بیان میں مفصل مرقوم ہے جس کا مختصر احوال یہ ہے کہ اہل کشمیر آپس کی خانہ جنگیوں میں مبتلا تھے شاہی امیر کشمیر میں

داخل ہوئے اور انھوں نے آسانی سے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اسی سال شاہ رخ میزنگ داد اسلیماں میز زانے کابل سے لاہور آکر بادشاہ سے ملاقات کی عرش آیشانی نے عبداللہ خاں اور بک بادشاہ توران کے ایچی کو جو اس سے پہلے ٹنگ رہتاس میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا حکیم ابوالفتح خمیلانی اور میر صدر جہاں حسینی قنوجی کے ہمراہ بیش بہا تحفوں کے ساتھ جن کی قیمت تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہوتی ہے توران کی طرف نصرت کیا۔ سلطانہ میں جلالہ روشانی نے پھر علیہ حمل کیا اور سید چاند بخاری گجراتی کو قتل کر کے روشانی نے کنورمان سنگھ کو بخشش کی طرف بھگا دیا۔ بادشاہ نے عبدالمطلب خاں محمد قلی بیگ اور حمزہ بیگ ترکمان کو جلالہ کی ہم پر روانہ کیا۔ ان امیروں نے جلالہ کو عاجز کر کے اس کے اکثر سپاہیوں کو قتل کیا۔ اسی سنہ میں سلطان خسرو ولد شاہ نرادرہ سلیم راجہ بھگوان داس کی بیٹی کے لہٹن سے پیدا ہوا۔ عرش آیشانی اس سب سے پہلے پوتے کے پیدا ہونے سے جو شاہ نرادرہ سلیم کا بڑا فرزند تھا بید خوش ہوئے اور اس مسرت کے اظہار کے لیے بہت بڑا جشن عشرت منعقد کیا۔ محمد صادق نے اسی زمانے میں بادشاہی حکم کے موافق قلعہ سہوان سند کا محاصرہ کیا جانی بیگ حاکم ٹھٹھ نے عاجز ہو کر ایچیوں کو مع بخشہ اور بید کے بازگاہ شاہی میں روانہ کیا اور اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ محمد صادق بادشاہی حکم کے موافق محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور بھکر روانہ ہو گیا۔ اسی سال ماہ ربیع الثانی کے شروع میں زمین خاں کو کہ کابل کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اور کنورمان سنگھ لاہور واپس آیا اور ربیع الثانی کے آخر میں میرزا عبدالرحیم خان خاناں اور علامہ زمان میر فتح اللہ شیرازی فرمان مبارک کے موافق گجرات سے لاہور آئے اور بادشاہ کی ملاقات سے سرفراز ہوئے اسی طرح محمد صادق خاں بھکر سے آیا اور خدمت سلطانی میں حاضر ہوا۔ عرش آیشانی نے کنورمان سنگھ سپہ راجہ بھگوان داس کو بہار اور حاجی پورا اور پٹنہ کی حکومت عنایت کر کے اس طرف روانہ کیا اور سید یوسف خاں مشہدی کو کشمیر کی حکومت پر فائز کر کے محمد قاسم خاں کابل کو کشمیر کے زمینداروں سے عاجز ہو گیا تھا اپنے حضور میں بلا لیا۔ بادشاہ نے محمد صادق خاں کو یوسف زئی افغانوں کی تسبیہ کے لیے سواد دیکچور کی ہم پر نامزد فرمایا اور اسماعیل قلی خاں کو سواد دیکچور سے بلا کر گجرات روانہ کیا اور قلعہ خاں

جو عبد الرحیم خان خاناں کے بعد گجرات کا حاکم مقرر کیا گیا تھا بادشاہ کی قدیم بیوی کیلئے حاضر ہوا۔ بیسیویں جمادی الثانی ۹۹۹ھ کو عرش آشیانی نے سیر کشمیر کا جس کی تعریف ہر خاص و عام کی زبان پر جاری تھی ارادہ کیا۔ بادشاہ بہنہر پہونچا اسی جگہ سے کوہستان کشمیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے عرش آشیانی نے شاہزادہ مراد کو مع دیگر اہل حرم کے بہنہر میں چھوڑا اور خود کشمیر کے دار الخلافت سری نگر میں پہونچے۔ میر فتح اللہ شیرازی نے جو گجرات سے واپس آکر اس سفر میں بادشاہ کے ہمراہ رکاب تھا کشمیر میں دنیا سے رحلت کی۔ بادشاہ کو علامہ شیرازی کی وفات کا بڑا صدمہ ہوا۔ شیخ فیضی نے شیرازی کا مرثیہ بطور ترکیب بند نظم کیا۔ عرش آشیانی کشمیر کی سیر سے فانی ہو کر کابل روانہ ہوئے بادشاہ سفر کی منہر لیں طے کرتا ہوا چلا جاتا تھا کہ دھنپور میں حکیم البوافتح گیلانی نے جو بادشاہ کا مصاحب اور ہم نشین تھا اور ہمیشہ بادشاہ کی ملازمت میں رہ کر عرش آشیانی کو اپنے خلوص ارادت سے خوش کیا کرتا تھا سفر آخرت اختیار کیا اور باحسن اہمال میں دفن کیا گیا بادشاہ ایک رہتاس پہونچا اور شہباز خاں کنہو کو یوسف زئی افغانوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور خود جلد سے جلد کابل پہونچا میر صدر جہاں البوافتح گیلانی کا بھائی جو ابھی ہو کر عبد اللہ خاں اوزبک کے پاس مآدرا لہنگیا ہوا تھا عبد اللہ خاں اوزبک کے ابھی کے ہمراہ کابل میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرش آشیانی نے کابل اور اس کے باغات اور عمارتوں کی سیر میں دو مہینے صرف کیے اور اپنے انعام و احسان سے اہل کابل کو سرفراز و منون فرمایا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ راجہ بھگوان داس اور راجہ ٹوڈرل نے لاہور میں اس دنیا سے کوچ کیا ہے عرش آشیانی نے محمد قاسم خاں بھری کو جو سہنہری امیر تھا کابل کا حاکم مقرر کیا اور توحہ بیگ کو اس کی مدد کے لئے کابل میں چھوڑ کر خود ۲۰ ستمبر ۹۹۹ھ کو لاہور واپس آئے۔ بادشاہ نے گجرات کی حکومت خاں اعظم میرزا عزیز کو کوہ غایت کی اور اسے مالوہ سے گجرات روانہ کیا اور شہاب الدین احمد خاں کو مالوہ کا حاکم مقرر کیا۔ خاں اعظم گجرات پہونچا اور اس نے گجرات کے ایک زمیندار سی جام پر لشکر کشی کی جام زمیندار بھی دولت خاں ولد امین خاں کے ساتھ جو اپنے باپ کی جگہ جو ناگرھ کا حاکم تھا میں نہر اسواروں کو ہمراہ لیکر خاں اعظم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ فریقین

میں بڑی سخت معرکہ آرائی ہوئی اور محمد رفیع کنشی محمد حسین میر شرف الدین وغیرہ شاہی نامی امیر میدان جنگ میں کام آئے اور جام کا بڑا بیامع اُس کے وزیر اور چار ہزار راجپوت سپاہیوں کے لڑائی میں مارے گئے۔ اس لڑائی میں خان اعظم کو فتح ہوئی۔ اس درمیان میں عبداللہ خاں اوزبک بدخشاں کو فتح کر کے کابل پر تاج لگائے بیٹھا تھا عرش آشیانی نے عبداللہ اوزبک کے خیال سے کئی سال لاہور اور اُس کے نواح میں قیام کیا۔ چونکہ اس زمانے میں میرزا جانی والی سندھ باوجود اس قدر زدیکی اور پڑوس کے عرش آشیانی کے طلب کرنے پر بھی بادشاہ کی خدمت حاضر نہیں ہوا تھا بادشاہ نے میرزا عبدالرحیم خان خانان کو شاہ بیگ خاں کابلی - فریدوں بیگ برلاس محمد خاں نیازی اور سید بہاء الدین بخاری وغیرہ نامی امیروں کے ہمراہ سو ہاتھی اور بہت بڑے توپخانے کے ساتھ سندھ کو فتح اور بلوچیوں کو تباہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ۹۹۹ھ میں شہاب الدین نے مالوہ میں دفات پائی عرش آشیانی نے چار قاصد دکن کے سر چہار دکن کے پاس روانہ کیے۔ شیخ فیضی شاعر امیر اور برہان پور گیا اور خواجہ امین احمد نگر میر محمد امین مشہدی بیجا پور اور میرزا مسعود بہاگ نگر روانہ کیے گئے۔ ان امیروں کے عقب میں شانہ زادہ مراد الشوریہ بہاری کو حاکم مالوہ بنا کر شہاب الدین کی جگہ بھیجا اور اسماعیل قلی خاں شانہ زادہ کا اتالیق مقرر ہو کر شانہ زادہ کے ہمراہ متعین کیا گیا۔ شانہ زادہ مراد گوالیار کے نواح میں پہونچا اور سنا کہ اُس نواح کا سب سے بڑا زمیندار مسی بھکرن شاہی پرگنوں پر دست اندازی کرتا ہے شانہ زادہ نے اس زمیندار کی طرف رخ کیا بھکرن بھی فوج لیکر سامنے آیا لیکن شکست کھا کر جنگل میں جا چھپا اور اسی درمیان میں مر گیا۔ بھکرن کا بیٹا رام چندر اپنے باپ کا جانشین ہوا رام چندر نے شاہی اطاعت کا اقرار کیا اور شانہ زادہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شانہ زادہ مراد نے اس مقام سے کوچ کیا۔ خان اعظم میرزا عزیز کو کہنے لگا کہ دولت خاں سیرمن خان جو اس سے پہلے زخمی ہو کر جونا گڑھ چلا گیا تھا دفات پائی خان اعظم نے جونا گڑھ فتح کر لیا ارادہ کیا اور اُس طرف روانہ ہوا۔ خان اعظم نے قلعہ جونا گڑھ کا محاصرہ کر لیا اور سات مہینے کے بعد قلعہ کو سر کیا۔ اسی سنہ میں میرزا عبدالرحیم نے قلعہ سہوان کا جو دیباہ سندھ کے کنارے واقع تھا محاصرہ کیا میرزا جانی والی سندھ اُس نواح کے زمینداروں کو ساتھ

لیکڑ ڈونگیوں اور کشتیوں اور توپخانہ کے ساتھ خان اعظم کی طرف بڑھا۔ میرزا جانی نے سات کو س راہ ملے کی اور سو ڈونگیاں اور دو سو کشتیاں تیر اندازوں اور توپچیوں سے بھری ہوئی آگے روانہ کیں۔ میرزا عبدالرحیم کے پاس اگرچہ صرف پچیس ڈونگیاں تھیں لیکن اُس نے دشمن کا مقابلہ کیا اور ایک شبانہ روز لڑائی جاری رہی اور خان خاناں حلیف کی سات ڈونگیاں گزرتا کریں اور دو سو سپاہیوں کو قتل کیا باقی کشتیاں بے نیل مرام میرزا جانی والی سندھ کے پاس واپس گئیں۔ میرزا جانی ماہ محرم سنہ ۱۰۷۱ میں دریائے سندھ کے کنارے پہونچا اور زمین پر جس کے کنارے پانی اور کچرہ تھا اترا میرزا عبدالرحیم بھی میرزا جانی کے برابر آکر صف آرا ہوا اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ دو مہینے کامل طرفین سے جنگ جاری رہی اور فریقین کے بہت سے آدمی میل جنگ میں کام آئے۔ اسی زمانے میں سندھ کے لوگوں نے خان خاناں کے لشکر میں غلامی آمد و شد بند کر دی اور ایک روٹی کی قیمت جان سے بھی زیادہ گراں ہو گئی خان خاناں اس وجہ سے ایک گروہ کو قلعے کے محاصرہ میں مشغول رکھا اور خود ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ میرزا جانی والی سندھ نے اہل سہوان کو قلیل گروہ خیال کر کے اُن پر دھاوا کیا خان خاناں کو اس حملہ کی اطلاع ہوئی اور اُس نے اپنے سپہ سالار دولت خاں لودی کو نامی امیروں کی ایک جماعت کے ساتھ اہل سہوان کی مدد کو روانہ کیا۔ دولت خاں رفرانہ اسی کو س زمین ملے کر ماہ سہوان پہونچا اور میرزا جانی نے اُس لشکر کو خستہ دراندہ سمجھ کر دوسرے دن پانچ ہزار سواروں کو اپنے ہمراہ لیا اور لڑائی شروع کر دی دولت خاں لودی کے پاس دو ہزار سواروں سے زیادہ کی جمیعت نہ تھی لیکن اس پر بھی اُس نے حلیف کا مقابلہ کیا اور میرزا جانی کو شکست دی۔ میرزا جانی نے دریا کے کنارے موضع الوری میں قیام کر کے اپنے گرد ایک قلعہ بنایا۔ ایک طرف سے میرزا عبدالرحیم نے اور اُسکے لشکر نے دوسری سمت سے پہونچ کر میرزا جانی کو درمیان میں گھیر لیا اور غلہ اور اذوقہ کا راستہ ایسا اُس پر بند کیا کہ میرزا جانی کے سپاہی گھوڑے اور ادنیٰ فوج کر کے کھانے لگے۔ میرزا جانی نے عاجز ہو کر صلح کی گنت و شنید شروع کی اور اپنی بیٹی کو میرزا ایچ پسر میرزا عبدالرحیم کے نکاح میں دیا اور اس بات کا اقرار کیا کہ موسم برسات گزرنے کے بعد میرزا جانی عرش آیشانی کے حضور میں حاضر ہو گا۔

اس درمیان میں سید یوسف خاں مشہدی بادشاہی حکم کے موافق اپنے جھوٹے بھائی یادگار میرزا کو کشمیر میں چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یادگار میرزا نے کشمیر کے ایک بہت بڑے زمیندار کی لڑکی کے ساتھ شادی کی اور اہل کشمیر کی امداد سے غلبہ حاصل کر کے یادگار میرزا نے بغاوت کی اور کشمیر کا خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا اور سامان و لشکر کے جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ قاضی علی میردوان کشمیر اور حسن بیگ بٹشی تحصیلدار نے جو کشمیر کے خزانہ دار تھے یادگار میرزا سے جنگ چھیڑ دی۔ قاضی علی لڑائی میں مارا گیا اور حسن بیگ کشمیر سے باہر چلا گیا۔ عرش آشیانی نے ان واقعات کی خبر سنی اور چونکہ میرزا یادگار گنجا تھا عرش آشیانی نے یہ شعر پڑھا۔

کماہ خیروی دماج شاہی بڑ بہر کل کے رسد ماشا دکلا

بادشاہ نے دہلی کے شیخ زادہ فرید بخش کو امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ کشمیر کی مہم پر روانہ فرمایا۔ میرزا یادگار بھی ایک بڑی فوج لیکر شیخ فرید کے مقابلہ میں آیا ایک پہر رات گزرنے کے بعد اکبری اقبال نے اپنا کام کیا اور صادق بیگ اور ابراہیم بیگ کو جو یوسف خاں مشہدی کے قدیم نوکر تھے منصب اور تقسیم مالانہ پر میرزا یادگار سے برخیزہ ہو کر اُس پر حملہ آور ہوئے میرزا یادگار یہ شور سن کر خمیہ سے باہر نکلا اور ایک جنگل کی طرف بھاگا۔ یادگار میرزا اس جنگل میں ایک پتھر کی آڑ میں چھپ رہا۔ صبح کو صادق بیگ اور ابراہیم بیگ نے اُس کو گرفتار کر کے اُس کا سر قلم کر ڈالا اور سر کو شیخ فرید دہلی کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس واقعہ کے بعد کشمیر پر دوبارہ شاہی قبضہ ہو گیا۔ عرش آشیانی دوسری بار کشمیر کی سیر کو تشریف لے گئے اور چالیس روز شہر کا سیر و تماشا دیکھنے میں صرف کئے۔ بادشاہ نے حوض زین لکھا اور سلطان زین العابدین کی بنا کردہ عمارتوں کا ادب و برون کے برسنے کا تماشا دیکھا۔ سیر سے فارغ ہو کر بادشاہ نے کشمیر کی حکومت یوسف خاں کو عنایت کی اور خود پنجاب اور رہتاس روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں میرزا عبدالرحیم خان خاناں اور میرزا جانی والی سندھ نے سلسلہ میں ٹھٹھہ سے روانہ ہو کر بادشاہ کی تدمبوسی حاصل کی۔ میرزا جانی سہ ہزاری امیروں میں داخل کیا گیا اور سندھ پر شاہی قبضہ ہو گیا۔ اسی سال خان اعظم میرزا عزیز کو کہنے گجرات کے سب سے بڑے زمیندار کھٹکا پر جو مظفر شاہ گجراتی کو اپنے پاس پناہ دیکر

غور اور تکر سے اُس فوج پر حکومت کر رہا تھا لشکر کشی کی۔ خان اعظم نے سُن تبصرے کام لیا اور مظفر شاہ گجراتی کو اپنے ساتھ لیکر احمد آباد روانہ ہوا۔ مظفر شاہ نے راستے میں دھوکہ کرنے کا بہانہ کیا اور لشکر سے جدا ہو کر ایک گوشہ میں آیا اور ایک استرہ سے جس کو اسی دن کے لیے بیٹھنے اپنے پاس رکھتا تھا خود نشی کر لی خان اعظم نے اُس کا سر قلم کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور خود احمد آباد پہنچا۔ اسی سہ میں راجہ جہان سنگھ ولد راجہ جگوان داس نے قتلوانغان کے بیٹوں اور بھائیوں سے مقررہ آرائی کی اور دشمنوں پر فتح حاصل کی اور اُتریسہ کے ملک پر جو ولایت بنگالہ کی انتہائی حد پر واقع ہے قبضہ کر کے ایک سو بیس ماتمی افغانوں سے حاصل کیے اور ان ہاتھیوں کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا عرش آشیانی نے دس برس سے خان اعظم کو نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے اُسے اپنے پاس بلایا خان اعظم عرصہ سے حرمین شرفین کی زیارت کا خواہشمند تھا بادشاہ کا فرمان پہنچے ہی اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لیکر کشتی میں بیٹھا اور سفر حجاز کے لیے روانہ ہوا۔ عرش آشیانی نے یہ خبر سُن کر شاہزادہ مراد کو مالوہ سے گجرات کی حکومت پر مقرر کیا اور مادیق محسن خاں کو شاہزادہ کی وکالت پر نامزد کیا اور شاہ رخ میزرا کو حاکم مالوہ بنا کر شہباز خاں کنبو کو جو تین سال سے قید میں تھا آزاد کر کے اُس کا وکیل مقرر کیا۔ اس زمانے سے کچھ پیشتر جلالہ پسر سیر روشنائی کو ہستان خیبر سے بھاگ کر عبداللہ خاں اوزبک کے پاس چلا گیا تھا لیکن اُس وقت پھر خیبر آیا اور ہندوستان اور کابل کا راستہ اُس نے بند کر دیا میزرا جعفر قزوینی جو سال گذشتہ آصف خاں کے خطاب سے سمرقند ہوا تھا جلالہ کے سر پر روانہ کیا گیا۔ آصف خاں نے جلالہ کو شکست دی اور جلالہ کے اہل و عیال اور اُس کے بھائی مسمی واحد علی اور اُس کے اور عزیزوں کو گرفتار کر کے قریب چار سو آدمیوں کے بادشاہ کی بارگاہ میں بھجوا دیا۔ اسی دوران میں شاہی قاصد جو دکن روانہ ہوئے تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے شاہان دکن کی عدم اطاعت کی خبر بادشاہ کو سنائی۔ عرش آشیانی نے دکن فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور شاہزادہ دانیال کو محرم مستلہ میں دکن کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ شاہزادہ لاہور سے سلطان پور پہنچا لیکن بادشاہ کی رائے دفعۃً بدل گئی اور عرش آشیانی نے شاہزادہ کو راستے سے واپس بلالیا اور میزرا عبدالرحیم کو شاہزادہ کے لشکر کے ساتھ دکن روانہ کیا۔

اسی سند میں حاکم قندھار میرزا سلیم بن سلطان حسین میرزا بن بہرام میرزا بن شاہ اسطیل صفوی اپنے بھائی کی مخالفت اور اوزبک کے غلبہ سے تنگ آکر شاہی ملازمت میں حاضر ہوا۔ میرزانے قلعہ قندھار بادشاہ کے سپرد کیا اور خود پنجہزاری امیروں میں داخل ہو گیا اور ملتان کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اسی سال میرزا عبدالرحیم خان خانان مندوپیچا برہان نظام شاہ بھری نے اس سے بیشتر خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کا اقرار کیا کہ قلعہ براعرش آشیانی کے سپرد کر دوں گا چنانچہ برہان نظام شاہ نے اس وقت ہی عنایت خاں شیرازی کو خان خانان کے پاس بھیج کر اطاعت کا اقرار کیا لیکن برہان نظام شاہ دفعۃً بیمار ہو کر سست لے میں رہی ملک مدد ہوا۔ برہان نظام کا بیٹا ابراہیم نظام شاہ باپ کا قائم مقام ہو کر ابراہیم عادل شاہ کی جنگ میں مارا گیا۔ میان بھوجو خاں جاگتی نے جو نظام شاہیوں کا پیشوا تھا احمد نام ایک لڑکے کو خاندان نظام شاہی سے منسوب کر کے اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا لیکن امیروں نے احمد کی اطاعت سے انکار کر کے لڑائی کا بازار گرم کیا۔ بھوجو خاں امیران احمد نگر کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا اور احمد نگر میں قلعہ بند ہو گیا۔ بھوجو خاں نے ایک قاصد شاہزادہ مراد کی خدمت میں احمد آباد روانہ کیا اور شاہزادہ کو پیغام دیا کہ نظام شاہی حکومت کا شیرازہ کچھ گیا ہے اگر شاہزادہ جلد سے جلد احمد نگر پہنچ جائے تو میں قلعہ شاہزادہ مراد کے سپرد کر دوں گا۔ اسی دوران میں شاہزادہ کے پاس خود بھی دکن کی مہم سر کرنے کا فرمان آیا۔ بھوجو خاں کا پیغام سنتے ہی شاہزادہ مراد احمد نگر سواروں کے ساتھ احمد نگر روانہ ہو گیا۔ میرزا عبدالرحیم اس زمانے میں مندو میں قیام پزیر تھا چونکہ خان خانان بھی موقع کا منظر تھا اس نے یہ خبر سنتے ہی شاہزادہ میرزا کے لشکر اور شہباز خاں کنبہ اور راجہ جگناتھ راجہ مان سنگھ راجہ درگا اور راجہ رام چندر وغیرہ امیروں کے ہمراہ دکن کا رخ کیا۔ خان خانان نے داجہ علی خاں دلی خاندن کو بھی حسن تدبیر سے مع پانچ یا چھ ہزار سواروں کے اپنے ساتھ لیا اور قلعہ کمانڈ کے نواح میں جو ملک دکن کی سرحد ہے شاہزادہ مراد سے جا ملا۔ تمام شاہی اراکین مل کر جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہوئے اس درمیان میں بھوجو خاں نے مخالفت امیروں کی سرکوبی کر کے اپنے کو سنبھال لیا تھا اور اب شاہزادہ کو بلانے سے دل میں شرمندہ ہوا۔ بھوجو خاں نے قلعہ اور آؤدہ کو چاندنی بی دختر حسین نظام شاہ بھری کے سپرد کیا اور اپنے معتمد امیر چاندنی بی کے پاس

چھوڑ کر خود مع احمد نظام اور سرکاری توپ خانہ کے عادل شاہی سرحد کی طرف بھاگا
 شاہزادہ مراد اور میرزا عبدالرحیم دکن پہنچے اور جیسا کہ شاہان دکن کے حالات میں
 مرقوم ہے برص انڈیائی سستانہ میں احمد نگر بیوپار قلعہ کا محاصرہ کیا اور نقب کھودنے اور
 سرکوب تیار کرنے میں مشغول ہوئے۔ چاند بی بی نے مردانہ وار اُن کی مدافعت کی اور
 عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد طلب کی تین مہینے کے بعد نقب تیار ہو کر کوچ کے
 نیچے پہنچ گئی قلعے کے لوگ نقب کے تیار ہونے سے واقف ہو گئے اور قلعے کے
 اندر ان لوگوں نے دو نقب میں شگاف دیکر اُس کی بارود نکال لی اور دوسری نقب
 کے دھونڈنے میں مشغول ہوئے۔ شاہزادہ اور محمد صادق خاں بلا اطلاع خان خاناں کے
 مسلح اور مکمل ہو کر اس خیال سے کہ قلعہ ان لوگوں کے نام ہو غرہ ماہ رجب کو جمعہ کے دن
 قلعے کے پاس پہنچے اور انھوں نے نقبوں میں آگ لگا دی۔ تین نقبوں میں بارود موجود
 تھی یہ نقب اڑیں اور یکاس گز کے قریب دیوار ہوا میں اڑ گئی اور بہت بڑا راستہ پیدا ہو گیا۔
 یہ لوگ بقیہ دو نقبوں کے خالی ہو جانے سے ناواقف تھے اور اس انتظار میں تھے کہ
 بقیہ دو نقب بھی آگ پکڑ لیں تو قلعے کے اندر داخل ہوں چاند بی بی کو موقع مل گیا اور
 برقع اوڑھ کر رخہ کے پاس آئی اور اس نے توپیں اور بہت سی بندو قیں اُس رخہ میں
 لگا دیں۔ ہر چند نمل سپاہیوں نے کوشش کی لیکن قلعے کے اندر نہ داخل ہو سکے اور رات کو
 بے نیل مرام اپنے قیام گاہ پر واپس آئے۔ چاند بی بی تمام رات رخہ کے پاس کھڑی رہی
 اور قلعے کے چھوٹے اور بڑے اور عورت اور مرد سب کو رخہ کے بند کرنے پر اس نے
 مقرر کیا اور صبح ہونے تک تھمر ٹی اور مردہ آدمیوں کے جسم کو دیوار میں بھر کر رخہ بند کر دیا
 اور تقریباً تین گز دیوار بلند کر دی گئی۔ اسی دوران میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ سہیل خاں خواجہ مراد
 عادل شاہی لشکر کا افسر نظام شاہی اور قطب شاہی سپاہیوں اور سواروں کو ساتھ لیکر
 تقریباً ستر ہزار فوج کے ہمراہ احمد نگر آ رہا ہے۔ اور بادشاہی لشکر میں غلہ کی گرانی کی وجہ سے
 بار برداری اور سواری کے جانور کمزور اور بے طاقت ہو گئے تھے اور ادھر چاند بی بی بھی
 محاصرہ کی سختیوں اور تکلیفوں سے تنگ آ چکی تھی میرزا عبدالرحیم نے صلح کو حسب حال سمجھ کر
 لڑائی موقوف کی چاند بی بی نے بھی صلح قبول کی اور اقرار کیا کہ برہان نظام شاہ کے
 وعدہ کے موافق برابر شاہزادہ مراد کا قبضہ رہے اور احمد نگر مع اُس کے مصافحات کے

برہان نظام شاہ کے پوتے بہادر نظام شاہ کے زیر حکومت رہے اس شرط پر صلح مکمل ہو گئی اور میرزا عبدالرحیم اور شاہنشاہ برادر روانہ ہوئے اور بالاپور کے پاس ایک شہر بنایا اور اسے شاہ پور کے نام سے موسوم کیا اسی شہر میں قیام پذیر ہوئے اسی زمانے میں شاہنشاہ مراد نے جشن شادی منعقد کر کے بہادر خاں فاروقی کی بیٹی سے نکاح کیا اور برادر کے پرگنے اپنے امیروں میں تقسیم کر دیے۔ اسی زمانے میں شہباز گنہگار جامی شاہی امیر تھا شاہنشاہ سے ریختہ ہو کر مالوہ چلا گیا چاندنی بی نے بہادر نظام شاہ کو احمد نگر کا بادشاہ بنایا۔ اہنگ خاں حبشی پھر دوبارہ صاحب اختیار ملکی دہلی ہوا۔ اس سردار نے چاندنی بی کی مرضی کے خلاف نادل شاہیوں اور قطب شاہیوں سے مدد لے کر پچاس ہزار سواروں کی جمعیت اکٹھا کی اور نخل امیروں سے لڑنے کے لیے برادر روانہ ہوا۔ میرزا عبدالرحیم نے شاہنشاہ اور صادق محمد خاں کو شاہ پور میں چھوڑا اور خود شاہنشاہنشاہنشاہ اور راجہ علی خاں فاروقی حاکم برہان پور کے ساتھ یکسے ہزار سواروں کی فوج ہمراہ لے کر دکنیوں سے لڑنے کے لیے دریائے گنگا کے کنارے سون پت کے قریب آیا۔ خان خانان نے چند روزوں میں پت میں قیام کیا اور دکنیوں کی وضع اور ان کا طریقہ اچھی طرح معلوم کر لیا عبدالرحیم نے دریائے گنگا کو جس کا پانی اس وقت زانوٹک تھا عبور کیا اور تھرھویں جامی الثانی شہنشاہ کو ہیل خاں شکر عادل شاہی کا افسر ایک بڑی فوج ہمراہ لے کر مقابلے میں آیا۔ ہیل خاں نے نظام شاہی امیروں کو ہمیں پر اور قطب شاہیوں کو میسرہ پر مقرر کیا اور خود بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ میدان میں آکر مقابل کا طلبکار ہوا پہلے میرزا عبدالرحیم نے خود ہیل خاں کا مقابلہ کیا لیکن بعد کو راجہ علی خاں فاروقی اور راجہ رام چندر اور دوسرے راجپوت امیروں کو ہیل خاں کے مقابلے کے لیے مقرر کیا۔ ان امیروں نے ہیل خاں کے مقدمہ شکر کو پر گندہ کر دیا اور خود ہیل خاں پر حملہ آور ہوئے ہیل خاں نے پہلے توپوں اور بندوقوں اور تفنگ اور بان سے بہت سے راجپوت اور اہل خاندان کو ہلاک کیا اور اس کے بعد عربوں کے نیچے سے نکلا اور دکنیوں کو اپنے ساتھ لیکر مرہاٹہ وار میدان جنگ میں گیا راجہ علی خاں اور راجہ راجندر وغیرہ تین ہزار سواروں کے ساتھ لڑائی میں کام آئے اور شام کے قریب جب کہ دو گھنٹی دن سے زیادہ نہ رہ گیا تھا ہیل خاں کے مقابلے

میں کوئی باقی نہ رہا۔ پہل پہنچا کہ اس نے خان خاناں کو پوری شکست دیدی پہل خاں آگے بڑھا۔ میرزا عبدالرحیم کو راجہ ملی خاں وغیرہ کے قتل ہو جانے کی خبر نہ تھی۔ خان خاناں بھی حریف سے لڑنے کے لیے آگے چلا۔ اہل دکن مغلوں کی طرف جو بابر داری کے جانوروں کو تیار کیے ہوئے کھڑے تھے بڑھے اور تاراج کرنے میں مشغول ہوئے۔ دکنیوں نے مال غنیمت حاصل کر کے اپنے کو فاتح سمجھا اور مال غنیمت کی حفاظت کے لیے اپنی سرحد کی طرف جلد سے جلد روانہ ہوئے۔ پہل خاں ایک قلیل گروہ کے ساتھ اپنی منزل پر مقیم ہوا۔ چونکہ اس وقت مشغل نہ تھی اور اندھیرے کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی کچھ خبر نہ تھی پہل خاں اسی تاریکی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ میرزا عبدالرحیم نے بھی چونکہ دشمن کو سامنے سے ہٹا دیا تھا اس لیے اُس مقام تک آیا جہاں کہ دشمن کے عربا بے نصب تھے خان خاناں بھی اندھیری رات میں ایک جگہ مقیم ہوا۔ نخل سپاہیوں کا ایک بہت بڑا گروہ اپنے کو شکست خوردہ سمجھ کر میدان جنگ سے بھاگا اور شاہ پوریس پہنچ کر اُس نے دم لیا۔ اس درمیان میں چند شعلیں پہل خاں کے ہاتھ آگئیں اور کچھ روشنی نمودار ہوئی میرزا عبدالرحیم نے دریافت حال کے بعد جب معلوم کر لیا کہ پہل خاں میدان میں موجود ہے تو اُس نے حکم دیا کہ تو میں اور ضرب زن بارود سے بھری ہوئی ہیں اور دشمن سے لی ہیں اُن کا رخ پہل خاں کے لشکر کی طرف پھیر دیا جائے اور اُن کی توپیں خود انہیں پر سر کی جائیں۔ توپ کا گولہ پہل خاں کے لشکر میں گرا اور سپاہیوں میں ہل چل مچ گئی۔ پہل خاں نے یہ جان کر کہ دشمن میدان میں موجود ہے تمام معین خاموش کرادیں اور اپنے قیام گاہ کی جگہ بھی بدل دی اور لوگوں کو ادھر ادھر بھجوا کر اپنے متفرق اور پرگندہ لشکر کو ایک جگہ جمع کیا۔ میرزا عبدالرحیم کو بھی تعین ہو گیا کہ حریف ابھی معرکہ کارزار میں موجود ہے خان خاناں نے بھی تقارہ اور کرنا کی آواز سے اپنے سپاہیوں کو جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ باجوں کی آواز سن کر شاہی سپاہی جو ادھر ادھر پر گندہ ہو گئے تھے گروہ کے گروہ خان خاناں کے پاس جمع ہونے لگے جس وقت کوئی سردار یا فوج خان خاناں کے پاس آتی تھی تو فوجی کرنا پھونک کر اللہ اللہ کی آواز بلند کرتے تھے چنانچہ اسی ضرورت کے لیے ایک رات میں گیارہ مرتبہ کرنا پھونکا گیا۔ پہل خاں نے بھی راتوں رات آدمیوں کو ادھر ادھر بھجوا کر

جس قدر ممکن ہو سکا اپنا بگندہ لشکر بھر جمع کیا۔ رات ختم ہوئی اور صبح کو پہل خان نے دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے خان خاناں پر حملہ کیا خان خاناں نے بھی خدا پر بھروسہ کر کے تین یا چار ہزار سواروں کے ہمراہ حریف سے مقابلہ کیا۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد پہل خان نے چند کاری زخم کھائے اور اپنے گھوڑے سے نیچے گرا۔ پہل خان کے قدیم نوکروں نے اپنے مجروح آقا کو اٹھایا اور اُسے گھوڑے پر بٹھا کر دونوں طرف سے اُس کے بازو پکڑ لیئے اور اُسے میدان جنگ سے باہر لے آئے۔ میرزا عبد الرحیم جو معرکہ کو جیت لینے میں شہرہ آفاق تھا اس غمی فتح سے بید خوش ہوا اور تھوڑے دنوں کے بعد شاہ پور واپس آیا۔ عرش آشتیانی نے عبد اللہ خان اور بک کے مرنے کی خبر سنی اور لاہور سے اگرہ تشریف لائے اور اس فتح کی خبر سکر بید خوش ہوئے بادشاہ نے خان خاناں کے لیے گھوڑا اور خلعت فاخرہ بھیجا۔ تھوڑے دنوں کے بعد صادق مجدد خان کے نفاق سے شاہزادہ مراد اور عبد الرحیم خان خاناں کے درمیان کچھ کشمکش پیدا ہوئی عرش آشتیانی نے سید یوسف خان شہیدی اور شیخ ابوالفضل کو شاہزادہ کے پاس بھیج کر عبد الرحیم خان کو سنسنائے میں اپنے پاس بلالیا اور دشمنوں کی غمازی اور بدگولی کی وجہ سے تھوڑے دنوں عبد الرحیم سے ناراض رہے عبد الرحیم خان خاناں کی واپسی کے بعد سید یوسف خان شہیدی اور شیخ ابوالفضل نے سرتالہ کا دل اور کھڑلہ کے شہر پر قلعے ملکیت برار میں سر کیئے اور ان فتوحات کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی درمیان میں شاہزادہ مراد مرض شدید میں گرفتار ہوا اور ماہ شوال سن ۱۰۸۵ میں مراد نے اس عالم سے کوچ کیا۔ شاہزادہ کی لاش پہلے توشاہ پور میں دفن کی گئی اسکے بعد جنازہ دہلی لایا گیا اور شاہزادہ بھی اپنے دادا جنت آشتیانی کے پہلو میں دفن کیا گیا شاہزادہ کی وفات کا مصعہ تاریخی یہ ہے کہ گلشن اقبال نہالے شدہ کم بو عرش آشتیانی کو جوان بیٹے کی موت کا بید صدمہ ہوا اور دکن کے فتح کرنے میں اور زیادہ کوشاں ہوئے۔ نظام شاہی امیروں نے قوت حاصل کر کے شہر خواجہ حاکم کو شکست دی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سید یوسف خان شہیدی اور شیخ ابوالفضل نظام شاہیوں کے سامنے نہ ٹھہر سکتے تھے بادشاہ نے عبد الرحیم خان خاناں پر بھر توجہ اور مہربانی

فرمانی۔ عرش آشیانی نے عبدالرحیم کی بیٹی جاناں بیگم کا شاہزادہ دانیال کے ساتھ نکاح کر دیا اور خان خانان اور شاہزادہ دونوں کو دکن کی مہم پر روانہ کیا۔ عرش آشیانی نے شاہزادہ کی روانگی کے بعد وسط سستانہ میں خود بھی دکن کا سفر کیا۔ بادشاہ نے مالک محروسہ کا انتظام شاہزادہ سلطان محمد سلیم کے سپرد کیا اور خود دکن روانہ ہوئے۔ خان خانان اور شاہزادہ دانیال دکن پہونچے اور ان کو معلوم ہوا کہ بہادر خاں سپہراہ علی خاں فاروقی اپنے باپ کے خلاف بادشاہ کا مطیع نہیں ہے دانیال اور خان خانان قلعہ اسیر پہونچے اور موٹی پٹن کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے قیام کر کے بہادر خاں کو ہوا کر کے میں کو شاہ ہوئے۔ اس زمانے میں عرش آشیانی بھی مندو پہونچ گئے بادشاہ نے خان خانان اور شاہزادہ دانیال کو یہ کہہ کر بہادر خاں کی تبلیغ خود بادشاہ کر دیگا قلعہ احمد نگر کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عبدالرحیم خاں میں ہزار سواروں کی جمعیت سے احمد نگر روانہ ہوا البتہ خاں عیشی اور دوسرے بااقتدار امیر بلارٹے ہوئے قلعے سے بھاگ گئے اور شاہی فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ عرش آشیانی نے پہلے تو بہادر خاں کو نصیحت کی کہ بادشاہ کی اطاعت قبول کرے لیکن جب دیکھا کہ نصیحت کارگر نہیں ہوتی تو بادشاہ خود مدد سے برہان پور آیا اور شاہی امیر قلعہ اسیر کے فتح کرنے میں سرگرم ہوئے۔ محاصرہ کی مدت طویل کھینچا اور خلقت خدا کے ہجوم کی وجہ سے قلعے میں گندگی پیدا ہوئی اور لوگ بیماری کی وجہ سے ضائع ہونے لگے۔ بہادر خاں فاروقی باوجود غلہ موجود ہونے اور قلعے کے مستحکم ہونے اور فوج کی کثرت کے خوف زدہ ہوا۔ چونکہ ٹھوڑے ہی دنوں کے جیسا کہ تفصیل سے بعد کو بیان کیا جائیگا خواجہ ابوالحسن ترندی شاہزادہ دانیال کے میرو دیوان کی کوشش سے اوائل سستانہ میں احمد نگر کا قلعہ فتح ہوا تو بہادر خاں اور زیادہ پریشان ہوا بہادر خاں نے جان کی امان چاہی اور اسیر کا بے نظیر قلعہ اسی سستانہ میں بادشاہی امیروں کے سپرد کیا قلعے کے تمام خزانے اور دھنئے اور بیش قیمت مال و جواہرات اور ساز و سامان جن کا شمار کرنا محال ہے بادشاہ صاحب اقبال کے قبضے میں آیا۔ عبدالرحیم خان خانان اور شاہزادہ دانیال بھی شاہی حکم کے موافق برہان پور آئے اور ان لوگوں نے بھی احمد نگر کا مال غنیمت بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا۔

ابراہیم عادل شاہ نے پیشکش خدمت شاہی میں گزران کر ضلع کی درخواست کی عرش آشیانی نے عادل شاہ کی درخواست منظور کر لی اور اُس کی بیٹی بیگم سلطان کو شاہزادہ دانیال کیلئے طلب فرمایا۔ عرش آشیانی نے میر جلال الدین انجو کو جو ایک معتبر امیر تھا دھن اور پیش کو لانے کے لیے بھیجا اور اس پر و برہان پور اور احمد نگر اور برار شاہزادہ دانیال کو عنایت فرمایا اور عبدالرحیم خان خاناں کو شاہزادہ کا اتالیق مقرر کیا اور خود کامیاب و بامراد دار الخلافت واپس آئے۔ اداں سنانہ میں اگرچہ پہونچ کر بادشاہ نے تمام مالک محروسہ میں فتح نامے روانہ کیے سنانہ میں شیخ ابوالفضل بوجہ فرمان بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا۔ ضرور کے نواح میں اور چچا کے راجہ توں کا ایک گروہ مال کی طمع میں ابوالفضل پر حملہ آور ہوا اور اُس کو قتل کر ڈالا اور اُس کے مال و اسباب پر قبضہ ہو گیا۔ ماہ صفر سنانہ میں میر جلال الدین انجو جو بچا پور روانہ کیا گیا تھا عروس اور بیگم عادل شاہ کے ایلچی کو ہمراہ لیکر واپس آیا اور دریائے گوداوری کے کنارے موٹی ٹلک کے پاس جشن شادی منعقد کر کے میر جلال الدین نے عروس کو شاہزادہ دانیال کے سپرد کیا اور خود اگرچہ واپس آیا اور رقم پیش جو اس سے پہلے دکن سے بھی نہ آئی تھی بادشاہ کے ملا خطے میں گزرائی۔ اسی سنہ کے اوائل ذی الحجہ میں شاہزادہ دانیال کثرت شراب خواری کی وجہ سے برہان پور میں بیمار پڑ کر دنیا سے رخصت ہوا۔ عرش آشیانی دونوں فرزندوں کی بیعت موت سے بے یقین اور آزدہ ہوئے اور روز بروز بادشاہ کی صحت خراب ہونی شروع ہوئی یہاں تک کہ تیرہ جمادی الاول سنانہ کو چہار شنبہ کے دن بادشاہ نے بھی دنیا کو خیر باد کہا۔ عرش آشیانی نے اکاؤن سال کچھ مہینے فرمائروائی کی فوت اکبر شاہ عرش آشیانی کی تاریخ وفات ہے یہ بادشاہ اگرچہ اچھی طرح لکھ پڑھ نہ سکتا تھا لیکن کبھی کبھی شعر کہتا تھا اور علم تاریخ سے بہت اچھی واقفیت رکھتا تھا اور ہندوستان کے قصوں سے خوب آگاہ تھا۔ امیر حمزہ کا قصہ جس میں تین سو ساٹھ داستانیں ہیں اور جن کو دربار اکبری انشایہ داروں نے نظم و نثر عبارت میں تالیف کر کے اُس کو باتصویر مرتب کیا ہے اسی عالی جاہ فرماؤا کی ایجاد ہے۔ عرش آشیانی نے شارع عام میں پانچ پانچ کوس کے فاصلے سے دو ٹھوڑے اور چند میورے مقرر کیے تھے اور ان کو عام اصطلاح میں ڈاک چوکی کہتے تھے اس انتظام کا مقصد یہ تھا کہ شاہی فرمان اور امیروں کے معروفے

جب ایک چوکی پر پہنچیں تو میور سے گھوڑوں پر سوار ہو کر تحریر کو دو سری ڈاک چوکی تک پہنچائیں۔ چنانچہ ایک شبانہ روز میں پچاس کوں راستہ طے ہوتا تھا اور اگر کے سے احمد آباد گجرات تک پانچ روزیں خبر پہنچ جاتی تھی جب کبھی کہ کوئی شخص بادشاہ کے حضور سے کہیں اور جاتا یا کہیں سے بارگاہ شاہی میں حاضر ہوتا اور اسے جلد سفر کی ضرورتیں طے کرنا ہوتیں تو ڈاک چوکی کے گھوڑوں پر سوار ہو کر راستہ طے کرتا تھا۔ چار ہزار میور سے ہو بڑے تیز رو تھے شاہی ملازم تھے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میور سے نئے دس روزیں سات سو کوں زمین پیادہ پا ملے کی ہے۔ بادشاہ کے آستانے پر چھ ہزار ہاتھیوں سے زیادہ اور پانچ ہزار سے کم کبھی نہیں رہے اور یہ بات پورے طور پر ثابت ہے کہ کسی بادشاہ دہلی کے آستانے پر اس قدر ہاتھی نہیں جھومے عرش آشیانی کے باقی تر وکات کی فہرست سنیل ہے۔

(۱) روپیہ۔ دس کروڑ غلائی۔

(۲) مل خاصہ۔ ایک کروڑ اس کو بادشاہ نے خود اپنے ہاتھوں سے جدا کیا تھا۔

(۳) سونا غیر مسکوک۔ دس من بختہ۔

(۴) چاندی غیر مسکوک۔ ستتر من بختہ۔

(۵) پل سیاہ۔ ساٹھ من بختہ۔

(۶) تنگہ۔ پانچ ارب۔

(۷) گھوڑے۔ بارہ ہزار۔

(۸) ہاتھی۔ چھ ہزار۔

(۹) ہرن۔ پانچ ہزار۔

(۱۰) چیتے۔ ایک ہزار۔

مونیمن لکھتے ہیں کہ عرش آشیانی کے چیتوں کی تعداد کبھی ایک ہزار تک نہیں پہنچی۔ بادشاہ نے بار بار کوشش کی کہ یہ جانور پورے ہزار ہو جائیں لیکن کبھی نہ ہوا اور جب کداس کی تعداد دس سو سے زیادہ ہو جاتی تھی تو ان میں دبا بھتی اور ہزار تک نہ پہنچتے تھے عرش آشیانی کے تر وکات کی فہرست ایک ورق پر لکھی ہوئی ملی جو یہاں مندرج کر دی گئی ناظرین اس کی تحقیق کر لیں ناقان لکبر کی وفات کا تاریخی تلخ سنیل ہے۔

جلال الدین محمد سنہ اکبر کا ز دنیا شبت سوئے غلہ لاری
چو زواں دید حیران شد کراں کیست بد ندا آمد کہ یک نسل الہی

غلطانا

تاریخ فرشتہ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۱۶	سند	تار
۱۴	۳	سوار	سند
۱۶	۲۴	تفلق	تفلقی
۲۰	۱۷	ابراہیم	بہرام
۲۱	۹	نامے	کانامے
۲۵	۱۰	وفاعی	وفاعی
۴۴	۲۴	ہانسی	ہانسی
۴۸	۱۰	خالہ	خالہ
۵۲	۱۷	تنت	خان
۷۱	۹	تلمع	کو تلمع
۷۶	۲	پایا	قلمع
۷۷	۱۲	امیر	لایا
۷۸	۲	مورکے	امیر
۷۹	۱۲	مفر	مورکے
۸۰	۲۵		مفر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۰	۹	حان	خان
۱۰۳	۱۰	بیداؤن	بداؤں
۱۱۱	۱۲	جالند	جالندھر
۱۱۹	۱۳	مندہ	سندھ
۲۹۱	۲۴	دوت	دولت
۲۹۲	۴	کہا	کیا
۳۰۸	۲	سید	سپہ
۳۵۰	۱۶	اشیانہ	آستانہ
۳۵۱	۷	جیلور	چتور

تہمت

سلسلہ شریعہ و فرائض

حاشیہ تاریخ فرشتہ

(جلد دوم ترجمہ اُردو)

مؤلف

مولوی سید ہاشمی صاحب فریدیادی

رکن شعبہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ

۱۳۴۳ھ م ۱۳۴۲ھ ق م ۱۹۲۵ء

الطبع فی دار الفکر بیروت

فہرست مضامین جج اشئی

جلد دوم اردو ترجمہ تاریخ فرشتہ

- | | |
|---------------------------------------|--------------------------------------|
| ۱۷۷۔ بھیرن (بجائے "مہری") | ۱۔ خاندان تعلق کا نسب۔ |
| ۱۷۸۔ حوض قتلو (دولت آباد) | ۲۔ ظفر آباد جیل وقوع۔ |
| ۱۷۹۔ عزیز (بجائے حار) | ۳۔ "زندہ درگور" کی تصحیح۔ |
| ۱۸۰۔ "امیر کوئی" | ۴۔ لکھنؤ میں عمل وقوع اور سارنگاؤں |
| ۱۸۱۔ "امیر ان صده" | کی بجائے "سارنگاؤں" کی تصحیح۔ |
| ۱۸۲۔ دیوی کی صحت اور محل وقوع۔ | ۵۔ ترہست |
| ۱۸۳۔ گنجوئی۔ رائے باغ۔ کلہر۔ کیری | ۶۔ تبلیغہ کے نام کی صحت۔ |
| ۱۸۴۔ رامپور کے محل وقوع۔ | ۷۔ سلطان غیاث الدین تعلق کی وفات |
| ۱۸۵۔ مخ افغان (برادر ملک یل افغان) | ۸۔ جمید زاکانی (ہندی) |
| ۱۸۶۔ کولہی۔ (بجائے "گروہی") | ۹۔ علامہ منول کے متعلق فرشتہ کی ایکٹ |
| ۱۸۷۔ گنتھہ کا شکر محل وقوع۔ | مشتبہ روایت۔ |
| ۱۸۸۔ "سنہک" کی تحقیق۔ | ۱۰۔ کینیلہ یا کینیلہ کی تحقیق۔ |
| ۱۸۹۔ منڈل | ۱۱۔ فراجل۔ ہاچل۔ ہالیہ |
| ۱۹۰۔ کرنال (موجودہ جونا گڑھ گجرات) | ۱۲۔ ساغر کا محل وقوع۔ |
| ۱۹۱۔ استیفائے کل۔ | ۱۳۔ منڈویا مانڈو (شادی آباد) |
| ۱۹۲۔ پنڈوہ (بجائے بندہ پورہ یا بندوہ۔ | ۱۴۔ کھنڈا (موجودہ سنہگڑھ) |
| ۱۹۳۔ فیروز شاہ تعلق کی نہری۔ | ۱۵۔ بیجا نگر کا سنہ پنا۔ |

۵۴ پٹیالی یا مومن آباد۔	۳۲ بجائے کی خود مختاری۔
۵۵ ”سیر“ - بگرام (۹)	۳۳ سنانا رخاں۔
۵۶ کھور یا شمس آباد (بجائے ”کھور“)	۳۴ ”جارج نگر“ پر فیروز شاہ تغلق کی فوج کشی
۵۷ اور کنبلا = ”کنبل“	۳۵ سلیمہ ندی (بجائے ”سليم“)
۵۸ پانچھیواڑہ۔	۳۶ ”دلائل فیروز شاہی“ وغیرہ بعض کتابوں
۵۹ پائل اور منصور پور	کا ترجمہ سنسکرت سے۔
۶۰ میل۔	۳۷ فیروز شاہ کی بت شکنی کے متعلق فرشتہ
۶۱ ”عارض“ اور ”بخشی“	کی غیر مستند روایت۔
۶۲ ”جھرہ“ کی تحقیق۔	۳۸ ”جام“ (گجرات و سندھ کے رئیس)
۶۳ مہابن (بجائے جھاؤں)	۳۹ ”چونمڈل“ اہلی۔
۶۴ بھوں گاؤں، مالی کوٹ اور	۴۰ ”کتھر“ کاٹھیر یا کٹھیر
راپری۔	۴۱ فیروز پور (قریب بداون)
۶۵ ”آب کنتیر“ کی تحقیق	۴۲ روایت کتاب کی مزید صراحت۔
۶۶ قلعہ اندور کی تحقیق۔	۴۳ ”بھنور“ بھنیرور گڑھ۔
۶۷ ہمت کانت (بجائے ”ہلکھاٹ“)	۴۴ ”بلدرام“ کی صحت اور محل وقوع۔
۶۸ بھٹنڈہ (بجائے ”پترہندہ“ وغیرہ)	۴۵ چول جلالی
۶۹ ”رائے ہولی“ کی تحقیق۔	۴۶ جلال الدین خوارزمی کا عرف۔
۷۰ فرشتہ کی غلات عقل روایت۔	۴۷ تلبنہ (بجائے تلہنہ)
۷۱ ”تلبنہ (بجائے ”طلبنہ“)	۴۸ ”خالص کول“
۷۲ خط پور (بجائے ”خطیب پور“)	۴۹ ڈول چند (بجائے ”راڈلھی“)
۷۳ فرشتہ کے قول کی توضیح۔	۵۰ راجپور یا راجپورہ (بجائے رجب) اور
۷۴ شور یا شوکوٹ (بجائے ”سور“)	توہنہ کا مختل وقوع۔
۷۵ ”قورخانہ“	۵۱ ہندوان ندی۔
۷۶ اہار۔	۵۲ ”سیری“ یا ”دہلی علانی“
۷۷ ”بھوگان“ کی تصحیح۔	۵۳ کٹھیر (بجائے ”کنہیر“)

- ۹۷۔ دورالہ
۹۸۔ خضر آباد و شاہ پور
۹۹۔ ٹرائے کہیں کی تصحیح۔
۱۰۰۔ "بیروہ"
۱۰۱۔ شمس آباد۔
۱۰۲۔ "سرستی" کی تحقیق۔
۱۰۳۔ محبت دارہ (بجائے ہتوارہ)
۱۰۴۔ گزر کچھ
۱۰۵۔ میرٹھ (بجائے "میرک")
۱۰۶۔ سونہار (بجائے "سنہار")
۱۰۷۔ آب رحیب (بجائے "رہت")
۱۰۸۔ مجھولی
۱۰۹۔ ہلدی کا محل وقوع اور بعض واقعات کی تصحیح
۱۱۰۔ سیکٹ
۱۱۱۔ جلالی
۱۱۲۔ جھترہ
۱۱۳۔ "پرسی پال" کی تصحیح۔
۱۱۴۔ "شہر لوراجہ ٹھٹھ" کے نام کی صحت۔
۱۱۵۔ ولسکو (بجائے "دلپور")
۱۱۶۔ گفت (بجائے "گٹھ")
۱۱۷۔ اریل
۱۱۸۔ "سالباہن"
۱۱۹۔ کہل گاد (موجودہ کول گانگ)
۱۲۰۔ باندھو گرہ۔
۱۲۱۔ "ریری" کی تصحیح۔
۱۰۲۔ آسی کی تصحیح۔
۱۰۳۔ مندر امل = مندر لائر۔
۱۰۴۔ اونٹ گرہ (بجائے "اودیت گھر")
۱۰۵۔ "سیری" کی تصحیح۔
۱۰۶۔ مالوے کی سندری۔
۱۰۷۔ "بہار" یا "بہار" کی تحقیق۔
۱۰۸۔ ہمت کاشت (بجائے "ملکھاٹ")
۱۰۹۔ اندری (بجائے "ریسی")
۱۱۰۔ شیولور (بجائے "سیولور") اور
۱۱۱۔ رنقبور (بجائے "رٹور")
۱۱۲۔ تمھانکر (بیانہ)
۱۱۳۔ گڈھ یا گڈھ کنکھ
۱۱۴۔ علاء الدین یا عالم خاں لودھی
۱۱۵۔ سلطان ابراہیم لودھی کی مدت بادشاہی
۱۱۶۔ حصار اور قنڈز
۱۱۷۔ فرغانہ۔
۱۱۸۔ "گور گاؤں"
۱۱۹۔ اوزکن محل وقوع
۱۲۰۔ مرغیناں (بجائے "فرغستان")
۱۲۱۔ اخی
۱۲۲۔ ابراہیم سارو کی تصحیح اور قلعہ اشیرہ
۱۲۳۔ "باینغر" نام کی تصحیح۔
۱۲۴۔ اراتیہ اور شاہرخیہ
۱۲۵۔ شیبانی خاں اوزبک۔
۱۲۶۔ چلکائے آہنگراں۔

۱۵۲ء "سید پور" کی تصحیح۔	۱۲۷ء ساغر
۱۵۳ء علاء الدین (لودھی)	۱۲۸ء فرنگستان کی تصحیح۔
۱۵۴ء "سچو اڑہ" کی تصحیح	۱۲۹ء اوش
۱۵۵ء کلانور	۱۳۰ء بادورد
۱۵۶ء "بیر سرور" (پسرور)	۱۳۱ء پشخار
۱۵۷ء ملوٹ	۱۳۲ء کش۔ حصار اور چانیال
۱۵۸ء قورچی۔	۱۳۳ء "سرباق" کی تصحیح۔
۱۵۹ء جنگ پانی پت کی صحیح تاریخ۔	۱۳۴ء پورت خاں
۱۶۰ء اگرے کا پائے تخت بنایا جانا۔	۱۳۵ء قرشی۔ حصار اور قرکول۔
۱۶۱ء "کوہ نور" ہیرا	۱۳۶ء کار دزن۔
۱۶۲ء مورخ کی ایک غلطی	۱۳۷ء شادماں اور نرند
۱۶۳ء فن جنگ کی چند ترکیب اصطلاحات	۱۳۸ء گرمیر
۱۶۴ء کتابت کی ایک غلطی۔	۱۳۹ء "تکدور" اور ہزارہ
۱۶۵ء بعض تاریخی ملکوں کے قدیم نام۔	۱۴۰ء "تسلقات ہزارجات"
۱۶۶ء خان بالیغ۔	۱۴۱ء "اویاق۔
۱۶۷ء بندرگاہ "زیتون" کی تحقیق	۱۴۲ء مرغاب۔ ندی۔
۱۶۸ء علاء الدین یا عالم خاں لودھی۔	۱۴۳ء فراہ۔
۱۶۹ء مولیہ (بجائے "مولیہ عام وغیرہ)	۱۴۴ء "بیادل" کی تصحیح اور ضلع زمین اور
۱۷۰ء یادگار ناصر مرزا اور قاسم حسین سلطان	۱۴۵ء شکھار یا شنگھڑ
۱۷۱ء اساول اور سرکچ	۱۴۶ء "قراش" کی تصحیح
۱۷۲ء گدھی۔	۱۴۷ء غجدوان اور امیر "نجم الثانی"
۱۷۳ء چہار گھنٹہ۔	۱۴۸ء "سواد و بجور"
۱۷۴ء "جوسا" کی تصحیح۔	۱۴۹ء "شاہ رخ" (ایک سنگ)
۱۷۵ء شیر شاہ سوری کا ناگہانی حملہ	۱۵۰ء "اکہ"
۱۷۶ء آب سلطان پور اور آب لاہور۔	۱۵۱ء قلعہ پرہلہ

۲۰۱۔ ”بجواڑہ کی تصحیح۔	۱۷۷۔ امر کوٹ (سندھ)
۲۰۲۔ ”رہٹ“ کی تصحیح۔	۱۷۸۔ سال دہشتال کی تحقیق
۲۰۳۔ سرور پور	۱۷۹۔ روہ
۲۰۴۔ سہنیک	۱۸۰۔ سہرام اور خاص پور ٹانڈو
۲۰۵۔ بہار لو (تاری قبیلہ)	۱۸۱۔ ”جالوہ“ اور بیت پور کی تصحیح۔
۲۰۶۔ خاکرون	۱۸۲۔ کوہ بالانات وجود اور قلعہ منڈہ
۲۰۷۔ اکبر کی راجپوتوں میں پہلی شادی۔	۱۸۳۔ قلعہ رائے سین اور پورہ کی تصحیح
۲۰۸۔ میرٹھ (یا میرٹھا)	۱۸۴۔ فیروز پور۔
۲۰۹۔ بیجا گڑھ (بجائے ”بیجا نگر“)	۱۸۵۔ دھن کوٹ
۲۱۰۔ کبیل میر (یا کوبل میر)	۱۸۶۔ بانسوڑہ
۲۱۱۔ متوہر پور کی تصحیح	۱۸۷۔ مانکوٹ
۲۱۲۔ ”چار سو“ اور ”درسہ ماہم اکہ“	۱۸۸۔ انترمی
۲۱۳۔ اخلافت مدایت۔	۱۸۹۔ نعمت اللہ رشوقی کا قلعہ مارنج۔
۲۱۴۔ ”سیری کلارس“ (= سپیری)	۱۹۰۔ شیخ علانی کے قلعے کی بعض غلطیاں
۲۱۵۔ چور اگر گڑھ کی فتح۔	۱۹۱۔ ”کتبہ باس“ (تیر)
۲۱۶۔ اوزبک سرداروں پر فوج کشی کے	۱۹۲۔ اہمر اور سلطانیہ کامل وقوع۔
سند میں غلطی۔ ”لکھنوی“ کی بجائے لکھنوی	”ایلاق“ کا مفہوم۔
۲۱۷۔ نہرین	۱۹۳۔ زمین داور اور نہرارہ
۲۱۸۔ ”سیر گڑھ“ (= سیر گڑھ)	۱۹۴۔ تیر گراں
۲۱۹۔ سوی سوپر (بجائے ”شیو پور“)	۱۹۵۔ طالقان
۲۲۰۔ ”جٹ پور“ کی تصحیح۔	۱۹۶۔ غریبہ۔ محل وقوع۔
۲۲۱۔ ”جٹل“ کی تصحیح۔	۱۹۷۔ غور۔ تھلاں۔ کولاب کشمیر
۲۲۲۔ چٹوڑ کے مقتولین کی تعداد۔	۱۹۸۔ پنجہر
۲۲۳۔ خواجہ معین الدین چشتی (بجائے معین الدین)	۱۹۹۔ پنجہش
۲۲۴۔ خواجہ میثانی کی تصحیح اور اس کا قصیدہ	۲۰۰۔ بلگرام

- ۲۲۵۔ بیکانیر کی ایک راج کمار سے شادی کا قصہ
- ۲۲۶۔ "بجانب جون" کی تصحیح۔
- ۲۲۷۔ "ہندری" (= تہی ندی) اور "سترال" کی تصحیح۔
- ۲۲۸۔ جگنوت داس اور اسکا بھائی۔
- ۲۲۹۔ ابراہیم حسین مرزا سے جنگ
- ۲۳۰۔ "آب احمد آباد" (= سابرمتی ندی)
- ۲۳۱۔ "دریاے چین" (= خلیج بنگالہ)
- ۲۳۲۔ گنگا و بنارس کی تصحیح۔
- ۲۳۳۔ قلعہ سیوان۔
- ۲۳۴۔ کوہستان بانسوارہ
- ۲۳۵۔ "سرخاب کوتل" اور شتر گردن
- ۲۳۶۔ ناووت (= نان دوت)
- ۲۳۷۔ جلوارہ (= جھالادار)
- ۲۳۸۔ سنہ کی تصحیح۔
- ۲۳۹۔ بنگش۔
- ۲۲۳۔ بھنگنہ
- ۲۲۴۔ بھنگنہ (بھنگنہ "بھنگنہ") اور قبل
- ۲۲۵۔ سفیر کے نام کی تصحیح۔
- ۲۲۶۔ الوریار اور
- ۲۲۷۔ شیخ فرید (بخاری)
- ۲۲۸۔ "خوض زین لنگا" (= جھیل ولہ)
- ۲۲۹۔ گالانہ
- ۲۳۰۔ بالاپور
- ۲۳۱۔ "سون پت" (یا سونی پت)
- ۲۳۲۔ شرنالہ، شکار دلی گڑھ اور
- ۲۳۳۔ کھمبہ ٹرلہ۔
- ۲۳۴۔ "موگی ٹین" (= ٹین)
- ۲۳۵۔ اوجپہ = (اوجپہ)
- ۲۳۶۔ "علائی" (سکد) اور "من"
- ۲۳۷۔ کادون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حواشی تاریخ فرشتہ

(اُردو ترجمہ جلد دوم)

۱۔ فرشتہ کی یہ روایت صحیح نہیں، ہم اپنی تاریخ ہند برائے ایف۔ اے۔ (جلد دوم صفحہ ۳۴۰) میں ابن بطوطہ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ غادی ملک تغلق (نیزا سکا فرزند محمد تغلق) سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں ہندوستان آیا اور پہلے سندھ کے صوبہ دار لٹن خاں کی فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ تاریخ فیروز شاہ مولفہ شمس سراج ضعیف سے بھی اس روایت کی تصدیق اور یہ مزید صراحت ہوتی ہے کہ تغلق کے ساتھ اس کے دونوں بھائی رجب اور ابو بکر بھی خراسان سے آئے تھے (صفحہ ۳۶) پھر جب تغلق تدریجاً ترقی کر کے دپال پور کے جنگی مرکز کا صوبہ دار مقرر ہوا تو وہیں کے ایک زمیندار رانہ مل بھٹی کی لڑکی سے اس کے بھائی رجب کی شادی ہوئی جس سے سلطان فیروز تغلق پیدا ہوا، یہ بھٹی یا بھٹ قوم تک دپال پور، جھٹ، اٹھارہ سہرہ بھٹی میں آباد ہے (اور ضلع ایف) اسی قوم کے نام سے یہ علاقہ بھٹی کہلاتا ہے۔ ان واقعات کو سامنے رکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ قوت کی عبارت میں ”مرد بھٹ“ تو کتابت کی غلطی ہے ”مرد بھٹ“ ہونا چاہیے البتہ یا اس کے راوی کی غلطی ہے کہ سلطان فیروز تغلق کی پیدائش کے وقت کہ لارمی ملک تغلق کے باپ سے منسوب کر دیا اور اس پر یہ جاشیہ چڑھایا کہ وہ سلطان بلبن کا غلام تھا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس بھٹ کو ہرگز نہ تاریخ فرشتہ کے انگریزی ترجمے میں جٹ (یعنی جاٹ) بنا دیا اور انٹیشن سے لیکر سنٹ ہتھ تک سب انگریزی تاریخ نویس آنکھ بند کر کے اسی کی پیروی کرتے رہے حالانکہ تاریخ فیروز شاہی دلیٹ کی

انگریزی تاریخ (جلد سوم صفحہ ۶۹) سے قطع نظر اس قدر خود ایسی ریل گوئے ٹیر میں تحریر ہے کہ فیروز
تعلق کی ماں بحث یا بھی قوم کی تھی (جلد ہفتم صفحہ ۹)

۲۔ ظفر آباد جو پور کے آباد ہونے سے قبل بہار و اودھ کے دریاں کے
علاقے کا اسلامی صدر مقام ہی شہر تھا۔ جو پور اسی کے متصل بنایا گیا اور خود ظفر آباد اب
چھوٹا سا قصبہ رہ گیا ہے۔

۳۔ ”زندہ درگر“ کرینکا لفظ مورخ یا کاتب کی غلطی ہے فرشتہ کے اصلی ماخذ
یعنی برنی کی تاریخ نیز طبقات اکبری میں ”زندہ بردار“ کا لفظ ہے۔

۴۔ لکھنوتی یا گور (گوڑ) مسلمان فائزین شکار کا پہلا صدر مقام تھا جو
مالدہ (بنگال) کے ضلع میں اس کے کھنڈر اب تک میلوں کے رقبے میں پھیلے ہوئے ہیں رگڑوں
ڈھاکے سے چند میل مشرق میں میگھنا ندی کے کنارے واقع اور اب ایک ویران سا گاؤں بن گیا
ہے سلطنت دہلی کے انتہائے مشرق کا صدر مقام تھا تاریخ فرشتہ میں اسے کاتب نے غلطی
سے جا بجات سے ”ستار گڑوں“ بنا دیا ہے۔

۵۔ تر بہت بہار کا شمالی علاقہ جو اب مظفر پور اور درمہنگہ کے اضلاع میں مل گیا

۶۔ جیسا کہ پہلی جلد کے حواشی میں بیان ہو چکا ہے صحیح لفظ ملک تلمیغہ ہے۔

۷۔ سلطان غیاث الدین تعلق کی ناگہانی وفات کے متعلق تاریخ چند برے
ہیں۔ اسے میں بحث کی جا چکی ہے (جلد دوم صفحہ ۳۴۴ حاشیہ) فرشتہ نے جو دلائل و روایات نقل
کی ہیں وہ درایت اور نیز ابن بطوطہ کی روایت کے مقابلے میں کچھ وزنی نہیں اور یہ ستیا
محمد تعلق کو باپ کے قتل کی سازش کا الزام دیتا ہے بایں ہمہ راقم بحروف کے نزدیک سلطان محمد تعلق
کا الزام پوری طرح ثابت نہیں ہے کہ اس نے عہد آفسم کا کوٹک بنوا کے اپنے باپ کی جان لی۔

عبد زاکانی ایران کا مشہور جو گو شاعر تھا (زاکان شہر قزوین کے قریب ہے) لیکن فرشتہ نے خود ہی تصریح کی ہے کہ یہ وہ مشہور عبید نہیں بلکہ کوئی دوسرا عبید ہے۔ برنی کی تاریخ میں بھی صرف "عبید شاعر" کا لفظ ہے مگر عبد القادر قدیم شعر کے حالات اور کلام سے بہت اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے عبید کا کچھ حال اور ایک شعر نقل کیا ہے (جلد اول صفحہ ۲۲۲) مگر وہ بھی اسے "زاکانی" نہیں بتاتے۔ غرض فرشتہ کا ایک ہی فقرہ میں پہلے اس عبید کے اُس مشہور عبید نہ ہونے کا ذکر اور پھر "زاکانی" کہنا بالورست معلوم ہوتا ہے، یہ وضاحت بھی کر دینی چاہیے کہ اسی عبید کے لفظ (اڈل) کے عہد میں قتل کئے جانے کا ذکر آچکا ہے یہاں یہ دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ یہ کوئی دوسرا عبید محمد تعلق کی بادشاہی کے زمانے میں تھا بلکہ دھنیت اس مقام پر محمد تعلق کی شہزادگی کے عہد کا حال بیان کرنا مقصود ہے مگر اس کی نہ برنی نے تصریح کی تھی نہ فرشتہ نے کی جس سے مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔

۹ ضیاء الدین برنی نے سلطان محمد تعلق کے عہد کی دوسری خرابیاں بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے کہ یہ گمان کیا جائے کہ مغلوں کے اس حملے کا ذکر اُس نے عمداً نظر انداز کر دیا ہو گا تا کہ سلطان محمد تعلق کی شہرت پر حق نہ آئے۔ دوسرے مغلوں کا اس طرح دہلی آکر ہجرات جانا بجا ہے خود عبید از قیاس ہے ترمذ شیریں خاں صرف کابل کا مغل حاکم تھا اور اسی کے قریب زمانے میں سلطان ابو سعید مرزا کے سپہ سالار امیر سن کے ہاتھ سے سخت شکست کھا چکا تھا (حبیب السیر جلد سوم۔ جز اول صفحہ ۱۲۰) اس کا بادشاہ دہلی پر اس طرح حملہ حاصل کر لینا کسی طرح عقل میں نہیں آتا اور فرشتہ نے اپنے ماضی کا بھی حوالہ نہیں دیا ہے۔ پھر یہ کہ منتخب التواریخ میں جہاں اُس مغل سردار کے حملے کا (۷۸۷ھ میں) ذکر کیا ہے وہاں اس کا بداؤں تک بڑھنا اور افواج دہلی سے شکست کھا کر واپس ہونا تحریر ہے (جلد اول صفحہ ۲۲۷) عجب نہیں کہ فرشتہ کا یہ بیان کسی گجراتی تاریخ سے ماخوذ ہو مگر ہمیں اس روایت کی صحت میں شبہ ہے۔ ترمذ شیریں خاں کے نام میں کاتب کی غلطی سے رائے مجھ (زا) لکھی گئی ہے اور برگزینے نے ت اور م کو مضموم بھی کر دیا ہے حالانکہ دونوں اور کم سے کم م یقینی مفتوح ہونا چاہیے۔

۱۱۔ کنپلیہ یا کنپلیہ سے غالباً موجود کپیلی (ضلع بلاری) مراد ہے جو تنگ
بھدراندی کے کنارے اب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لیکس چند صدی پہلے جنوبی ہند کا مشہور
مرکزی شہر تھا؛ عجیب گانہ "جسے برگر صاحب "چاٹ گام" پڑھتے ہیں غالباً کتابت کی غلطی
ہے اور اس سے ست گادوں یا سات گادوں مراد ہے۔

۱۲۔ فراہل اور چاہل یا چاہل سے کوہ ہالیہ مراد ہے۔ سلطان محمد
ملک تبت کو فتح کرنا چاہتا تھا۔

۱۳۔ ساغر (یسگر) جو اب تک ضلع گلبرگہ میں واقع ہے (دیکھو حاشیہ ۲۲۳ جلد اول)

۱۴۔ منڈو یا مانڈو کو رسمی طور پر کبھی کبھی شادی آباد بھی کہتے تھے بقول
جناب مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ اس اسلامی نام نے "زیادہ رواج نہ پایا
صرف سرکاری تحریرات سکون اور کتبائت میں مفعولاً ہے۔"

۱۵۔ کندہانہ جسے اب نہنگڑھ کہتے ہیں پونا کے قریب مشہور تاریخی قلعہ ہے
جہاں "دیبر" کتابت کی غلطی ہے۔ "دیبر" چاہیے جو شمال مغربی دکن کا مشہور تاریخی مقام

۱۶۔ بیجا نگر (یا دیوانگر) کی بنیاد کا سنہ جدید تحقیقات سے ۱۳۰۰ء عری
(یعنی فرشتہ کے مذکورہ بالا قول سے چھ سات برس قبل) مانا جانے لگا ہے کتاب میں "بیجن"
جس کے نام پر شہر بیا گیا، غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ برگر کے ترجمے میں اسے بیجا لکھا
ہے اور حال میں جو کتبے نکلتے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ بیجا نگر کے بائیں کا نام ہری ہر
اور بکا تھا؛ کشنا کو برقی "کہنیا" لکھتا ہے۔

۱۷۔ "مہرن" کی بجائے بھیرن چاہیے (برنی ۴۸۸۔ طبقات اکبری صفحہ ۱۰۵)
اور شلمان بہمنیہ کے حالات بیان کرتے وقت خود فرشتہ نے اس نام کو "بھیروں رائے" لکھا

مگر بہانے اکثر میں یہ نام ”بوجار ڈوی“ تحریر ہے امید ہے کہ اس کے متعلق ہم اگلی جلد کے حواشی میں توضیح مزید کر سکیں گے۔

۱۷۔ یہ حوض اب تک دولت آباد میں موجود ہے اور حال میں سرکار عالی نے اس کی مرمت پر توجہ فرمائی ہے۔

۱۸۔ عزیز ہلی نام تھا۔ چار (یعنی خر) بظاہر تاریخ برقی کا تصنیف کردہ عرف ہے اور یہی ممکن ہے کہ یہ عرف خائے مجسم ہے ”خار“ ہو۔

۱۹۔ امیر کوئی بننے آبادی (کے محلے) کا حاکم ”کوئی“ ترکی میں دیہ یا آبادی کو کہتے ہیں۔ برگز صاحب نے فرط ذہانت سے اسے ”امرگو“ یعنی ”امر کا ایک شوالہ اسم فاعل بنا دیا ہے۔

۲۰۔ امیران صدہ جیسا کہ خود فرشتہ نے تصحیح کی ہے ”یوزباشی“ یعنی سواروں کے فراہم کرنے والے عہدہ دار کو کہتے تھے اور اس کے صلے میں ان دنوں سرکار اُسے ایک ضلع یا پگنہ بطریق جاگیر دے دیتی تھی کہ وہاں انتظام کرے اور مالگاری میں سے ایک حصہ اپنے مصارف فوج کے واسطے وصول کرتا رہے۔ برگز صاحب نے اسے ”امیران جدیدہ“ بنایا اور یہ حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے (جلد اول صفحہ ۴۹) کہ یہ حدیث بالعموم نوادر مغلوں کو دیا جاتا تھا اسی لئے انہیں ”جدیدہ“ یعنی ”جنوبی“ (۱) کا لقب دیا گیا تھا۔

۲۱۔ ”دیوی“۔ تاریخ فرشتہ میں اس نام کو غلطی سے ہر جگہ اسی طرح لکھا ہے اور برہنی کی تاریخ میں (صفحہ ۷۰ وغیرہ) بھی ڈبھوی کی بجائے ”دیوی“ چھپا ہے صحیح لفظ میں ڈبھ ہے اور یہ قدیم تاریخی مقام اب تک برہودہ کے ۸ میل جنوب میں آباد ہے

۲۲۔ برگز نے اپنے انگریزی ترجمے میں ان ناموں کا تلفظ لکھا مگر صرف یہ حاشیہ لکھ دیا ہے (صفحہ ۴۳) کہ ان جغرافی مقامات سے مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کا بہت عمدہ اندازہ ہوتا ہے لیکن ان مقامات کی کوئی تصحیح نہیں کی انیس سو پچھ چار دس مشہور مقامات کے نام ہیں برآر کی تصریح کی بھی حاجت نہیں باقی ہے۔
(۱) گنجونی سے گنگ وئی یا لنگا وئی مراد ہے جو ضلع راجپور میں سرکار عالی کی جنوبی سرحد کا مقام ہے۔

(۲) رائے باغ (جسے کاتب نے "ایباغ" بنا دیا ہے) بجاپور کے تقریباً پچاس میل مغرب میں، آج کل کو لہا پور کی ریاست میں داخل اور چھوٹا قصبہ رہ گیا ہے۔
(۳) کلہر غالباً بجاپور کے شمال مغرب میں واقع تھا مگر موجودہ جغرافیوں میں اس کا پتہ نہیں چلتا! آئندہ جلد میں ہم اس کے حالات زیادہ تفصیل سے پڑھیں گے۔
(۴) لکھیری۔ بنگام کے ضلع میں، رائے باغ سے کوئی تیس میل جنوب میں واقع ہے اور پہلے مشہور شہر تھا۔

(۵) راگمیر کا اس زمانے کے گزے پیراد جغرافیوں میں پتہ نہیں چلتا آئین اکبری میں راگمیر یا راگمر کو برآر کے ایک ضلع کا مستقر بیان کیا ہے لیکن کتاب احوال صوبجات دکن میں جس کی طرف میری رہنمائی مولوی غلام یزدانی صاحب نے فرمائی۔ تفصیل سے بتایا ہے کہ راگمیر کا پہاڑی قلعہ گوکنڈے کے علاقے میں بیدری سرحد پر واقع تھا اور مغرب میں اس کے اور سرکار ناڈیڑ کے درمیان گوداوری حد فاصل تھی سنہ ۱۶۶۷ء میں جب شہزادہ اورنگ زیب نے گوکنڈے پر حملہ کیا تو پیشکش کی باقیات کے علاوہ عبداللہ قطب شاہ نے یہ قلعہ بھی اپنی بیٹی کے جہیز میں (جسے شہزادہ محمد فرزند اورنگ زیب سے بیاہا تھا) مغلوں کے حوالے کر دیا اور انہوں نے اسے صوبہ بیدری میں داخل کر لیا لیکن عہد محمد شاہی میں دوبارہ نواب آصف شاہ نے سرکار راگمیر کو صوبہ جسد آباد میں شامل کر لیا۔

۲۳۔ مورخ برتنی اس نام کو اس طرح لکھتا ہے "مخ افخاں برادر ملک یل افخاں" (برتنی۔ صفحہ ۵۱۴)

۲۳۔ گر لکھی صحیح نہیں کر لیں چاہیے جو احمد آباد سے کوئی پینتالیس میل شمال میں واقع ہے۔ برقی کی تاریخ میں بظاہر اسے کتابت کی غلطی سے ”کرہ“ لکھا ہے۔

۲۴۔ کتفہ نام کے کئی مقام ہجرات کے شمال مشرق میں واقع ہیں صاف پتہ نہیں چلتا کہ یہاں کونسا کتفہ مراد ہے لیکن فرشتہ کا یہ لکھنا کہ یہ باغی سردار کچھ کے راستے سے کتفہ پہنچا اس کا کیا کتاب کا سہو معلوم ہوتا ہے۔

۲۵۔ ”سہک“ غلط ہے۔ خود فرشتہ نے عہد اکبری کے حالات میں تصریح کی ہے کہ یہ لفظ ”سہن یک“ بمعنی ”ہزار تہخانہ“ ہے لیکن برقی کے ہاں اسے ”سہنلنگ“ لکھا ہے اور غالباً ہی صحیح ہے۔

۲۶۔ منڈل سے بظاہر وہ مقام مراد ہے جو اب احمد آباد سے تقریباً پچاس میل مغرب میں واقع ہے۔ ہرگز نے ان فقرہوں کو چھوڑ دیا ہے اور الیٹ صاحب نے ایک جگہ (جلد اول صفحہ ۳۹۱) منڈل سے راجوٹانے کا ”منڈور“ سمجھا ہے لیکن کم سے کم یہاں یہ قیاس درست نہیں۔

۲۷۔ کرنال = موجودہ جونا گڑھ جس کا قدیم نام ”گرنار“ تھا۔

۲۸۔ ”استیفائے کل“ آج کل کی زبان میں عہدہ ”صدر محاسبی“ مراد ہے اس شاہی عہدہ دار کو ”متوفی الممالک“ کہتے تھے اور ”مشرّف دیوان“ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، ”میرنشی“ یا ”سکرٹری ادوٹ اسٹٹ“ کا مراد ہے۔

۲۹۔ ”بند جہوہ“ یا ”بندہ“ سے پتہ وہ مراد ہے جو کھنونی یا گور کے شمال میں نہایت بارہن شہر میں گیا تھا اور اسی کے ہیں آکس پیل شمال میں جگہ کے مسلمان بادشاہوں نے قلعہ اکدالہ تعمیر کیا تھا والدہ اور دنیا ج پور کے ضلع میں اسی شہر کے

کھنڈر اب تک موجود ہیں؟

۳۱۔ یہ چاروں نہریں اور دوشہر موجودہ قسمت انبالہ میں بنائے گئے تھے ان میں شہر فیروزہ حصار اب تک ضلع کا مستقر اور حصار کے نام سے موسوم ہے اور فیروز آباد سے یہاں بظاہر وہ قصبہ مراد ہے جو اب ضلع گرگھانہ میں واقع اور فیروز پور چھہ کہ کہلاتا ہے اور خاص پائے تخت دہلی کے قریب جو نیا شہر بادشاہ نے تعمیر کیا تھا اس کے صرف قلعے یا شہر محل کو "فیروز شاہ کا کولہ" کہتے ہیں فیروز شاہی نہروں میں سب سے بڑی نہر کی سرکار انگریزی نے عمت کر کے اسے جمن مخربی موسوم کیا ہے باقی تین غراب حالت میں پڑی ہیں یا ممکن ہے کہ بالکل اٹ گئی ہوں بدقسمتین کو جہاں حصار آباد کیا گیا تھا، ہرگز رائے نہیں پڑتا ہے۔

۳۲۔ جنگالہ کی خود مختاری کے متعلق دیکھو تاریخ ہند (برک الیق) جلد دوم صفحہ ۳۴۴

۳۳۔ "تانا رخاں فیروز شاہی عہد کا سب سے معزز امیر تھا اس کے عالم شیر خوارگی میں تعلق (اول) کے ہاتھ آنے اور پرورش پاکر درجہ وزارت تک پہنچنے کا قصہ نہایت لمبے پے (تاریخ فیروز شاہی مولفہ شمس سراج عقیف "قسم پنجم، مقدمہ ششم) لیکن مختصر تاریخ میں اس کے "شہدار غزنی" بنائے جانے کا واقعہ کہیں اچھے نہیں ملا۔ شہر نے اس تخریر میں بھی اکثر فقرے حسب معمول طبقات اکبری سے نقل کئے ہیں اور اس کا قول یہ ہے کہ "تانا رخاں رازدھر صدر غزنیں تاملتان شہدار ساخت" (صفحہ ۱۱۵) فرشتہ کی عبارت میں سے "تاملتان" کا لفظ ظاہر اسہو کا تلب سے چھوٹ گیا ہے۔ ملا عبد القادر جیسے مقام سوئخ نے بھی اس واقعے کو لکھا ہے (منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۲۴۶) لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ان مورخوں کا ماخذ کیا تھا کیونکہ شمس سراج کا بیان ہے کہ "تانا رخاں کو اس موقع پر "حصار فیروزہ" کی حکومت سپرد کی گئی تھی (صفحہ ۱۴۵ وغیرہ)

۳۴۔ "جلن نگر" کی قدیم ہندو ریاست میں موجودہ اڑیسے کا جنوب مغربی حصہ

اور صوبہ ہائے متوسط کا شمالی ملک شامل تھا لیکن اس فیروز شاہی مہم میں جن مقامات کا ہمارے مورخوں نے ذکر کیا ہے اُن کے متعلق یقین سے کوئی بات نہیں کی جاسکتی۔ ممکن ہے کہ ”سنگرہ“ سے ”سرن گڑھ“ مراد ہو جو اب مہانڈی کے جوب میں ایک دیہی ریاست کا صدر مقام ہے اور ”بنارس“ سے عجب نہیں کہ کلکتہ مراد ہو جسے فارسی تاریخوں میں ”کنک بندس“ لکھتے ہیں

۳۵۔ ”سلیم“ کتابت کی غلطی ہے اس ندی کا نام ”سلیمہ“ تھا اور برگزگاریاں ہے (صفحہ ۲۵۳) کہ بعد میں اسی کو ”خانپور کا نالہ“ کہنے لگے

۳۶۔ ملا عبد القادر بدآؤنی نے ان مترجمہ کتابوں کو عہد اکبری میں دیکھا اور ان پر مختصر تبصرہ کیا ہے۔ (مفتاح جلد اول صفحہ ۲۳۹)

۳۷۔ عجیب روایت کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملتی اور فرشتہ نے اپنا ماخذ بیان نہیں کیا برخلاف اس کے ہم عصر تاریخ (فیروز شاہی، مولفہ نامعلوم) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں عام طور پر یہ مشہور تھا کہ سلطان فیروز شاہ نے یہاں کے جو الکھی پہاڑ پر جو ہندوؤں کی شہر پریش گاہ ہے، سونے کا چتر چڑھایا (صفحہ ۱۸۶) مورتی شمس سراج نے اس ”افواہ عام“ کی تردید کی ہے اور اپنے مذہبی تعصب کے اظہار میں بھی کمی نہیں کی لیکن فرشتہ کی مذکورہ بالا روایت کا اس میں مطلق ذکر نہیں آتا۔ برگز بھی اس روایت کو خلاف قیاس سمجھتا ہے (صفحہ ۴۵)

۳۸۔ جام گجرات دندہ کے رئیسوں کا لقب ہوتا تھا برگز نے اس جام کا صحیح نام بانی بن عفرہ (عہدہ) بتایا ہے۔

۳۹۔ ”چوندول“ = ”چنڈول“ بمعنی پکلی۔

۳۰۔ ”کتر“ کا ٹھیکر یا کٹھیر حقیقت میں موجودہ رقبہ کھنڈ کے مشرقی نصف کا نام تھا اور یہاں کے قزاق درہزن مشہور تھے۔

۳۱۔ یہ فیروز پور ملا عبد القادر بدآونی ہی کے زمانے میں ویران ہو گیا تھا اور اسکی عمارات ٹوٹ کر کھنڈر رہ گئی تھیں (دیکھو منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۷۵۲)

۳۲۔ شمس سراج حنیف کے قول کے مطابق بنگال، اڑیسہ وغیرہ مشرقی مالک کے لوگوں سے ہائے غلو ط کے حدود (جیسے بھ پھ) کی آواز ابھی طرح ادا نہیں ہوتی۔ لہذا ”کھرا کھری“ کو یا تو ”کرہر اکھری“ کہیں گے اور یا ”کر اکری“۔

۳۳۔ جھنسور سے جسے برگز نے بھاڑ کر راجپوتوں کے ایک قبیلے کا نام بنا دیا ہے ظاہراً جھنسیور و گرٹھ مراد ہے جو ریات کوٹ کے قریب واقع ہے۔

۳۴۔ بلارام کو برگز صاحب بلگرام پڑھتے ہیں۔ مگر منتخب التواریخ میں یہ نام اسی طرح ”بلارام“ تھیں اور طبقات اکبری میں ”لارام“ لکھا ہے ممکن ہے کہ صحیح لفظ ”لرام“ ہو جو عہد اکبری تک سرکار علی گڑھ (دکول) کا پرگنہ تھا (آئین اکبری صفحہ ۴۴۸) اور اب ضلع اڑیسہ میں ہے۔

۳۵۔ چول جلالی۔ چول ایک چھوٹے صحرے کو کہتے ہیں سلطان جلال الدین خوارزمی نے جہاں سے دریائے سندھ کو عبور کیا اور سندھ ساگر کے دو آبے میں آجاتھا وہ مقام اب تک اسی نام سے موسوم ہوتا ہے

۳۶۔ سلطان جلال الدین خوارزمی کا عت ”سنگ برنی“ تھا جس کے معنی ناک پر مہا سے والا ہیں (برگز نے اس کو مقام کا نام سمجھ کر پورے فقرے کا جس طرح ترجمہ کیا ہے وہ نہایت غلط اور مضحکہ انگیز ہے جلد اول صفحہ ۴۸۵)

۴۷ ”تنبیہ“ کتابت کی غلطی ہے تلمبہ: چاہیے۔ یہ قدیم قطعہ تان سے تقریباً پچاس میل شمال مشرق میں دریائے راوی کے کنارے واقع ہے۔

۴۸ ”خاص کول“ کا اب پتہ نہیں چلتا کہ یہ مقام کہاں تھا مگر ”آب جو“ سے بظاہر دریائے ستلج ہی مراد ہے اور یہیں سے بھٹیئر تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۴۹ ”راؤ خلی“ جس کی تحقیق میں برگز کو بہت دشواری اور ہکامی ہوئی اصل میں رائے ڈول چند ہے (دیکھو گزے ٹیسرے جلد ۱۳ صفحہ ۲۹) اور اسی کو اسلامی مورخوں نے ”ڈول چین“ اور پھر ”جلبین“ بنا دیا تھا۔

۵۰ ”رجب“ کتابت کی غلطی ہے اور برگز کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح لفظ رجمور یا (راج پورہ) ہے اور یہ تو ہنسہ فتح آباد کے شمال مشرق میں اب تک موجود ہیں۔ لیکن ”اہرونی“ کا ہمیں پتہ نہیں چل سکتا۔

۵۱ ”ہنڈن“ ہندی سہارنپور و مظفر نگر کے اضلاع سے ہوتی ہوئی بلند شہر کے ضلع میں جننا سے آتی ہے۔

۵۲ ”حصار سیری“ علاء الدین خلجی کے عہد کا قلعہ تھا اور اسی کو ”دہلی علانی“ بھی کہتے تھے۔ پرانی دہلی کے دو تین میل مغرب میں رفتہ رفتہ یہ مقام بجائے خود ایک بڑا شہر بن گیا تھا اب بالکل بے نشان ہو گیا ہے۔

۵۳ ”کنہیر“ کتابت کی غلطی ہے کٹھیر (مشرقی راجپل کھنڈ) مراد ہے۔

۵۴ ”پٹیلی یا مومن آباد گنگا کے جنوبی کنارے کا مشہور قصبہ اور امیر خسرو کا مولد۔ ان دونوں بدآؤں کے ضلع میں داخل تھا۔ نواب صدر یار جنگ پٹا در شروانی

تحریر فرماتے ہیں کہ ”اب یہ قصبہ ضلع آئیہ میں بی بی سی آئی ریلوے کا اسٹیشن ہے بعض آثارِ عظام اس سر میں اب بھی ہیں پہلے گھگاؤس کے قریب بہتی تھی اب بہت دور ہو گئی ہے۔
دلفریب وادی باقی ہے“

۵۵ ”سیر“ کو برگز نے ”سری نگر“ لکھ کر تصریح کی ہے کہ یہ بلگرام کا قدیم نام تھا۔

۵۶ ”کپور کو برگز نے ”گگن پور“ لکھا ہے لیکن صحیح لفظ کھور ہونا چاہیے جو ضلع فرخ آباد میں بہت پرانا قصبہ ہے اور مسلمانوں کے عہد میں شمس آباد کہلانے لگا تھا ”کنبل“ سے کیلا (ضلع فرخ آباد) مراد ہے۔ غرض یہ تینوں مقامات دواب کے وسطی علاقے میں ہیں۔ نواب صدر یار جنگ بہادر شروانی مطلع فرماتے ہیں کہ قصبہ شمس آباد اب تک اسی نام سے مشہور و آباد ہے۔

۵۷ ”ماچھیواڑہ (ضلع لودھیانہ) بالائی تلج کے جنوبی کنارے کے قریب واقع ہے۔

۵۸ ”پائل جیہا کہ پہلی جلد کے ایک حاشیے میں بیان ہوا، اب رایت پٹالہ کی حدود میں واقع ہے اور منصور پور بھی جس کا پتہ نہیں چلتا اسی کے قریب ہے۔

۵۹ ”میل“ کا موجودہ جغرافیوں میں پتہ نہیں چلتا۔ منتخب التواریخ میں اسے ”لہر“ یا ”کوہ تلوارہ“ لکھا ہے۔

۶۰ ”عارض اور بخشی کا مطلب ”معتد فوج“ سمجھنا چاہیے مگر یہ عہدہ نو فوجی سپہ سالار ہوتے تھے۔

۶۱ ”جھڑہ سے عجب نہیں کہ فیروز پور جھڑ (میوات) مراد ہو جو الور سے

چکاس ساٹھ میل شمال میں ہے۔

۶۲۔ چھاوں کو برگز نے اپنے ترجمے میں ”مہابن“ لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۶۳۔ یہ سب وسطی دو آب کے مقامات ہیں ”بھوگاؤں“ سے بھوگن گلو مراد ہے اور ”مالی کونہ“ سے ”کوڑ“ یا ”مالی کوڑ“ را پر می جو پہلے ایک ہندو ریاست کا صدر مقام تھا اب (ضلع مین پوری میں) ایک چھوٹا سا قصبہ رہ گیا ہے اور قول جناب فواب صدر یار جنگ اب تک آباد ہے۔ آثار قدیمہ اُس کے دامن میں پھیلے ہوئے ہیں علامہ الدین خلجی کی تعمیر کردہ عید گاہ اب تک ہے۔ اب یہ مقام برپری کہلاتا ہے۔

۶۴۔ آبت کتہ ”کو دوسری فارسی تاریخوں میں بھی قریب قریب اسی طرح لکھا ہے اور ممکن ہے کہ یہ لڑائی موجودہ ضلع میرٹھ میں مقام کیتھھر کے قریب ہوئی ہو اور یہاں اسی کی کسی مقامی ندی یا کالی ندی کی طرف اشارہ ہو جو اس مقام کے قریب سے گزرتی ہے۔

۶۵۔ قلعہ ”اندور“ کو برگز ”آلور“ پڑھتا ہے طبقات اکبری میں ”اندرون“ لکھا ہے (صفحہ ۱۴۱) مگر اس نواح میں صرف ”اندری“ نام ایک قدیم قلعے کا پتہ چلتا ہے جو عہد اکبری تک سلامت تھا (ملاحظہ ہو آئین اکبری صفحہ ۳۶۹) ورنہ اور کسی ایسے مقام کا نام نہیں ملتا۔

۶۶۔ ”کھہاٹ“ کتابت کی غلطی ہے اور برگز کا ”ہکانت“ بھی صحیح نہیں جیسا کہ طبقات اکبری میں تحریر ہے، یہ لفظ ”ہت کانت“ ہونا چاہیے جو ہندوؤں، بیاد کے قریب عہد اکبری تک جنگی مقام تھا (آئین ۲۴۴)

۶۷۔ ”پتر مندہ“ سے ہر جگہ ٹھنڈا سمجھنا چاہیے مگر برگو سر ہندم ادا لیتا ہے۔

۶۸۔ رائے ”ہیولی“ کو طبقات اکبری میں ”ہنو بھتی“ اور منتخب التواریخ میں رائے ”ہنو بھتی“ لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۶۹۔ ”یہ توپ و تغناک“ کی روایت اور کسی تاریخ میں نہیں ملتی اور اس وقت (یعنی نویں صدی ہجری کے اوائل میں) ہندوستان خاص کے علاقوں تک ان جدید اسلحہ کا رواج ہو جانا بھی خلافتِ درساہیت معلوم ہوتا ہے۔

۷۰۔ طلبہ کی بجائے تلمیذ چاہیئے (دیکھو حاشیہ ۴۷)۔

۷۱۔ خطیب پور غالباً غلط ہے ”خطپور“ چاہیئے جو تلمیذ کے قریب واقع تھا۔

۷۲۔ یہی الفاظ طبقات اکبری میں (صفحہ ۱۴۲) تحریر ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور تاریخ دریا کے چناب کو جہلم کہنا زیادہ صحیح سمجھتے تھے اور جہلم کو عام طور پر ”بہت“ کہتے تھے۔

۷۳۔ ”سیور“ کتاب کی غلطی ہے ”شور“ چاہیئے اور اسی تاریخی قلعے کی بناء پر یہ مقام اب تک ”شور کوٹ“ (ضلع جنگ) کے نام سے مشہور ہے۔

۷۴۔ قورخانہ سے اسلحہ خانہ اور دفتر سپاہ (خاصہ خیل) مراد ہے۔ اس لفظ میں قوجہول ہے اور آج کل کی ترکی زبان میں رکی بجائے کل بولتے ہیں۔

۷۵۔ اہار بلند شہر (برن) کے قریب تاریخی قصبہ ہے۔

۷۶۔ ”بھونگاؤں“ = بھونگاؤں (مق: حاشیہ ۷۲)

۷۷۔ دورالہ۔ سرہند کے قریب اسی کی سرکار کا پرگنہ یا تعلقہ تھا۔

۷۸۔ خضر آباد و شاہپورہ دونوں سرہند کی سرکار میں تھے۔

۷۹۔ ”راے کہیں“ کو طبقات اکبری میں ”کیلن راے“ لکھا ہے (صفحہ ۱۵۱)

۸۰۔ ”بیرو“ کو برگز نے اپنے ترجمے میں (صفحہ ۵۵۲) بیروہ اور طبقات اکبری میں ”نیلو“ لکھا ہے (۱۵۲) مگر ہم یقینی طور پر صحیح تلفظ اور مقام معلوم نہوسکا۔

۸۱۔ شمس آباد یا کھور (ضلع فرخ آباد) (مق: حاشیہ ۷۵)

۸۲۔ ”سرستی“ کو برگز نے ”سانی“ لکھا ہے (صفحہ ۵۵۵) مگر طبقات اکبری میں بھی (صفحہ ۱۵۴) اس کی کتابت تاریخ فرشتہ کی مثل ہے لہذا ممکن تو ہے کہ صحیح لفظ ”سرستی“ ہو جو منبھل مراد آباد کے قریب واقع ہے مگر نواب صدر یار جنگ بہادر نے ”سانی“ نام کے ایک قصبہ کا پتہ دیا جو ضلع علیگڑھ میں واقع ہے اور یہی صحیح ہے

۸۳۔ ”تھوارہ“ کتابت کی غلطی ہے۔ برگز نے نیز منتخب التواریخ (صفحہ ۸۴) میں اسے ”بھت وارہ“ لکھا ہے لیکن اس کا اور سنکر کا اب کچھ پتہ نہ چل سکا۔

۸۴۔ ”گذر کچھ“ کو برگز نے ”کچا گھاٹ“ لکھا ہے منتخب التواریخ میں یہ لفظ ”گذر کچھ“ اور طبقات اکبری میں ”گذر کہنہ“ تحریر ہے۔

۸۵۔ ”میرک“ کتابت کی غلطی ہے، میرٹھ چاہیے۔

۸۶۔ ”سنبھارن“ کو منتخب التواریخ میں سونہار لکھا ہے جو شس آباد کی نواح میں تھا۔ یہ سب مقامات جن میں سے بعض کا اب پتہ نہیں چلتا۔ وسطی دواب میں واقع تھے اور ان آگے دن کی لڑائیوں نے یہاں کے لوگوں کو نہایت پریشان کر دیا تھا چنانچہ ”نوید خرابی“ انہیں واقعات کی تاریخ ہے (صفحہ ۸۷)

۸۷۔ ”بہت“ غلط ہے آب رہب چاہیے جو (مشرقی) کالی ندی کا نام ہے یہ ندی قنوج کے قریب ہی گنگا سے آلتی ہے۔

۸۸۔ ”مچھولی“ صاف طور پر نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے کونسا مقام مراد ہے۔ ”مچولی“ یا ”مہولی“ نام کے کئی قصبے تھے مگر برگز نے جو اسے بسولی (قریب بدادون) لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بسولی نہ جو پور کے قریب ہے نہ جو پور اور بدادون کے راستے میں واقع ہے۔ مولوی غلام بزدانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ ”مچھولی قدیم مقام صوبجات متحدہ میں ہے آثار قدیمہ بھی وہاں موجود ہیں۔“

۸۹۔ فرشتہ یا اس کے کاتب نے اس روایت کو اس طرح گڈ ٹڈ کیا ہے کہ وہ غلط ہو گئی حقیقت میں سلطان بہلول کا ہلدی پہنچا اور قطب خاں کی وفات جو نیپور کی دوسری فتح کے بعد کا واقعہ ہے۔ ہلدی موجودہ ضلع بلیا میں واقع ہے اور بہلول اس مقام تک سلطان حسین مشرقی کے نقاب میں آیا تھا مگر اس کا شکست خوردہ حریف بہار میں گھس گیا اور قطب خاں کی وفات سن کر بہلول واپس جو نیپور چلا آیا (لاحظہ ہو منتخب التواریخ صفحہ ۳۱۲ وغیرہ)

۹۰۔ ”سکیٹ“ یا سکیٹھ عہد اکبری تک سرکار قنوج کا مشہور محال یا تعلقہ تھا اور اب ضلع ایٹھ میں ایک آباد قصبہ ہے اور بلیں کے زمانہ کی اس میں ایک مسجد بھی ہے۔

۹۱۔ جلالی (ضلع علیگڑھ) یہاں بھی قدیم آثار ہیں اور بلیں کے

زمانہ کی ایک مسجد ہے۔

۹۲۔ جھڑو فرشتہ کے دونوں سونوں اور دوسری فارسی تاریخوں میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہے اور عہد اکبری میں گوالیار کے قریب یہ سرکاری ایچ کا محال یا تعلقہ تھا (آئین اکبری صفحہ ۳۵۷ و ۳۵۸۔ لیکن اب اس کا پتہ نہیں چلتا۔ برگر نے صفحہ ۵۶۸) اسے خواہ مخواہ ”بھرنی“ بنا کر اس پر حاشیہ بھی لکھ دیا ہے۔

۹۳۔ ”پرسی پال“ کتاب کی غلطی ہے۔ طبقات اکبری میں اسے ”جوتسی“ بیاک کہ آلاں در آنجا شہر الہ آباد آباداں شد“ لکھا ہے (صفحہ ۱۶۱) جس سے پر یا ک مراد ہے۔

۹۴۔ ”شہر دیوراجہ ٹھٹھ“ کتابت کی غلطی ہے۔ طبقات اکبری میں اسے ”راے ہند راجہ تپہ“ لکھا ہے اور برگر نے ”سہادیوراجہ کٹرا“ لیکن جیسا کہ آئندہ حاشیہ ۹۷ سے ظاہر ہوگا غالباً اس کا صحیح نام ”ہند“ یا ”سندیو“ ہوگا۔

۹۵۔ ”دلپور“ صحیح نہیں دلمو چاہیے جو اودھ کا ایک مشہور قصبہ ہے۔

۹۶۔ ”کٹہ“ (برگر کٹہ لکھتا ہے درست نہیں گنتت ہونا چاہیے۔ جیسا کہ طبقات اکبری (صفحہ ۱۶۱) میں تحریر ہے اور آئین اکبری کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام گنگا کے کنارے موجود بہار کی سرحد کے قریب آباد تھا۔

۹۷۔ اریل ملا عبد القادر کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام الہ آباد کے قریب تھا۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۳۱۵)

۹۸۔ قیاس کہتا ہے کہ یہ سائبانہ اسی راجہ ہند یا سند کا بیٹا تھا جسے

فرشتہ ایک جگہ ”شہرہ“ لکھ آیا ہے (حاشیہ ۹۳)

۹۹۔ کہل گانوں جو آجکل انگریزی حروف میں ”کول گانگ“ لکھا جاتا ہے ضلع بھاگلپور میں واقع ہے۔

۱۰۰۔ باندھو گرٹھ ریاست ریوان کا بہت قدیم تاریخی قلعہ ہے۔

۱۰۱۔ ”ریری“ کی بجائے راپری چاہیے جس کا ذکر حاشیہ ۶۲ میں گزر چکا ہے۔

۱۰۲۔ اسی عرف ”میدکی“ ہے غالباً اسونڈی مراد ہے گوالیار کے تقریباً تیس میل شمال سے گزرتی ہے۔

۱۰۳۔ مندر اٹل کا اب پتہ نہیں چلتا لیکن عہد اکبر میں منڈلار ایک سرکار یا ضلع کے مستقر کا نام تھا اور وہ ضلع غالباً موجودہ ریاست گوالیار کا جنوب مغربی ٹکڑا تھا (آمین اکبری صفحہ ۴۵۰ وغیرہ) بظاہر ”مندراٹل“ سے وہی ”منڈلار“ مراد ہے۔

۱۰۴۔ ”ادویت نگر“ غلط ہے اور آگے اسی کو ”ہنونت گرٹھ“ لکھا ہے وہ بھی صحیح نہیں منتخب التواریخ میں اسے ”اونٹ گرٹھ“ لکھا ہے (صفحہ ۳۲۵) اور یہی درست ہے اونٹ گرٹھ گوالیار کے قریب چنبیل کے کنارے بہت مستحکم قلعہ تھا جیسا کہ آمین اکبری میں مرقوم ہے (صفحہ ۴۵۰)

۱۰۵۔ ”سیری“ سیپری (گوالیار) جس کا نام آجکل شیو پوری ہو گیا ہے

۱۰۶۔ سند مشرقی مالوے کی وہ ندی ہے جو سروجن کے قریب سے

نکلتی اور سبیری و زور سے گزرتی ہوئی جن میں آملی ہے۔

۱۰۷۔ ”بہار“ ایسا کہ دوسری تاریخوں میں ”لہار“ لکھا ہے مگر ٹھیک تین ہفتہ کا کہ یہ مقام کہاں تھا۔

۱۰۸۔ ”بلکھاٹ“ کی بجائے ہتھکانت چاہیے (مق: حاشیہ ۶۵)

۱۰۹۔ ”ٹڑیسی“ کی بجائے جسے برگز نے ”بیرون“ بنا کے غلط در غلط کر دیا ہے اندر سی چاہیے جیسا کہ طبقت (۱۶۸) اور منتخب (۳۲۱) میں صاف صاف تحریر ہے۔ یہ قصبہ کرنال کے قریب جننا کے کنارے واقع تھا۔

۱۱۰۔ سارن۔ بہار کا مغربی ضلع۔

۱۱۱۔ ”سیو پور“ کی بجائے شیو پور (جواب ریاست گوالیار میں ہے) اور ”ٹپور“ کی بجائے رتنخنبور چاہیے۔

۱۱۲۔ تھانکرہ تھنکرہ (بیانہ)

۱۱۳۔ گڈھ یا ”گڈھ کشک“ گوڈوانے کو کہتے تھے اور گوڈوانہ موجودہ مالک متوسط کے شمالی حصے کو سمجھنا چاہیے۔

۱۱۴۔ یامورخ کا سہو ہے علاء الدین یا عالم خاں لودھی سلطان ابراہیم کا چچا تھا۔

۱۱۵۔ یہ کاتب یا مورخ کی غلطی ہے جسے برگز نے بھی مجنہ ترجمہ کر دیا۔ حالانکہ

فرشتہ خود لکھ چکا ہے کہ سلطان ابراہیم لودھی ۹۲۳ھ کے اواخر میں تخت نشین ہوا تھا اور ۹۳۳ھ کے وسط میں مارگیا بالفاظ دیگر کچھ کم نوسال تک اس کی بادشاہی رہی۔

۱۱۶۔ حصار (شادماں) سمرقند سے تقریباً ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق میں اور قندز اور بھی سو میل نیچے دریائے جیحون کے جنوب میں واقع ہے۔

۱۱۷۔ فرغانہ ممالک ترکستان کا مشرقی حصہ ہے جس کے مغرب میں سمرقند اور مشرق میں کاشغر کا علاقہ ہے اندجان اسی (فرغانہ) کا صدر مقام تھا۔

۱۱۸۔ ”گورگال“ امیر بزرگ کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے لیکن عام طور پر مغلوں میں شاہی خاندان کے دامادوں کو اس لقب سے یاد کرتے تھے اور بظاہر امیر تیمور کو بھی یہ لقب امیر قمر غن کی بیٹی سے شادی کرنے کی بدولت ملا تھا۔

۱۱۹۔ اوزکند (زائے محمد سے) یا اوزگنت۔ اندجان کے مشرق میں واقع ہے اور اس کے پہاڑوں کو اب ”کوہستان فرغانہ“ کے عام نام سے موسوم کرتے ہیں۔

۱۲۰۔ ”فرغستان“ کتابت کی غلطی ہے مرغیناں چاہیے جو اندجان سے چند میل مغرب میں واقع ہے۔

۱۲۱۔ اخی اندجان سے مغرب میں فرغانہ کا مشہور شہر تھا اور اس کے شمال میں چند میل کے فاصلے پر کاسان واقع ہے۔

۱۲۲۔ صحیح نام ابراہیم سارو ہے اور قتلوا شیرہ سے بظاہر وہی

قلعہ مراد ہے جسے جدید نقشوں میں "اسپرہ" لکھتے ہیں اور خجندہ کے تقریباً چالیس میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

۱۲۳۔ یہ نام قی یاغ سے "باے سن غر" ہونا چاہیے۔ یہ بارسنغرین محمود رشتہ میں بابر کا مامول زاد بھائی ہوتا تھا۔

۱۲۴۔ آرائنہ خجندہ اور زرافشاں (سمرقند) کے درمیان مشہور شہر تھا اور شاہرخیہ اس کے تقریباً ستر میل شمال میں واقع ہے۔

۱۲۵۔ شیبانی خاں (شاہی بیگ) جسے واقعات بابر میں بابر نے شیباق خاں بھی لکھا ہے۔ ازبک قوم کے مغلوں کا جو بجز آراں و خزر کے درمیان آباد ہو گئے تھے، مشہور بادشاہ گذرا ہے جس نے اپنے عروج کے زمانے میں غارزم ماوراءالنہر اور فرغانہ و غراسان وغیرہ آل تیمور کے تمام ممالک فتح کر لئے تھے۔ قلعہ ویدار کا صحیح مقام معلوم نہیں مگر یہ قلعہ بظاہر بخارا ہی کے حوالی میں تھا (آزبک حقیقت میں تازہ وارد مغول اور مذکورہ بالا علاقوں کے قدیم تاتاری باشندوں کی ایک ملی جلی قوم تھی۔

۱۲۶۔ چلکائے آہنگراں۔ خجندہ و تاشکند کے درمیان واقع تھا۔

۱۲۷۔ ساغر سے بظاہر وہی مقام مراد ہے جسے اب "ساغر دشت" کہتے ہیں اور یہ غیر آباد مقام فرغانہ کے جنوب میں اندجان سے کوئی پونے دو سو میل دور واقع ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بابر اس وقت اپنی آبادی ریاست سے باہر نکال دیا گیا تھا۔

۱۲۸۔ "فرغانہ" کتابت کی غلطی ہے اور یہاں بھی مرغینان مراد ہے۔

۱۴۳۔ ”یادل“ غالباً کتابت کی غلطی ہے عجب نہیں کہ شال یا شاول مراد ہو جو کوئیہ کا دوسرا دراصلی نام ہے۔ زمین و اوار قندہار کے شمال مغرب میں افغانستان کا مشہور علاقہ ہے۔

۱۴۵۔ سنگھار (یا سنگھڑ) ڈیرہ اسماعیل خاں کے ساٹھ ستر میل مغرب میں قندہار کے راستے پر واقع ہے۔

۱۴۶۔ ”قراش“ جسے برگز نے ”فراس“ بنا دیا ہے کتابت کی غلطی ہے جیسا کہ حبیب التیر (جلد سوم، جزو چہارم) وغیرہ مہم عصر تواریخ میں تحریر ہے اس مقام پر قرشی ہی ہونا چاہیے جس کا محل وقوع حاشیہ ۱۳۵ میں بیان ہو چکا ہے۔

۱۴۷۔ غجدوان۔ سمرقند سے تقریباً دو سو میل شمال مغرب میں مشہور تاریخی قلعہ ہے اس جگہ یہ نقش بھی کر دینی مناسب ہو گی کہ ”نجم الثانی“ امیر یار احمد اصفہانی کا لقب ہے جو شاہ اسماعیل صفوی کے آخر عہد میں ایران کا نہایت نامی اور مقتدر امیر ہو گیا تھا۔

۱۴۸۔ ”سواد و بجور“۔ سوات و باجوڑ (صوبہ سرحدی)

۱۴۹۔ ”شاہرخ“ امیر تیمور کے جانشین فرزند شاہرخ میزرا کا نقری سیک جو عرصے تک وسط ایشیا میں راج رہا عہد اکبری کے دھائی روپیہ کے ہم قیمت سمجھا جاتا تھا۔

۱۵۰۔ ”اکہ“ ترکی زبان میں برادر رضاعی (کو کا) کو کہتے ہیں۔

۱۵۱۔ قلعہ پہلہ دو آبہ سند ساگر میں واقع تھا۔ ترک باری میں اسکی فتح کے حالات خود بابر نے نہایت خوبی سے تحریر کئے ہیں۔

۱۵۲ء "ید پورہ کو آئین اکبری میں سیدھ پور لکھا ہے (صفحہ ۲۷) یہ سکا
لاہور کا پرگنہ یا تعلقہ تھا۔

۱۵۳ء سلطان علاء الدین (یا عالم خاں) لودھی سلطان سکندر لودھی
کا بھائی اور اپنے بھتیجے سلطان ابراہیم لودھی کے مقابلے میں حکومت ہند کا مدعی تھا۔

۱۵۴ء "بجواڑہ" سے معلوم نہیں ہوتا کہ کونسا مقام مراد ہے اور کسی تاریخ
میں اس مقابلے کا تفصیلی حال تحریر نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس سے ماجپورہ مراد ہو
جو سرہند سے آگے بیاس کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ یہی غلطی ایک جگہ اور بھی ملتی ہے

۱۵۵ء کلا نور سے ہر جگہ اس کتاب میں کلا نور ضلع گرد اسپور مراد ہے۔

۱۵۶ء "بیرسور" = پسرور (ضلع سیالکوٹ)

۱۵۷ء ملوٹ نامی ایک مشہور پہاڑی قلعہ ضلع جہلم میں بھی ہے لیکن یہاں
اس نام کا دوسرا قلعہ ملوٹ مراد ہے جس کے کھنڈ اب تک ضلع ہوشیار پور میں موجود ہیں

۱۵۸ء "تورچی" کا لفظ تو بچی اور تھنگی دونوں پر حاوی ہے یعنی دشمن
جو آرتھی اسلحہ سے مسلح ہو۔

۱۵۹ء جیسا کہ منتخب التواریخ اور اکبر نامہ (جلد اول) وغیرہ مستند تاریخوں
میں تحریر ہے یہ لڑائی ۸ رجب کو جمعہ کے دن ہوئی۔ اس موقع پر یہ صراحت بھی کہ دینی
چاہیے کہ اگرچہ پاور کے سپاہیوں کی تعداد دشمن کے مقابلے میں آٹھواں حصہ بھی نہ تھی
تاہم جیسا کہ ترک بابری اور دیگر تواریخ سے ثابت ہے اس کے پاس سات سو چھوٹی توپیں
تھیں اور ہندی سپاہی اس کے مقابلہ میں فقط تیرہ میشر سے مسلح تھے۔

۱۶۰۔ واضح رہے کہ سلطان سکندر لودھی کے زمانے سے اگرہ پائے تخت بن گیا تھا اور گزشتہ خانہ جنگیوں میں پرانی دہلی کے اکثر حصے تاراج و خراب ہو گئے تھے۔

۱۶۱۔ ایک مثال = ۵ یا ۶ ماشہ اس حساب سے یہ ہیرا ۳ تولہ یعنی آدھی چٹانک کا ہوا۔ انگریز اہل تحقیق کا عام قیاس یہ ہے کہ یہی ہیرا بعد میں ”کوہ نور“ کے نام سے مشہور ہوا۔ (ملاحظہ ہو بابر مولفہ لین پول صفحہ ۱۶۷)۔

۱۶۲۔ فرشتہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ رانا ساگا (یا ناگ) ام نگم (سمودہ یا گھلوٹ قبیلے کا راجپوت تھا اور اجیر نیز بعد میں دہلی پر مسلمانوں کی فتح ہند کے وقت چوہان راجپوت حکومت کرتے تھے۔

۱۶۳۔ اس جگہ فن جنگ کی چند ترکیبوں کی اصطلاحوں کی مختصر تشریح فائدے سے خالی نہ ہوگی۔

قول یا غول (دو جھول) اس فوج کو کہتے تھے جو لشکر کے وسط میں صف آرا ہو برنغار (دو در در مرفوع) میمنہ، یعنی دائیں جانب کی فوج
جرنغار = میسرہ یعنی بائیں جانب کی فوج۔
تولقمہ (یا تلغمہ) اس فوج کو کہتے تھے جو میمنہ یا میسرہ کے ساتھ اس غرض سے محفوظ رکھی جاتی تھی کہ جب دشمن کی صفیں مصروف جنگ ہوں تو یہ ایک پہلو سے یا پشت پر حملہ کرے۔

تو آجی اور سیا دل سے نفیب اور چویدار مراد ہیں؛ مگر برگز سیا دل کے معنی ”ایلی کا ناگ“ سمجھتا ہے (حاشیہ صفحہ ۵۵ جلد دوم)

۱۶۴۔ ”شہزادہ محمد ہاویں“ کا نام کتابت کی غلطی ہے اس جگہ ”فردوس مسکانی“ یا بابر بادشاہ ہونا چاہیے تھا۔

۱۶۵۔ ان تاتاری ملکوں کی حدود کا صحیح تعین پہلے بھی نہیں ہوا تھا اور اب تو یہ نام بھی متروک و معدوم ہو چکے ہیں مختلف قدیم تواریخ اور عجیب البلدان کی مدد سے بدلت جو کچھ تپہ جل سکا مختصر طور پر ذیل میں درج ہے۔
بلغار۔ بحر اسود کے مغربی ساحل کے علاقے بلغار کہلاتے تھے اور بلغاریہ اب تک اسی کی یادگار ہے اگرچہ بلغاریہ کی حدود بہت گھٹ گئی ہیں۔

سقی سین (بفتح اول و کسرہ و وسط) بعض کتابوں میں "سفت قین" بھی لکھا جاتا تھا اور غالباً اسی کو فرشتہ یا اس کے کاتب نے سہواً "سقیین" تحریر کیا ہے (برگزینے "لقین" بنا دیا ہے) سیجر رادوئی باں ہمہ کوشش و تلاش اس کی حدود کا صحیح تعین نہ کر سکا کہ آیا یہ ملک پیشانی ترکستان کا کوئی حصہ تھا یا یورپ کا (دیکھو اس کا ترجمہ طبقات ناصری حاشیہ صفحہ ۱۲۸) لیکن راقم الحروف معجم البلدان کی بعض عبارتوں سے (جلد چہارم صفحہ ۶۷ و جلد اول صفحہ ۲۵۵) اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ سقیین موجودہ سلطنت روس کے (کلا یا جیزو) اس پیشانی علاقے کا نام تھا جو بحر آرال (اودنیز ملک ترکستان) کے شمال میں آج کل صوبہ "اوسٹک ٹرگٹ" میں داخل ہے۔

آلان و اس تحقیقات جدید کی رو سے ایک ہی قوم کا نام تھا جو ابتدا میں بحر خزر کے شمالی اور شمال مشرقی ساحل پر آباد تھی لیکن رفتہ رفتہ جنوبی روس اور قفقاز کے علاقوں میں پھیل گئی اسی کے نام سے مذکورہ ممالک منسوب تھے روس کے متعلق بھی یہ تصحیح مناسب ہو گی کہ فرشتہ کے زمانے تک اس لفظ سے صرف جنوبی اور یورپی روس (نشل ریشیا) مراد ہوتی تھی۔

۱۶۶۔ خان بالیغ چین کے پائے تخت پلنگ کا قدیم نام ہے یہاں پہلے شہر "مین گنگ" آباد تھا جسے چنگیزی لشکر نے فتح کیا اور پھر اس کے پوتے قبلا خان (کتاب میں "قیلا" (ے سے) کتابت کی غلطی ہے) نے اسی کے متصل خان بالیغ (بالیغ یا بالیق ترک میں "شہر" کو کہتے تھے) بسایا۔ اسی کا دوسرا نام تے تو یینے "شہر بزرگ" بھی تھا لیکن دو صدی بعد جب چنگیزی مغلوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو گوچین کا پائے تخت یہیں رہا تاہم اس کا پرانا نام متروک ہو گیا اور موجودہ نام "پے گنگ" (یعنی شمالی دربار) منجور

اور بہت سی نئی عمارتیں بن گئیں۔ ابراہیم قدیم "خان بالیغ" کے آثار اب تک جو دیے ہیں۔

۱۶۷۔ مغل بادشاہوں کے زمانے میں سیکنگ بمک تجارتی جہاز تو دریائے راستے آتے جاتے تھے لیکن اس مقام "زیتون" سے جسے فرشتہ ہندوستان کی بندرگاہ بتاتا ہے، ٹھیک مطلب سمجھ میں نہیں آتا ممکن ہے اس نام کا کوئی شہر ساحل چین پر واقع ہو اور وہاں سے ہندوستان بمک جہاز آتے جاتے ہوں اور اب وہ بندرگاہ ویران ہو گئی ہو یا اس کا نام بدل گیا ہو۔

۱۶۸۔ یہ وہی علاء الدین (یا عالم خاں) لودھی ہے جسے فرشتہ سلطان ابراہیم لودھی کے حالات (آخری حصہ) میں غلطی سے سلطان ابراہیم کا بھائی لکھ آیا ہے (مق: ۱۵۱) لیکن یہاں اسے سلطان بہلول کا بیٹا لکھنا بالکل صحیح ہے اسی جگہ یہ تصریح اور کردہنی چاہیے کہ بابر نے سلطان ابراہیم پر اسی علاء الدین کی تحریک سے فوج کشی کی لیکن فتح کے بعد بابر اس کی جانب سے بدظن ہو گیا کیونکہ علاء الدین خود بھی حکومت ہند کا مدعی تھا۔ لہذا بابر نے اسے بدظن بھیج کر نظر بند کر دیا تھا اور وہیں سے فرار ہو کر وہ گجرات پہنچا جہاں اسکا بیٹا تارا خاں پہلے سے موجود تھا (دیکھو کتبہ ۱۱۲۹ جلد اول صفحہ ۱۲۹)

۱۶۹۔ "مولیسے" صحیح نہیں۔ اکبر نامہ میں اسے "مولیہ" لکھا ہے (۱۳۸) لیکن طبقات اکبری میں "مولب" تحریر ہے اور برہنہ کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے صحیح نسخوں میں بھی اسے مولیہ (ب سے) لکھا ہے۔

۱۷۰۔ یادگار ناصر مرزا اور قاسم حسین سلطان ہمایوں بادشاہ کے عزیز قریب تھے لہذا عجیب نہیں کہ "کھنڈ و قزم" کتابت کی غلطی اور صحیح لفظ "قرۃ قزم" (شکرستان) ہو۔

۱۶۱۔ اساول کا ذکر فرشتہ پہلے کر چکا ہے کہ احمد آباد کا قدیم نام تھا۔ اور سرکچ (یا سرکچ) احمد آباد کے متصل واقع ہے اور جو فارسی تاریخیں وہاں کے مقبروں وغیرہ پر کندہ ہیں اول میں اسکا نام سرکچ لکھا ہے پھر

۱۶۲۔ گدھی کا موجودہ نقشوں میں نہیں ملتا مگر تمام فارسی تاریخوں میں اس کی گلی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور تحریر ہے کہ یہ بجا ٹھیکور سے آگے بڑھ کر بنگالہ کی مغربی سرحد پر ایک پہاڑی درے کا مقام تھا پھر

۱۶۳۔ چار کھنڈ۔ موجودہ گھل کھنڈ اور چوٹے ناگپور کے بعض اضلاع کو کہتے تھے پھر

۱۶۴۔ لا جو سار، یہاں اور آگے کئی جگہ کتابت کی غلطی ہے۔ جیسا کہ برگز کے انگریزی ترجمے سے معلوم ہوتا ہے، فرشتہ کے دوسرے نسخوں میں صبح لفظ جو سا (یعنی چوسا) تحریر ہے اور یہ مقام آرہ کے تقریباً چاس میل مغرب میں گنگا پر واقع ہے پھر

۱۶۵۔ اکثر فارسی تاریخوں میں شیر شاہ سوری پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اوس نے صلح کا عہد و پیمان کرنے کے بعد فریب سے مغلوں پر حملہ کیا۔ مگر تاریخ شیر شاہی کا مولف عباس خاں سروانی جو شیر شاہ کا ہمقوم اور مداح ہے اس الزام کو دفع کرتا ہے اور اکبر نامے کی عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے (ملاحظہ فرمادہ) کہ ابھی تک صلح کا کوئی باضابطہ معاہدہ نہ ہوا تھا کہ شیر شاہ نے مغلوں کی پست ہمت اور غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان پر چانک حملہ کیا پھر

۱۶۶۔ ”آب سلطان پور“ سے دریائے ستلج اور ”آب لاہور“ سے دریائے راوی مراد ہے۔ (یہ سلطان پور ایک تاریخی قصبہ ہے اور اب کپورتھلہ کی

ریاست میں واقع ہے)

۱۷۷۔ امرکوٹ (موجودہ ضلع قنبرا سندھ) کو سندھ کے ایک رئیس عمر نامی نے آباد کیا تھا لیکن اس شہر کے نام کو عام طور پر الف سے لکھتے ہیں تاہم اس کو مرفوع پڑھنا چاہئے؛

۱۷۸۔ ”سال دہستان“ میں آخری لفظ مشتبہ ہے۔ اور سال یا شال کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ موجودہ کو ٹمٹ کا اصلی نام تھا۔ لیکن فرشتہ کا لکھنا کہ ہایوں یہاں تک پہنچ گیا تھا صحیح نہیں۔ جیسا کہ اکبر نامہ (جلد اول صفحہ ۱۹۰) میں صراحتاً مرقوم ہے ہایوں اس وقت مستنگ میں مقیم تھا (جو کوٹہ سے تقریباً چالیس میل جنوب میں واقع ہے) جب کہ اسے اپنے بھائی عسکری میرزا کے آنے اور بڑے ارادوں کی اطلاع ملی۔ لہذا وہ جس طرح ممکن ہوا اپنی بیوی اور چند رفیقوں کو ساتھ لیکر نکل گیا لیکن گرنی کے خوف اور بے سرو سامانی کے باعث شیرخوار اکبر کو لشکر گاہ میں چھوڑنا پڑا؛ (جمادی الاول ۹۵۷ھ)

۱۷۹۔ روہ سے جیسا کہ پہلے ہماری نظر سے گزر چکا ہے ہندوستان کے موجودہ صوبہ سرحدی کا کوہستانی اور افغانستان کا مشرقی حصہ مراد ہے؛

۱۸۰۔ سہسرام اب ضلع شاہ آباد (بہار) میں اور خاص پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں واقع ہیں؛ فرشتہ صاحب طبقات اکبری کی تقلید میں ہر جگہ خاص پور کی بجائے ”خواص پور“ لکھتا ہے مگر آئین اکبری میں ”خاص پور“ تحریر ہے؛

۱۸۱۔ ”جالوہ“ کتابت کی غلطی ہے کا نوہ یا کوناہ چاہئے اور ”چیتپور“ کی بجائے چتور؛

۱۸۲۷۔ موجودہ ضلع جلم میں وہ پہاڑ جو آج کل لائنک کی پہاڑیاں کہلاتے ہیں اسلامی تاریخوں میں کوہ بالٹاٹ اور جوو (یا جوڑی) کے نام سے مشہور تھے اور جس کا جلد اول کے حواشی میں ہم کئی جگہ بیان کر چکے ہیں انہی پہاڑوں میں قدیم تاریخی قلعہ مندرجہ واقع تھا جس کے شکستہ آثار ابھی تک موجود ہیں ۛ

۱۸۳۷۔ رائے سین کا قدیم قلعہ اب ریاست جویپال کے علاقے میں ہے اپنی ریل گزے ٹیڑھے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پورن مل کے باپ کا نام "سلہڑی" تھا۔ اس کے نام میں لا پورمہ، "بھی کتابت کی غلطی ہے "پورمہ"، (یعنی پورب کا) چاہئے ۛ

۱۸۴۷۔ فیروزپور سے فیروزپور جھک (میوات) مراد ہے ۛ

۱۸۵۷۔ دھن کوٹ کا جدید جغرافیوں میں پتہ نہیں چلتا۔ مگر آئین اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں یہ دریا گئے سندھ کے کنارے دوا بڑ سندھ ساگر کا مشہور قصبہ تھا۔ کابل کے راستے میں یہاں سے دریا کو عبور کرتے تھے اور اس کی نمک کی کان بھی مشہور تھی ۛ (آئین اکبری صفحہ ۵۴۸ و ۵۴۹)

۱۸۶۷۔ بالنسوارہ جنوبی راجپوتانے کا مشہور قصبہ اور اسی نام کی ریاست کا صدر مقام ہے ۛ

۱۸۷۷۔ مانکوٹ (دھان کوٹ)، کتابت کی غلطی ہے (سیالکوٹ کے قریب، داسن کوہ میں واقع تھا اور یہاں شیر شاہ اور سلیم شاہ نے چار قلعے بنائے اسے سرحد پنجاب کا نہایت مستحکم مقام بنا دیا تھا ۛ

۱۸۸۔ انتری جہاں کے پان مشہور تھے، بیان کے قریب واقع تھا؛

۱۸۹۔ یہی مادہ تاریخ شمالی ہند کے مشہور شاعر نعمت اللہ رشوتی نے نقل کیا ہے غالباً اسے اور فرشتہ کے والد کو توارد ہوا۔ رشوتی کا قطعہ ملا عبد القادر نے اپنی تاریخ (جلد اول صفحہ ۴۱۵) میں نقل کیا ہے جس کا پہلا اور آخری شعر یہ ہے:-
 خسرو را زوال آمد بہ یک بار کہ ہفت از عدل شاہ دارا لا ماں بود

 ز سن تاریخ فوت ایرں خسرو چہ مے پرسی لا زوال خسرواں بود

۱۹۰۔ شیخ علائی کے قصہ کو سب سے مفصل اور عمدہ طریقہ سے ملا عبد القادر بداولیٰ نے جو اس زمانے میں خود انہی اطراف میں موجود تھا، بیان کیا ہے فرشتہ کی روایت میں یہ جزو کہ شیخ علائی کو بہاریں لا شیخ بڑھ، کے پاس بلایا گیا کاتب یا مورخ کی غلطی ہے جس نے یہ قصہ طبقات اکبری سے بکنسہ نقل کر لیا ہے۔ بہار کی بجائے بیان چاہئے اور ”بڑھ“ کی بجائے میاں بھو وہ جو اس عہد کا مشہور طبیب اور صدر قاضی تھا۔ روایت کی بعض اور جزئیات بھی سقم سے خالی نہیں مگر انھیں غیر اہم سمجھ کر قلع نظر کی جاتی ہے؛

۱۹۱۔ ”کتہ باس“ عجب نہیں کہ صیح لفظ کٹہ بان (یعنی چوبلی تیرا) ہو۔ بہر حال ایک قسم کے تیر سے مراد ہے، لیکن فرشتہ نے اس کے طللی پیکان کی جو قیمت لکھی ہے وہ دوسری ہم عصر تاریخوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ طبقات اکبری اور منتخب التواریخ دونوں میں روپے کی بجائے اس کی قیمت پانچ سو تنگہ تحریر ہے؛

۱۹۲۔ لا ایلاق، گرامی مقام کو کہتے ہیں۔ ابھر اور سلطانیہ شہر قزوین (شمال مغربی ایران) کے تقریباً پچاس میل مغرب میں اب تک موجود ہیں۔
 قیدار بنی علیہ السلام اس کے درمیان کسی قدر کا نام تھا؛

۱۹۳۔ زمین و اور اور ہزارہ یا ہزارستان (کابل) کے متعلق پہلے حواشی میں ہم صراحت کر چکے ہیں کہ یہ قندھار کے شمال میں افغانستان کے وسطی اضلاع ہیں۔

۱۹۴۔ تیرگراں ضلع اندراب کا (جو کوہ ہندو کش کے شمالی دامن کا علاقہ ہے) ایک موضع تھا۔

۱۹۵۔ طالقان کا ذکر پہلی جلد کے حواشی میں ہماری نظر سے گزر چکا ہے کہ اب اسے "طالع خاں" کہتے ہیں اور موجودہ افغانستان کی شمالی سرحد کے قریب قفقز کے علاقے میں واقع ہے۔

۱۹۶۔ غور بند (نیز ضحاک) وہ افغانان جن کا ہی سلسلہ میں ذکر آیا ہے (شہر کابل کے شمال کا علاقہ ہے)۔

۱۹۷۔ غور و بقلان صوبہ بدخشاں کے مغرب میں اور کولاب شمال میں واقع ہے اور کشم (بکسرہ ک و سکون ش بدخشاں کا مشہور قبضہ ہے)۔

۱۹۸۔ نیمچہر (یا پنج شیر) دریائے کابل کا ایک معاون جلال آباد کے قریب شمال سے آکر اس دریا میں مل گیا ہے۔

۱۹۹۔ بگلش غزنی کے قریب سرحد کابل و ہند کا وہ زرخیز علاقہ جسے پہلے کرمان کہتے تھے مہد اکبری میں "بگلش" کہلانے لگا تھا۔ (کرمان کیلئے ملاحظہ ہوں جلد اول کے حواشی ص ۵۵) اور اسی کے قریب گروینر بھی غزنی کے قریب داخل تھا۔

۲۰۱۔ بگرام جیسا کہ ہم پہلے کہیں چکے ہیں پیشاور کا پرانا نام تھا اور اسی شہر کے شکستہ قلعے کی ہمایوں نے تعمیر کرائی تھی؛

۲۰۲۔ ”بچواڑہ“ کتابت کی غلطی ہے۔ ”بچواڑہ“ (قریب لاہور) مراد ہے؛

۲۰۳۔ رہٹ کی بجائے رہب چاہئے (مق: حاشیہ ۱۷۷)

۲۰۴۔ سرور پور یا صرف سرور سرکار قنوج کا پرگنہ تھا؛

۲۰۵۔ سہسنگ (مق: حاشیہ ۲۵)

۲۰۶۔ بہار لو ایک تاتاری قبیلے کا نام ہے جو ابتدا میں خانہ بدوش تھا لیکن پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں تدیج ایرانی علاقوں میں آباد ہو گیا؛

۲۰۷۔ گاگردن صوبہ مالوہ میں ضلع کا مستقر اور مشہور قلعہ تھا اب ریاست کوٹہ میں چھوٹا سا گاؤں رہ گیا ہے؛

۲۰۸۔ اس بابے میں تمام بمعصر تواریخ متفق ہیں کہ یرشادی اخیر بادشاہ کی کسی تحریک کے خود راجہ بہار مل (بہارا یا بہارا مل بھی تحریر ہے۔ پورتن مل فرشتہ کی غلطی ہے) کی مرضی سے ہوئی تھی (دیکھو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۵۶۔ طبقات اکبری صفحہ ۲۵۶۔ منتخب التواریخ جلد دوم صفحہ ۵۰۔ نیز ملاحظہ ہو آثار الابرار جلد دوم صفحہ ۱۱۳۔ جس میں اس واقعے کو وضاحت سے بیان کیا ہے) ”دسبھر“ کے سابعمر (ریاست جے پور) مراد ہے؛

۲۰۸ میرٹھ (ریاست) جو دھورو کا قصبہ، اجمیر شریف سے چالیس یا پچاس میل شمال مغرب میں واقع ہے۔

۲۰۹ سچا منکر کتابت کی غلطی ہے بکے گڑھ یا سچی گڑھ چاہئے جو صوفیہ الود میں ایک شیعہ نامہ در مقام ہے۔

۲۱۰ لا کبیل میر، کول میر یا کوسیل گڑھ کا پہاڑی قلعہ اودے پور کے قریب ابھی تک موجود ہے اور یہاں بظاہر اسی نواح کے پہاڑوں سے مراد ہے۔

۲۱۱ لا منوہر پور، غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ طبقات اکبری میں مینورہ لکھا ہے لیکن اکبر نامہ میں منوہر ہے (جلد دوم - صفحہ ۲۰۰) اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۲۱۲ لا چار سو، بمعنی چوک یا بازار لا مدرسہ امام احمدیہ کے کھنڈر اب تک مقبرہ ہایوں سے کچھ فاصلے پر موجود ہیں۔ پرانی دہلی اسی مقام پر یعنی موجودہ شہر سے دو تین میل جنوب میں آباد تھی اور اب یہاں بعض کھنڈروں کے سوا کوئی آبادی باقی نہیں ہے۔

۲۱۳ اس روایت میں اختلاف ہے۔ اول تو عبداللہ خاں پر اکبر کی یہ یوشی ۱۶۹۷ء کے اواخر کا واقعہ ہے اور گڑھ کٹک کے فتح، جسے فرشتہ نے بعد میں ۱۶۹۲ء کے واقعات میں لکھا ہے ۱۶۹۷ء کے وسط میں ہوئی۔ دوسرے یہ کہنا کہ عبداللہ خاں بادشاہی ہراول پر غالب آیا تھا، صحیح نہیں۔ حقیقت میں وہ بمشکل جان بچا کر محل سے بھاگتا تھا اور اپنا بہت سا مال و حساب اس کو اسی مقام پر چھوڑنا پڑا۔

۲۱۴۔ ”سیری کلارس“ سے سیمپری (ریاست گوالیار)

مراد ہے ڈ

۲۱۵۔ چوراکرٹھ (مفتوح اول) موجودہ ضلع نرسنگ پور (صوبہ بنارس)

میں واقع ہے۔ لگژریہ لکھنؤ، کے متعلق ہم پہلے تصریح کر چکے ہیں کہ اس سے گونڈوانہ مراد ہوتا تھا۔ مذکورہ بالا فتح کے وقت بھی یہاں منڈا کوتوال قوم کے راجہ حکومت کرتے تھے۔ مگر فرشتہ کا یہ لکھنا کہ یہ علاقے پہلے کبھی فتح نہیں ہوئے تھے، بغیر تامل تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ بالکل یقینی ہے کہ یہاں کے حکمران شاہان دہلی اور پھر کبھی کبھی شاہان مالوہ کے باج گزار رہے تھے ڈ

۲۱۶۔ اوزبک سرداروں پر فوج کشی کا یہ سنہ غلط ہے۔ جیسا کہ

دوسری معصر تواریخ میں مذکور ہے یہ واقعہ ایک سال پہلے یعنی ۱۷۶۱ء کا ہے۔ اگلے فقرے میں ”لکھنوتی“ بھی کتابت کی غلطی ہے ”لکھنؤ“ چاہئے۔ اور قی (کتاب کا) اور قی، صحیح نہیں معلوم ہوتا) ترکی زبان میں لشکر گاہ کو کہتے ہیں ڈ

۲۱۷۔ نربہن (جسے کتاب میں غلطی سے ت سے تحریر کیا ہے

سارن (مغربی بہار) کے ضلع میں تھا ڈ

۲۱۸۔ ”سیرگرٹھ“ سے شیرگرٹھ مراد ہے جس کے کھنڈراب تک

سہسرام (مغربی بہار) کے قریب موجود ہیں ڈ

۲۱۹۔ ”شیو پور“ غلط ہے۔ صحیح نام سوہی سوہر تھا اور این کبری

کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام رنچھنپور کے قریب تھا۔ جدید نقشوں میں اس کا پتہ نہیں چلتا ڈ

۲۲۰۔ چتوڑ کو جا بجا کتاب میں لاجٹ پور، لکھا ہے و

۲۲۱۔ "لاجٹ مل" جسے برگز نے اپنے ترجمے میں (جلد دوم صفحہ ۲۳۱) جگ مل بنادیا ہے، درست نہیں ہے مل چاہئے و

۲۲۲۔ چتوڑ کے مقتولین کی تعداد طبقات اکبری (صفحہ ۲۸۴) اور منتخب التواریخ (جلد دوم صفحہ ۱۰۴) میں ٹھینا آٹھ ہزار تحریر ہے لیکن اکبر نامہ میں جسے مستند اور لا سرکاری بیان سمجھنا چاہئے مقتولین کا شمار تیس ہزار کے قریب بتایا گیا ہے (جلد دوم صفحہ ۳۲۳)

۲۲۳۔ خواجہ معین الدین ہشتی رحمتہ اللہ علیہ کی بجائے، فارسی کتاب میں غلی سے لامغیث الدین، اچھپ گیا ہے، کہتے ہیں بادشاہ نے فوط عقیدت سے امیر شریف تک یہ سفر یادہ پاٹے کیا تھا و

۲۲۴۔ خواجہ حسین کو لاٹھائی، لکھنا کاتب یا مولف کی غلی ہے۔ خواجہ حسین مروی چاہئے جو ہایوں اور اکبر کے عہد کے مشہور شاعروں میں تھا۔ یہاں اس قدر وضاحت اور کر دینی چاہئے کہ اس کا پورا قصیدہ اسی صنعت میں تھا کہ ہر شعر کے پہلے مصرعے سے جلوس اکبری کی، اور دوسرے مصرعے سے ولادت جہانگیر کی تاریخ تعلقتی تھی۔ منتخب التواریخ (جلد دوم صفحہ ۱۲۱) میں اس قصیدے کے کھل تیس شعر نقل کئے ہیں، فیاض بادشاہ نے اس کے صلی میں دولاکھ روپیہ (تنگہ) شاعر کو انعام دیا و

۲۲۵۔ فرشتہ کی محل عبارت سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ طبقات (صفحہ ۲۸۹)، منتخب (جلد دوم صفحہ ۱۳۳) اور اکبر نامہ (جلد دوم صفحہ ۳۵۸) میں صراحتاً مذکور ہے یہ شادی بھی بغیر بادشاہی تحریر کے

کلیان مل راجہ بیکانیر کی درخواست کے مطابق عمل میں آئی۔ اکبر نامے میں یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ یہ راجہ کھاری کلیان مل کی بیٹی زخمی بلکہ بقیہ بھی تھی و

۲۲۶۔ لا بجانب جون، صریحا کتابت کی غلطی ہے۔ ہم عصر تواریخ میں سے صرف منتخب التواریخ (جلد دوم صفحہ ۱۳۱) میں یہ تصحیح موجود ہے کہ اختیار الملک جہرائی اس موقع پر احمد آباد سے احمد نگر (دکن) کی طرف فرار ہوا تھا۔ پس ممکن ہے کہ کاتب نے لا دکن، کو لا جون کا سمجھ لیا ہو و

۲۲۷۔ لا ہندی، سے اس زمانے کی جہی ہندی مراد ہے اور لا ستر بال، کی بجائے سر نال چاہئے جہاں دونوں سرکار احمد آباد کا ایک تعلق تھا و

۲۲۸۔ راجہ بھگونت داس کو فرشتہ نے بابجا لا بھگوان داس لکھا ہے۔ اور اس نام کو دوسرے موضع بھی دونوں طرح لکھتے ہیں، اس لڑائی میں بھگونت داس کا جو بھائی مارا گیا اس کا نام بھوپت داس تھا و

۲۲۹۔ یہ لڑائی ناگور سے تین تین میل دور ایک ہلاب یا بھیل کے کنارے ہوئی و

۲۳۰۔ آب احمد آباد، سے ساہی پٹی ہندی مراد ہے و

۲۳۱۔ دریائے چین سے غلیج بنگالہ مراد ہے و

۲۳۲۔ لا گنگ و بنارس، کتابت کی غلطی ہے گنگ و بنارس چاہئے جس سے اُسیے کا موجودہ صدر مقام گنگ مراد لیتے تھے و

۲۳۳۲ سیوانہ (سیوانا) سرکار جوہر کا قصبہ تھا اور بعد اکبری میں یہاں کا قلعہ از قلاع معتبر ہند، شمار ہوتا تھا۔ (آئین اکبری صفحہ ۳۶۴، ۵۱۱) فرشتہ نے اس مقام پر بہار و بنگال کے واقعات کو اس راجپوتانے کے جھگڑے سے اس طرح ماکر لکھا ہے کہ سخت غلط فہمی پیدا ہوتی ہے و

۲۳۳۳ شیر گڑھ اور کمل میر کا پہلے حوشتی میں ذکر آچکا ہے۔ کوہستان بالنسوالہ سے جنوبی راجپوتانے کی پہاڑیاں مراد ہیں جن کا بیشتر حصہ موجودہ ریاست بالنسوارہ میں داخل ہے (مترق: حاشیہ ۱۸۳)

۲۳۳۵ سرخاب، کابل کے شمال میں ایک ندی کا نام ہے لیکن یہاں سرخاب کوئل مراد ہے جو دریائے کابل کے جنوب میں ایک درے کا نام تھا اور شیر گڑھ و ن اس کے جنوب میں شہر کابل سے تقریباً چالیس میل جنوب مشرق میں واقع ہے و

۲۳۳۶ نادوت کو اب نان دوت کہتے ہیں اور وہ احاطہ بہٹی کی ریاست راج پیکہ کا صدر مقام ہے۔ اس شہر کے جنوب سے مغربی خانڈیس تک پہاڑیوں کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا ہے اُسے دہ کوہستان نادوت، کے نام سے یاد کرتے تھے و

۲۳۳۷ جتوآرہ سے کاٹیاواڑ کا شمال مشرقی حصہ یعنی جھالاوار مراد ہے و

۲۳۳۸ اس سنہ میں ایک سال کی غلی ہے۔ جیسا کہ اکبر نامہ (جلد دوم) اور منتخب التواریخ (جلد دوم) میں تحریر ہے کشمیر کی پہلی فتح کئی ۹۹۹ء میں ہوئی اور اسی سال دوسرے حملے میں یہ ملک فتح ہو گیا و

۲۳۹۔ بگش (دیکھو حاشیہ ۱۹۹) و

۲۴۰۔ مجنہ بصر یا بھیمبر کشمیر کی جنوبی سرحد کا مشہور مقام، موجودہ قصبہ گجرات کے شمال میں واقع تھا اب اس نام کی فقط ایک پہاڑی ندی مشہور ہے و

۲۴۱۔ لا بھاگر، کتابت کی غلطی ہے۔ بھاگ نگر چاہے جو شہر حیدرآباد (دکن) کا قدیم نام تھا۔ لیکن اس قطب شاہی بادشاہ کے پاس جو سفیر بھیجا گیا اس کا نام بھی فرشتہ نے (مرزا مسعود) غلط لکھا ہے۔ میرزا امیر چاہے جیساکر دوسری مستند قیایخ میں مذکور ہے و

۲۴۲۔ الوڑ یا آرور سے ملک سندھ کا قدیم پائے تخت مراد ہے۔ جس کے اب کنڈر قصبہ روہری (ضلع سکر) کے قریب موجود ہیں و

۲۴۳۔ شیخ فرید المصطفیٰ بہ رتقی خاں، بخاری سید تھے۔ شیخ کا لقب فضیلت علمی کی بنا پر بزرگوں سے متوارث ہوا ہے و

۲۴۴۔ "حوض زین لکھا" سے غالباً جھیل و لمر مراد ہے۔ کیونکہ ملا عبد القادر نے اس "حوض" کا دور لاسی کروہ، یعنی تقریباً ۴۵ میل بتایا ہے (مکتبہ - جلد دوم صفحہ ۳۸۵) اور یہاں سلطان زین العابدین کی بعض عمارت اب تک موجود ہیں و

۲۴۵۔ گالہ موجود ضلع ناسک میں ایک تاریخی قلعہ اور قصبہ ماہ ۲۵ گاؤں سے چند میل مغرب میں واقع ہے و

۲۴۶۔ بالا پور موجود ضلع اکولا (برار) میں واقع ہے اور شاہ پور

گمنام ہو گیا ؟

۲۴۷ « سون پٹ » (یعنی سون پٹ) برگزینے اپنے

انگریزی ترجمے میں اسے « سوپا » بنا دیا ہے۔ لیکن اگر تائید (جلد دوم صفحہ ۷۱۸) کی عبارت سے بھی کسی قدر مغالطہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں مقام جنگ نشانی لکھا ہے جو بہت دور مغرب میں واقع ہے۔ لڑائی حقیقت سون پٹ کے میدانوں میں ہوئی جو دریائے گوداوری کے کنارے اب تک (ضلع پرتھوی میں) آباد ہے۔ یہ لکھنا غالباً غیر ضروری ہے کہ گوداوری کو بھی اہل دکن گنگا کے نام سے یاد کرتے ہیں ؟

۲۴۸ نرنالہ (موجودہ ضلع اکولا) گاول یا گاول گڑھ (ضلع امراتی)

اور کھیرلہ (ضلع میتول) نہایت مشہور و مستحکم قلعے ہیں اب ویران ہوتے جاتے ہیں ؟

۲۴۹ لا مونگی پٹن « سے پٹن (ضلع اورنگ آباد) مراد ہے ؟

۲۵۰ اورچہ - ارچہ (بندھیل کھنڈ، وسط ہند)

۲۵۱ « اد علانی » سلطان علاء الدین خلجی کا مروجہ روپیہ تھا۔ اسکے

ٹھیک وزن و قیمت کا تعین کرنا دشوار ہے لیکن غالباً وہ ایک تولہ (یا عام تنگی) سے کم وزن ہوتا تھا ؟ اور ڈھانس کی مشہور کتاب میں ظاہر یہی لفظ « اد علی » کے نام سے مذکور ہے (لا کر انگلر ڈھلی، صفحہ ۱۵۹ و ۲۱۷) باقی من سے یہاں دہری نوسو ساٹھ تولہ (موجودہ ۱۲ سیر) کا من مراد معلوم ہوتا ہے جس سے عام طور پر قیمتی دھاتیں تولی جاتی تھیں۔ خود اگر ہی من کا وزن بھی ہمارے زمانے کے من سے چند سیر کم ہوتا تھا ؟

